فَمِنْهُم مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُم مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا

امیرِ عزیمت

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ سے
علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ تک

شہدائے ناموسِ صحابہؓ کی
جدوجہد کا اجمالی تذکرہ

ابو محمد ثناء اللہ سعد شجاع آبادی

CamScanner

ALHAIDRI MEDIA CELL

الحیدری

الحیدری میڈیا سیل

CamScanner

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امیر عزیمت شیر اسلام مولانا حضرت حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ سے

امام اہل سنت مناظر اسلام علامہ حضرت علی شیر حیدری شہید رحمۃ اللہ علیہ تک

CamScanner

بسم الله الرحمن الرحيم

اللّٰهمّ

صلّ على محمّد وعلى آل محمّد

كما صلّيت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم

إنّك حميد مجيد

اللّٰهمّ

بارك على محمّد وعلى آل محمّد

كما باركت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم

إنّك حميد مجيد

CamScanner

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا. (القرآن)

قافلہ اہلِ حق کے پانچ شہید قائدین کا تذکرہ جانفزا

امیر عزیمت شیر اسلام حضرت مولانا **حق نواز جھنگوی شہید** رحمۃ اللہ علیہ **سے**

امام اہل سنت مناظر اسلام حضرت علامہ **علی شیر حیدری شہید** رحمۃ اللہ علیہ **تک**

تالیف

ابو محمد مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی

ناشر

اہل سنت والجماعت پاکستان

جملہ حقوق محفوظ ہیں

اشاعت ________ اپریل ۲۰۱۰ء

قیمت ________ روپے

ملنے کے پتے

- مکتبہ حسینیہ بالمقابل حبیب بینک شجاع آباد 0307-2603021
- مکتبہ الحسن، ۳۳ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور 042-7241355
- دار الکتاب، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور 042-7235094
- عمر پبلی کیشنز، یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور 0300-4421434
- مکتبہ عمر فاروق نزد جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی 021-4594144
- ادارہ اشاعت الخیر، بیرون بوہڑ گیٹ ملتان 061-4514929
- بسم اللہ پبلی کیشنز، علی سنٹر فسٹ فلور گلی نمبر ۸ غشی محلہ بھوانہ بازار فیصل آباد 0300-7610220
- جامعہ حیدریہ، اعظم کالونی لقمان خیرپور سندھ 0300-2343166
- ادارہ اشاعت المعارف، ریلوے روڈ فیصل آباد 0300-6661452

فہرست

پیش لفظ 13

امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
حق پرستوں کا امیر کارواں تھا حق نوازؒ	16	باب عمرؓ کا مشہور واقعہ اور توہین فاروق اعظم ؓ کی شرمناک جسارت!	24
ولادت باسعادت	17	مولانا شیریں کو شیعہ نے قتل کردیا!	25
حصول تعلیم	17	حکیم صدیق کی شہادت	25
آپ کی عظیم الشان تعلیمی کارکردگی	18	آلیہ فاروق نگر (گڑھ مہاراجہ)	26
ضروری وضاحت	18	قرآن پاک کا نذر آتش کرنا	27
تعلیم مناظرہ وفراغت	19	مسجد کی بے حرمتی	27
ورود جھنگ	19	تحفظ ناموس صحابہ کمیٹی جھنگ	28
جھنگ کا تاریخی پس منظر	20	دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ	29
خاندان سیال اور انگریز	20	علامہ جھنگوی کا موقف	30
رؤساء جھنگ کو انگریز نے جاگیریں دیں!	21	حق نواز...... خمینیت کے مقابل	34
۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور رؤسائے جھنگ کا کردار	21	بانی ایرانی انقلاب آیت اللہ خمینی کی ایمان سوز تحریریں	36
شاہ جیونہ کے شیعہ وڈیروں نے انگریزوں کا ساتھ دیا	21	صحابہ کرامؓ کے بارے میں پاکستانی شیعہ مصنفین کے خیالات	38
کعبہ پر گولیاں برسانے میں ضلع جھنگ کے وڈیرے بھی شامل تھے!	22	مولوی محمد حسین فاضل نجف اشرف	38
تبرا ایجی ٹیشن	22	حسین بخش جاڑا	39
حسو بلیل میں حضرت فاروق اعظمؓ کی توہین	23	غلام حسین نجفی	39
کلّی تو تحصیل شورکوٹ میں ایک حافظ امام کو شہید کردیا	24	مرزا حسن الحائری الاحقاقی	40
روڈو سلطان ضلع جھنگ میں مولانا دوست محمد کو شہید کردیا گیا	24	تحریف قرآن اور معاصر شیعہ علماء	41
		مولوی محمد حسین فاضل نجف اشرف	41

CamScanner

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
مولوی حسین بخش جاڑا	42	پیر طریقت حضرت مولانا خان محمد صاحب	66
حضرت علی قرآن سے افضل ہیں	43	مدظلہ کا صدارتی خطبہ	
مرزا علی امرتسری ثم لاہوری	43	مشترکہ جدوجہد کیلئے ایک سُنّی کمیٹی کی تشکیل	69
عقیدۂ تحریف قرآن اور ماہنامہ خیر العمل	43	سُنّی کنونشن میں شامل ہونے والی جماعتیں،	70
خطبہ استقبالیہ کل پاکستان دفاع صحابہؓ کانفرنس	46	راہنما، شخصیات	
سرکاری روش حد درجہ افسوس ناک ہے	48	آمد برسر مطلب	76
اہل سنت کے حقوق کو خطرہ	49	......اور الیکشن میں حصہ لے لیا	77
مولانا حق نواز اور پولیس مقابلے	50	الیکشن کے بعد	80
ڈیرہ اسماعیل خاں کا عجیب واقعہ	50	مولانا جھنگوی بحیثیت خطیب	83
مظفر گڑھ کا واقعہ	51	قتل کا ایرانی منصوبہ	87
جھاوریاں ضلع سرگودھا	52	شہادت کا سانحہ	88
دشمن کے بکے	52	عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے	90
لطیفہ	56	قبر مبارک	91
اور نماز ٹوٹ گئی	58	سعادتیں	91
ایک اور لطیفہ	59	امیر عزیمت شہیدؒ اور اُن کی تحریک	92
رُوداد حوادث	60	چند حقائق......چند وضاحتیں......چند گزارشات	
لیہ کے ریگزاروں میں نہتے کارکنوں کی شہادت	64	(۱) مراکش نے ایران سے سفارتی	100
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی طرف	65	تعلقات توڑ لئے!	
سے مکتوب		(۲) ایران سے بھیجی ہوئی ۳۶ ہزار کتب	100
سُنّی کنونشن 11 جولائی 1987ء ملتان	66	افغان حکام نے دریا برد کردیں	

جرنیل اول سپاہِ صحابہ مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
ولادت، بچپن اور تعلیم	118	وہ آگے بڑھے	120
عملی زندگی کا آغاز اوراوکاڑہ میں آمد	118	انتخاب جانشین اور سپاہ صحابہؓ کی سرپرستی	121
سپاہ صحابہ میں شمولیت	118	وارث منبر ومحراب	123
امیر عزیمت کا سانحۂ شہادت	119	نائب سرپرستِ اعلیٰ	123
غمزدہ کارکنوں کے سرپرستِ شفقت	119	احتجاجی تحریک	123

CamScanner

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
نسوانی حکومت کی برطرفی	125	دورۂ عراق	134
انتخابات کی تیاری	126	قومی اسمبلی میں قاسمی شہید کا خطاب	135
مولانا ایثار القاسمی اُمیدوار نامزد کر دیئے گئے	126	صادق گنجی کا قتل	143
قاسمی کی گھن گرج	127	قتل کی سازش	145
میری خدمات کچھ نہیں	127	یوم صدیق اکبرؓ (زندگی کا آخری دن)	147
جان دے دوں گا	128	رزم گاہِ شہادت کی طرف	148
انہیں زہر دے دیا گیا	130	......اور پھر قاسمی شہید ہو گئے!	150
دورہ قطر و دبئی	132	عاشق کا جنازہ	152
پانچ روزہ دورہ عراق (جون ۱۹۹۰ء)	132	تدفین	154

جانشینِ امیرِ عزیمت، مؤرخِ اسلام حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
ضیائے فاروقی	156	سپاہ صحابہ کی ذمہ داری اور سرپرستی کے فیصلے کے بعد	173
ولادت باسعادت	157		
ابتدائی تعلیم	157	نائب سرپرست اعلیٰ کا تقرر	174
درس نظامی کی تعلیم اور مولانا حق نواز شہیدؒ سے ملاقات	157	سپاہ صحابہ کی سرپرستی کا منصب سنبھالنے پر حضرت خواجۂ خواجگان کی طرف سے ہدیۂ تبریک	175
سپاہ صحابہ میں باقاعدہ شمولیت	159		
دفاع صحابہؓ کانفرنس کی تقریر کے اقتباسات	161	پہلی انٹرنیشنل دفاع صحابہؓ کانفرنس کا انعقاد	175
امیر عزیمتؒ کی شہادت اور ان کے منصب پر فاروقی شہیدؒ کی آمد	167	مرکزی مجلس عاملہ کا پہلا باضابطہ اجلاس اور ملک گیر تنظیمی دورے	176
بنگلہ دیش روانگی	168	ضیاء الحق شہید سٹیڈیم جھنگ میں آل پاکستان دفاع صحابہؓ کانفرنس	177
بنگلہ دیش سے واپسی	170		
فاروقی شہیدؒ بحیثیت سرپرست سپاہ صحابہ	172	دورۂ آزاد کشمیر	177
سپاہ صحابہ کی قیادت کا فیصلہ	172	کراچی روانگی	178

CamScanner

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
صوبہ سندھ کا کنونشن اور جلسہ عام	178	فرقہ واریت کے خاتمہ کی کمیٹی کا دوسرا اجلاس	204
دورہ بلوچستان	178	(ب)(فرقہ واریت کے خاتمہ کی کمیٹی) کے	205
سپاہ صحابہ پنجاب کا کنونشن اور تنظیم سازی	179	دوسرے اجلاس کی ابتدائی سفارشات	
تاریخی رد شیعیت کانفرنس بہاولپور	179	کمیٹی کی منظور کردہ تجاویز و سفارشات پر	207
احتجاجی تحریک	182	مبنی حتمی رپورٹ	
مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ کی مسند پر مولانا	183	تیسری انٹرنیشنل دفاع صحابہؓ و حق نواز شہیدؒ	210
محمد اعظم طارق کی تقرری		کانفرنس کراچی	
سپاہ صحابہ بنگلہ دیش کا قیام	184	چوتھی انٹرنیشنل دفاع صحابہؓ و حق نواز شہیدؒ	213
عظمت صحابہ کانفرنس علی پور مظفر گڑھ کا انعقاد	184	کانفرنس پشاور	
دوسری انٹرنیشنل دفاع صحابہؓ و حق نواز شہید	185	فاروقی شہیدؒ کے خطاب کی چند جھلکیاں	215
کانفرنس اسلام آباد		شہادت امام حسینؓ کانفرنس شکر گڑھ	218
میاں شہباز شریف اور وفاقی وزیر داخلہ	187	شہداء اسلام کانفرنس بھاگٹانوالہ	219
سے ملاقات		تاریخی دستاویز کی اشاعت کے موقع پر دو	220
مولانا فاروقی شہیدؒ کے خطاب کی چند جھلکیاں	189	اہم خطوط	
سپاہ صحابہ اور تحریک جعفریہ پر پابندی کے	193	دنیا بھر کے مسلم سربراہوں اور اسلامی	221
لئے وزیر اعظم کا اجلاس		حکومتوں کے نام	
وزیر اعظم کے حکم سے فرقہ واریت کے	194	دنیا بھر کے شیعہ کے پیشواء جناب خامنہ	222
خاتمہ کی کمیٹی کی تشکیل		ای، ایرانی حکومت اور دنیا بھر کے شیعہ زعما	
شان صحابہؓ گستاخی کی سزا موت ہوگی،	197	کے نام اہم خط	
سپاہ صحابہ اور فقہ جعفریہ میں اتفاق رائے		سنی شیعہ تنازعہ کے حل کیلئے صدر پاکستان کو	223
فرقہ واریت کے خاتمہ کی کمیٹی کی تشکیل	199	پیش کیا جانے والا سات نکاتی امن فارمولہ	
(الف) اراکین کمیٹی	199	پانچویں دفاع صحابہؓ و حق نواز شہیدؒ کانفرنس کوئٹہ	230
۲۰ جنوری ۱۹۹۲ء کا اجلاس	200	شیعہ سنی فسادات کے خاتمے کیلئے	232
اہم نوٹ	202	وزیرداخلہ کی طرف سے بلائے گئے	
مختلف اجلاسوں میں فرقہ واریت کے خاتمہ کی	202	اجلاس میں شیعہ کا بائیکاٹ اور وزیر اعظم کی	
کمیٹی "اتحاد بین المسلمین کمیٹی" کی منظور کردہ		طرف سے ایرانی مداخلت کا اقرار	
ابتدائی تجاویز و سفارشات		سیدنا صدیق اکبرؓ کانفرنس جوہر آباد	234

CamScanner

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
دورۂ برطانیہ میں قاتلانہ حملہ اور وطن واپسی	235	غیر مسلموں کا قبول اسلام	252
جرنیل سپاہ صحابہ کی روپوشی اور بعد کے حالات	236	ڈاکوؤں چوروں اور بدمعاشوں کی توبہ	252
ملی یکجہتی کونسل کا تیسرا اجلاس اور ضابطۂ اخلاق کی منظوری	237	جیلوں میں سیرۃ رسول، شہادت عثمانؓ، شہادت فاروق اعظمؓ اور شہادت سیدنا حسینؓ پر تقریبات	253
ملی یکجہتی کونسل کے اجلاس میں فاروقی شہیدؒ کی شرکت اور خطاب	238	ملی کونسل کے قائدین کے نام مولانا فاروقی شہیدؒ کا خط	253
قاضی مظہر حسین صاحب کی بعض تنقیدات کی حقیقت	239	کوٹ لکھپت جیل سے دوبارہ ملتان سنٹرل جیل واپسی	259
ملی یکجہتی کونسل کا قیام، ضابطۂ اخلاق کی منظوری	240	ارباب اقتدار کے نام کھلا خط	260
ضروری وضاحت	241	اخبارات وجرائد کے مدیران کے نام خط	263
سپاہ صحابہ کی شاندار کامیابی	243	صدر اور وزیر اعظم پاکستان کے نام دوسرا خط	265
فاروقی شہیدؒ کی گرفتاری اور رہائی	244	دوبارہ کوٹ لکھپت جیل منتقلی اور شہادت کا سفر	270
ایبٹ آباد میں پولیس سے آنکھ مچولی، گرفتاری اور رہائی	246	دھماکہ سے ایک روز قبل قومی اخبارات میں ایرانی ڈپٹی اسپیکر کا بیان	271
حافظ غلام یحییٰ کی شہادت	247	دھماکہ والے دن ایرانی ڈپٹی سپیکر کے جواب میں قائدین سپاہ صحابہ کا بیان	272
آخری گرفتاری	248	شہادت سے تدفین تک آنکھوں دیکھا حال	272
جیل کے معمولات	251		
اسیران کے لئے معمولات یومیہ	252		

جرنیلِ ثانی، مردِ آہن حضرت مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
عزم کی تاریخ میں اس طور سے زندہ ہے تُو	280	ربوہ میں مرزائیوں سے ایک اہم مناظرہ	283
ولادت باسعادت	281	چودھویں صدی کا اختتام اور ربوہ میں خطاب	284
تعلیم...... آغاز سے تکمیل تک	281	پندرھویں صدی کا پہلا جمعہ اور آپ کا شیعہ کے گڑھ جوعہ میں خطاب	285
دوران تعلیم مرزائیوں سے مناظرے	283		

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
عملی زندگی کا آغاز	286	شمالی علاقہ جات میں بدامنی کے مسئلہ پر	300
جمعیت نوجوانانِ اہل سنت کا قیام	286	آپؒ کا اسمبلی میں خطاب	
مولانا حق نواز شہیدؒ کی کراچی آمد	287	پہلا سفرِ حج	303
جمعیت نوجوانانِ اہلسنت کا سپاہ صحابہؓ میں ادغام	288	گولیوں کی بارش میں پیغمبرِ انقلاب کانفرنس	303
مولانا اعظم طارق کا اغوا اور انسانیت سوز مظالم	290	فیصل آباد سے خطاب	
امیر عزیمت شہیدؒ کا تیسرا دورۂ کراچی اور	290	بہاولپور سے اسلام آباد تک کارواں کا سفر	305
فقید المثال استقبال		وزیر اعظم میاں نواز شریف سے ملاقات	307
صوبائی جنرل سیکرٹری کے لئے نامزدگی	291	قومی اسمبلی میں شہادتِ حسینؓ کے حوالے سے خطاب	307
مولانا ایثار القاسمی کی شہادت اور آپ کی	292	قومی اسمبلی نے ناموس صحابہؓ و اہل بیتؓ بل	310
جھنگ منتقلی		منظور کر لیا	
جھنگ والوں کا خلوص اور والد کے تاثرات	292	ناموس صحابہؓ و اہل بیتؓ ترمیمی بل	310
امیر عزیمتؒ کا پہلا یوم شہادت	293	پاکستان ٹیلی ویژن پر "الیکشن آور" میں خطاب	311
عمرہ کے لئے پہلا سفر	293	جھنگ کا الیکشن	312
پہلی عظیم الشان انٹرنیشنل حق نواز شہیدؒ کانفرنس	294	وزیر اعظم بے نظیر سے پہلی یادگار ملاقات	312
جھنگ میں مرکزی مجلس عاملہ کا اجلاس	294	اور کھری کھری باتیں	
دورۂ افغانستان	295	حکومت کی طرف سے ناموس صحابہؓ بل کی	313
گرفتاری سے رہائی تک	295	مخالفت اور مولانا کا سپیکر کی کرسی پر قبضہ	
کراچی روانگی اور جھنگ میں اقبال حسین	236	شیعہ کتب کی نمائش اور حکومت کے ناپاک	315
کی شہادت		عزائم کا ذکر	
دفاع صحابہؓ و پاکستان کانفرنس پر حملہ	296	ایرانی فساد پرور لٹریچر کی نقاب کشائی	316
والد ماجد کا انتقال	297	پاکستان میں ایرانی لابی کی کارستانیاں	319
قومی و صوبائی اسمبلی کا الیکشن	297	حکومت ہمارے اور دشمنوں کے بارے	320
دھاندلی کا حکومتی منصوبہ	298	میں تحقیقات کرے	
الیکشن میں فتح	298	مذہبی شخصیات کی توہین پر سزا کا قانون بنایا جائے	322
دورۂ متحدہ عرب امارات	299	روپوشی کے چار ماہ	326
قومی اسمبلی میں حلف اور پہلا خطاب	299	پنجاب حکومت کی تبدیلی اور مولانا کی رہائی	326
قومی اسمبلی میں مشن سپاہ صحابہؓ کی پہلی آواز	300	سپاہ صحابہؓ کی مجلس شوریٰ کا اہم اجلاس	327

CamScanner

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
چوبہ ہاؤس لاہور سے گرفتاری	327	انکشاف	343
آٹھ ماہ بعد پہلی مرتبہ عدالت میں پیشی	328	قائد سپاہ صحابہؓ اور مولانا اعظم طارق کی	
علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی کا سانحہ شہادت	328	رہائی کی خوشخبری	343
اور مولانا شدید زخمی		اٹک جیل سے فیصل آباد روانگی اور اچانک رہائی	344
مولانا کی والدہ ماجدہ کا انتقال	330	رہائی کے بعد چیچہ وطنی کا سفر	347
تین دن کے لئے پیرول پر رہائی	331	مولانا کی اپنے سکیورٹی گارڈز کو نصیحتیں	349
الیکشن کے لئے پیرول پر رہائی	332	اغوا شدہ لڑکی مولانا کے در دولت پر	355
تیزی سے صحت یابی	334	ملتان میں انٹرنیشنل حق نواز شہیدؒ کانفرنس	
پاکستان ٹیلی ویژن پر شیعہ لیڈر کا براہ	334	سے خطاب	355
راست مذاکرے سے فرار	336	حکمران خلافتِ راشدہ کا نظام رائج کر	
تیسری گرفتاری	337	دیں، ہم ان کے غلام ہوں گے	356
نظر بندی کے اختتام پر رہائی کا راستہ روک		ہمیں ملک میں قرآن وسنت کا نظام چاہیے	356
دیا گیا	337	کارکن اپنے جسم پر اور گھروں میں اسلام	
مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی طرف سے		نافذ کریں	358
خلافت کا اعزاز	338	دشمنانِ اصحابِ رسول کا سوشل بائیکاٹ کیا جائے	358
چوہنگ سے اسلام آباد کا سفر	338	پرویز مشرف حکومت	
چیف جسٹس سپریم کورٹ سے ملاقات	342	گلگت کے شیعوں کی طرف سے حکومت	359
اڈیالہ جیل سے اٹک منتقلی	342	پاکستان کو پیش کردہ تبدیلی نصاب کی فائل	
چار ماہ بعد بچوں سے ملاقات	342	مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ کا سفر	370
خطبات جیل کی تالیف	343	آخرت.....شہادت سے تدفین تک	
جیل میں زہر دینے کی بھیانک سازش کا			

امام اہل سنت، مناظر اسلام، شہید ناموسِ صحابہؓ علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
ابتدائی تعارف	377	ایک مناظرے کا دلچسپ واقعہ	379
ابتدائی حالات	377	امیر عزیمت مولانا حق نواز شہیدؒ سے تعارف	380
تعلیمی پس منظر	377	امیر عزیمت شہید کی شہادت کی خبر	381
تدریس وخطابت	378	سپاہ صحابہ سندھ کی صدارت	381

عنوانات	صفحہ
سپاہ صحابہ کی سرپرستی کا منصب	382
مولانا علی شیر حیدری چیف جسٹس کے روبرو	384
''سنی موقف'' کی اشاعت	386
سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی خطرناک توہین	388
حضرت عائشہؓ کو امریکن میمیں اور یورپین لیڈی کہا گیا	389
شیعہ ''اصحاب ثلاثہ'' کو ایمان سے تہی دامن جانتے ہیں	390
اکابرین امت اور ان کے فتوے	391
اہل السنت والجماعت کے متعلق شیعہ عقائد	393
کتب رسالت و امامت کے دشمنوں پر نفرین......اقوام کی مردانہ وار فریاد ہے	394
خلاصۂ کلام	395
ملک کو خطرناک صورتحال سے دو چار کرنے کا دوسرا سبب	397
رحمۃ اللعالمین ﷺ کی سیدہ فاطمہؓ کو وصیت	398
حضرت امام حسینؓ کی آخری وصیت	398
تیسرا سبب اور اس کا تدارک	399
اسلامی نظام کا نفاذ ہی تمام مسائل کا حل ہے	401
سچ وہی ہے جو علماء نے متفقہ فیصلے میں کہہ دیا	404
سابق چیف جسٹس آف پاکستان نے اپنی کتاب میں ہمارے موقف کو تسلیم کیا	405
سنی شیعہ مذاکرات کروائے جائیں......	406
ایک اہم انٹرویو سے اقتباس	407
سپاہ صحابہ نے بنیادی اہداف کہاں تک حاصل کرلئے؟	408
چھٹی انٹرنیشنل دفاع صحابہ وحق نواز شہید کانفرنس ملتان	410
حکومت ظلم کرنا چھوڑ دے ہم تعاون کرنے کیلئے تیار ہیں	411
کسی مسلمان کو کافر کہنے والے کیلئے سزائے موت ہونی چاہئے!	411
دشمن کسی فورم میں اپنے آپ کو مسلمان ثابت نہیں کرسکتا	412
جب صحابہ پر تبرا بند ہوجائے گا اس وقت امن قائم ہوگا	413
حکومت دشمنان صحابہ کو روکے!	414
شافع محشر کانفرنس سمندری میں خطاب	414
افغانستان کی موجودہ صورتحال جنگ احزاب کا نقشہ پیش کررہی ہے	414
ڈیرہ غازی خان میں منعقدہ کانفرنس سے خطاب	415
مولانا اعظم طارق شہیدؒ نے اپنی باری بہت اچھی نبھائی	416
جامعہ جیلا سیدالہدیٰ میں زندگی کا آخری خطاب	418
یہی تو دن ہے کون نہیں آئے گا!!	419
معزز مہمان علماء کرام سے اظہار تشکر	419
ہمیں علماء کرام کی سرپرستی پر فخر ہے	420
ہری پگڑی دارالعلوم دیوبند کی نشانی ہے	420
کالی پگڑی پہننا سنت رسول ہے	420
اللہ کی مدد ہم دیکھ رہے ہیں	421
علامہ جسٹس خالد محمود صاحب دامت برکاتہم کی سرپرستی	421
مشن حق نوازؒ پر اکابر علماء کی تائید	422
مشن حق نواز کا اعلان کوئی نئی بات نہیں ہے	423
ہمیں اکابر کی بھرپور تائید حاصل ہے	423
مفتی محمود رحمہ اللہ کا فتویٰ	424
علماء کا متفقہ فتویٰ تبدیل نہیں ہوسکتا	425
موت ایک بار آتی ہے بار بار نہیں	425
آخری دعا	425
آخری پیغام	426
سانحہ شہادت	428
سفر شہادت پر روانگی	429
علامہ حیدریؒ کے قاتل کون؟	430

CamScanner

پیش لفظ

۱۱رفروری ۱۹۷۹کوایران میں برپا ہونے والے شیعی انقلاب نے دنیا بھر میں دشمنانِ صحابہ کواحساسِ تفاخر میں مبتلا کردیا تھا اور یہ احساسِ تفاخراس قدر شدید تھا کہ انہیں اس انقلاب کے بل پر ساری اسلامی دنیا اپنے ہاتھوں تسخیر ہوتی دکھائی دی، چنانچہ ان لوگوں نے "اللہ اکبر خمینی رہبر" کے نعروں کی گونج میں بیت اللہ الحرام کے تقدس کو پامال کیا اور حج کے ایام میں اس ارضِ مقدس میں خون ریزی سے نہ ڈرے۔ ادھر پاکستان بھی ان کے خون آشام انقلابی کاروائیوں کا ہدف بنا۔ کوئٹہ میں دن دہاڑے تین سوافراد کو بلاوجہ جان سے ہاتھ دھونے پڑے اور پاسدارانِ انقلاب نے ان کے گھروں میں گھس کر انہیں نیزے کی اَنیوں میں پرو دیا۔ سنی خواتین کی عزتیں پامال کیں اور نوجوان بچیوں کے پستان تک کاٹے۔ بالآخر افواجِ پاکستان نے کاروائی کی اوران کی عبادت گاہوں میں گھس کر دیواریں توڑ کران میں چھپا ہوا اسلحہ نکال کر میڈیا کے سامنے پیش کیا۔ ملزم رنگے ہاتھوں گرفتار کیے جن کا تعلق پاکستان سے نہیں ایران سے تھا۔ لیکن اگلے ہی چند دنوں میں حکومت ایران کے حکم پر جنرل ضیاء الحق کی مارشل لائی حکومت نے اُن کو رہائی دے کر ایران روانہ کردیا۔ اِدھر ملک میں تحریک نفاذ فقہ جعفریہ قائم ہوئی اور فقہ جعفریہ کے نفاذ کا مطالبہ کردیا گیا۔ لیکن یہ تیس سال پرانی باتیں ہیں، اب ملک میں مذکورہ عنوان پر کوئی تحریک ہے اور نہ ہی مطالبہ۔ "ایلی مولا" کے نام پر ایک بار پھر کاسۂ گدائی لے کر یہ قوم سنیوں کے دروازوں پر صدا لگاتی پھر رہی ہے، کہیں سے بھیک مل جاتی ہے اور کہیں دھول دھپا بھی ہو جاتا ہے۔

شیعوں نے پاکستان میں ایرانی طرز کے جس انقلاب کا خواب دیکھا تھا وہ بلاشبہ چکنا چور ہو

چکا ہے لیکن اس کے پسِ منظر میں امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ سے علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ تک قائدینِ اہل سنت اور نوجوانانِ ملک وملت کی قربانیاں ہیں۔ قربانیاں دینے والوں میں نوجوان بھی ہیں اور بوڑھے بھی، علماء بھی ہیں اور تاجر بھی، وکلاء بھی ہیں اور ڈاکٹر بھی۔ مبصرین اور تجزیہ نگاروں کے نزدیک یہی قربانیاں ہی اس طاغوتی انقلاب کی راہ میں رکاوٹ بنی ہیں وگرنہ انقلاب درآمد کرنے کا پروگرام صرف لفظی کاروائی تک محدود نہ تھا بلکہ اس کے لئے تیاری مکمل کرلی گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اکثریت کو اقلیت کی سازشوں کے تاروپود بکھیرتے ہوئے بے دریغ اپنی قیمتی جانوں سے ہاتھ دھونے پڑے۔ آج امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ، مولانا قاری ایثار القاسمی شہیدؒ، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ، مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ اور علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ اس دنیا کی بزم سے عقبیٰ کی طرف روانہ ہو چکے ہیں اور ہمیشہ کے لئے تہِ خاک آسودہ ہیں۔ لیکن تاریخ میں ان کا نام اَمر ہو چکا ہے اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے ہاں اِن مظلوم شہداء کا جو مقام ومرتبہ ہے ہم فانی دنیا کے لوگ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ آنے والی نسلوں کے لئے ان شہداء کے افکار وآثار اور سیرت وکردار کو کتابی صورت میں محفوظ کرنا ضروری سمجھتے ہوئے ہم نے زیرِ نظر کتاب میں اس فرض کی ادائیگی کی کوشش کی ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی بارگاہِ رحم وکرم میں استدعا اور التجا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحابؓ واحبابؓ کی محبت واُلفت ہم سب مسلمانوں کے دل میں جاگزیں کردے۔ آمین

میں آخر میں اس کتاب کو منظر عام پر لے آنے میں تعاون کرنے والے حضرات کا اور خصوصی طور پر کمپوزر کا شکریہ ادا کرتا ہوں، اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی جھولیاں اپنی رحمت سے بھر دے۔

ابو محمد ثناء اللہ سعد

شجاع آبادی

امیرِ عزیمت، شیرِ اسلام

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

بانیٔ سپاہِ صحابہ پاکستان

تاریخ شہادت ۲۲ فروری ۱۹۹۰ء

CamScanner

حق پرستوں کا امیرِ کارواں تھا حق نوازؒ

جناب امیر اختر بھٹی

ملتِ اسلامیہ کا ترجماں تھا حق نوازؒ
دوستوں کے دل کی دھڑکن روحِ جاں تھا حق نوازؒ
اُس کا اندازِ بیاں اس کی خطابت دلنشیں
اُس کی رفعت اُس کی وسعت، آسماں تھا حق نوازؒ
پیکرِ صبر و رضا ، راضی ہوا جس پر خدا
سرزمینِ جھنگ کا آبِ رواں تھا حق نوازؒ
حق پرستی ، دینداری ، جانثاری بے مثال
مومنوں کی کشتیوں کا بادباں تھا حق نوازؒ
منزلیں طے کر رہا تھا جان رکھ کر ہاتھ پر
حق پرستوں کا امیرِ کارواں تھا حق نوازؒ
تا اَبد زندہ رہے گا دین کی تاریخ میں
جو کبھی نہ مٹ سکے گا وہ نشاں تھا حق نوازؒ
وہ تھا اِک روشن نگینہ اپنے قول و فعل میں
خوبصورت ، نیک سیرت نوجواں تھا حق نوازؒ
جان بھی کر دی فدا جس نے صحابہؓ کے لئے
عشق میں ڈوبا ہوا سوزِ عیاں تھا حق نوازؒ

ولادت باسعادت

مولانا حق نواز جھنگوی جھنگ صدر سے ۲۵ میل شمال کی طرف تھانہ مسن کے قصبے موضع چیلہ رجانہ کے چاہ بوہڑ والا جو دریائے جہلم کے کنارے واقع ہے میں جولائی ۱۹۵۲ء کو صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے والد ماجد کا اسم گرامی میاں ولی محمد تھا جو علاقے کے معمولی کسان اور کھوجی تھے۔ آپ کی قوم سپرا کہلاتی ہے جو اس علاقے کے قدیم باشندوں کی شاخ ہے

آپ ایک سال ہی کے تھے کہ والدہ محترمہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور اپنی پھوپھی کی پرورش میں آ گئے، چونکہ نہایت ہی لاغر اور اکہرے بدن کے کمزور صحت کے مالک تھے۔ اس لئے سات سال کے بھی پانچ سالہ ننھے منے سے لگتے۔

حصولِ تعلیم

ساتویں سال میں آپ کو گورنمنٹ پرائمری سکول (اب ہائی ہے) موضع چیلہ میں داخل کرایا گیا جہاں خداداد ذہانت سے ایک سال میں اوّل، دوم پاس کر کے جماعت سوم میں پہنچ گئے یوں اس بچے کی تعلیم و تربیت کی ابتدا ہوئی۔

ابھی پرائمری پاس نہیں کی تھی کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک میں موضع چیلہ میں شبینہ کا اہتمام تھا آپ بھی سننے والوں میں شامل تھے۔ وہیں اس ننھے بچے کا دل مچل گیا اور سکول چھوڑ چھاڑ حفظ قرآن کی طرف متوجہ ہو گئے، چنانچہ آپ کے ماموں حافظ جان محمد نے اپنی شاگردی اور نگرانی میں لے لیا...... آپ نے ان سے صرف دو سال اور چند ماہ میں مکمل قرآن کریم حفظ کر لیا، گھر والوں کے رُجحان کے برعکس آپ کا طبعی میلان علوم دینیہ کی طرف ہی ہو گیا۔ چنانچہ اپنے ماموں کی وساطت سے یہاں سے ''عبدالحکیم'' (تحصیل خانیوال میں ایک مقام ہے کسی شخص کا نام نہیں) چلے گئے جہاں آپ نے جامع مسجد شیخاں والی میں حضرت قاری تاج محمد سے مشق تجوید اور کچھ قرأت پڑھی پھر جلد ہی آپ قریبی علاقے کی معروف دینی درسگاہ دورالعلوم کبیر والا میں داخل ہو گئے اور تحصیل علم میں منہمک ہو گئے جہاں آپ نے مروجہ تمام علوم دینیہ میں مکمل دسترس حاصل کی۔ دارالعلوم کبیر والا میں آپ کئی سال تک زیرِ تعلیم رہے۔ یہیں آپ کے مخفی جوہر کھلنے لگے۔ تقریر و تحریر کا ملکہ قدرت نے فطری ودیعت

CS CamScanner

کر رکھا تھا۔ وہ بروئے کار لانے لگے۔ وقتاً فوقتاً دیہات میں جاتے، تقاریر کرتے، جمعہ پڑھاتے اسی طرح ساتھی طلباء کی اسباق و تکرار میں لائق و فائق اور محنتی طالب علم ہونے کی حیثیت سے مدد کرتے مطالعۂ کتب کا شوق اس قدر تھا کہ طلبہ اور ہم درس آپ کو کتابوں کا دیمک کہتے تھے، انہیں کیا خبر تھی کہ یہ مطالعہ اور محنت ہی آگے چل کر ان کی زندگی میں تلاطم بپا کرے گی۔ ایسے ہی طلباء میں مباحثہ کرتے مناظرے کا رنگ جماتے۔

آپ کی عظیم الشان تعلیمی کارکردگی

دارالعلوم کبیر والا کے اساتذہ میں شیخ الحدیث مولانا علی محمد صاحب، حضرت الشیخ مولانا عبدالمجید صاحب (اس وقت باب العلوم کہروڑ پکا کے شیخ الحدیث ہیں)، مولانا منظور الحق، مولانا ظہور الحق صاحبان اور مولانا صوفی محمد سرور صاحب قابل ذکر ہیں۔

دورۂ حدیث شریف آپ نے جامعہ خیر المدارس ملتان سے کیا، خیر المدارس میں آپ کے اساتذہ واسباق حدیث اور سالانہ امتحان میں آپ کی عالیشان کارکردگی درج ذیل جدول سے معلوم ہوتی ہے:

ضروری وضاحت

اس زمانے میں ہر کتاب کے کل نمبر ۵۰ ہوتے تھے اور درج شدہ نمبر ہر کتاب کے ۱۰۰ نمبر کے اعتبار سے ہیں۔

نتیجہ

مضامین	کل نمبر	حاصل کردہ
بخاری شریف	۱۰۰	۱۰۰
ترمذی شریف	۱۰۰	۹۶
مسلم شریف	۱۰۰	۹۰
ابوداؤد شریف	۱۰۰	۹۶
نسائی شریف	۱۰۰	۹۸

مضامین	کل نمبر	حاصل کردہ
شمائل ترمذی	۱۰۰	۸۰
مؤطا امام مالک	۱۰۰	۹۶
ابن ماجہ شریف	۱۰۰	۸۰
طحاوی شریف	۱۰۰	۱۰۰
مؤطا امام محمد	۱۰۰	۹۲
	۱۰۰۰	۹۲۸

تعلیم مناظرہ وفراغت

امتحان دورۂ حدیث کے متصل بعد اپنی افتادِ طبع اور تحقیقی مزاج کی تشفی کے لئے کوٹ ادو چلے گئے۔ جہاں کچھ عرصہ مولانا دوست محمد قریشی مرحوم اور مولانا عبدالستار صاحب تونسوی مدظلہ سے رد رفض وتشیع اور رد شرک وبدعت وقادیانیت وغیرہ پر مناظرہ پڑھا، علوم دینیہ سے فراغت کے بعد آپ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے ایک چھوٹے سے دینی مدرسہ میں بطور کتابی مدرس کام کرنے لگے۔ مگر جس قدر قدرت نے صلاحیتیں ودیعت کر رکھی تھیں۔ وہ چھوٹا سا ادارہ اس کے لئے کافی ثابت نہ ہوسکا، چنانچہ صرف ایک سال کام کرنے کے بعد وہ جگہ چھوڑ دی کیونکہ آپ اس سے ذرا وسیع میدان کے متلاشی تھے۔

ورودِ جھنگ

ٹوبہ سے آپ جھنگ آ گئے۔ جھنگ گوجرہ روڈ پر رانا کالونی میں ایک عزیز کے ہاں قیام کیا۔ انہوں نے مولانا سے درخواست کی کہ آج کل دینی مدرسوں میں چھٹیاں ہیں آپ میرے بچوں کو قرآن کریم حفظ کرائیں اور تراویح میں میری منزل سنتے رہیں۔ میرے ہاں ہی آپ کا قیام وطعام ہو اور اخراجات کے لئے تیس ۳۰ روپے کا وظیفہ میں پیش کرتا رہوں گا۔ ان کا بیان ہے کہ قریبی مسجد میں جگہ نہ ملنے کے باعث قریب ہی ایک اور مسجد کے لئے مختص جگہ پر ہم نے مٹی ڈال کر ایک چبوترا بنا لیا۔ جہاں میں قرآن کریم سناتا تھا۔ اس دوران میرے بیٹے حافظ صبغت اللہ نے ان سے تیسرے پارے کا کچھ حصہ حفظ کیا، اسی چبوترے پر (جہاں اب مسجد ہے) ہمیں مولانا نے ایک جمعہ بھی پڑھایا۔ بعد میں جھنگ صدر کے ایک خطیب (مولانا اسد اللہ قاسمی مرحوم) کی وساطت سے آپ کی بات پپلیاں والا محلّہ کی انتظامیہ سے ہوگئی۔ پپلیاں والا محلّہ کی مسجد کے پرانے امام وخطیب فوت ہو گئے تھے اور ان کے بعد جو دوسرے رکھے گئے تھے، وہ بھی رمضان ہی میں چھوڑ چھاڑ گئے تھے۔ انتظامیہ کو ایک مستقل مزاج ذی استعداد صاحب علم کی ضرورت تھی جب آپ کی انتظامیہ کمیٹی سے بات چیت ہوئی تو اس مرد قلندر نے تنخواہ رہائش ودیگر شرائط وغیرہ کچھ بھی مطالبے نہ رکھے۔ فرمایا بھائی کام کرنے کا موقع دے دو، باقی جو سمجھ میں آئے دے دینا، ورنہ اللہ مالک، چھوڑ کر بھاگوں گا نہیں...... خاطر جمع رکھو۔ جب آپ نے پہلا تجرباتی جمعہ پڑھایا تو حاضرین نے تقریر پسند کی۔ انہیں اس پر بھی خوشی ہوئی کہ مخلص اور صاف گو نوجوان عالم مل گیا ہے۔ کام بخوبی چلے گا۔ حاجی اللہ وسایا صدر انجمن مسجد ہذا کا کہنا ہے کہ نہایت ہی ہلکے پھلکے بدن کے مالک اور منحنی قد کاٹھ کے سادہ شکل وصورت کے عام سے مولوی نظر آئے

تھے مگر تقریر ہمیں زیادہ بھا گئی۔

چنانچہ ۲۳۔اگست ۱۹۷۳ء بروز جمعرات محلہ پپلیاں والی کی ایک چھوٹی سی مسجد میں بطور خطیب وامام مسجد تقرری کے ساتھ گویا کہ آپ کی دیرینہ اس خواہش کے لئے راستہ ہموار ہو گیا کہ اپنے ضلع میں رہ کر کچھ کام کر سکوں جس کا داعیہ اپنے دل میں بچپن ہی سے گردوپیش کے احوال دیکھ کر لئے ہوئے تھے۔ مولانا اپنی قوم کی زبوں حالی اور دینی انحطاط پر کڑھتے تھے اور ہر وقت گھٹن سی محسوس کرتے تھے اب آپ اپنے ضلع میں منتقل ہو گئے تھے اور اس احساس کا ازالہ کرنا چاہتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ سنی نوجوان مولانا کے گرد اس طرح منڈلاتے نظر آتے جیسے شہد چھتہ کے گرد یا پروانے شمع کے گرد چکر کاٹ رہے ہوں، جدھر کو نکل جاتے قافلہ خود بخود تیار ہو جاتا لوگ دوڑے دوڑے مصافحہ کے لئے آرہے ہیں چند لمحے جس کے ہاں قیام ہو گیا، وہ اپنی خوش بختی پر نازاں وفرحاں، نامعلوم اس شخص کے خلوص کا کرشمہ تھا یا صحابہؓ کی کرامت......!

جھنگ کا تاریخی پس منظر

خاندان سیال اور انگریز

انگریزوں نے ۱۸۵۷ء میں جھنگ سے متعدد نامور شخصیات کو اپنے ساتھ ملا کر مسلم کش اقدامات کیے، اور اپنے زرخرید افراد کی خدمات کے صلے میں انہیں جاگیروں، جائیدادوں اور خطابات سے نوازا، جھنگ سے نواب اسماعیل خان سیال نے انگریزی حکومت کے نمائندے کے طور پر جیس مل کا مقابلہ کیا۔ کچی میں ان کے درمیان کئی بار تصادم ہوا اور نواب اسماعیل بالآخر کامیاب ہو گیا۔ جیس مل نے راہ فرار اختیار کی۔ مگر اس شخص نے اس قدر روپیہ اور سونا لوٹ لیا تھا کہ سات خچروں پر لاد کر تھل کی طرف بھاگ گیا۔

ادھر سے فارغ ہونے کے بعد نواب اسماعیل خان اپنی فوج لے کر ملتان گیا۔ جہاں دیوان مولراج کے مقابلہ میں انگریزوں کے ساتھ مل کر لڑائی میں شرکت کی جن رؤساء نے ملتان کے معرکہ میں انگریزوں کے ساتھ مل کر لڑائی میں شرکت کی تھی ان سب کو ۱۸۶۰ء کے بندوبست مال میں جاگیریں عطا کی گئیں۔ اور جن لوگوں نے انگریزوں کی مخالفت کی تھی ان کی جاگیریں بھی جو مغل عہد سے چلی آرہی تھیں ضبط کر لی گئیں۔

CS CamScanner

جھنگ شہر کے نواب اسماعیل سیال کو انہی خدمات کے صلے میں مزید پانچ سو روپے کی خلعت، خان بہادر کا خطاب اور دو ہزار روپے کی مستقل جاگیر دی گئی۔
(تاریخ جھنگ۔ صفحہ نمبر ۳۳۲،۳۳۳)

رؤساء جھنگ کو انگریزنے جاگیریں دیں!

پنجاب پر قبضہ کرنے کے بعد انگریزوں نے مختلف اضلاع کے زمینداروں رؤساء اور دیگر صاحبان اثر کی فہرستیں مرتب کیں۔ جھنگ میں سیالوں، سیدوں، کاٹھیوں، کھرلوں، اعوانوں، چنیوٹ کے خوجوں اور بعض رؤساء کے نام کمشنر کو بھیجے گئے جنہوں نے برطانوی حکومت سے مکمل وفاداری کا اعلان کیا تھا۔ چنانچہ ان لوگوں کو سرکاری قافلہ میں ملتان پہنچایا گیا۔ جہاں پر کمشنر ایڈورڈ نے نام بنام ہر شخص کی حیثیت متعین کر کے چیف کمشنر پنجاب کرنل لارنس کو آگاہ کیا۔ جنوری ۱۸۵۷ء میں پنجاب کے ان امراء کو لاہور چیف کمشنر کے سامنے پیش کیا گیا جہاں اس نے ان خوشامدیوں اور ملک دشمنوں کو جاگیریں عطا کیں۔

رائے بہادر...... خان بہادر...... خان صاحب وغیرہ کے خطابات دیے گئے۔ کچھ صوبائی درباری بنائے گئے اور کچھ ڈسٹرکٹ درباری مقرر ہوئے اور کچھ کرسی نشین ٹھہرے۔ چنانچہ ان غداروں کے ذریعے انگریزوں نے اس علاقہ کا نظم و نسق چلایا۔ ضلع جھنگ کے جن روساء کو انعام یافتہ قرار دیا گیا ان میں نواب اسماعیل خان سیال اور اس کے بھائی مہر رجب خاں، محمد حسین قریشی، دولت خاں اعوان، احمد خاں ہراج، احمد یار لشاری بلوچ، شیخ محمد احمد اور رجوعہ کے حیدر شاہ اور بہادر شاہ وغیرہ شامل تھے۔
(تاریخ جھنگ ۳۳۴)

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور رؤسائے جھنگ کا کردار

جس وقت دیوان مولراج کے مقابلہ میں انگریزوں نے قلعہ ملتان پر فتح پائی تھی۔ اس وقت ملتان، جھنگ ساہیوال اور مظفر گڑھ کے رؤساء کی ہمدردیاں انگریزوں کے ساتھ تھیں۔
(تاریخ جھنگ۔ ص ۳۳۵)

شاہ جیونہ کے شیعہ وڈیروں نے انگریزوں کا ساتھ دیا

ستمبر ۱۹۳۹ء میں دوسری عالمگیر جنگ شروع ہوئی۔ جرمنی کا ڈکٹیٹر ہٹلر برطانیہ اور امریکہ سے ٹکرا گیا۔ ہندوستان کا متاثر ہونا بھی ضروری تھا۔ چنانچہ آل انڈیا مسلم لیگ نے برطانوی حکومت کی

حمایت کا اس جنگ میں فیصلہ کیا۔ اس فیصلہ کے تحت پنجاب اور جھنگ کے مسلم لیگیوں میجر مبارک علی شاہ، کرنل عابد حسین نے اپنے اثر ورسوخ سے برطانوی فوج کے لئے چندے اور رنگروٹ فراہم کئے۔ اس طرح اعزازی میجر و کرنل کے عہدوں سے نوازے گئے۔ (تاریخ جھنگ۔ ص ۳۷۰)

یادرہے کہ کرنل عابد حسین بیگم عابدہ حسین کے والد تھے جنہیں انگریز نے ان کی خدمات کے صلے میں کرنل کا خطاب دیا تھا۔ کرنل عابد حسین اور اس کے خاندان نے پوری تندہی سے انگریزوں کا ساتھ دیا اور انگریزوں کی خدمات کے لئے ہر وقت وقف رہے اور کوئی لمحہ اور دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔

کرنل عابد حسین کی بیٹی بیگم عابدہ حسین نے مولانا حق نواز کے مقابلہ میں الیکشن لڑا تھا اور صرف چند ہزار ووٹوں کے فرق سے شکست سے بچ گئیں۔

کعبہ پر گولیاں برسانے میں ضلع جھنگ کے وڈیرے بھی شامل تھے!

انگریزی دور میں جبکہ برطانوی حکومت مسلمان ملکوں کو غلام بنانے میں مصروف عمل تھے اور ہندوستان کے غلام مسلمانوں کا ٹوڈی طبقہ چندہ اور بندہ کی غلامانہ اور خوشامدانہ مہم میں شامل تھا۔ جھنگ سے بھی کچھ خاندانوں کے افراد اس مہم میں شریک ہوئے ان میں ایک صاحب پہلی عالمگیر جنگ کے وقت برطانوی حکومت میں پولیٹیکل افسر تھے۔ بعد میں فوج میں شامل ہوئے اور خانہ کعبہ پر گولیاں برسانے والوں میں شریک ہوئے اور اس خدمت کے عوض اعلیٰ مراعات حاصل کیں۔ ان کے علاوہ ضلع کے آٹھ افراد کو غیر اسلامی خدمات کے صلے میں وکٹوریہ کراس کے برابر اعزاز عطا کئے گئے تھے۔ اور ان کو اراضی کے عطیات بھی ملے۔ جو اب تک ان کی اولاد کے پاس ہیں۔ (تاریخ جھنگ، ص ۵۱۴)

تبرا ایجی ٹیشن

ہندوستان کے صوبہ یو پی میں پنڈت گوبند بلبھ نے کانگریس کی وزارت سنبھال لی۔ اس نے صوبہ میں لکھنؤ کے اہل تشیع کے مطالبہ پر بعض صحابہ کرام کے اسمائے گرامی پر برسر عام بولنے یا لکھنے پر پابندی لگادی۔ مجلس احرار نے اس کے خلاف تحریک شروع کی۔ مظہر علی اظہر اس تحریک کے قائد تھے۔ کانگریس حکومت نے شاہ جی (امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ) کی تحریک سے خوفزدہ ہو کر اپنا حکم واپس لے لیا۔ لیکن اس دوران پنجاب کے شیعہ بھڑک اٹھے اور انہوں نے تبرا ایجی ٹیشن شروع کردی پنجاب سے ہزاروں شیعہ لکھنؤ گئے اور گرفتار ہوئے۔

اس ایجی ٹیشن کو جھنگ میں میجر مبارک علی شاہ نے منظم کیا اور ایک ہزار کے قریب شیعہ

جھنگ سے یوپی پہنچے اور گرفتار ہوئے۔ یہ ایسی تحریک تھی جس سے انگریز کو فائدہ پہنچا۔
(تاریخ جھنگ۔ ص ۳۷۱۔۳۷۳)

حسو بلیل میں حضرت فاروقِ اعظمؓ کی توہین

حسو بلیل ضلع جھنگ کا مشہور قصبہ ہے۔ وہاں بھی شیعہ فرقہ پرستوں کو بالادستی حاصل ہے۔ سنی غریب ہے اور ساتھ ہی اس کی مجبوری ہے کہ وہ شیعہ زمینداروں کا مزارع ہے۔ اس کی تمام تر معاشی زندگی ان شیعہ زمینداروں اور جاگیرداروں کی غلامی میں گزرتی ہے۔ اس لئے اسے ان تمام مظالم کو برداشت کرنا پڑتا ہے جو ایک ظالم جاگیردار کی طرف سے اس غریب مزارع پر توڑے جاتے ہیں وہ مظالم خواہ مذہبی ہوں اور خواہ غیر اخلاقی چیرہ دستیوں سے تعلق رکھتے ہوں۔ نامعلوم کیوں؟ لیکن ہوا ایسے کہ ایک دن خبر آئی کہ حسو بلیل میں وہاں کے شیعہ فرقہ پرستوں نے سیدنا فاروق اعظم ﷛ کا پتلا بنا کر جلایا ہے۔ اس خبر کے پھیلتے ہی جھنگ صدر اور جھنگ شہر میں بالخصوص اور ملک بھر میں بالعموم زبردست غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔ پورا ملک اضطرابی لہروں میں ڈوب گیا اور اہل سنت کے ہاں صف ماتم بچھ گئی۔

ان دنوں جھنگ صدر میں مولانا غلام حسین صاحب خطیب ہوا کرتے تھے۔ اچھے مقرر اور بہادر عالم تھے انہوں نے سختی سے اس کا نوٹس لیا احتجاج کا سلسلہ شروع ہوا۔ جھنگ میں جلوس نکلے اور ہڑتالیں ہوئیں پورا ضلع سراپا احتجاج بن گیا تنظیم اہلسنت پاکستان کے قدآور رہنما موجود تھے۔ انہوں نے بھرپور احتجاج کیا اور حکومت سے اس واقعہ کا سخت نوٹس لینے کا مطالبہ کیا۔ ایک عظیم صحابیٔ رسول کی توہین پر پورا پنجاب احتجاجی تحریک میں شامل ہو گیا۔ مگر شیعہ وڈیرہ شاہی، شیعہ زمیندار، شیعہ جاگیردار حرکت میں آگئے اور انہوں نے انگریز سے ملی ہوئی جاگیروں کی بدولت حاصل کردہ قوت اور اثر و رسوخ استعمال کیا اور اسی طرح پوری طاقت اور پوری قوت سے اہل سنت کی احتجاجی تحریک کو کچل دیا۔

اہل سنت کے ارمان دل ہی دل میں رہ گئے اور حسو بلیل کے شیعہ نے جو جسارت کی تھی اس کی تلافی کرنے کی بجائے اہل سنت کے زخمی دلوں پر مرہم رکھنے کی بجائے سنگینوں اور لاٹھیوں کے زور سے حضرت عمر فاروق ﷛ کی توہین اس واقعہ میں ملوث افراد کی پشت پناہی کی گئی اور ضلع جھنگ کے شیعہ وڈیروں نے بغض اصحاب رسول کے اس مظاہرے کو اپنی فتح اور سنی غریب کی بے بسی اور بے کسی میں تبدیل کر دیا۔

حسو بلیل کے شیعہ نے حضرت فاروق اعظم کا پتلا جلا کر ضلع جھنگ میں بغض صحابہ کا وہ سیاہ کارنامہ سرانجام دیا جس سے سنی مسلمان کے دل میں ہمیشہ کے لئے خنجر پیوست ہو گیا۔

کگی نو تحصیل شور کوٹ میں ایک حافظ امام کو شہید کر دیا

کگی نو تحصیل شور کوٹ ضلع جھنگ کا ایک چھوٹا سا قصبہ ہے اس کی سنی آبادی کے امام مسجد میں فضائل صحابہؓ پر بیان کیا اور ساتھ ہی مناقب وفضائل صحابہ پر ایک تبلیغی جلسہ کا اہتمام کیا۔ اس میں اہل سنت کے علماء نے اصحاب رسول کے فضائل بیان کئے اور امام مسجد حافظ صاحب اپنے عقیدے کے مطابق کبھی کبھار خود بھی فضائل اصحاب رسول کی خوشبو سے بستی کے عوام کو معطر فرماتے اور حب اصحابؓ رسول ﷺ سے لوگوں کے دلوں کو بہرہ ور فرماتے۔ ان کی یہ محنت ان اصحاب رسول کی عظمتوں اور رفعتوں کو بیان کرنا کگی نو کے شیعہ زمینداروں اور زلہ خواروں کو پسند نہ آیا اور فیصلہ کیا گیا کہ حافظ صاحب کو راستے سے ہٹا دیا جائے۔ چنانچہ شیعہ زمینداروں کے گماشتوں نے حضرت حافظ صاحب کو نہایت بے دردی سے شہید کر دیا۔

روڈو سلطان ضلع جھنگ میں مولانا دوست محمد کو شہید کر دیا گیا

روڈو سلطان ضلع جھنگ کا ایک مختصر سا قصبہ ہے۔ وہاں پر مولانا دوست محمد صاحب سالہا سال سے دین کی خدمت کر رہے تھے۔ جامع مسجد میں جمعہ کا خطبہ سننے کے لئے دور دراز سے لوگ آتے اور مولانا اپنے خطبہ میں دینی مسائل سے اپنے سامعین کو مالا مال کرتے اور ساتھ ہی جمعیت علماء اسلام کے ساتھ وابستہ ہونے کی وجہ سے شیعہ وڈیرہ شاہی، شیعہ زمینداروں کی اہل سنت کے حقوق پر قزاقی کا بھی درددل سے تذکرہ کرتے۔ روڈو سلطان کی جامع مسجد پورے علاقے میں اہل سنت کا مرکز تھی اور مولانا دوست محمد صاحب علاقہ بھر کے سنی مسلمانوں کی آنکھوں کا تارا تھے۔ اس علاقہ کے شیعہ وڈیروں نے مولانا دوست محمد کو اپنی راہ سے ہٹانا ضروری سمجھا۔ اور انہیں نہایت بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔ مولانا دوست محمد کا قتل ضلع جھنگ کے سنی عوام کے دلوں پر بجلی بن کر گرا، پورا ضلع سوگوار ہو گیا۔ احتجاج ہوا ہنگامے ہوئے۔ مظلوم سنی عوام نے اپنی بے بسی، بے بضاعتی اور عدم وسائل کے باوجود صوبائی اور مرکزی حکومتوں کے خلاف شدید احتجاج کیا مگر مولانا دوست محمد کا خون بھی شیعہ زمینداروں کے سرمایہ تلے دب گیا۔ ان کی دولت اور ثروت خون شہید کو گرد و غبار میں ڈھانپنے میں کامیاب ہو گئی۔

باب عمرؓ کا مشہور واقعہ اور توہین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شرمناک جسارت!

جھنگ شہر میں ایک گیٹ پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی لکھ دیا گیا۔ اسم فاروق اعظم رضی اللہ عنہ شیعہ کو اس قدر ناگوار گزرا کہ انہوں نے اس دروازے کے نیچے سے گزرنے سے انکار کر دیا اور اس بات پر

بضد ہو گئے کہ جب تک اس دروازہ پر حضرت عمرؓ کا نام لکھا رہے گا ہم اس کے نیچے سے نہ خود گزریں گے اور نہ ہی ہمارا جلوس گزرے گا۔ بات تو تکار سے جھگڑے اور لڑائی تک پہنچ گئی۔ حکومت اور انتظامیہ نے دھونس اور دھاندلی سے اور شیعہ نے اپنی پوری قوت سے مدافعت کی۔ کسی شیعہ نے رات کی تاریکی میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی مٹا دیا۔ اس پر پورا شہر مضطرب ہو گیا اور سنی نوجوانوں نے نہایت جرأت اور بہادری سے پھر سے حضرت فاروق اعظمؓ کا دروازے پر نام لکھ دیا۔ تحریک باب عمرؓ پورے ملک میں پھیل گئی۔

جس دروازے پر حضرت فاروق اعظمؓ کا نام لکھا گیا تھا اس کا نام ہمیشہ ہمیشہ کے لئے باب عمرؓ رکھ دیا گیا جھنگ کے شہریوں نے سیدنا فاروق اعظمؓ کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے ۱۲۔ ربیع الاوّل کو سیرت کانفرنس کی داغ بیل ڈال دی شیعہ وڈیروں کو یہ بات بھی پسند نہ آئی اور انہوں نے ان حضرات کو راستے سے ہٹانے کی تدبیریں کرنا شروع کر دیں جو تحریک باب عمرؓ میں پیش پیش تھے۔

مولانا شیریں کو شیعہ نے قتل کر دیا!

تحریک باب عمرؓ میں جھنگ صدر اور جھنگ شہر کے علمائے کرامؒ نے نہایت بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مولانا مفتی عبدالحلیم، مولانا یٰسین صاحب، مولانا اسد اللہ قاسمی صاحب، مولانا غلام سید غلام مصطفےٰ شاہ صاحب پیش پیش تھے۔ شیعہ نے ضلع جھنگ کے مختلف مقامات پر جس غنڈہ گردی اور سفاکی کا مظاہرہ کیا تھا اسی درندگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسجد تقوئی جھنگ کے خطیب مولانا شیریں کو نہایت بے دردی اور درندگی سے شہید کر دیا۔ جس کی وجہ سے پورے علاقے میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی اور نہ صرف جھنگ بلکہ مولانا شیریں کی شہادت پر پورا ملک سوگوار ہو گیا...... پورے ملک میں احتجاج ہوا۔

حکیم صدیق کی شہادت

باب عمرؓ کی تحریک کو چلانے اور زندہ رکھنے میں جھنگ شہر کے حکیم محمد صدیق ایک فعال کردار ادا کر رہے تھے...... مولانا شیریں شہیدؒ کے کیس کی پیروی کرتے وکلاء کی تیاری کراتے اور اس طرح اہل سنت کی نظریاتی سرپرستی فرماتے۔ شیعہ اپنے سیاسی مستقبل کو تاریک دیکھ رہے تھے اس لئے شیعہ وڈیروں نے اپنے پالتو غنڈوں کے ہاتھوں رات کی تاریکی میں حکیم محمد صدیق کو نہایت سفاکی اور درندگی سے قتل کرا دیا۔

سنی دردمند اور مخلص و جانثار شخصیت کے قتل سے جھنگ شہر اور ملک دسوگوار ہوگیا۔ احتجاج ہوئے اور تحریک چلی۔ مگر شیعہ وڈیرہ شاہی جو ضلع جھنگ کے اصلی اور حقیقی حکمران ہیں، انہوں نے حکیم محمد صدیق کے مقدمہ کو اپنی سیاسی قوت سے برباد کردیا اور یوں حکیم صاحب کا قتل بھی ایک قصۂ پارینہ بن گیا۔

المیہ فاروق نگر (گڑھ مہاراجہ)

گڑھ مہاراجہ (فاروق نگر) ضلع جھنگ کا مشہور ترین قصبہ ہے۔ جس کی آبادی تقریباً دس ہزار کے لگ بھگ ہے۔ جس میں نسبتاً ۴۰ فی صد شیعہ اور ۶۰ فیصد اہل سنت ہیں جب کہ شیعہ مسلک اکثر زمیندار طبقہ ہے لیکن سنی غریب اور متوسط طبقہ ہے۔

شیعہ زمیندار خصوصاً گڑھ مہاراجہ کا ایک خاندان اپنی شہرت اور مقامی انتظامیہ کو مرعوب کر کے اپنے جائز اور ناجائز کام کروانے کے لئے مذہب کی آڑ میں فرقہ وارانہ فساد کراتے ہیں۔ جن کا طریقہ کار یہ ہے کہ پیشہ ور مولوی ذاکر، سوزی وغیرہ بلوا کر دین محمدی کے خلاف تقاریر جن میں صحابہ کرام اور ازواج مطہرات کے متعلق غلیظ الفاظ اور غلیظ پروپیگنڈہ کر کے مذہبی منافرت پھیلاتے ہیں اور نت نئے دن عجیب شعبدہ بازی کو عبادت کا نام دے کر سر عام بازاروں، گلیوں، کوچوں، چوکوں اور سڑکوں پر رکاوٹ بن کر کھڑے ہوجاتے ہیں۔ یعنی سینہ کوبی، سنگلیوں، چھریوں، تلواروں، اور بلیڈوں کے ساتھ ماتم کرتے ہیں اور انہی علاقوں میں سر عام نئے نئے فیشن کے ساتھ ماتمی جلوس لے کر چلتے ہیں۔

۲۶ نومبر ۱۹۸۲ء بمطابق ۹ رصفر بروز جمعہ صبح اہل تشیع نے اپنے سوچے سمجھے پروگرام کے تحت اہل سنت کی مرکزی جامع مسجد کے سامنے سے ایک جلوس گزارنے کے لئے اور مسجد کے سامنے دروازے پر اہل سنت کے جذبات مجروح کرنے کے لئے سنگلی، برچھیوں، چھریوں کا ماتم کیا اور اس کے سامنے صحابہ کرام کے خلاف نعرہ بازی کی۔ اسی سلسلہ میں دو ایرانی تربیت یافتہ علی اور نجی اور آقائے یمانی نے پہلے اس جگہ کا دورہ کیا۔ پھر پتن بازار جو کہ مرکزی مسجد کے دروازے کے سامنے ہے۔ ایک غیر قانونی جلوس لے کر چل پڑے اور اہل سنت کے احتجاج پر انتظامیہ اور اہل تشیع میں لاٹھی چارج اور پتھراؤ ہوا۔

اس موقع کی آڑ میں مسلح تخریب کاروں نے اپنے پروگرام کے تحت اہل سنت کے مکانات و دکانات کو آگ لگانا شروع کردی۔ جس کے سلسلہ میں تقریباً سنیوں کا بیس لاکھ روپے کا نقصان ہوا اور سینکڑوں سنی گھروں اور دوکانوں میں (مرد، عورتیں، بچے) زخمی ہوئے۔

ان تخریب کاروں نے سنیوں کی جامع مسجد میں ہلہ بول دیا۔ جوتوں سمیت اندر داخل ہوگئے۔ مسجد کے نلکے، ٹیوبیں، اور لاؤڈ سپیکر وغیرہ کو توڑ پھوڑ دیا اور مسجد میں پڑے ہوئے قرآن مجید

اٹھا کر باہر جلتی آگ میں پھینک دیے اور شہر میں ایک گھنٹہ سنیوں کی املاک سے آتشی اسلحہ، تیل چھڑکنے والی پچکاریاں، ہتھوڑے، برچھیاں لے کر ہولی کھیلتے رہے۔ آگ بجھانے کیلئے جھنگ سے فائر بریگیڈ کی گاڑی آئی۔ اس کو شہر میں داخل نہ ہونے دیا۔ اس طرح یہ تخریب کار ہولی کھیل کر اپنے مرکزی جلوس کی جگہ اکٹھے ہوئے اور اعلانات کئے کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، عثمان اور حضرت عائشہ صدیقہ کے ماننے والوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا گیا ہے اور ان پر غلیظ بکواسات کے ساتھ ساتھ خمینی زندہ باد اور خمینی انقلاب زندہ باد کے نعرے بلند کرتے رہے۔

قرآن پاک کا نذر آتش کرنا

جب یہ تخریب کار آتش زنی میں مشغول تھے تو ایک حکیم صاحب کی دوکان کو آگ لگا رہے تھے۔ ان کو بتایا گیا کہ تلاوت کے لئے قرآن مجید پڑا ہے، وہ اٹھا لینے دو تو اس کے سر پر ڈنڈا مارا اور بے ہوش کر دیا گیا اور قرآن مجید آگ میں جل گیا۔ اس طرح اہل سنت کی مرکزی جامع مسجد کے سامنے ایک قاعدے، سپارے، قرآن مجید و دیگر سامان بیچنے والا کھوکھا تھا، اس کو بھی آگ لگائی گئی اور کھوکھے والے کے احتجاج پر کہ خدا کے لئے اس میں قرآن مجید اور سپارے ہیں، ان کو آگ نہ لگائیں، اس پر اس کو زدوکوب کیا اور کہا کہ یہ قرآن شرابیوں کے ہیں اہل بیت کے نہیں ہیں ان کو جلا دینا ہی اچھا ہے۔ اس طرح مسجد سے اٹھائے ہوئے قرآن مجید بھی کھوکھے کی آگ میں پھینک دیئے اور خمینی انقلاب کے نعرے لگاتے ہوئے آگے نکل گئے۔

مسجد کی بے حرمتی

اہل سنت کی مرکزی جامع مسجد مین بازار میں واقع ہے اس کا بڑا دروازہ چتن بازار کے سامنے ہے، دروازے کے آگے کھلا چوک ہے جہاں کہ اہل تشیع کا اپنے پروگرام کے مطابق ماتم ذوالجناح، جلوس اور صحابہ کرام کے خلاف غلیظ بکواسات کرنے کا پروگرام تھا۔ لیکن انتظامیہ کے ساتھ تصادم ہونے کے باعث پروگرام پایۂ تکمیل کو نہ پہنچا۔ بلکہ سنی املاک کو آتش زنی کرتے رہے۔ اس کے علاوہ بمعہ جوتے مسجد میں داخل ہو گئے اور سنیوں کی مسجد کی اشیاء مثلاً پنکھے، بلب، ٹیوبز، وغیرہ کی توڑ پھوڑ کی۔ مسجد کی الماری توڑ کر لاؤڈ سپیکر کو توڑا پھوڑا، مائیک اور ایمپلی فائر اٹھا کر لے گئے، الماریوں میں پڑے ہوئے بوسیدہ اوراق دور دور اٹھا کر پھینکے، ہلڑ بازی کی اور کچھ قرآن مجید غلافوں سے پکڑ کر مسجد سے باہر کھوکھے والی آگ میں پھینکے اور خمینی انقلاب زندہ باد کے نعرے لگاتے رہے۔

تحفظ ناموسِ صحابہؓ کمیٹی جھنگ

۱۹۸۳ء کے شروع میں شیعہ سنی اختلافات عروج پر تھے اور شہر میں شیعہ جارحیت نے بڑی کشیدگی پیدا کردی تھی۔ ان دنوں اہل سنت کے ہر سہ مکاتب فکر کے مسائل کے حل اور مشترکہ لائحہ عمل تیار کرنے کے لئے مشترکہ اجلاس ہوتے تھے۔ بالآخر ایک بھرپور نمائندہ اجلاس میں ایک ایکشن کمیٹی تشکیل دینے کی تجویز پاس ہوئی۔ تاکہ بار بار کے تمام حضرات کو بلانے اور پھر ایک جگہ سب کے موجود ہونے کی مشکلات سے نجات ہو سکے۔ حسب مشورہ ہر مکتب فکر کے دو نمائندے لئے گئے......اور تحفظ ناموس صحابہؓ کمیٹی نام تجویز ہوا اور تمام امور متعلقہ مثل جلسہ وجلوس، ہڑتال کی اپیل یا انتظامیہ سے مذاکرات وغیرہ اس کمیٹی کے فیصلہ سے سرانجام پانے لگے۔ جس سے مسائل کے حل میں بڑی آسانی پیدا ہوگئی۔ اس کمیٹی نے بڑا نام پیدا کیا اور کام بھی خوب کیا۔

اہل حدیث کی طرف سے معروف عالم دین مولانا عبدالعلیم یزدانی اور مولانا بہادر علی سیف تھے، دیوبندیہ کے مولانا حق نواز شہیدؒ اور مولانا سید صادق حسین شاہ شہیدؒ مہتمم مدرسۃ العلوم الشرعیہ اور بریلویہ کی طرف سے مولانا محمد انور صاحب چیمہ اور قاری محمد طیب نمائندہ منتخب ہوئے۔

کمیٹی کے زیر اہتمام جلسوں اور جلوسوں میں حاضری مثالی ہوتی تھی اور عوام کے مسائل بھی بطریق احسن حل ہو جاتے رہے۔ یہ اتحاد بڑا خوش آئندہ اور مفید تھا اور اس کے اثرات بڑے دوررس مرتب ہوئے۔

اس کمیٹی نے اہلسنت والجماعت کے حقوق کی پاسداری میں اہم موقعوں پر بڑا عمدہ کردار ادا کیا۔ ماتمی جلوسوں اور امام بارگاہوں میں سب بازی یا صحابہ کرام کی توہین سے رافضیہ زبردست محتاط ہوگئے اور ان پر رعب سا چھا گیا تھا۔

تقریباً اڑھائی تین سال تک اس کمیٹی نے کام کیا پھر بریلویہ کے مؤخر الذکر صاحب اپنی سرشت سے مجبور ہو کر غلط ڈگر پہ چل نکلے۔ تفہیم کی کوشش کے باوجود اپنے پس منظر کے دباؤ سے مجبور رہے اور عوام کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ان کے ٹوٹنے کے باوجود یہ پانچ رکنی کمیٹی اسی نام سے کچھ عرصہ چلی اور پھر ''شیعہ سنی بھائی بھائی اور وہابی قوم کتھوں آئی'' کے نعرے میں دب گئی۔

ادھر حکومتی انتظامی حلقوں اور افسر شاہی نے بھی اس اتحاد کے پارہ پارہ ہونے کے بعد سنیوں پر مظالم ڈھانے شروع کردیے، چنانچہ مولانا حق نواز شہید کی تقریروں کا سختی سے نوٹس لیا جانے

لگا اور اس کے متعلق وہی طریقے دہرائے جانے لگے جو ہر دور میں علمائے حق کے خلاف دہرائے جاتے رہے ہیں۔

دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ

جونہی کسی مقام پر مولانا حق نواز کی تقریر کا اعلان ہوتا یا کسی جلسہ عام کا اعلان کیا جاتا تو ضلعی افسران فوراً دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کر دیتی مولانا حق نواز شہیدؒ نے اس دفعہ ۱۴۴ کو شکست دینے کی ٹھان لی اور فیصلہ کیا کہ دفعہ ۱۴۴ کے باوجود جلسے کئے جائیں اور دفعہ ۱۴۴ کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیر دی جائیں جب لیڈر جرأت و بہادری کا پیکر ہو تو عوام بھی اس پر پروانہ وار فدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ عوام نے مولانا کے اس جرأت مندانہ فیصلہ کا ساتھ دیا اور انتظامیہ نے اگر ۱۴۴ کا سہارا لے کر مولانا حق نواز کے تبلیغی جہاد کو روکنے کی کوشش کی تو نوجوانوں نے سرعام کانفرنسوں کا انعقاد کر کے دفعہ ۱۴۴ کے پرخچے اڑا دیے اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کو یہ باور کرا دیا کہ اصحاب رسول کے تحفظ اور ان کی عظمتوں کو عام کرنے کے لئے کسی قانونی رکاوٹ کو برداشت نہیں کیا جائے گا......

......☆......

پرانا نسخہ آزمایا گیا کہ مولانا حق نواز جس ضلع کا رخ کرتے تو وہاں ان کا داخلہ بند کر دیا جاتا اور اس کے لئے یوں کیا جاتا کہ جونہی ضلعی انتظامیہ کو مولانا حق نواز کے متعلق خبر ملتی کہ وہ کسی شہر میں تقریر کرنے کے لئے تشریف لا رہے ہیں تو ضلعی انتظامیہ فوراً اس ضلع میں مولانا کے داخلہ پر پابندی لگا دیتی اور مولانا سے اس آرڈر پر تعمیل کرانے کے لئے پولیس ٹیمیں بنا دی جاتیں جو اپنی روایتی کوششوں سے مولانا حق نواز سے تعمیل کرا لیتیں۔ اس طرح اہلسنت کے تبلیغی اجتماع کو ختم کر دیا جاتا۔ جس میں یارانِ رسولؐ اور اہل بیت کی عظمت بیان ہونا تھی۔ اور ہزاروں لوگوں کو صحابہ کرام کی مقدس اور ایمان افروز سیرت سے اپنے ایمان کو حلاوت بخشنا تھی۔

اس طرح اگرچہ وقتی طور پر اہل سنت کا جلسہ یا اجتماع ضرور ختم کر دیا جاتا مگر اس کے ردعمل کے طور پر صوبائی انتظامیہ، ڈویژنل انتظامیہ، ضلعی انتظامیہ اور مقامی انتظامیہ کے خلاف اس قدر زبردست اشتعال اور نفرت پیدا ہوتی کہ شاید جلسہ ہونے پر یوں ردعمل سامنے نہ آتا...... جو ردعمل جلسہ نہ ہونے پر علاقے بھر میں اشتعال اور نفرت کی شکل میں سامنے آیا۔

......☆......

نوکر شاہی نے دفعہ ۱۴۴ کا ہتھیار استعمال کیا تو مولانا حق نواز شہیدؒ کے اخلاص نے انہیں سنی نوجوانوں کا ایسا حلقہ عطا فرمادیا جن کے تعاون اور ساتھ نے دفعہ ۱۴۴ کا ہتھیار بیکار کردیا اور پورے ملک میں دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ کے باوجود اصحاب رسول کی عظمت اور رفعت کا تذکرہ عام ہوگیا۔ اجتماعات اور کانفرنسوں کا جال بچھ گیا اور پورا ملک صحابہ کرام کے ذکر سے گونج اٹھا۔ اصحاب رسول کے دشمنوں کی نیندیں حرام ہوگئیں۔ حکومتوں کی سرپرستی میں پھلنے اور پھولنے والے افکار وعقائد دبک گئے...... دھیمے پڑنے لگے...... چہروں پر افسردگی آگئی...... دلائل کا زور ٹوٹنے لگا...... حکمرانوں کی ساحرانہ تدبیریں ایک ایک کرکے ناکام ہونے لگیں اور سبائیت کے محلات میں زلزلہ برپا ہونے لگا...... یہودی لابی بے بس ہوگئی...... قاتلانِ حسینؓ کے روحانی فرزندان افسردہ افسردہ نظر آنے لگے۔

......☆......

مولانا حق نواز نے ''داخلہ بندی'' کے ہتھیار کو بھی غیر مؤثر بنانے کا فیصلہ کرلیا اور طے کرلیا کہ جس ضلع میں داخلہ بند ہوگا وہاں ڈپٹی کمشنر کے اس حکم کو نہیں مانا جائے گا اس پر انہوں نے استدلال یہ قائم کیا کہ چونکہ اصحاب رسول اور قرآن وسنت کی بات کرنا...... دین اسلام کی تبلیغ کرنا مسلمانوں کے فرائض میں شامل ہے کسی حکمران کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اسلام اور قرآن وسنت کی تبلیغ پر پابندی لگائے۔ یہ پابندی خلاف اسلام حرکت ہے۔ دین کے خلاف سازش ہے اور پاکستان جیسی مملکت کے بنیادی اور اساسی نظریے کے خلاف ہے۔ اس لئے کسی حکمران کو اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ اسلامی اور مذہبی عقائد میں مداخلت کرکے اسلام کے احکامات سے انحراف کرے۔ لہٰذا اس قسم کا حکم غیر اسلامی ہونے کی وجہ سے ناقابل قبول ہے۔ چنانچہ مولانا حق نواز نے ضلع میں داخلے کی پابندی کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔

......☆......

علامہ جھنگویؒ کا موقف

مولانا جھنگویؒ کا موقف کیا تھا جب تک اس نقطے کو بغور سمجھ نہ لیا جائے، بات کی تہ تک پہنچنا ممکن نہیں۔

مولانا چاہتے تھے شیعہ مسلم فرقہ نہیں۔ اسے پاکستان میں قادیانیوں کی طرح غیر مسلم اقلیت قرار دیا جانا چاہیے۔ مولانا کی سیاست کا مقصد بھی یہی تھا اور تحریک کا بھی اور ملک میں مذہبی اتحاد ''سنی مجلس عمل'' قائم کرنے کا داعیہ بھی یہی تھا، وہ صرف اور صرف سنی اتحاد چاہتے تھے۔ مولانا چاہتے تھے

کہ یا تو قومی اسمبلی میں بل پیش ہو یا عدالت عالیہ میں مسئلہ اٹھے اور میرا موقف مبرہن ہو اور شیعہ غیر مسلم اقلیت قرار پائیں، وہ چاہتے تھے کہ جس طرح ایران میں سنی آبادی چالیس فیصد ہونے کے باوجود اقلیت اور ایک گونا مظلومیت کی زندگی بسر کر رہی ہے، یہاں کم از کم اتنا ہو کہ ہمیں اپنا جائز مقام حاصل ہو، ہمارا اعلیٰ تعلیم یافتہ سنی نوجوان فٹ پاتھ پرنے روزگاری کے ہاتھوں مارا مارا پھرتا ہے اور شیعہ کی سازشوں سے ان پڑھ شیعہ نوجوان بھی ملازمت کر رہا ہے، سنیوں کے ساتھ یہ کھلی بے انصافی ہو رہی ہے اور وہ بھی اپنے وطن میں اور اپنی اکثریت کے باوصف! جیسا کہ افریقہ میں گوری چمڑی والی اقلیت کالوں کی واضح اکثریت پر حکمرانی کر رہی ہے۔ یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟

مولانا کا موقف تھا کہ پاکستان کو سنی سٹیٹ قرار دیا جانا چاہئے جیسا کہ ایران کو شیعہ سٹیٹ قرار دیا گیا ہے۔ نیز مردم شماری شیعہ سنی بنیاد پر کرا کر شیعوں کے اس دعوے کی بھی قلعی کھول دی جائے کہ ہم پاکستان میں دو کروڑ ہیں...... فرماتے، میں اٹک کے طول وعرض میں گھوما پھرا ہوں، شیعہ کی آبادی مجموعی طور پر اسی لاکھ سے زیادہ نہیں بشمول تمام فرقے (اسماعیلیہ، آغا خانیہ، زیدیہ اور اثنا عشریہ وغیرہ) اسی طرح مولانا اسمبلیوں میں اور اعلیٰ عہدوں پر شیعوں کا کوٹہ مقرر کرنے کے خواہش مند تھے۔

سنی ریاست (سٹیٹ) قرار پانے کی صورت میں وزارت عظمیٰ، وزارت علیا سپریم کورٹ کا جج، ہائی کورٹ کے چیف جسٹس اور فوج کی سپریم کمان صرف سنی کے پاس ہو سکے، باقی اعلیٰ ملازمتوں میں کوٹہ سسٹم......

مولانا کا ہمیشہ مطالبہ رہا کہ شیعہ کے ماتمی جلوس ان کی عبادت گاہوں اور امام باڑوں تک محدود ہونے چاہئیں۔ یہ تو ہماری سڑکوں، گلیوں، بازاروں میں تبرا کرتے پھریں اور ہمارا سنی بھائی سرکاری دباؤ کے تحت یا ڈر کے مارے یا بے غیرتی سے اپنی دکان اور کاروبار معطل کئے ہوئے ہو، اس پر بس نہیں، بعض مقامات پر تعزیہ کے راستے پہ پانی چھڑکا کر اور سبیلیں لگا کر شیعہ کو مزید حوصلہ دیا جاتا ہے تو پھر...... فرماتے تف ہے ان سنی کہلانے والوں پر جو شیعہ کے تعزیے دیکھنے جاتے ہیں اور ان کی مجالس کی رونق بڑھاتے ہیں۔ بعض اپنی جہالت اور نادانی کے باعث تعزیہ (بت خانہ) کو کندھا دیتے ہیں اور اس شرک کو باعث ثواب سمجھتے ہیں۔

مولانا فرماتے...... یہ کیسی عبادت ہے جو ہمارے دروازوں اور کوچہ و بازار میں ادا ہو رہی ہے جس میں ہمارے ایمانوں پر حملہ کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کی مقدس ہستیوں پر تبرا کر کے مسلمانوں کی دل آزاری کی جاتی ہے۔

CamScanner

فرماتے، ملک میں ہر سال محرم الحرام میں امن وامان کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے، ملک کی انتظامی مشینری محرم کے دس بارہ دن تقریباً معطل ہو کر رہ جاتی ہے، اس کا کام صرف شیعہ کے جلوس نکلوانا، ان کا حفاظت کرنا، بجلی کی تاریں ہٹانا، پانی چھڑکوانا وغیرہ امور ہو کر رہ جاتا ہے۔ ایران کے دارالحکومت تہران میں سنی مسلمانوں کو آج تک ایک مسجد کی تعمیر کی اجازت نہیں دی گئی، وہ عیدین کی نمازیں اپنے سفارت خانوں کے لانوں میں ادا کرتے ہیں یا پھر سرے سے ہی نہیں کر سکتے۔ سنیوں کی اتنی بڑی آبادی کے باوجود مجھے ایران میں ان یکھ کسی احتجاج، جلوس، جلسہ یا کھلی تقریب منانے کا ثبوت مہیا نہیں کیا جاسکتا۔

مولانا جھنگویؒ کا مطالبہ تھا کہ ایمان کی اساس کلمہ طیبہ ہے اور قرآن کریم کی تحریف وہ کرتے ہیں ایسے ہیں صحابہ کرام پر تبرّا بازی بدترین جرم ہے، اسے قانوناً سخت ترین جرم قرار دیا جائے اور اس سلسلہ میں آئے دن جو شیعہ کتابیں پمفلٹ وغیرہ شائع ہو رہے ہیں، ان پر پابندی لگائی جانی چاہیے، بصورت دیگر ضبط کر لی جائے اس سلسلہ میں قانون میں کسی قسم کی کوئی گنجائش یا لچک نہیں ہونی چاہیے۔

سوچئے تو ہمارے ہاں قائداعظم، لیاقت علی، علامہ اقبالؒ یا پاکستان کی توہین کو جرم قرار دیا گیا ہے اور اس کی سزا بھی موجود ہے، اور ایسی حرکت کے مرتکب کو ہر طرف سے لعن طعن بھی ہوتی ہے اور الزام بھی دیے جاتے ہیں مگر مقدسین امت کی ذوات قدسیہ کے سلسلہ میں اتنا بھی نہیں ہے۔ پاکستانی پرچم کے لئے کھڑے ہو کر احترام بجالانے کی روایت قائم ہے مگر محمدی پرچم کی توہین ہوتی ہو، نبوی امانت قرآن کریم کی توہین ہو، روضۂ اقدس نبوی کے ہم نشینوں کی توہین ہو، روضہ مکرم کو گرانے، اکھیڑنے اور حضرات شیخینؓ کے اجساد مطہرہ کو نکال پھینکنے (لا فعل اللہ ذالک) کی تحریریں لکھی جائیں اور چھپیں اس پر نہ ہمارا سنی مسلمان اور نہ ہی حکمران ٹس سے مس ہو۔

جب کبھی مولانا کا روئے سخن پولیس کی پکڑ دھکڑ اور دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی کی بنا پر کارکنوں یا غیور مسلمانوں پر مقدمات کی طرف ہوتا تو آپ کا لب ولہجہ قدرتی طور پر سخت ہو جاتا اور غیض وغضب کی بجلیاں گراتے، فرماتے کہ تم چاہتے ہو کہ ہم تمہاری انگریز کی موروثی دفعہ ۱۴۴ کا احترام کریں، تمہارا حکم نامہ آئے...... تعظیم بجالائیں اور بلا چون وچرا تمہارے اشارے پر ناچیں...... تھرکیں......

اس کے برعکس تمہاری آنکھوں کے سامنے امام باڑوں، امام بارگاہوں اور بازاروں میں امت کی مقدس ترین جماعت صحابہ کرامؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی توہین ہو، سب بازی کی جائے، بلوائیوں کے ہاتھوں ان کی قباء عظمت تار تار ہو......! نہ تمہاری دفعہ ۱۴۴ حرکت میں آئے نہ تمہاری

غیرت ایمانی جاگے۔

اور اگر میرے غیرت مند سنی نوجوان کا احساس کسی اقدام پر آمادہ کردے تو تمہارے وہ سب قوانین اور اس کے علاوہ بھی دفعات حرکت میں آجاتی ہیں......! تمہاری باسی کڑہی میں ابال آجاتا ہے، کیوں؟ یہی وجہ ہے کہ مولانا جھنگویؒ کے کسی علاقے کے دورے کی خبر سے ہی بد باطن انتظامیہ کا سانس پھول جاتا اور دم گھٹنے لگتا اور حواس باختہ ہوکر پابندیوں اور رکاوٹوں کی فکر میں لگ جاتے، تاہم ان کی سراسیمگی کا علاج مولانا خود آکر تجویز فرماتے کہ تم اپنا رویہ درست کرلو، میرا کچھ مطالبہ ہی نہیں، تم ہمارے بھائی ہو، ہمارے حکمران ہو، ہمارے ہو ہم رعایا ہیں۔ فرماتے میں نہیں کہتا شیعہ نہ رہے، انہیں ختم کردو یا انہیں ہلاک کردو یا انہیں جلاوطن کردو یا کسی کا مکان یا دکان بھسم کردو، نہیں میں تخریب کار نہیں، سنی مسلمان ہوں، گھیراؤ، جلاؤ نہ میرا مذہب ہے نہ میری سیاست۔ میرا ان میں سے ایک بھی مطالبہ نہیں۔

میرا مطالبہ صرف یہ ہے کہ حق دار کو اس کا حق دو، ظلم کا ہاتھ روکو، شیعہ پر نوازشوں کی روش اور شیعوں کی ناز برداریوں کا شیوہ چھوڑ دو، اگر تم میں مذہب کی حمیت وحمایت کا یارا نہیں تو انصاف وعدل کو تو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ اور اگر تم اپنی افسری کے زعم میں کوئی بات بھی ماننے کے لئے تیار نہیں ہوگے تو میری تم سے جنگ ہے اور یہ لڑائی اس وقت تک جاری رہے گی جب تک تم اپنا رویہ درست نہ کرلو، تم ہم سے اپنے احکامات منواؤ اور خود تم اللہ رسول کے احکامات کی پرواہ نہ کرو اور قانون، اخلاق اور رسمی اصولوں کے پابند بھی نہ ہو۔ گویا ہم انسان نہیں چوپائے اور کیڑے مکوڑے ہیں کہ جس طرف چاہو ہانک لو مارو، جو چاہو سو کرو!

یہی وجہ ہے، قانون پسند شریف انتظامیہ کے لئے مولانا کا کسی علاقے کا دورہ کوئی مسئلہ نہ ہوتا۔ آپ پورے ملک میں گئے، آئے مگر شیعہ جاگیرداروں کے ڈیروں پر عیاشی میں شریک ہونے والے یا رشوت اور مرغ مسلم اور بھنے ہوئے بٹیر پہ ضمیر کا سودا کرتے والے یا ان کے سیاسی اثر رسوخ سے دب جانے والی نااہل انتظامیہ آپ کی آمد سے پہلے ہی بلبلا اٹھتی اور اپنی احمقانہ حرکتوں سے امن وامان کا مسئلہ پیدا کرلیتی تھی اور اس کے بعد جو مسائل کا ایک لگاتار سلسلہ چل نکلتا۔ پھر ایسے نااہلوں کے بس میں ان کا تدارک نہیں ہوتا تھا۔

پھر وہ خود کردہ گناہ کا علاج عوام پر پابندیاں، دفعہ ۱۴۴ اور کرفیو لگا کر کرتے جو خود ایک بیمار ذہن کی عکاسی کرتا ہے۔ عوام جس علاقے کے سرکش تمن داروں، خوانین یا جاگیرداروں یا نااہل انتظامیہ سے حد سے زیادہ نالاں ہوجاتے تو ان کی زبردست خواہش ہوتی کہ مولانا کا یہاں کا دورہ ہو اور کچھ

اصلاح احوال ہو یا کم از کم ان کم بختوں کی گوشمالی ہو اور کوئی تو ان کو جھنجوڑنے والا ہو۔

حق نواز......خمینیت کے مقابل

یہ وہ دن تھے جب ایران میں فروری ۱۹۷۹ء کو برپا ہونے والے شیعی انقلاب کے اثرات پاکستان میں نمایاں طور پر واضح ہو چکے تھے۔ بانیءِ انقلاب آیت اللہ خمینی نے اپنے چہرے سے نقاب اتار پھینکا، اور اپنی ایمان سوز تحریروں اور تقریروں کے ذریعے ہمسایہ ممالک میں بالخصوص اور پوری اسلامی دنیا میں اپنے انقلاب کی توسیع اور برآمدگی کے ساتھ حرمین شریفین پر قبضے کے کواب دیکھ رہا تھا۔ پاکستان کے شیعہ راہنماؤں کے علاوہ دیوبندی بریلوی، اہل حدیث......غرض تمام مسالک کے علماء ایران کی انقلابی حکومت کی دعوت پر بار بار ایران آ جا رہے تھے۔ انقلاب کے بعد کی چند مخصوص اصلاحات سے روشناس کرانے کے علاوہ انہیں انقلابی راہنماؤں کے پرفریب لیکچر سنا سنا کران کے دلوں میں اپنی ہمدردی پیدا کرنے اور ان کے ذریعے پاکستان میں اپنے مقاصد حاصل کرنے کے منصوبے پر ایرانی حکومت بے دریغ دولت لٹا رہی تھی۔ نتیجتاً پاکستان کے دین دار لوگوں نے "پیٹ کھائے اور آنکھ شرمائے" کے عجیب و غریب مظاہرے ملاحظہ کیے، ایرانی دولت کی چاٹ کھا کر واپس آنے والے علمائے کرام نے ایرانی انقلاب کے بانی آیت اللہ خمینی اور دیگر راہنماؤں کی تعریف و توصیف میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے اور اپنے حلقۂ اثر میں ایرانی انقلاب کو خالص اسلامی انقلاب باور کراتے ہوئے اسے تمام اسلامی دنیا کی اوّلین ضرورت قرار دیا۔ نیز بقول مولانا محمد منظور نعمانیؒ:

> "برصغیر ہندو پاکستان اور بنگلہ دیش میں ایک ایسی نیم دینی و نیم سیاسی جماعت کے زعماء اور اکابر کی طرف سے جس کو اس جماعت سے تعلق رکھنے والے دین کامل کی واحد علمبردار جماعت سمجھتے ہیں اپنے نشر و اشاعت کے وسیع ذرائع سے ایرانی انقلاب کے خالص اسلامی انقلاب اور اس کے قائد روح اللہ خمینی کے ملت اسلامیہ کے مثالی رہنما اور امام المسلمین ہونے کے بارے میں ایسا پروپیگنڈہ کیا گیا کہ پورے برصغیر کی فضا اس پروپیگنڈے سے گونجنے لگی اور خاص کر کالجوں، اسکولوں میں تعلیم پانے والے جذباتی نوجوانوں کی بہت بڑی تعداد نے پوری طرح اس کو قبول کر لیا بلکہ حق یہ ہے کہ وہ اس میدان میں اس جماعت کے ان اکابر و زعماء سے بھی بہت آگے نکل گئے اور خمینی صاحب کے گویا نقیب اور ان کے لشکر کے گویا سپاہی بن گئے۔ جب نوبت

یہاں تک پہنچی، تو پاکستان کے حق پرست دینی حلقوں میں اضطراب پھیل گیا، اس دوران خمینی صاحب کی تصانیف کے مطالعہ سے یہ بات بھی واضح طور پر سامنے آگئی کہ وہ سخت متعصب، غالی شیعہ ہیں، انہوں نے خلفاء ثلاثہ (سیدنا صدیق اکبر، فاروق اعظم، حضرت عثمان) اور ان کے رفقاء سابقین اوّلین کو (باستثناء حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ) کافر و منافق لکھا ہے۔ نیز یہ کہ رسول اللہ کی حیات میں اور اس کے بعد بھی کافر و منافق ہی رہے۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ہمارے بارہ اماموں کا وہ مقام و درجہ ہے جہاں تک کسی مقرب فرشتے اور کسی نبی و رسول کی رسائی نہیں۔

خاص کر ان کی کتاب، "الحکومۃ الاسلامیہ" کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ وہ اپنے کو بارھویں امام معصوم (امام غائب) کا قائم مقام قرار دینے کی بنیاد پر امت کے انتظامی معاملات میں ان تمام اختیارات کا مالک کہتے ہیں جو امت کے بارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالٰی کی طرف سے حاصل تھے۔ اور اس حیثیت اور اس منصب کی بنیاد پر وہ عالم اسلامی اور خاص کر حرمین شریفین پر قبضہ کی کوشش کریں گے"۔

سنت اللہ بھی یہی ہے کہ جب ظلم حد سے بڑھ جاتا ہے، یا بالفاظ دیگر جب فرعونیت اپنے نکتہ عروج تک پہنچ جاتی ہے تو اللہ تعالٰی اپنے کسی حق پرست بندے کو موسیٰ بنا کر اس کے سامنے لا کھڑا کرتے ہیں۔ چنانچہ یہاں بھی قانون قدرت حرکت میں آیا، اور جھنگ جیسے پسماندہ ضلع کے محلّہ پپلیاں والہ کی مسجد کے خطیب مولانا حق نواز نے خمینی ازم کے خلاف اعلان جہاد کر دیا۔ مولانا حق نواز نے اپنے چند نوجوان معتقدین کو ہمراہ لے کر ۶ ستمبر ۱۹۸۵ء کو انجمن سپاہ صحابہ کی بنیاد رکھی اور ایک وسیع پروگرام کے تحت تکفیر شیعیت پر چودہ سو سالہ امت کے راہنماؤں کے فتاوٰی جات کو برسر عام منبر و محراب کے ذریعے بیان کرنا شروع کیا۔ پہلے پہل یہ آواز محلّہ پپلیانوالہ کی مسجد کے محراب سے بلند ہوئی اور گلی محلوں سے ہوتے ہوئے آہستہ آہستہ شہری سطح پر اور پھر ضلع بھر میں گونجنے لگی۔ تب مولانا حق نوازؒ نے علماء اہل سنت کی مکمل تائید و حمایت حاصل کرنے اور اپنے موقف کو ملک بھر میں پھیلانے کیلئے جھنگ میں آل پاکستان ناموس صحابہؓ کانفرنس منعقد کرنے کا اعلان کیا۔ مولانا کی قائم کردہ سپاہ صحابہؓ نے آگے بڑھ کر اس کانفرنس کے انتظامات سنبھالے اور یوں فروری ۱۹۸۶ء کو جھنگ کے محلّہ چند انوالہ کے گراؤنڈ میں سینکڑوں جید علماء کو لا کھڑا کیا گیا، یوں مولانا کی آوازِ حق پورے ملک میں گونجنے لگی۔

مولانا حق نواز نے خمینی اور دیگر شیعہ راہنماؤں کی ایمان سوز تحریریں عوام کو پڑھ کر سنانا

شروع کردیں، اس سلسلہ کے چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

بانی ایرانی انقلاب آیت اللہ خمینی کی ایمان سوز تحریریں

1. شیخین ابوبکر و عمر اور ان کے رفقاء عثمان، ابوعبیدہ، وغیرہ دل سے ایمان ہی نہیں لائے تھے۔ صرف حکومت اور اقتدار کی طمع اور ہوس میں انہوں نے بہ ظاہر اسلام قبول کرلیا تھا اور اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے کو چپکا رکھا تھا۔ (یہ چپکا رکھنا خود خمینی کی تعبیر ہے)

اصل الفاظ یہ ہیں:

"آنہائیکہ سالہا در طمع ریاست خود را بدین پیغمبر چسپاں بودند" (کشف الاسرار ص ۱۱۳)

2. رسول اللہ ﷺ کے بعد حکومت واقتدار حاصل کرنے کا ان کا جو منصوبہ تھا اس کے لئے وہ ابتداء ہی سے سازش کرتے رہے۔ اور انہوں نے اپنے ہم خیالوں کی ایک طاقتور پارٹی بنالی تھی۔ ان سب کا اصل مقصد اور مطمح نظر رسول اللہ ﷺ کے بعد حکومت پر قبضہ کرلینا ہی تھا۔ اس کے سوا اسلام سے اور قرآن سے ان کا کوئی سروکار نہیں تھا۔ (کشف الاسرار ص ۱۱۳-۱۱۴)

3. اگر بالفرض قرآن میں صراحت کے ساتھ رسول اللہ کے بعد امامت وخلافت کے لئے حضرت علیؓ کی نامزدگی کا ذکر بھی کردیا جاتا تب بھی یہ لوگ ان آیات قرآنی اور خداوندی فرمان کی وجہ سے اپنے اس مقصد اور منصوبہ سے دست بردار ہونے والے نہیں تھے۔ جس کے لئے انہوں نے اپنے آپ کو اسلام اور رسول اللہؐ سے چپکا رکھا تھا۔ اس مقصد کے لئے جو حیلے اور جو داؤ پیچ ان کو کرنے پڑتے وہ سب کرتے اور فرمان خداوندی کی پرواہ نہ کرتے۔ (کشف الاسرار ص ۱۱۳)

4. قرآنی احکام اور خداوندی فرمان کے خلاف کرنا ان کے لئے معمولی بات تھی۔ انہوں نے بہت سے قرآنی احکام کی مخالفت کی اور خداوندی فرمان کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ اس سلسلہ میں خمینی صاحب نے "مخالفت ہائے ابوبکر بانص قرآنی" اور "مخالفتہائے عمر بالقرآن" کے عنوانات قائم کرکے (اپنے خیالات کے مطابق) ان کی مخالفت قرآن کی مثالیں بھی دی ہیں۔

5. اگر وہ اپنا مقصد (حکومت واقتدار) حاصل کرنے کے لئے قرآن سے ان آیات کا نکال دینا ضروری سمجھتے (جن میں امامت کے منصب پر حضرت علیؓ کی نمودگی کا ذکر کیا گیا ہوتا) تو

وہ ان آیتوں ہی کو قرآن سے نکال دیتے۔ وہ آیتیں ہمیشہ کیلئے قرآن سے غائب ہوجاتیں اور وہ توریت وانجیل ہی کی طرح محرف ہوجاتا۔ (کشف الاسرار ۱۱۴)

۶ اگر وہ ان آیات کو قرآن سے نہ نکالتے، تب وہ یہ کر سکتے تھے اور یہی کرتے کہ ایک حدیث اس مضمون کی گھڑ کے اور رسول اللہ کی طرف منسوب کر کے لوگوں کو سنا دیتے کہ آخری وقت میں آپ نے فرمایا تھا کہ امام وخلیفہ کے انتخاب کا مسئلہ شوریٰ سے طے ہوگا اور علیؓ جن کو امامت کے منصب کے لئے نامزد کیا گیا تھا، اور قرآن میں بھی اس کا ذکر کر دیا گیا تھا ان کو منصب سے معزول کر دیا گیا۔ (کشف الاسرار ص ۱۱۴)

۷ اور یہ بھی ہو سکتا تھا کہ عمرؓ ان آیات کے بارے میں کہہ دیتے کہ یا تو خود خدا سے ان آیتوں کے نازل کرنے میں یا جبریل یا رسولِ خدا سے ان کے پہنچانے میں اشتباہ ہوگیا...... یعنی غلطی اور چوک ہوگئی۔ (کشف الاسرار ص ۱۱۹۔۱۲۰)

۸ خمینی صاحب نے (حدیث قرطاس کا ذکر کرتے ہوئے) بڑے دردناک نوحہ کے انداز میں (حضرت عمرؓ کے بارے میں) لکھا ہے کہ رسول اللہ کے آخری وقت میں اس نے آپ کی شان میں ایسی گستاخی کی جس سے روح پاک کو انتہائی صدمہ پہنچا اور آپ دل پر اس صدمہ کا داغ لے کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ اس موقع پر خمینی صاحب نے صراحت کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ عمر کا یہ گستاخانہ کلمہ دراصل اسکے باطن اور اندر کے کفر وزندقہ کا ظہور تھا۔ اس موقع پر خمینی صاحب کے الفاظ یہ ہیں:

''ایں کلام یاوہ کہ از اصل کفر وزندقہ ظاہر شدہ۔'' (کشف الاسرار ص ۱۱۹)

۹ اگر یہ (شیخین اور ان کی پارٹی والے) دیکھتے کہ قرآن کی ان آیات کی وجہ سے (جن میں امامت کے لئے حضرت علیؓ کی نامزدگی کی گئی ہوتی) اسلام سے وابستہ رہتے ہوئے ہم حصول حکومت کے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتے، اسلام کو ترک کر کے اور اس سے کٹ کر ہی یہ مقصد حاصل کر سکتے ہیں تو یہ ایسا ہی کرتے اور (ابوجہل اور ابولہب کا موقف اختیار کر کے) اپنی پارٹی کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف صف آراء ہوجاتے۔

(کشف اسرار ۱۱۴)

۱۰ عام صحابہ کا حال یہ تھا کہ یا تو وہ ان کی (شیخین کی) خاص پارٹی میں شریک وشامل، ان کے رفیق کار اور حکومت طلبی کے مقصد میں ان کے پورے ہم نوا تھے، یا پھر وہ تھے جو ان لوگوں

سے ڈرتے تھے۔ اور ان کے خلاف ایک حرف زبان سے نکالنے کی ان میں جرأت وہمت نہیں تھی۔ (کشف اسرار ص ۱۱۹۔۱۲۰)

خمینی صاحب کے بیانات جو ان کی کتاب "کشف اسرار" کے حوالہ سے سطور بالا میں آپ نے ملاحظہ فرمائے...... ان کے سامنے آجانے کے بعد اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ حضرات شیخین اور ان کے خاص رفقاء سابقین اولین صحابہ کرامؓ کے بارہ میں ان کا عقیدہ یہی ہے کہ یہ سب (معاذ اللہ) کافر ومنافق، ایمان سے قطعی محروم، خالص دنیا پرست تھے۔ صرف حکومت اور اقتدار کی طمع میں انہوں نے منافقانہ طور پر صرف زبان سے اسلام قبول کرلیا تھا۔ باطن میں وہ اسلام اور رسول اللہ ﷺ کے دشمن تھے۔ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ۔

صحابہ کرامؓ کے بارے میں پاکستانی شیعہ مصنفین کے خیالات

مولوی محمد حسین فاضل نجف اشرف

پاکستان کے شیعہ مجتہدین میں سے ایک مولوی محمد حسین ڈھکو فاضل نجف اشرف (مقیم سرگودھا) ہیں جنہوں نے اپنی کتاب "اثبات الامامت" میں اپنے اساتذہ کی ان تحریرات کا عکس بھی شائع کردیا ہے، جنہوں نے ان کو اجتہاد کی سندیں دی ہیں۔ مجتہد مذکور بھی اپنے عقیدۂ امامت کی بنا پر صحابہ کرامؓ اور خصوصاً پہلے تین خلفاء راشدین امام الخلفاء حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین اور ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے انتہائی بغض رکھتے ہیں۔ اور ان کو صراحتاً غیر مومن اور منافق قرار دیتے ہیں اس سلسلے میں مولوی محمد حسین شیعہ مجتہد نے یہ بھی زہرافشانی کی ہے کہ:

(۱) "جناب امیر (یعنی حضرت علیؓ المرتضیٰ) خلافت ثلاثہ کو غاصبانہ و جابرانہ اور خلفاء ثلاثہ کو گناہگار، کذاب، غدار، خیانت کار اور ظالم وغاصب اور اپنے آپ کو سب سے زیادہ خلافت نبوت کا حق دار سمجھتے تھے"۔ (تجلیات صداقت ص ۲۰۶۔ ناشر انجمن حیدری بھون روڈ چکوال)

(۲) "اصحاب ثلاثہ اور ان کے تابعین ہرگز اس میں شامل نہیں ہیں، کیونکہ یہ نہ مومن ہیں نہ مخلص مہاجر"۔ (ایضاً ص ۳۹)

(۳) ثلاثہ کی فتوحات نے اسلام کو بدنام کیا۔ (ایضاً ص ۶۵)

(۴) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے متعلق لکھا ہے کہ:

"عائشہ صاحبہ نے خچر پر سوار ہو کر امام حسن کے جنازہ کو روکا اور حجرہ میں اس سے مانع ہوئیں۔ اس پر شیعان علیؓ نے شور مچایا کہ تو کبھی اونٹ پر سوار ہوتی ہے اور کبھی خچر پر اگر زندہ رہی تو اب ہاتھی پر سوار ہوگی"۔ (ایضاً ص ۴۷۸)

حسین بخش جاڑا

پاکستان کے ایک اور شیعہ مجتہد مولوی حسین بخش جاڑا (مقیم دریا خان میانوالی) جو کچھ عرصہ قبل آنجہانی ہو چکے ہیں۔ مجتہد مذکور بھی فاضل نجف اشرف (عراق) ہیں۔ مصنف مذکور نے چند سال ایک فرضی مناظرہ بغداد شائع کیا تھا جس میں خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں لکھا:

❶ "یہ لوگ (ثلاثہ) دل و جان سے مومن نہیں تھے البتہ ظاہر از بانی طور پر وہ اسلام کا اظہار کرتے تھے" (مناظرہ بغداد ص ۵۷)

❷ اسلام کے جرنیل اعظم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے:

"انہوں نے مالک بن نویرہ کو قتل کر کے اسی رات اس کو بیوی کے ساتھ زنا کیا اور اس ظالم خالد نے مالک اور اس کی قوم کے دو سرداروں کے سر چولہے کی اینٹوں کی جگہ رکھ کر اوپر دیگ چڑھا دی اور اس زنا کا ولیمہ تیار کیا اور خود بھی کھایا اور فوج کو بھی کھلایا۔ (ص ۹۹)

❸ خالد سیف اللہ نہیں سیف الشیطان تھا۔ (ص ۱۰۰)

غلام حسین نجفی

ایک اور شیعہ مصنف غلام حسین نجفی فاضل نجف اشرف مقیم لاہور نے اپنی کتاب "سہم مسموم فی جواب نکاح ام کلثوم" میں بعنوان ..... "جناب عمر کے متعلق قرطاس ابیض" نمبر وار ایک سو الزامات حضرت فاروق اعظمؓ پر لگائے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:

❶ "جناب عمر کا موجودہ قرآن پر ایمان نہ تھا..... جناب عمر کو لقب فاروق یہودیوں نے عطا کیا تھا..... جناب عمر نبی کی بیویوں پر آوازے کستا تھا..... جب وہ رات کے وقت رفع حاجت کے لئے مدینہ سے باہر جاتی تھیں..... جناب عمر شراب حرام ہونے کے بعد بھی شراب پیتے رہے..... جناب عمر جہنم کا تالا ہے۔ اور بہتر تو یہ تھا کہ جہنم کا گیٹ ہوتا"۔

العیاذ باللہ!!

CamScanner

۲ یہی غلام حسین نجفی اپنی ایک دوسری تصنیف ''قول مقبول فی اثبات وحدت بنت رسول'' ص ۴۲۳ میں قرآن کے تیسرے موعودہ خلیفہ راشد، داماد رسول حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے بارے میں یوں ہرزہ سرائی کرتا ہے...... ''جناب عثمان نے پہلی بیوی رقیہ کو قتل نہیں کیا تھا بلکہ دوسری بیوی ام کلثوم کو اذیت جماع سے مار ڈالا تھا اور پھر خلیفہ ولید کی طرح اس کے مردہ جسم سے ہمبستری کرتا رہا۔ اور پوری دنیا میں یہ پہلا خلیفہ ہے جس نے شرم وحیا کا بارڈر توڑ کر اپنی بیوی کے مردہ جسم سے ہم بستری کی ہے اور نبی کریم کو اذیت دینے والا رحمت خداوندی کا حق دار نہیں ہے۔ پس شیعوں کے امام نے اس لئے فرمایا ہے کہ جس نے نبی کریم کو اذیت دی اے خدا تو اس پر لعنت بھیج''۔

مرزا حسن الحائری الاحقاقی

ایک شیعہ آیت اللہ مرزا حسن الحائری الاحقاقی عراق سے فرار ہو کر کویت میں پناہ گزین ہیں۔ ان کی ایک عربی کتاب کا ترجمہ بنام ''مصباح العقائد'' پاکستان میں مبلغ اعظم اکیڈمی فیصل آباد نے شائع کیا ہے اس میں بھی خلفائے راشدین کے بارے میں زہر افشانی کی گئی ہے۔ اور حضرت خالد بن ولیدؓ پر اس مذکورہ بہتان تراشی کو دہراتے ہوئے (جو عراق کے خمینی سے لے کر پاکستان کے شیعہ مصنفین تک سب کا شیوہ ہے) کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ کے متعلق بھی لکھا ہے کہ...... خلیفہ ثانی کی خلافت میں مغیرہ بن شعبہ نے زنا کیا اور زنا کار کے بجائے اس کے چشم دید گواہوں کو کوڑے لگائے گئے۔ حضرت علیؓ کے اعتراض کا بھی کوئی اثر نہ ہوا۔ یہ خلافت عمر کا زمانہ ہی تھا کہ معاویہ جیسا طالب دنیا امیر شام بن گیا...... الخ۔ (ص ۱۲۹)

قارئین کرام اندازہ کر سکتے ہیں کہ شیعہ مصنفین کفر و نفاق کے زہر آلود تیران اصحاب رسولؐ پر برسا رہے ہیں، جو مہاجرین اوّلین میں سے ہیں۔ جن کو حق تعالیٰ نے رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّلَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهَارُ (پ ۱۱۔ ع ۳) قرآن کی قطعی سند عطا فرمائی ہے اور یہ شیعہ اُن ازواج مطہرات کی عظمت مجروح کر رہے ہیں جن کو رب العالمین نے اُمہات المومنین (اہل ایمان کی مائیں) فرما کر امت مسلمہ کے ایمان کے لئے معیارِ حق قرار دیا ہے۔ شیعیت کی اس ناپاک اور جارحانہ کارروائی کے بعد کیا کوئی اہل عقل وانصاف شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ لوگ بھی مسلمان ہیں۔

CamScanner

تحریف قرآن اور معاصر شیعہ علماء

مولوی محمد حسین فاضل نجف اشرف

پاکستان کے شیعہ علماء و مجتہدین بھی اپنے اسلاف کی طرح تحریف قرآن کے قائل ہیں۔
چنانچہ مولوی محمد حسین مجتہد مذکور نے بعنوان "ایک مشہور اعتراض" لکھا ہے کہ:

"کہا جاتا ہے اگر مسئلہ امامت اس قدر اہم تھا کہ جتنا شیعہ حضرات خیال کرتے ہیں تو خداوند عالم نے آئمہ کے اسمائے گرامی صراحۃً قرآن میں کیوں نہ ذکر کردیئے تاکہ مسلمانوں کا اس مسئلہ میں اختلاف ختم ہوجاتا اور سب مسلمان ایک مسلک میں منسلک ہوجاتے"......الخ۔

اس کا الزامی جواب دینے کے بعد مصنف مذکور لکھتے ہیں:

اس کا حلی اور تحقیقی جواب یہ ہے کہ فریقین کی بعض روایات کے مطابق آئمہ اطہار علیہم السلام کے اسمائے گرامی قرآن میں موجود تھے مگر جمع قرآن کے وقت انہیں نظر انداز کردیا گیا چنانچہ ہماری تفسیر صافی ص ۹ مقدمہ ششم طبع ایران بحوالہ تفسیر عیاشی حضرت امام جعفر صادق سے مروی ہے فرمایا:

لو قری القرآن کما انزل لا لفیتمونا فیہ مسمیین "

"اگر قرآن کو اس طرح پڑھا جاتا جس طرح وہ نازل ہوا تھا تو تم اس میں ہمیں نام بنام پاتے"۔ (اثبات الامامت طبع دوم ۳۱۲)

(۲) یہی شیعہ مجتہد لکھتے ہیں: "ہاں یہ درست ہے کہ ہمارے بعض علمائے کرام تحریف کے قائل ہیں"۔ اس کے بعد مجتہد مذکور نے قائلین تحریف کی طرف سے پانچ دلیلیں پیش کی ہیں:

چنانچہ لکھا ہے کہ اس سلسلہ میں ان کی پہلی اور محکم دلیل وہ روایات ہیں جو اس مسئلہ کے متعلق کتب فریقین میں موجود ہیں۔ جو اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ جمع قرآن کے اوقات میں اس میں فی الجملہ ضرور کچھ کمی واقع ہوئی ہے۔ یہ روایات اس قدر کثیر التعداد ہیں کہ ان سب کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ علامہ مجلسی (یعنی ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ) نے مرآۃ العقول میں ان کے تواتر کا ادعا فرمایا ہے اور اس قدر صریح الدلالت ہیں کہ ان میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں۔" (احسن الفوائد فی شرح العقائد طبع دوم ص ۴۹۱)

CamScanner

اور اسی سلسلے میں مصنف مذکور نے لکھا ہے کہ:

یہاں ان دلائل کی صحت وسقم سے بحث کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ ان کے یہاں ذکر کرنے سے مقصود یہ بتانا ہے کہ جو حضرات اس نظریہ کے قائل ہیں وہ بھی کچھ دلائل رکھتے ہیں اور ان کا یہ نظریہ بھی محض بے دلیل نہیں ہے اور یہ ان کے اس نظریہ سے کسی اسلامی مسلمہ عقیدے کی مخالفت لازم نہیں آتی۔ کما لا یخفی' (ایضاً ص ۴۹۳)

علاوہ ازیں مصنف مذکور آیت انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون. (پ ۱۴ الحجر) کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر قرآن کا ایک فرد اس تحریف سے محفوظ ہے تو وعدہ خداوندی پورا ہے۔ اور قائل تحریف کہہ سکتا ہے کہ حضرت امیر المومنین کا جمع کردہ قرآن اس وعدہ الٰہیہ کی عملی تصویر ہے جو موجود ہے اور ہر قسم کی تحریف سے محفوظ ہے۔ (ایضاً ص ۴۹۴)

منقولہ عبارات کے بعد کوئی کہہ سکتا ہے کہ مولوی محمد حسین ڈھکو مجتہد تحریف قرآن کا قائل نہیں ہے؟ عبرت۔ عبرت۔ عبرت!!!

مولوی حسین بخش جاڑا

اس شیعہ مصنف کے شائع کردہ مناظرہ بغداد کی بعض عبارتیں پہلے نقل کی جا چکی ہیں۔ ان کی تفسیر انوار النجف ۱۴ جلدوں میں پاکستان میں شائع ہو چکی ہے۔ وہ بھی اصول کافی کی روایات کے پیش نظر لکھتے ہیں:

"ایک اور روایت میں آپ (یعنی امام باقر) نے فرمایا کہ...... جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں پورے قرآن کا جامع ہوں جس طرح کہ وہ اترا تھا تو وہ جھوٹا ہے بلکہ جس طرح اترا تھا اسی طرح پورے طور پر اس کو جمع اور حفظ ماسوائے علی ابن ابی طالب کے اور کوئی کر ہی نہیں سکا اور پھر وہ آئمہ کے پاس ہے جو اس کے اوصیاء ہیں"۔

(انوار النجف جلد اوّل ص ۷۲)

(لیکن ہمارا سوال بہرحال یہی ہے کہ حضرت علی نے اصلی قرآن کو کیوں غائب کیا؟)

لیکن اس کے باوجود جاڑا صاحب اپنی تفسیر میں یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اسی قرآن کے قائل اور اس کو محفوظ مانتے ہیں جو امت میں رائج ہے۔

CamScanner

حضرت علی قرآن سے افضل ہیں

یہی جاڑا مجتہد لکھتے ہیں:

جناب رسالت مآب نے فرمایا میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں (ایک) اللہ کی کتاب اور (دوسرے) علی ابن ابی طالب۔ اور علی تمہارے لئے کتاب اللہ سے افضل ہے کیوں کہ یہ تمہارے لئے کتاب اللہ کی ترجمانی کرے گا۔ علی ناطق اور قرآن صامت ہے اور ناطق صامت سے افضل ہوا کرتا ہے......"۔ (ایضاً انوار النجف جلد اوّل ص ۶۵)

مرزا علی امرتسری ثم لاہوری

شیعوں کے ایک مناظر مرزا احمد علی امرتسری ثم لاہوری نے جو پاکستان میں ہی آنجہانی ہوئے اپنی کتاب، "الانصاف فی الاختلاف" میں لکھا تھا کہ:

حضرت عثمان کا قرآن کی نقلوں کو پھیلانا مسلّم۔ لیکن یہی ترتیب قرآن ان کی غفلت از اسلام کو طشت از بام کرتی ہے اگر وہ حضرت علیؓ کے جمع شدہ قرآن کو رائج کرتے تو ان پر کوئی الزام عائد نہ ہوتا۔ ہم نمونہ کے طور پر اس ترتیب کی چند غلطیوں کو ظاہر کرتے ہیں......الخ۔

اسی سلسلہ میں مرزا احمد علی رقم طراز ہیں:

"اگر متروک محاوروں کو بھی معجزہ کہا جائے تو بس خیر پھر تو میں بھی ایک ایسی کتاب لکھ سکتا ہوں جو پرانے محاورات کو شامل ہو اور وہ معجزہ ہوگا۔ بس حضور یہی آپ کے عثمان کی کاروائی ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر میں ذکر سے رسول اللہ مراد ہے"۔

مرزا احمد علی آنجہانی کی اس کتاب پر لاہور کے ایک مشہور شیعہ مجتہد علی الحائری نے تقریظ لکھی ہے۔ اس کتاب کی تحریف قرآن کے بارے میں مذکورہ عبارت، "آفتاب ہدایت" میں بھی منقول ہے۔

عقیدۂ تحریف قرآن اور ماہنامہ خیر العمل

ایک شیعہ ماہنامہ خیر العمل لاہور سے شائع ہوتا ہے، جس کا ہیڈ آفس ۶۶۔ قاسم روڈ سمن آباد لاہور میں ہے اس رسالہ کے ٹائٹل پر لکھا ہے۔ زیر سرپرستی قائم آل محمد علیہ السلام۔ نگران اعزازی۔ علامہ مرزا یوسف حسین صاحب (جو .... ہوئے آنجہانی ہو چکے ہیں) اس ماہنامہ کے

مدیر اعلیٰ ڈاکٹر عسکری بن احمد ایم بی بی ایس ہیں جو مرزا احمد علی مذکور کے خلف ہیں۔ ماہ نومبر ۱۹۸۷ء میں ڈاکٹر موصوف نے بعنوان "فاعتبروا یا اولی الالباب" ایک مفصل اداریہ لکھا ہے جس میں اس امر کی وضاحت کی ہے کہ موجودہ قرآن محرف ہے۔ (العیاذ باللہ)

یہ وہ صورتحال تھی جس نے پاکستان کو ایک خوفناک دھانے پر لا کھڑا کیا، اہلسنت کے نزدیک تمام کے تمام صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے مکتب رشد و ہدایت کے فیض یافتہ اور آپ کی شبانہ روز محنت اور جاں سپاری کا ثمر ہیں۔ امت کے لئے ان کی حیثیت روشن و تابندہ ستاروں کی سی ہے، جس طرح دن کا اجالا آفتاب عالمتاب کا رہین منت ہے، اسی طرح ظلمت شب میں آسماں کی چادر پر جھلملانے والے ستاروں کی روشنی بھی اسی آفتاب سے ماخوذ و معکوس ہے، اگر اس حقیقت کو جھٹلا دیا جائے تو گویا آفتاب کی ضیا پاشیوں کا فیض معدوم و منسوخ ہو گیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حیثیت و مرتبے کا انکار در حقیقت اس کو مستلزم ہے کہ رسالت مآب ﷺ تئیس سالہ محنت شاقہ کے بعد بھی ایک مثالی اسلامی معاشرہ تشکیل دینے میں ناکام رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری مساعی بے ثمر رہی، اس صورت میں نہ تو آپ ﷺ کو پیغمبر انقلاب کہا جا سکتا ہے، نہ ہی قرآن کو کتاب انقلاب تسلیم کی جا سکتی ہے۔ (معاذ اللہ) اسلام سے اس کی حقیقی روح یوں خارج ہو کر رہ جاتی ہے جیسے آٹے سے بال آسانی سے نکال لیا جاتا ہے۔

اثناء عشری فرقہ کے ہاتھ میں تاریخ میں پہلی مرتبہ...... اسلام دشمن طاقتوں خصوصاً یہودیوں کی خفیہ منصوبہ بندی کے نتیجہ میں ...... ایک نہایت مضبوط حکومت کی باگ ڈور بلا شرکت غیرے آئی تھی۔ وہ بھی اس طرح کہ جتنی ضرورت انہیں اسلام دشمنوں کی طاقتوں کی مدد کی تھی، اتنی ہی ضرورت ان اسلام دشمن طاقتوں کو اپنے منصوبوں کی تکمیل کے لئے اس گروہ کی تھی اور ہے، اور پہلی مرتبہ شیعوں کو یہ موقع ملا کہ وہ اپنی پوری طاقت استعمال کر کے اپنے ان منصوبوں کی تکمیل کی کوشش کریں جن کی تمنا اپنے سینوں میں لئے ان کی نسلوں پر نسلیں گزرتی جا رہی ہیں۔

عام مسلمانوں کے لئے جن کو شیعوں کی کتابیں پڑھنے کا موقع ملا ہے۔ اور نہ انہیں قریب سے شیعوں کی نفسیات کے تجربہ اور مشاہدہ کا موقع ملا ہے، اس نفسیاتی کیفیت کا اندازہ لگانا مشکل ہے جو ان کے ایک ایک فرد کے دل و دماغ، جذبات اور شعور کی ہر ہر سطح پر مہدی، منتظر، اور امام غائب کے بے تابانہ انتظار کی وجہ سے نقش ہے۔ صدیوں سے ان کے علماء اپنے سادہ لوح عوام کو مہدی منتظر کے انتظار کے فضائل اور اس کے اجر و ثواب کے متعلق من گھڑت روایات سنا سنا کر مطمئن کرتے چلے

آرہے تھے۔

دوسری طرف شکل یہ ہے کہ ان کی سینکڑوں روایات میں یہ کہا گیا تھا کہ امام غائب اپنے غار سے ظاہر ہوکر سب سے پہلے مکہ مکرمہ آئیں گے اور جو لوگ ان سے بیعت نہیں کریں گے ان سب کو قتل کردیں گے۔ پھر مدینہ منورہ جا کر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی لاشوں کو قبر سے نکال کر زندہ کریں گے اور پھر دنیا کے آغاز سے قیامت تک جو ظلم یا کفر دنیا میں کہیں بھی ہوا ہوگا، اور جو گناہ کہیں بھی ہوا ہوگا، اس کی سزا ان دونوں کو دیں گے، یہاں تک کہ دن رات میں انہیں ہزار مرتبہ مارا اور زندہ کیا جائے گا......اسی طرح حضرت عائشہ پر بھی حد جاری کریں گے، الغرض ان روایات کے بموجب ان کے امام غائب کا ظہور اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر شیعوں کا مکمل قبضہ ہو۔ شیعہ مذہب میں امام غائب کے ظہور کے عقیدہ کی اہمیت شیعوں کے دل و دماغ پر اس عقیدہ کے اثرات اور ان کے ظہور کے لئے حرمین شریفین پر مکمل شیعی قبضہ کی ضرورت۔

قارئین گرامی قدر! ان تینوں پہلوؤں کو نظر میں رکھیے......اور......خود فیصلہ کیجیے کیا اس صورت میں شیعہ مذہب کی رو سے ایران میں قائم ہونے والی خالصۂ شیعہ حکومت کا اوّلین فریضہ یہ نہیں ہوگا کہ وہ حرمین شریفین میں مکمل شیعی اقتدار قائم کرنے کی بھرپور کوشش کریں۔

اس سلسلہ میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ایرانی قیادت شروع ہی سے انقلاب خمینی کو انقلاب مہدی کا پیش خیمہ اور نقطۂ آغاز قرار دیتی رہی ہے۔ بلکہ خمینی کی خرابیٔ صحت وغیرہ کے متعلق قیاس آرائیوں کی تردید میں وہاں یہ بھی کہا جاتا رہا کہ ”امام صاحب تو انشاء اللہ انقلاب کا جھنڈا امام زمان کے حوالے کرکے ہی اس امانت سے دستبردار ہوں گے“۔ اس لئے بھی امام غائب کے جلد از جلد ظہور کی کوشش ایران کی شیعہ حکومت کے لئے لازم قرار پاتی تھی جس کے لئے جیسا کہ سطور بالا میں عرض کیا گیا......حرمین شریفین پر قبضہ ضروری تھا۔

اور یہ تو بات چل رہی تھی چند مقدمات سے ایک ”نتیجہ کے استنباط کی، لیکن ۱۹۸۶ء میں توجح کے موقع پر مکہ مکرمہ میں جو کچھ ہوا اس کے بعد یہ مسئلہ نظری اور استنباطی نہیں رہا، ایک امر واقعہ بن کر پوری امت کے سامنے آچکا ہے۔

اب خدارا کوئی بتائے کہ جو لوگ مرکز اسلام پر قبضہ کے لئے اور پھر وہاں سے امام غائب کے ظہور کا ڈھونگ رچا کر حضرات شیخین اور حضرت عائشہ وغیرہ کے پاکیزہ اجساد کی بے حرمتی کرکے اور لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام کرکے ان منحوس خوابوں کی تعبیر جلد از جلد دیکھنے کے لئے بے چین اور ہر

CamScanner

وقت مصروف عمل ہوں، جو وہ صدیوں سے دیکھتے چلے آرہے ہیں اور یہود و نصاریٰ وغیرہ دشمنان اسلام کے بھی آلہ کار بن کر حرمین شریفین کے تقدس کو نیست و نابود کرنا چاہ رہے ہوں، بلکہ انہوں نے بالفعل اس مقصد کے لئے کاروائی شروع بھی کردی ہو، اور جنگ کا بگل بجادیا ہو، غیرت اسلامی تو بڑی چیز ہے، کیا یہ بات عام انسانی غیرت اور عام عقل و دانش کے بھی مطابق ہے کہ ایسے بدترین دشمنوں کے مقابلہ اور ان کی حقیقت کو آشکارا کرنے کے کام کو ''نامناسب اور وقت کے تقاضے کے خلاف'' کہہ کر اس کام کو آئندہ کے لئے موخر رکھا جاتا؟؟

واقعہ یہ ہے کہ بات اس کے بالکل برعکس ہے! یہ مسئلہ اتنی فوری توجہ کا طالب تھا کہ ایک لمحہ کی تاخیر بھی ناقابل تصور حد تک بربادیوں اور ہلاکتوں کا سبب بن سکتی تھی۔

......☆......

امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ نے فروری ۱۹۸۶ء میں ''آل پاکستان دفاعِ صحابہ کانفرنس'' منعقد کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ شیعیت کے خلاف سپاہِ صحابہ کی تحریک کو منظم کرنے کیلئے اکابر علماء کرام کی تائید و تعاون کے ذریعے عوام کو منظم کیا جاسکے۔ یہ کانفرنس بڑی آن بان شان سے منعقد ہوئی اور ایک زبردست تحریک کا نکتۂ آغاز بنی۔

خطبہ استقبالیہ کل پاکستان دفاعِ صحابہؓ کانفرنس

(منعقدہ ۷، فروری ۱۹۸۶ء جمعۃ المبارک)

صدر گرامی قدر حضرات مشائخ عظام، علماء کرام اور ملک بھر سے اس شدید سردی میں اصحاب رسول کی محبت کے جذبات و احساسات لے کر کانفرنس میں شرکت کرنیوالے لاکھوں غیور سنی مسلمانو، علماء جھنگ اور انجمن سپاہ صحابہؓ کے نوجوان......آپ کی تشریف آوری کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرنا اپنا اخلاقی فرض سمجھتے ہیں۔

میرے مخدوم علماء کرام، مشائخ عظام، وکلاء سکالرز اور غیرت مند سنی بھائیو......مختلف ممالک میں شیعہ جارحیت ایک تاریخی حقیقت ہے جیسا کہ بیروت میں فلسطینی سنی مجاہدین کو امل ملیشیا کے شیعہ تخریب کاروں کا قتل عام کرنا۔ شام کی شیعہ حکومت کا ہلاکو خان، چنگیز اور ہٹلر کی ظلم بھری داستان اور تاریخی ریکارڈ کو توڑتے ہوئے تقریباً بیس ہزار اہل سنت علماء اور سینکڑوں سنی عوام کو شہید کرنا اور سنی مدارس و مکاتب و مساجد کو مسمار کرکے تاریخی درندگی کا کھلا مظاہرہ شاہد ہیں۔

ایران میں خمینی کے خونی انقلاب کے بعد سرزمین پاک شیعہ جارحیت اور تخریب کاری کی آماجگاہ بن چکی ہے۔ پارہ چنار، الیہ کوئٹہ، ڈیرہ اسماعیل خاں، کوٹ ادو اور دیگر اضلاع کے واقعات اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے کافی ہیں۔

مزید براں یہ حقیقت بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ جھنگ کا ضلع شیعہ کی غلیظ سرگرمیوں کے لحاظ سے ثانی لکھنؤ شمار ہوتا ہے۔ جھنگ ہی وہ خطہ ہے، جس نے حضرت مولانا دوست محمد صاحب آف روڈو سلطان، مسئلہ باب عمرؓ پر پانچ افراد جن میں مولانا شیریں گل شامل ہیں اور گکی نو کے ایک حافظ قرآن اور دس محرم الحرام کو شہید ہونے والے محمد اکرم کا لہو دے کر پاکستانی سنی قوم پر شیعہ غنڈہ گردی اور اپنی مظلومیت چمکتے ہوئے سورج کی طرح واضح کردی ہے۔ گڑھ مہاراجہ میں ایرانی گماشتوں کا ماتمی جلوس کی قیادت کر کے اہل سنت کی دکانوں کو نذر آتش کرنا، اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب کو شرابیوں کی کتاب کہ کر نذر آتش کرنا، سنی خواتین تک کو زخمی کرنا۔ مسجد میں ناپاک خون کے چھینٹے ڈالنا، علماء اور انجمن سپاہ صحابہؓ کے مرکزی رہنماؤں کے گھروں کو آگ لگانا۔ مدرسۃ العلوم الشرعیہ کی مکمل تباہی و بربادی کے علاوہ مدرسے کا ایک لاکھ پینسٹھ ہزار نقد روپیہ پولیس کا بصورت ڈاکہ غبن کرنا وغیرہ جھنگوی سنیوں کی مظلومیت کی بین دلیلیں وشواہد ہیں۔ غضب یہ کہ یہ سب کچھ ماتمی جلوسوں کو غم حسین ؓ کے اظہار کا نام دے کر کیا جاتا ہے۔

جبکہ ان ماتمی جلوسوں کا شیعہ مذہب کی معتبر کتب میں نام ونشان تک نہیں، ظلم کی انتہا ہوگئی کہ تعزیہ جس کو آج شیعہ اپنا ایمان تصور کیے بیٹھا ہیں، اس کا بانی تیمور لنگ ہے۔

لطف یہ کہ اس حقیقت کا اعتراف شیعہ راہنما اسماعیل گوجروی نے بھی کیا ہے۔ دیکھئے ''صداقت۔ ۵ جولائی ۱۹۵۶ء صفحہ نمبر ۸'' ...... جس دین کا بانی تیمور لنگ ہو اس دین کو پیغمبر اسلام ﷺ کے دین کی بغاوت سمجھنے میں کسی ذی شعور کو شک وشبہ نہیں ہوسکتا۔

مذکورہ بالا حالات وواقعات سے کہیں زیادہ سنگین جرم یہ کہ شیعہ کی قلم سے نہ خود پیغمبر اسلام کی ذات محفوظ رہی ہے، نہ ازواج مطہرات، نہ عترت اصحاب رسول خدا اور نہ ہی جناب حیدر کرار اس سے بچ سکے، عرض گزار کے مذکورہ بالا دعوائی کے صداقت مطلوب ہوتی تو شیعہ کی معتبر کتاب حق الیقین میں امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کا امام مہدی کے ہاتھ پر ان کے برہنہ ہونے کی صورت میں بیعت کرنا مذکور ہے۔

شیعہ کی کتاب جلاء العیون میں سیدہ عائشہ صدیقہ کو ملعونہ لکھا ہوا ہے۔ مذکورہ کتاب میں ہی مراد مصطفیٰ خلیفہ ثانی فاروق اعظمؓ کو کافر تک لکھا ہوا ملاحظہ کرلیں۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا دختر رسول اللہ ﷺ کی شادی کا غلیظ نقشہ کھینچا ہے۔جس کی تفصیل لکھے سے قلم لرزتا ہے اور شرم وحیا محسوس ہوتی ہے۔

شیعہ ہی کے معروف مفسر قمی صاحب اپنی تفسیر قمی کے پہلے پارے میں حیدر کرار کو مچھر قرار دینا دیکھا جاسکتا ہے۔

الختصر سینکڑوں کی تعداد میں وہ لٹریچر جس میں ازواج، اولاد اصحاب، اصحاب رسول پر تبرا ہی تبرا ہے اور اس کو پاکستان میں وسیع پیانے پر ایرانی ڈالروں کے بل بوتے پر پھیلایا جارہا ہے۔

رسالت مآب کی ازواج واولاد اور اصحاب پیغمبر کی توہین کا لازمی نتیجہ یہ نکلنا تھا اور نکلا کہ شیعہ کے اکابرین مجتہدین کتاب اللہ جس کی حفاظت کا ذمہ خود خالق کائنات نے لیا ہے کو محرف اور تبدیل شدہ کتاب کہتے ہیں۔انہوں نے اصل قرآن کریم مزعومہ امام مہدی کے حوالے کردیا ہے۔اب قرآن بھی پورا اس وقت ظاہر ہوگا جب مہدی تشریف لائیں گے جیسا کہ شیعہ کی زائد از دو ہزار روایات جو کہ شیعہ کتب معتبرہ میں موجود ہیں میں دعوٰی کیا گیا ہے۔حد یہ کہ شیعہ کے معروف اور مسلمہ راہنما مقبول دہلوی نے اپنے ترجمہ وتفسیر مقبول کے ضمیمہ میں اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب کو شراب خور خلفاء کی خاطر تبدیل کی جانے والی کتاب تک لکھ دیا اور کھلے لفظوں میں اقرار کیا کہ ہم امام کے حکم کے مجبور ہیں۔امام مہدی کے آنے سے پہلے اس کو صحیح نہیں کر سکتے۔ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔(ترجمہ مقبول دہلوی پارہ ۱۲)

شیعہ کے ایک اور ذمہ دار راہنما نے ایک مستقل کتاب بنام فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب لکھ کر عذاب الٰہی کو دعوت دی۔خدا تعالیٰ کی لاریب کتاب کے خلاف اردو، فارسی، عربی زبانوں میں لٹریچر بڑی وافر مقدار میں سرزمین پاک پر تقسیم ہورہا ہے۔

سرکاری روش حد درجہ افسوس ناک ہے

مندرجہ بالا حالات وواقعات کے باوجود اسلام کی بزعم خود علمدار حکومت توجہ دلانے کے باوجود ٹس سے مس نہیں ہوتی بلکہ اہل سنت جو کہ ملک کا سواد اعظم ہیں کو پوری قوت سے دبانے کی کوشش کی جاتی ہے۔اہل سنت کی پرامن سرگرمیوں کو بزدلی تصور کرتے ہوئے شیعہ اقلیت کی تخریبی سرگرمیوں کے سامنے ہتھیار ڈال دینا شیعہ اقلیت کے مذہبی مطالبے کو اخلاقی لحاظ سے رواداری کا نام دیا جاتا ہے۔ محترم حضرات شیعوں کے مطالبہ پر انہیں زکوۃ سے مستثنٰی قرار دینا، نصاب میں شیعہ دینیات کو الگ کردینا۔فقہ جعفریہ کے مطالبے پر ایک کمیٹی کا تشکیل دینا، شیعہ کے تخریبہ جلوسوں کی اجازت دینے کے ساتھ ساتھ ان کے بلا اجازت جلوسوں کی قتل وغارت گری پر مبنی کارروائی دیکھنے کے باوجود ان کے

خلاف کوئی قابل ذکر کارروائی نہ کرنا۔ کیا باعث تشویش اور حیرت انگیز نہیں؟

اہل سنت کے حقوق کو خطرہ

اہل سنت کے مسلکی حقوق پہلے بھی وطن عزیز میں چنداں محفوظ نہیں مگر شیعہ فرقہ کے مطالبات اور خطرناک قسم کی موجودہ وغیر قانونی مہم سے سنی مفادات کو مزید خطرہ لاحق ہوگیا ہے۔ ان احوال کے پیش نظر سنی حقوق ومفادات کے تحفظ کی تدابیر وتجاویز پر غور وفکر اشد ضروری ہے۔ اور اسی کے لئے آپ حضرات کو تکلیف دی گئی ہے۔

حضرات علماء کرام وراہنمایان اہلسنت!

ان مذکورہ اہم عنوانات پر سوچ وبچار اور نا قابل یقین حد تک ہم سے کی گئی ناانصافیوں پر غور وفکر اور ان کے ازالے کی تدابیر اور موثر تجاویز سوچنے کے لئے پہلے بھی کئی بار اجلاس ہوتے رہے ہیں لیکن آج ہماری مخلصانہ درخواست ہے کہ یہاں سے کوئی نہ کوئی فیصلہ کن تجاویز وتدابیر لے کر اٹھیں۔ جن کی روشنی میں ہم اپنے عظیم مقاصد کی تکمیل کرسکیں۔

آخر میں راقم الحروف، علماء جھنگ، انجمن سپاہ صحابہؓ کے نوجوان مجاہد آپ سب حضرات کے شکر گزار ہیں اور ممنون احسان ہیں کہ آپ حضرات نے دور دراز سے قدم رنجہ فرما کر ہمارے عزائم کو استقامت اور حوصلوں کو تقویت بخشی۔

جزاکم اللّٰہ خیر الجزاء ...... وما علینا الا البلاغ

حق نواز جھنگوی عفی عنہ

اس موقع پر مولانا نے جو خطاب کیا اس کا بھی تھوڑا سا اقتباس پڑھ لیں ...... اس کی ایک جھلک پیش خدمت ہے۔

> ''...... میری عقل نہیں ماؤف ہوگئی، میرے دماغ میں کوئی خرابی نہیں، میرے عقل وخرد پر پردہ نہیں پڑا کہ مجھ پر بیسیوں مقدمات قائم ہیں۔ ہر ضلع میں پولیس میرا راستہ روکے کھڑی ہے، میں کئی کئی مقامات پر سارا سارا دن عدالتوں کے دروازے پر تاریخ پیشیوں کے لئے پریشان کھڑا رہتا ہوں۔ ان تمام پریشانیوں کے باوجود میں شیعہ کو کافر کہنے پر قائم ہوں۔ ہر جگہ ان کا دجل آشکارا کررہا ہوں۔ جبکہ حکومت بھی سدراہ ہے اور کئی سیاست دان بھی مجھے روک رہے ہیں۔ کئی مصلحت پسند مجھے درسِ امن دے رہے ہیں۔ میں یہ سب کچھ صرف اس لیے کررہا ہوں کہ سنی تو برباد نہ ہو...... تو

شیعہ کو مسلمان سمجھ کر اپنی لڑکی کا رشتہ اس کے حوالے کر کے ساری زندگی زنا کی وادی میں نہ دھکیل۔ ان کے ساتھ بیٹھ کر کھا پی کر، ان کے جنازوں میں شریک ہو کر، ان کے ساتھ قربانیوں میں شریک ہو کر اپنے ایمان کا گلشن ویران نہ کر۔ لاعلمی یا مصلحت کی خاطر اپنے دین و مذہب سے عداوت نہ کر۔ میں تو اِتمام حجت کر رہا ہوں۔ میں اپنا پیغام ایک مرتبہ ہر کوچے، ہر شہر، ہر علاقے اور ہر ہر ملک میں پہنچا کر رہوں گا، میں اس مشن پر اپنی جان تک قربان کرنے سے دریغ نہ کروں گا۔

......☆......

مولانا حق نواز اور پولیس مقابلے

دفاع صحابہؓ کانفرنس کی کامیابی کے بعد مولانا حق نواز نے فیصلہ کیا کہ اب کسی ضلع میں داخلہ کی پابندی قبول نہیں کی جائے گی۔ ظاہر بات ہے کہ یہ فیصلہ نہایت جرأت مندانہ ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت خطرناک بھی تھا کوئی بھی ضلعی انتظامیہ نہیں چاہتی کہ اس کے فیصلے کو چیلنج کیا جائے اور اسے قبول نہ کیا جائے مگر مولانا کا یہ فیصلہ تھا اور انہوں نے بہر حال اس پر عمل کرنا تھا ان کے لئے جیل کی کوٹھری اور حوالات کی سلاخیں کوئی نئی نہیں تھیں۔ ایوب خان کے دور سے وہ مسلسل قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہتے تھے۔ مارشل لاء دور میں کئی دفعہ جیل گئے تھے۔ لاہور جیل ڈیرہ غازی خاں جیل کے مزے لوٹ چکے تھے۔ حاجی اللہ وسایا جوان کے جیل چلے جانے کے بعد ان کے تمام تر مقدمات کی پیروی کیا کرتے تھے۔ وہ بے چارے کاغذات اٹھائے کچہریوں اور تھانوں کے چکر کاٹتے رہتے تھے کبھی کبھار مجھ سے بھی ملتے اور حال احوال دینے لینے کے بعد جو کچھ میں کر سکتا تھا کیا کرتا تھا اور یوں مولانا حق نواز ان مصائب میں مبتلا ہو کر قدم بڑھاتے ہوئے نہایت تیزی سے منزل مقصود کی طرف رواں دواں رہے۔

حکام نے، انتظامیہ نے مولانا کا راستہ روکنے کے لئے پوری منصوبہ بندی کر لی اور اور فیصلہ کر لیا کہ مولانا حق نواز کا سختی سے راستہ روکا جائے اور انہیں کسی قیمت پر ملک میں منعقد ہونے والی کانفرنسوں میں شرکت کا موقعہ نہ دیا جائے۔

ڈیرہ اسماعیل خاں کا عجیب واقعہ

ڈیرہ اسماعیل خاں کے سنی نوجوانوں نے نہایت محبت و اخلاص سے مولانا حق نواز کو اپنے

ہاں خطاب کی دعوت دی۔ پولیس نے داخلہ بند کر دیا۔ اور مولانا حق نواز سے تعمیل کرانے کے لئے دریائے سندھ کے پل پر ناکہ بندی کر لی تاکہ مولانا حق نواز شہر میں ڈاخل نہ ہو سکیں۔ مولانا حق نواز بھی اب بیسیوں پولیس مقابلوں کے بعد مستعد ہو چکے تھے۔ پولیس اپنی پوری تیاری کے بعد مولانا حق نواز سے تعمیل کرانے میں ناکام رہتی تھی۔ مولانا کے استقبال کے لئے لوگ دریائے سندھ کے پل پر پہنچے ہوئے تھے۔ مولانا نے جونہی پولیس کو دیکھا اپنی گاڑی پر ساتھیوں کو کہا کہ آپ لوگ بیٹھے رہیں اور خود ٹوپی اتار کر جلوس میں شریک ہو کر نعرے لگانے والوں میں شریک ہو گئے، کہ......!

جیوے جیوے......حق نواز

مولانا حق نواز......زندہ باد

اس طرح پل عبور کر کے پولیس کے ہاتھوں سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ پولیس اپنی مورچہ بندی کے باوجود ناکام ہو گئی اور مولانا حق نواز رات کو جلسہ عام سے خطاب کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

مظفر گڑھ کا واقعہ

ضلع مظفر گڑھ میں انجمن سپاہ صحابہؓ کے نوجوانوں نے کئی بار مولانا حق نواز کو تقریر کی دعوت دی مگر ہر بار ڈپٹی کمشنر مولانا کے داخلہ پر پابندی لگا کر مولانا کی تقریر کو ناممکن بنا دیتا تھا۔ ڈپٹی کمشنر کی مسلسل تنگ نظری، دین دشمنی سے کارکن اور مولانا حق نواز خود پریشان تھے اور چاہتے تھے کہ سنی عوام تک مولانا کی آواز کو ضرور پہنچایا جائے۔

انجمن سپاہ صحابہؓ نے فیصلہ کیا کہ اس دفعہ جونہی مولانا کی داخلہ بندی کی میعاد ختم ہوئی تو اللہ کی نصرت سے مولانا حق نواز کی لازماً تقریر کرانی ہے۔ چنانچہ جلسہ کا وقت طے ہو گیا اور اشتہارات تقسیم ہو گئے اور مولانا کو لانے کا منصوبہ اور شہر میں داخلے کی تدبیر اور جلسہ گاہ پہنچنے کا طریقہ طے کر لیا گیا۔ پروگرام کے مطابق مولانا حق نواز کو ملتان روڈ پر شہر کے قریب ایک بستی میں لا کر ٹھہرایا گیا۔ ابھی دوسرے پروگرام کو مرحلہ وار طے کرنا تھا کہ پولیس کو بستی میں مولانا کے قیام کا علم ہو گیا۔ پولیس نے اپنی منصوبہ بندی سے مولانا کی قیام گاہ کا محاصرہ کر لیا اور یقین ہو گیا کہ مولانا اب کسی طرح بھی نہیں نکل سکتے۔ مگر پولیس جب مکان میں داخل ہوئی تو مولانا کے دیگر رفقاء تو موجود تھے مگر مولانا حق نواز غائب تھے۔ معلوم ہوا کہ مولانا پولیس کی آمد کی اطلاع ملتے ہی تنہا ایک باغ میں چلے گئے تھے۔ اور پولیس ایک دوسرے کا منہ دیکھتی رہی۔ اسی طرح پولیس رات گئے تک پورے شہر میں عوام اور کارکنوں سے آنکھ مچولی کھیلتی رہی۔ مگر مولانا بچتے بچاتے

CS CamScanner

جلسہ میں پہنچ گئے اور پھر ہزاروں کے اجتماع میں بے مثال خطاب فرمایا۔ بعد میں پرچہ درج کر کے پولیس مگرمچھ کے آنسو روتی رہی۔ مگر بروقت کوئی تدبیر کارگر ثابت نہ ہو سکی۔

جھاوریاں ضلع سرگودھا

جھاوریاں ضلع سرگودھا، گوجرانوالہ شہر، ٹوبہ ٹیک سنگھ اور مختلف شہروں میں ایسے ہی بے شمار واقعات پیش آئے جن کی وجہ سے مولانا حق نواز اور حکومت میں بھی خاصی کشیدگی پیدا ہو گئی۔ حکومت کے لئے یہ واقعات اس لئے شدید ناراضگی کا باعث تھے کہ وہ سمجھتی تھی اس سے امن وامان کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے اور مولانا حق نواز یہ سمجھتے تھے کہ حکومت شیعہ کو خوش کرنے کے لئے اس قسم کے واقعات اور حالات خود پیدا کر رہی ہے۔ اس میں قصوروار حکومت ہے، مولانا نہیں ہیں۔

دھن کے پکے

ایک مرتبہ میاں چنوں میں جلسہ سے خطاب کرنا تھا، انتظامیہ نے وہاں کے حالات خراب کر رکھے تھے اور عوام مولانا کی تقریر سے دباؤ ڈال کر اپنے مطالبات میں وزن پیدا کرنا چاہتے تھے منتظمین جلسہ نے حضرت سے اصرار پکا وعدہ لے رکھا تھا کہ بہرصورت بقدر امکان جلسہ میں پہنچیں گے...... پابندی یا گرفتاری کے خدشے کے پیش نظر ہم نے باہمی مشورے سے طے کر لیا کہ جلسہ میں ضرور پہنچنا ہے۔ اور گرفتاری بھی نہیں دینی۔ شیخ محمد اشفاق، محمد سلیم بٹ، حافظ فلک شیر اور میں محمد یوسف مجاہد نماز عشاء کے وقت میاں چنوں جلسہ گاہ میں پہنچے اور مولانا کو پیچھے چھوڑ گئے۔ وہاں ہر طرف عوام کا بے پناہ ہجوم دوسری طرف پولیس کی بھیڑ...... ہمارا کوئی واقف بھی وہاں نہ تھا۔ بٹ صاحب مسجد میں منتظمین جلسہ سے رابطہ کرنے لگے اور تعارف کرانے کے بعد میں ماحول کا جائزہ لینے باہر نکلا، انتظامیہ کے تیور خطرناک حد تک بگڑے ہوئے تھے اور منتظمین اپنی جگہ اڑے ہوئے تھے کہ ہمارا جلسہ ہونا ہی ہونا ہے۔ بٹ صاحب بھی جلد ہی مجھ سے آ ملے۔ ہم ایک کینٹین میں چائے کے کپ پر سر جوڑ کر سوچنے لگے کہ کیا کریں؟ جب کوئی بات نہ سوجھی تو توکل علی اللہ بٹ صاحب اندر چلے گئے اور جلسہ سے خطاب کرنے لگے۔

میں وہیں گھومنے پھرنے لگا کہ اب کیا ہوگا۔ اچانک ایک سادہ لوح ہلکے سے بدن کا صوفی پولیس افسر کے پاس آ کر پوچھتا ہے۔ جناب یہاں بڑا رش ہے اور ہر طرف پولیس کھڑی ہے، خیر تو ہے ناں، پولیس افسر نے جھنجھلا کر کہا جا بابا پرے ہٹ اِتھے حق نواز نے پھڈا پایا ہوا ہے۔ اس پر وہ سائل جیسے پشیمان سا ہوا اور چپکے سے پولیس کے درمیان سے مین گیٹ پاس کرتا ہوا مسجد کے صحن میں چلا گیا اور

اس کے ساتھ ہی غلغلہ ہوا، ''آ گیا بھئی آ گیا حق نواز آ گیا، چھا گیا بھئی چھا گیا حق نواز چھا گیا'' اور ''جیوے جیوے حق نواز'' کے فلک شگاف نعرے سے پورا علاقہ گونج اٹھا۔

اب پولیس نے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کئے مگر بازی ہار چکی تھے عوام کے اس بپھرے سیلاب میں اب مولانا پر ہاتھ ڈالنا ناممکن تھا، دل مسوس کر رہ گئے...... سوچا بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی چلو تقریر کا انتظار کر لیتے ہیں پھر گرفتار کر لیں گے اور مزا چکھائیں گے۔

مولانا نے حالات حاضرہ پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ میاں چنوں کی انتظامیہ کی ملی بھگت سے جو کچھ وہاں ہو رہا تھا اس پر گرفت کی، مشرکوں، رافضیوں کے باطل نظریات کے تار و پود بکھیرے، پولیس کا بھی پوسٹ مارٹم کیا اور مفصل خطاب کیا۔

اس دوران ہم نے پولیس سے بچ کر واپسی کی تدبیر کر لی۔ جوں جوں مولانا کی تقریر جو بن سے انجام کی طرف جا رہی تھی اور پولیس نے مین گیٹ تو مکمل قابو میں کر لیا تھا۔ میں اور شیخ اشفاق مسجد کی اوپر والی چھت سے مینار پر گئے اور صورت احوال کا جائزہ لیا اور طریق کار وضع کر کے واپس آ گئے۔ ڈیڑھ بجے شب تقریر ختم ہوئی سٹیج کی مدھم روشنی میں ایک صاحب دعا کروانے لگے۔ اور معابعد جناب فلک شیر صاحب نعت خواں مولانا جھنگوی بن کر نوجوانوں کے خیر مقدمی نعروں کی گونج میں جلوس کی شکل میں باہر کی طرف روانہ ہوئے۔ جلوس جھنگوی صاحب سے اظہار عقیدت کرتا، مختلف نعرے بلند کرتا نہایت ہی آہستہ آہستہ باہر کی طرف رواں دواں ہے اور پولیس نے جلوس کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے، رفع شبہ کے لئے مسجد کے اندر بھی ایک آدھ پولیس مین گھوم پھر کر جائزہ لے چکا ہے۔

اسی اثناء میں ہم چند لمحوں میں ہی مسجد کے مینار کے ذریعے اوپر جا چکے تھے۔ لکڑی کی ایک بوسیدہ سیڑھی مینار سے برابر والے مکان کی منڈیر پر رکھی گئی جس کے ذریعہ مولانا نے تنہا پندرہ فٹ چوڑی گلی عبور کر لی اور ایک مکان میں کود گئے۔ رات کا پچھلا پہر اور مکمل اندھیرا...... اس میں زندگی اور موت کا یہ کھیل کھیل لیا گیا۔ سیڑھی ہم نے جلدی عوام میں رکھی اور خود بھی واپس آ گئے اور تماشہ بینوں میں شامل ہو گئے...... ہمارا منصوبہ بحمدہٖ کسی حد تک کامیاب ہو چکا تھا، تاہم کسی مخبر کی اطلاع کے خدشے کو رد نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس لئے کھٹکا بدستور تھا۔

ادھر پولیس ہجوم چھٹنے اور غبار ہٹنے پر مولانا کو نہ پا کر بڑی سبکی محسوس کرنے لگی ان کے افسران پھنکارنے لگے، ماتحت عملہ سرگرداں ہوا...... سارے شہر میں چھا گئے، مگر اب شکار اڑ چکا تھا ...... چھاپا کس پہ مارتے......

تمام شہر کی بخیہ گری تو کرتا ہوں
مگر کوئی بھی یہاں قدرداں نہیں میرا
وفا پہ مجھ کو بھروسہ، خدا پہ مجھ کو یقین
میں مطمئن ہوں سفر رائیگاں نہیں میرا

صبح صادق کے بعد ہم سب بعافیت اکٹھے جھنگ پہنچے......

چند دنوں بعد مولانا کا اسی علاقہ کا پھر دورہ تھا۔ جس میں صرف فلک شیر ہم سفر تھے۔ باقی پروگرام مقامی لوگوں نے خود نبھانا تھا...... تین دن بعد فون آیا کہ مولانا پولیس کے ہتھے چڑھ گئے اور گرفتار کر لئے گئے۔ ہم نے فوری کار کا انتظام کیا اور عبدالحکیم پہنچے۔ جہاں معلوم ہوا کہ مولانا پولیس کے لئے پھر معمہ بن کر بسلامت سرائے سدھو، ککڑ ہٹہ، چوپڑ ہٹہ، وغیرہ کے متعدد مقامات میں مفصل خطابات کر چکے ہیں اور پولیس کہیں بھی کامیاب نہیں ہو سکی۔ ہماری ملاقات بھی ڈرامائی انداز میں ہوئی اور اکٹھے واپس ہوئے۔ مولانا بے خوف اور انتھک آدمی تھے جس کام کی ٹھان لی، کرنا ہے وہ بہر حال کر لینا ہے ان کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل مکمل تھا۔

؎ اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

چیچہ وطنی کانفرنس میں شرکت کا واقعہ بھی بڑا عجیب ہے۔ وہاں کی انتظامیہ ان دنوں قادیانیت اور رافضیت نوازی میں کچھ زیادہ ہی آگے نکل گئی تھی۔ ایک مسجد کے ملحقہ رقبہ قادیانیوں کے حوالے کرنے پہ مصر تھی اور مقدمات بھی اہل سنت کے خلاف بن رہے تھے، اور فیصلے بھی اہل حق کشی کے ہو رہے تھے۔ ادھر احتجاجات مطالبات صدا بصحرا ثابت ہو رہے تھے......،

گرمیوں کا موسم تھا، دریائے راوی میں درمیانے درجے کا سیلاب تھا۔ حضرت مولانا کے ساتھ فلک شیر نعت خواں اور میں محمد یوسف مجاہد☆ عازم چیچہ وطنی ہوئے۔ کمالیہ چوک پر ہم چائے پی رہے تھے کہ معلوم ہوا کہ ساہیوال، ٹوبہ ٹیک سنگھ پر دو اضلاع میں داخلہ بندی اور زبان بندی کے آرڈر ہو چکے ہیں۔ اب نہ بول سکتے ہیں نہ آگے جا سکتے ہیں۔ حضرت مولانا نے فرمایا! تبلیغ کے لئے جانا کونسا جرم ہے، یہ زبان بندی اور داخلہ روکنا خدا کے باغیوں کی اختراع ہے۔ کوئی تدبیر سوچو نکل چلیں، حیلہ کرتے ہیں اگر کارگر ہوا تو فبہا ورنہ پھر مجبوری ہوگی۔

ہم نے چائے پی اور کار میں بیٹھ کر پلان وضع کرنے لگے...... ہم اسی طرح روانہ ہو گئے ذرا

☆...... محمد یوسف مجاہد دشمنانِ ملک وملت کی سفاکی کا نشانہ بن کر ۲۰۰۹ء میں شہید ہو چکے ہیں۔

ساحلیہ بدل لیا گیا۔ چیچہ وطنی کے پل پر پولیس کے دو ٹرک اور کئی دوسری گاڑیاں ہمارا راستہ روکے کھڑی تھیں اور درجنوں مسلح پولیس والے رائفلیں تانے موجود تھے۔

راستہ بند ہونے کے باعث ہماری گاڑی رکی تو انسپکٹر آئے اور چیک کرنے لگے۔ علیک سلیک کے بعد کچھ کہنے سننے سے قبل ہی بزدل ڈرائیور نے بھانڈا پھوڑ دیا چنانچہ پولیس لمحہ بھر میں چوکنا ہوگئی۔ صورت احوال میں کشیدگی نمودار ہوئی......اب جو گفتگو ہوئی کچھ اس طرح تھی۔

انسپکٹر: مولانا آپ کی داخلہ بندی ہے، آپ آگے نہیں جاسکتے۔

مولانا: لائیے پھر کاغذات دیجئے۔

انسپکٹر: کاغذات بڑھاتے......ان پر دستخط کردیں۔

مولانا: یہ تو میرے کاغذات ہیں اور ہیں بھی نامکمل، مجھے تین پرت درکار ہیں وہ دیں۔

انسپکٹر: مولوی صاحب اس تفصیل میں جانے سے پابندی پر فرق نہیں پڑتا، آپ مجھ سے قانونی موشگافیاں نہ کریں۔ آپ تقریر نہیں کرسکیں گے، البتہ کاغذات مکمل کرنے کی تدبیر کردیتے ہیں۔

مولانا: پھر ایسا کرلیتے ہیں، میں دو ساتھی یہاں چھوڑتا ہوں، اور آپ دو اہل کار میرے ساتھ بھیج دیں یا خود چلیں۔ میں جلسہ کے منتظمین کو پابندی کی تعمیل سے مطلع کرآؤں گا، تاکہ میرے اوپر وعدہ خلافی کا الزام نہ آئے اور ساتھ یہ فوٹو کاپیاں بھی بن جائیں گی۔

انسپکٹر: مولوی صاحب باتیں نہ بنائیں، آپ کسی طرح نہیں جاسکتے، میں خود آپ کو روک لوں گا۔

مولانا: برہم ہوکر......"اگر تم میں اتنی اخلاقی جرأت نہیں، تو میں بھی گاڑی نہیں دے سکتا، جاؤ اپنا کام کرو"۔

انسپکٹر: تندی سے......"کاغذات واغذات کچھ نہیں، ہم ہر طریقے سے روک سکتے ہیں۔ آگے قدم بڑھا کر دیکھو"۔

مولانا: اگر تم حلالی ہو تو اپنے ہر "طریقے" میں سے جو طریقہ آزمانا چاہو آزما دیکھو، میں اس وقت دریا کے پل پر کھڑا ہوں، جو ٹوبہ اور ساہیوال دونوں ضلعوں میں نہیں۔ آج اگر مقدر میں مقابلہ تمہارے ساتھ ہے تو چلو یونہی سہی، اور اس کے ساتھ مولانا نے ہاتھ میں پستول سنبھالا اور ڈرائیور سے کہا کہ گاڑی موڑو...... پہلے تو سچے دل سے تعمیل کے لئے تیار تھا، مگر اب تقریر کا فیصلہ کرلیا ہے۔ انسپکٹر سے گرجدار آواز میں......اپنے ڈی، سی، اور ایس، ایس، پی کو بتلادو کہ تقریر بہر صورت ہوگی اور حق نوازکی ہوگی۔ (امیر عزیمت: ص ۲۳۴، ۲۳۵)

راستے میں کچھ دیر تو بالکل خاموشی رہی پھر طبیعت بحال ہوئی تو مجھ سے فرمانے لگے......
مجاہد اب کیا ہونا چاہئے......؟ میں نے کہا...... جو فیصلہ راوی پل پر سنا آئے ہیں، اس پر عمل......اور کیا ہونا چاہئے۔

واپس کمالیہ پہنچ کر حضرت نے پیر جی صاحب کے ساتھ پروگرام طے کیا۔ جس کے تحت میں اور فلک شیر راوی کا پل پار کر کے چیچہ وطنی پہنچ گئے۔ جبکہ اپنی کاریں کمالیہ میں بھوسے کے ایک ٹپ کے ساتھ چھپادی اور سفر عام بس کے ذریعہ کیا گیا۔

لطیفہ

جب ہم دوبارہ پل پار کرنے لگے تو وہی پولیس کا عملہ موجود تھا اور پہلے سے زیادہ مستعد اور چیکنگ بھی بدستور جاری تھی۔ جب ایک سپاہی میرے پاس آیا تو میں آنکھیں بند کئے اپنی جیبوں میں ہاتھ ڈالے، بس میں ریکارڈنگ کے ایک بول:

؎ چندا توری چاندنی میں جیا جلا جائے رے

جھوم جھوم کر گا رہا تھا "چندا توری چاندنی......"

ایک پولیس والے کو کچھ شک سا گزرا۔ یار یہ تو وہی لگتا ہے۔ کپڑے بدل آیا ہے یا کوئی مستانہ ہے کیسے آنکھیں بند کئے گا رہا ہے۔

آخر اس نے مجھے جھنجھوڑا اور کہا کہ تم مولانا حق نواز جھنگوی کے ساتھ تھے۔ میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورتے ہوئے کہا: "کون......، کیا...... خیر تے ہے وا......؟" میں تینوں مولوی نظریں آونداواں......؟ تینو میری پتلون نہیں وسدی......؟ اور یہ جاوہ جا...... ہم جلسہ گاہ میں پہنچ گئے۔ نعت، نظم اور پروگرام میں حصہ لیا اور منتظمین کو صورت احوال سے مطلع کیا۔

ادھر مولانا نے ایک مرتبہ پھر زندگی اور موت کا کھیل کھیلا۔ کمالیہ سے دو علماء کو ساتھ لیا اور آدھی رات کو موٹر سائیکلوں سے راوی پل سے اس طرف ایک غیر آباد پتن پر پہنچے، مولانا موٹر سائیکلوں کے پہرے پر کھڑے رہے اور ان دونوں ساتھیوں نے جا کر ملاح کو جگایا، اسے سمجھا بجھا کر منت سماجت سے قائل کیا، وہ آیا اور یہ تینوں مسافر اپنے موٹر سائیکلوں کے ساتھ اس پار اترے۔ کشتی والے کو نذرانہ دے کر خوش کیا اور اپنی سواریاں گھسیٹتے پاپیادہ ریت میں رات کو چل رہے ہیں...... جب سواری کے قابل راستہ ملا تو پھر اپنے موٹر سائیکلوں پر سوار ہو کر رات گئے جلسہ گاہ میں اس وقت پہنچے، جب لوگ مایوس ہو چکے تھے۔

انتظامیہ جلسہ نے بھی اپنی مجبوری اور بے بسی کا اعلان کر دیا تھا کہ حضرات ہم معذرت خواہ ہیں، پولیس کی زبردست ناکہ بندی اور زبان بندی کے احکامات جاری ہو جانے کے باعث مولانا نہیں پہنچ سکے۔ ابھی اس گومگو میں معاملہ تھا کہ مولانا اپنے نئے ہم سفروں کے ساتھ جلسہ گاہ میں پہنچے۔ بس پھر کیا تھا دھوم مچ گئی چہار طرف مساجد و مدارس کے لاؤڈ سپیکرز گونجنے لگے۔ شیر اسلام مولانا حق نواز جھنگوی آ گئے......وہ آ گئے......!!

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے
رن ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے

اس اثناء میں ضلعی پولیس بھی سکھ کا سانس لے چکی تھی، کہ ہم نے معرکہ سر کر لیا اور فاتحانہ بیرکوں اور تھانوں میں جا چکی تھی۔

حضرت جھنگوی کے پہنچنے کی خبر نے جو ولولہ تازہ اور جوش خروش پیدا کیا وہ قابل دید تھا۔ چند ثانیوں میں پنڈال بھر گیا، انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر سامنے تھا، لوگ بستروں سے اٹھ کر ایسے بھاگے آ رہے تھے، جیسے کوئی بڑی نعمت میسر آ گئی ہے۔ یہ اس علاقے کا یادگار اور عظیم اجتماع بن گیا۔ مولانا نے حسب عادت منضبط، مربوط اور موقع محل کے مطابق مفصل خطاب فرمایا۔ انتظامیہ کو بھی خوب لتاڑا اور مطالبات بھی رکھے۔ اور بالآخر للکار ہے للکار ہے۔ شیر کی للکار ہے اور میری آواز تیری آواز حق نواز حق نواز کے نعروں کی گونج میں تمام سنی مطالبات منظور ہوئے۔

اب پھر وہی طریقہ واردات کہ جناب فلک شیر نے کار میں بیٹھ کر نوجوانوں کے خیر مقدمی نعروں میں جلوس کی قیادت کی اور پولیس جلوس کے ادھر گھیرا کئے رہی۔ دور تک جلوس دھیرے دھیرے رواں رہا۔ پھر جب بادل چھٹے، انتظار کی گھڑیاں تمام ہوئیں اور سارے ارمان اتارنے کا وقت آیا تو ساری مشینری دھک سی رہ گئی۔ للکار للکار اور آواز کا نعرہ کانوں میں گونجنے کے باوجود اس کی پرواز کا دھیان نہ رہ سکا اور وہ پرواز کر گیا اور ان کے حواس کھو گئے۔

ہم نے اس مرتبہ اپنی حکمت عملی میں مزید تبدیلی کر لی تھی، ہم وہاں سے کمالیہ آ گئے اور وہاں سے اپنی کار پر واپس جھنگ کے لئے محو سفر ہوئے اور مولانا نئی راہوں سے چیچہ وطنی سے رجانہ، ٹوبہ کے راستے جھنگ پہنچے۔ ان چند واقعات سے آپ مولانا کی مسلکی غیرت اور مقصد سے لگن اور اپنے عہد و پیمان کا پاس و لحاظ کا اندازہ کر سکتے ہیں......رات کے گیارہ بجے اندھیرے میں کشتی سے دریا کی سیلاب سے بپھری ہوئی موجوں اور موت کے سناٹے میں یہ جانباز سر فروش کیسے گذرتا ہوا کہاں پہنچا، پھر آرام و

راحت یارات کا سفر ہر چیز نظر انداز کرتے ہوئے انہی راہوں کو صدا دیتا مراجعت کناں ہے۔

گوجرانوالہ میں ایک کانفرنس میں شرکت کا ایک واقعہ بھی کچھ اسی طرح کا ہے اس کے علاوہ بیسیوں واقعات ہیں کہ کئی کئی میل پاپیادہ دھوپ میں چل کر پہنچتے اور تقریر فرماتے۔

اور نماز ٹوٹ گئی

تھانہ ترنڈا محمد پناہ (رحیم یار خاں) میں حاجی محمد امیر کی دعوت پر مولانا جلسے پر پہنچے ہوئے تھے۔ تقریر کر چکے تھے۔ وضو کی تیاری کر رہے تھے کہ جماعت کھڑی ہوگئی۔ میں وضو کروا رہا تھا۔ اتنے میں مَیں نے پولیس کی بھاری جمعیت آتے دیکھی۔ مَیں نے مولانا سے کہا، پولیس آگئی، شاید گرفتاری ہے۔ انہوں نے فرمایا کوئی حویلی یا مکان دیکھو۔ میں نے ایک حویلی کے اندر انہیں بند کر دیا اور آگے سے دروازے لگا لئے اندر اندر سے آپ سیڑھی لگا کر پار کر گئے، مجھے کہہ گئے کہ مقبول ڈرائیور کے ساتھ چند علماء کو لے کر میرا روپ دھار کر نکل کھڑے ہو۔ اتنے میں پولیس نے نماز شروع کر دی ہمیں موقع مل گیا۔ جب امام سجدے میں گیا۔ تو ہماری گاڑی چلی ایک سپاہی نے کن آنکھوں سے مولانا کی گاڑی جاتی دیکھی تو شور مچا دیا...... مولانا حق نواز فرار ہوگئے، وہ بھاگ گئے...... پولیس والے نماز چھوڑ چھاڑ کر وہیں سے بھاگ نکلے...... مگر ہماری کار نکل چکی تھی، انہوں نے وائرلیس سے ترنڈہ میں اطلاع دی کہ فلاں نمبر فلاں رنگ کی کار جس میں حق نواز سوار ہے، روک لی جائے۔

کچھ فاصلے پر ہماری کار روک لی گئی۔ ایک ایک آدمی کی چھان بین ہوئی، میرے پاس اپنا شناختی کارڈ موجود تھا۔ انہوں نے کہا، مولانا حق نواز اتر آئیں جب مَیں نہ اترا تو مجھے کھینچ کر اتار لیا اور میری تلاشی شروع کر دی۔ جب میرا شناختی کارڈ دیکھا اور دیگر علماء بھی چیک کر لیے گئے تو پولیس کی شرمندگی کی انتہا نہ رہی، ادھر مولانا موٹر سائیکل سے وہاں سے لیاقت پور اور وہاں سے چنی گوٹھ پہنچے، جہاں آپ کو ایک جلسے سے خطاب کرنا تھا، مجھے اور ڈرائیور مقبول، ہم دونوں کو حراست میں اور اپنی گاڑی کو بھی دیکھا۔ موٹر سائیکل والا آگے آگے اور مولانا پاپیادہ کھیتوں میں گھومتے پھرتے روڈ پر پہنچے، آگے پھر ہر طرف سے پولیس کی ناکہ بندی تھی۔

وہاں سے احمد پور شرقیہ جا پہنچے۔ یہاں بھی پولیس کا زبردست پہرہ، ناکہ بندیاں وغیرہ تھیں۔ اپنے ساتھیوں کو تو واپس کیا حلیہ پہلے سے بدلے ہوئے تھے۔ ایک عام سے ہوٹل میں بیٹھ گئے اور موقع کا انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی دیر ستانے کے بعد ہوٹل والے سے پوچھا، یہ اتنی اس قدر پولیس

CamScanner

کیوں پھر رہی ہے، اس نے جواب دیا، مولانا حق نواز جھنگوی کو آنا تھا۔ مگر ڈی سی نے پابندی لگا دی ہے اور اب انہیں پولیس قید کرنا چاہتی ہے۔ مولانا نے اس سے پھر پوچھا کہ کیا وہ اب آسکیں گے؟ ہوٹل والے نے کہا، سنا ہے کہ وہ بڑے قد آور اور جرأت مند آدمی ہیں۔ ہمارا یقین ہے وہ ضرور پہنچ جائیں گے۔

مولانا نے پوچھا، اتنی پولیس میں بھی آجائیں گے۔ اس نے کہا ضرور پہنچیں گے، پھر سمجھانے کے انداز میں کہنے لگا، میاں صوفی جی وہ بڑے ہوشیار آدمی ہیں جب وہ آئیں گے تو ہر طرف ہل چل مچ جائے گی۔ مولانا کہتے ہیں، میں نے بھی منہ میں پانی سا بھر لیا کہ آپ جلسے میں تو ضرور جائیں گے، مجھے بھی ساتھ لے جائیں، میں باہر سے آیا ہوں، انجان آدمی ہوں...... ناواقف ہوں...... اس نے کہا بڑے شوق سے میں ضرور آپ کو ساتھ لے جاؤں گا، مولانا نے کہا اچھا ایک پیالی چائے کی تو پلا دو۔ اس نے چائے پلائی اور جلدی سے ایک اور آدمی کی ذمہ داری لگا کر جلسہ گاہ کی طرف چل نکلا، وہ کہنے لگا صوفی جی جلدی کیجیے، رونق میلہ نکل جائے گا۔ اب ہوٹل والے صاحب آگے آگے اور مولانا اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے احمد پور شرقیہ کے جلسے جا پہنچے۔ عام پنڈال میں سرنگوں ہو کر جلسہ گاہ میں بیٹھ گئے جبکہ اس وقت تک جلسہ والے بھی نہیں پہچانتے تھے کہ حق نواز کون ہے آپ خاموش بیٹھے رہے۔

......ادھر ہمیں بھی چھوڑ دیا گیا اور ہم بھی احمد پور شرقیہ کے جلسہ میں پہنچ گئے۔ جب میری نظم شروع ہوئی تو مولانا اپنی جگہ سے اٹھ کر آہستہ آہستہ سٹیج کے قریب آنے لگے۔ جب بالکل قریب آگئے تو سٹیج پر موجود ساتھیوں نے پہچان لیا اور ایک دم جیوے جیوے حق نواز، آگیا بھئی آگیا، چھا گیا بھئی چھا گیا، حق نواز چھا گیا، کے نعرے گونجنے لگے۔ اس پر ایس پی صاحب اور دیگر انتظامیہ چونک اٹھی۔ اس بات سے دنگ رہ گئی کہ ہماری اتنی ناکہ بندی توڑ کر کیسے پہنچ گئے۔

ایک اور لطیفہ

احمد پور شرقیہ کے ایک مولوی صاحب نے قسم کھا رکھی تھی کہ حق نواز کو یہاں تقریر نہیں کرنے دی جائے گی، اگر اس نے تقریر کر لی تو میری بیوی کو طلاق۔ مولانا کی تقریر کے دوران جہاں معمول کے مطابق دوسرے نعرے لگتے تھے۔ وہاں یہ نعرہ بھی لگا۔ بیوی گئی...... بیوی گئی۔ مولانا نے دوران تقریر ہی پوچھا کہ یہ کیا نعرہ ہے تو انہیں بتلایا گیا کہ واقعی ایک صاحب کی بیوی ہاتھ سے گئی، چنانچہ ان صاحب کی بیوی اسی وقت گھر چھوڑ گئی......اور پھر......

......☆......

رُودادِ حوادث

۳۱ مئی ۱۹۸۶ء مطابق ۲۱ ر رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ کو ایک سانحہ رونما ہوا۔ بعد کے واقعات نے یہ ثابت کیا کہ یہ سانحہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کا شاخسانہ تھا مگر منصوبہ سازوں کی بدقسمتی سے اس منصوبے میں کامیابی نہ ہو سکی۔

ہوا یوں کہ ۲۱ ر رمضان المبارک کی شب ہر سال شیعہ یوم وفات علی المرتضیٰؓ مناتا ہے چونکہ اہل سنت کی مساجد میں نماز عشاء کے بعد تراویح ادا کی جاتی ہے، اس لئے ہر سال شیعوں کی زیادہ آبادی والے محلہ ڈبکراں کے قریبی مسجد (قاضیاں والی مسجد) کے خطیب صاحب انتظامیہ سے مل کر اوقات کا تعین کر لیتے ہیں کہ اتنے بجے تک ہم تراویح کے ساتھ حضرت سید علی المرتضیٰؓ کے ساتھ اظہار عقیدت کر لیتے ہیں، اس کے بعد شیعہ اپنا پروگرام شروع کر لیں گے، چنانچہ مذکورہ سال بھی حسب اصول خطیب صاحب (یہ مسجد محکمہ اوقاف کے تحت ہے اور خطیب مولانا ظہور احمد صاحب سالک محکمے کی طرف سے متعین ہیں) نے انتظامیہ جھنگ اور شیعہ فرقہ کے ساتھ یہ طے کر لیا تھا کہ ساڑھے دس بجے تک ہم تراویح، درس اور دعا سے فارغ ہو جائیں گے پھر شیعہ اپنا پروگرام شروع کریں گے، لیکن منصوبے کے تحت شیعوں نے معاہدہ کے برعکس دس بجے سے بھی پہلے جب کہ مسجد میں ابھی تک تراویح ادا کی جا رہی تھی، ریکارڈنگ شروع کر دی اور شور وغل سے اودھم مچانا شروع کر دیا۔ اس پر لاؤڈ سپیکر پر ان سے اپیل کی گئی تمہارا ابھی ٹائم نہیں ہوا، عہد و پیماں کا پاس رکھو اور نماز تراویح پڑھنے دو۔ خوامخواہ شور نہ کرو۔

اس پر شیعہ نے مسلح ہو کر مسجد پر حملہ کر دیا، مسجد میں گھس کر اعتکاف میں بیٹھنے والوں سمیت متعدد نمازیوں کو زود و کوب کیا۔ مسجد پر قبضہ جما لیا۔ مسجد سے ملحقہ سنیوں کی متعدد دکانیں توڑ پھوڑ ڈالیں۔ مولانا حق نواز کا نام لے کر چیلنج بازی کرنی شروع کر دی۔

صحابہ کرامؓ پر تبرا بازی کی۔ اس ظلم و بربریت کی اطلاع جب قریبی مسجد پپلیانوالی میں پہنچی تو اہل سنت میں اضطراب کے ساتھ اشتعال پیدا ہوا، انجمن سپاہ صحابہؓ کے نوجوان موقع پر پہنچے۔ (خیال رہے یہ سب کچھ جب ہو رہا تھا، پولیس موقع پر موجود تھی، استدعا کے باوجود کوئی ٹس سے مس نہ ہوا، مولانا حق نواز جھنگوی نے اپنی مسجد سے فوری طور پر انتظامیہ کے اعلیٰ افسروں سے ٹیلی فون پر رابطہ کیا اور انہیں مداخلت کر کے حالات کو خراب ہونے سے بچانے کی اپیل کی مگر کوئی کاروائی نہ کی گئی۔

بہرحال سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں کی پیش قدمی سے رافضیہ مسجد چھوڑ کر بھاگ گئے یوں مسجد واگذار کرالی گئی۔ اب شیعہ سنی آمنا سامنا ہوا، محکمہ ڈبکراں والا میدان کارزار بنا، جانبین سے سنگ باری

اور فائرنگ ہونے لگی۔

دو بجے شب پولیس نے فریقین کو واقعتہً علیحدہ علیحدہ کرنے کا اقدام کیا۔ جانبین کے متعدد افراد زخمی ہونے کی اطلاعیں اور کچھ افواہیں گردش کرنے لگیں۔ پولیس نے شہر میں پھیل کر کنٹرول سنبھال لیا اور لوگ سحری کھانے پکانے میں مصروف ہو گئے۔

ادھر شیعہ نے اپنی جارحیت و عہد شکنی کے علاوہ خفت و سبکی مٹانے کے لئے جائے وقوعہ سے دور کے ایک خاکروب (مسلی) کو ورغلا کر قتل کیا اور سازش کے تحت ملی بھگت سے وقوعہ کے قریب ایک گلی میں ڈال دیا اور دن چڑھے شور مچانا شروع کر دیا کہ حق نواز نے ہمارا آدمی قتل کروادیا۔

شواہد و حقائق کے برعکس مولانا حق نوازؒ اور انجمن سپاہ صحابہؓ کے سترہ افراد کے خلاف مقدمہ قتل ۳۰۲ دفعہ کر کے خطیب مسجد سمیت گرفتار کر لیا گیا۔ جس میں اس وقت کے صوبائی اسمبلی کے ممبر شیخ محمد یوسف کے دولڑکے سپاہ صحابہؓ کے مرکزی صدر شیخ حاکم علی اور جنرل سیکرٹری نسیم صدیقی شامل تھے۔

مزید تفصیلات سے صرف نظر کرتے ہوئے اتنا ذکر کر دینا بے محل نہ ہوگا کہ: (۱) مسجد پر حملہ (۲) پھر قبضہ (۳) نمازیوں اور خصوصاً معتکفین کو زخمی کرنے اور باہر نکالنے۔

سنیوں کی دکانیں توڑنے اور لوٹنے کے باوجود شیعوں پر کوئی مقدمہ درج نہ کیا گیا۔ محض ایک طرفہ کاروائی کی گئی جس کا ریکارڈ شاہد ہے۔

پھر تمام اہل سنت زیر عتاب آ گئے۔ اتنی تعداد میں گرفتاریوں پر بھی بس نہ کیا گیا، بلکہ مزید پکڑ دھکڑ ظلم و جور کا بازار گرم رکھا گیا۔ (جھنگ پولیس میں واضح اکثریت شیعہ حضرات کی ہے) چنانچہ اہل سنت والجماعت میں اضطراب پیدا ہوا۔ وہ سراپا احتجاج بن گئے۔ علماء، تجار، قانون دان، صحافی برادری تمام کی طرف سے انتظامیہ کے جور و جبر کی مذمت ہونے لگی۔ جلوس، جلسے، چاکنگ اور مطالبات کے تمام قانونی طریقے آزمائے گئے، مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی، کیونکہ انجمن سپاہ صحابہؓ کو کرش کرنے کے لئے یہ سارا ڈرامہ رچایا گیا تھا۔ جب قانون کے محافظوں نے ہی قانون کی شکنی کی انتہا کر دی تو دوسری طرف سے بھی قانون کی پاسداری نہ رہ سکی۔

اس اثناء میں علماء اور دیگر ذمہ دار افراد کے ساتھ انتظامیہ اور شیعہ کی متعدد میٹنگیں ہوئیں مگر نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات رہا۔

اس دوران اہل سنت والجماعت نے معروف سیاسی راہنما نواب زادہ افتخار احمد انصاری کی قیادت متحدہ سُنی کونسل تشکیل دی۔ جو اہل سنت والجماعت کی تحریک کو کنٹرول کرتی رہی۔ دو ماہ تک یہ

سلسلہ چلتا رہا، جب عوامی دباؤ بہت زیادہ بڑھ گیا تو جھوٹا مقدمہ واپس لے لیا اور ایک صلح نامہ مرتب ہوا اور اس کشمکش کا ڈراپ سین ہوا اور مولانا حق نواز جھنگوی اپنے رفقاء سمیت رہا ہوئے۔ یہ معاہدہ تین نکات پر مشتمل تھا۔

۱ اہل سنت اور شیعہ ایک دوسرے کو کافر نہیں لکھیں گے اور جو اشتہاروں اور دیواروں پر اس قسم کی تحریریں موجود ہیں، مقامی انتظامیہ مٹا دے گی۔

۲ آئندہ سُنی اور شیعہ حضرات ایک دوسرے کی دل آزاری نہیں کریں گے اور اگر کوئی قابل اعتراض معاملہ درپیش ہوگا تو امن کمیٹی کے سامنے پیش کیا جائے گا۔

۳ فریقین اپنے اپنے مقدمات خواہ وہ کسی طرف سے ہی ہوں، واپس لے لیں گے۔ اس معاہدے پر مولانا فضل الرحمٰن صاحب، سردار زادہ ظفر عباس، ظفر اللہ بھروانہ، افتخار احمد انصاری، محمد یوسف ایم پی اے، شیخ محمد اقبال اور علماء جھنگ سے مولانا محمد یٰسین، شیر اسلام مولانا حق نواز جھنگویؒ اور مولانا عبدالعلیم یزدانی کے دستخط تھے۔

غالباً ۱۲ر جون ۱۹۸۷ء کی بات ہے کہ حضرت وکیلِ صحابہؓ امیر عزیمت کی لیہ میں تقریر ہونی تھی۔ عین وقت پر لیہ انتظامیہ نے انہیں ضلع میں داخل ہونے سے روکا اور شیعہ فرقہ کی دھمکیوں سے مرعوب کرنے کے علاوہ گرفتاری کی بھی دھمکی دی۔ مولانا نے فرمایا کہ اتنے اشتہارات، اعلانات اور تیاری کے بعد اب پابندی لگانا بے جواز ہے اور ان گیدڑ بھبکیوں سے مولانا کا دب جانا ناممکن تھا، چنانچہ مولانا گرفتاری دینے کی بجائے ایک اور طریقے سے لیہ جلسہ گاہ میں پہنچ گئے جہاں آپ نے لیہ انتظامیہ کی بد انتظامی اور غلط روش پر متنبہ کیا، وہاں رافضیہ کے گندے مذہب کے تارو پود بکھیرتے ہوئے نہایت مدلل بلیغ اور جوشیلی تقریر کی، حسب معمول مجمع بھی بے پناہ تھا اور جوش بھی قابل دید، یہاں انتظامیہ نے اپنی بے بسی محسوس کی مگر اپنی سُبکی دُور کرنے کے لئے انہیں بہر صورت گرفتار کرنے کا تہیہ کر لیا، لہٰذا اردگرد کے اضلاع سے پولیس کی نفری مزید منگوالی گئی، ڈی سی لیہ نے بڑے سخت انداز میں پولیس کو وارننگ دی کہ حق نوازؒ بچ کر نہ جائے، چنانچہ حضرت مولانا کو ایک راستے میں صبح کے وقت بے شمار پولیس نے گھیر لیا اور آپ کو اور آپ کے رفقاء قاری محمد منور وغیرہ کو گرفتار کر کے ملتان پہنچا دیا، مولانا کو بغیر مقدمہ چلائے نظر بند کر دیا گیا، باقی دیگر ساتھیوں پر مختلف دفعات کے تحت متعدد مقدمات درج کر کے الجھا دیا اور تشدد کیا گیا۔ اب گرفتاریوں، پابندیوں کا پھر ایک غیر متناہی سلسلہ چل نکلا، مگر مولانا تو کیا، آپ کے ایک کارکن کے پائے استقلال میں ذرہ برابر لغزش نہ آئی۔ پٹتے رہے، پستے رہے، گھر لٹنے

CamScanner

رہے مگر کیا مجال فدایانِ صحابہؓ نے مقدسین کے نام پر بٹہ لگایا ہو، ریکارڈ اس بات کا بھی شاہد ہے۔

چونکہ نظر بندی کی ضمانت نہیں ہوتی، اس لئے مولانا کو عرصہ دراز تک رہا نہ کیا جانا طے ہوا، اس اثناء میں طرح طرح کی چہ مگوئیاں ہونے لگیں اور خطرناک حد تک افواہیں گردش کرنے لگیں۔ اس دوران حضرت مولانا کے چاہنے والوں علماء عوام اور انجمن سپاہ صحابہؓ کی طرف سے ملک کے گوشہ گوشہ احتجاجات اور مطالبات کی مہم جاری رہی مگر جب تمام قانونی راستے مسدود ہو جائیں تو لامحالہ غیر قانونی راستے اختیار کیے جاتے ہیں، اس کے لئے کسی اجازت یا تدبیر کی ضرورت نہیں ہوتی، یہ فطری امر ہوتا ہے۔

تب انجمن سپاہ صحابہؓ پاکستان نے اپنی تحریک کو رواں دواں رکھنے کے لئے اور مولانا کی رہائی کے لئے احتجاجی مارچ کا پروگرام ترتیب دیا۔ چنانچہ ہزاروں افراد پر مشتمل ایک بہت بڑا جلوس لے کر لیہ کی طرف روانگی ہوئی، جھنگ انتظامیہ نے معمولی لیت ولعل کے علاوہ کوئی خاص مزاحمت نہ کی اور مقررہ تاریخ ۱۹ رجون ۱۹۸۷ء کے ایک گرم ترین دن جمعہ میں یہ عظیم جلوس جو سینکڑوں ویگنوں بسوں پر مشتمل تھا۔ لیہ کی طرف مارچ کرتا ہوا جب چوک اعظم پہنچا تو اسسٹنٹ کمشنر لیہ جلوس کے راستے میں مزاحم ہوئے۔ اہل جلوس نے کہا ہم پرامن احتجاج کرنا چاہتے ہیں احتجاجی جلوس وجلسہ و ہڑتال ہمارا قانونی حق ہے۔ اے۔ سی صاحب بگڑنے لگے تو نوجوانوں نے حیل و حجت کے ساتھ اے سی صاحب لیہ کو اغوا کر لیا اور یرغمال بنالیا۔ اور پھر جلوس لیہ کی طرف روانہ ہو کر بخیریت پُرامن طور پر یہ لیہ پہنچا۔ پورا ضلع لیہ گونج اٹھا، وہاں ایک بہت بڑا احتجاجی جلسہ ہوا پُرامن جلوس نکالا گیا، مطالبات پیش کیے گئے اور مطالبات مان بھی لئے گئے اور معاہدہ ہوا کہ ہم مولانا کو پرسوں رہا کر دیں گے۔

قارئین بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایک شخص کی مقبولیت اور اس کی تحریک دفاع صحابہؓ نے عوام پر اتنے گہرے اثرات مرتب کر لئے تھے کہ ملک کے مختلف علاقوں سے ہزاروں کی تعداد میں نوجوان اس شدت کی گرمی میں جھنگ پہنچے پھر جلوس کی شکل میں آگے طویل سفر کرتے ہوئے ضلع لیہ جا پہنچے اور قدم قدم پر نعرہائے تکبیر، نعرہائے رسالتؐ اور شانِ صحابہؓ کی گونج سنائی دی جاتی رہی۔

ضلع لیہ میں انتظامیہ کے ذمہ دار افسران سے مذاکرات ہوئے اور ایک معاہدہ طے پایا کہ کل ہی مولانا حق نواز جھنگوی کو رہا کر دیا جائے گا اور ان کی نظر بندی ختم کر دی جائے گی۔ آپ لوگ مطمئن رہیں اور پرامن واپس ہو جائیں، چنانچہ مقصد کے حصول کے بعد کارکن مختلف حصوں میں بٹ کر اپنے اپنے علاقوں کو روانہ ہو گئے۔ لیہ انتظامیہ نے یہ معاہدہ اپنی مجبوری اور بے بسی سے کیا تھا اور دل میں نفرت اور حسد کی آگ بھڑک رہی تھی جسے جماعتی رہنما سمجھنے سے قاصر رہے کہ گورنمنٹ کی نیت

خراب ہے اور دھوکا دیا جا رہا ہے۔

ظاہر ہے جھنگ سے اتنے بڑے جلوس کا ترتیب پاکر پُر امن لیہ تک مارچ کرنا، پھر کامیاب جلسہ و منظم جدو جہد اور پھر مطالبات کا منوالینا، حکومت نے اسے اپنے لئے چیلنج سمجھ لیا، نیز مولانا حق نواز کو بھی گورنمنٹ نے اپنے لئے خطرہ محسوس کیا۔ حکومت میں شیعہ عناصر نے اندازہ کرلیا کہ یہ شخص رافضیت کے قلعے کو با آسانی مسمار کرسکتا ہے، کیوں نہ اسے طاقت ور ہونے سے پہلے ہی ملیامیٹ کردیا جائے، چنانچہ وہ بھی مستعد ہو گئے۔

لیہ مذاکرات میں مطالبات کی منظوری کے بعد جلوس کامرانی سے واپس ہوا تو جھنگ فیصل آباد اور ادھر کے علاقے کے لوگ اسی راستے سے واپس ہوئے جدھر سے ان کا جانا ہوا تھا اور دیگر اطراف و جوانب کے وہیں سے واپس ہو گئے۔ جھنگ واپس آنے والا جلوس جب چوک اعظم نامی مقام سے گزر رہا تھا تو سازش کے مطابق ایک امام بارگاہ سے جلوس پر فائرنگ کی گئی، شرکا جلوس مشتعل ہو گئے مگر رہنماؤں نے سمجھا بجھا کر رام کرلیا کہ کہیں ہماری کامیابی کسی کی شرارت سے ناکامی میں تبدیل نہ کردی جائے۔ پولیس نے بھی فائرنگ کرنے والوں کو پورا تحفظ دیا جس پر اشتعال میں ایک کارکن نے ایک سپاہی کی رائفل چھین لی مگر پھر وہ بھی واپس کردی۔

لیہ کے ریگزاروں میں نہتے کارکنوں کی شہادت

یہ جلوس چوبارہ نامی ایک مقام کے ویرانے سے گزر رہا تھا کہ پتہ چلا کہ آگے تمام اطراف سے پولیس کی بھاری جمیعت نے گھیرا ڈالا ہوا ہے۔

اب اندازہ ہوا کہ یہ ساری منصوبہ بندی اس وقت کی گئی جب پیچھے جلوس کو الجھایا جاتا رہا۔ جلوس کو روک دیا گیا اور گاڑیوں کے فائر کر کے ٹائر پھاڑ دیئے گئے اور پھر نوجوانوں پر گولیوں کی بارش شروع کردی گئی۔ سارے دن کے تھکے ہارے گرمی کے مارے نہتے نوجوان زخمی ہو کر گرنے لگے کچھ نے بھاگ کر جان بچائی۔ کئی قتل کردیئے گئے، کچھ ٹانگوں بازوؤں سے معذور کردیئے گئے، نقدی لوٹ لی گئی، گھڑیاں اتارلی گئیں، اثاثے ضبط ہوئے، یاعلیؓ مدد کے نعرے لگانے پر مجبور کیا گیا۔ اللہ اکبر کہنا جرم قرار پایا، بعض پولیس کمینوں نے کفر بکنے پر آمادہ کرنے کے لئے اس قدر تشدد کیا کہ بعض افراد ہمیشہ کے لئے معذور ہو گئے۔ ایک قیامت برپا رہی، پانی مانگنے پہ پیشاب پینے کا کہا گیا، گھناؤنا برتاؤ کیا گیا۔ سینکڑوں گرفتار کرلئے گئے اس کے ساتھ ہی ایک خوف ناک دہشت گردی کا بازار گرم ہو گیا۔

اب پُر امن شہری اور حق پرست بے گناہ دیہاتی گھروں سے پکڑ پکڑ کر بے عزت کر کے

لوٹے جاتے اور پیسے وصول کر کے چھوڑ دیئے جاتے اور جو شخص نذرانے سے پولیس کی جیب نہ گرم کر سکتا، اسے تشدد کا نشانہ بنایا جاتا مارا پیٹا جاتا خواتین کو بھی بے حرمت کیا جانے لگا اور ظلم وستم کا ایک غیر مختتم سلسلہ جاری ہو گیا۔

ہم مزید تفصیلات یہیں چھوڑتے ہیں اب نئے احتجاجات کا سلسلہ شروع ہوا، ملک شعلہ جوالہ بنا، ضلع سے باہر خبریں پہنچیں، افواہوں نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور ملک کے طول وعرض میں مظاہرے شروع ہو گئے، اس دوران متعدد کربناک مراحل آئے تا آنکہ مولانا حق نواز جھنگوی کی نظر بندی اور عوام پر جور وستم کے سلسلے کو اڑھائی ماہ سے زیادہ عرصہ ہو گیا۔

ظلم وستم کی اس بڑھتی ہوئی آندھی نے بہت سارے قلوب واذہان کو گرما دیا، ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہونے اور اہل سنت کے حقوق کیلئے طاقتور آواز بلند کرنے کا وقت آیا تو ہمارے بزرگوں نے ہمارے اوپر دست شفقت رکھا، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے تمام دیوبندی تنظیموں کو مرکزی دفتر میں مدعو کیا اور مولانا حق نواز سمیت دوسرے بے گناہوں کی رہائی کیلئے بھرپور تحریک چلانے کی بنیاد رکھی۔ چنانچہ اس موقع پر مجلس کی طرف سے درج ذیل ایک مکتوب تمام تنظیموں کی طرف بھیجا گیا:

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی طرف سے مکتوب

محترمی ومکرمی!

السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ

مورخہ 19-06-87 کولیہ ضلع کے مختلف مقامات پر انجمن سپاہ صحابہؓ کے پرامن جلوس پر ضلعی انتظامیہ کی طرف سے شرمناک تشدد اور بربریت کے نتیجے میں تین نوجوان شہید اور 100 کے قریب زخمی ہوئے اور ایک سو سے زائد کارکنوں پر مختلف دفعات کے تحت مقدمات درج ہوئے، پس دیوار زنداں بھیج دیا گیا، علاوہ ازیں تشدد، پکڑ، فکر خوف وہراس کی فضا ہنوز قائم ہے۔

اس پس منظر میں آپ مع اپنے جنرل سیکریٹری کے ضرور 11 جولائی کو بوقت صبح دس بجے بمقام دفتر ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان تشریف لا کر اپنے قیمتی مشوروں سے نوازیں تا کہ ہم سب متحد ہو کر کوئی متفقہ لائحہ عمل اختیار کر کے عہدہ برآ ہو سکیں۔

حضرت مولانا خان محمد صاحب
(امیر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان)

رابطہ کیلئے
حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب

سُنّی کنونشن 11 جولائی 1987ء ملتان

دعوت نامہ کے مطابق 11 جولائی 1987ء کو ملتان میں تمام دینی سُنّی جماعتوں کا ایک بھرپور اجلاس ملتان دفتر ختم نبوت میں انعقاد پذیر ہوا۔ مولانا خان محمد صاحب مدظلہ نے ناظم جماعت مولانا عزیز الرحمٰن کو میزبانی کے فرائض سرانجام دینے کا حکم فرمادیا تھا جس کی وجہ سے دفتر ختم نبوت میں کھانے پینے اور رہائش کا نہایت اچھا انتظام تھا۔

الحمدللہ! ملک بھر سے علمائے کرام نے نہایت جوش و خروش سے اس اجلاس میں شرکت فرمائی۔ جن جماعتوں یا شخصیات نے اس اجلاس میں شرکت فرمائی ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ مجلس تحفظ ختم نبوت
2۔ جمعیۃ علماء اسلام (فضل الرحمٰن گروپ)
3۔ جمعیۃ علماء اسلام (درخواستی گروپ)
4۔ تنظیم اہل سنت پاکستان
5۔ مجلس تحفظ حقوق اہل سنت
6۔ مجلس علمائے اہل سنت
7۔ سواد اعظم اہل سنت پاکستان
8۔ سپاہ صحابہؓ پاکستان
9۔ مجلس علماء
10۔ شبان اہل سنت پاکستان
11۔ تحریک احیائے سنت
12۔ سنی مجلس عمل ڈیرہ اسماعیل خان
13۔ مجلس خدام صحابہ ملتان
14۔ انٹرنیشنل ختم نبوت اکیڈمی فیصل آباد
15۔ انٹرنیشنل خدام الدین

سُنّی کنونشن کے دو اجلاس ہوئے۔ پہلا اجلاس حضرت مولانا خان محمد صاحب کی صدارت میں شروع ہوا۔ تلاوت قرآن کے بعد حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ نے مندرجہ ذیل صدارتی خطبہ دیا۔ تمام جماعتوں کے ذمہ دار حضرات نے سانحہ لیہ کے واقعات اور شیعہ جارحیت پر زبردست تنقید کرتے ہوئے زور دیا کہ لیہ اور ملک بھر کے کام کو آگے بڑھانے کے لئے زبردست مشترکہ جدوجہد شروع کی جائے۔

پیر طریقت حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ کا صدارتی خطبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفےٰ!

حضرات گرامی!

میں آپ حضرات کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے میری دعوت پر اپنی گراں قدر مصروفیات چھوڑیں، سفر اور گرمی کی تکلیف برداشت کر کے تشریف لائے۔

آپ حضرات کو یہ زحمت اس لئے دی گئی کہ 19 جون کو تھل کے راہگواروں میں انجمن سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں کا ناحق خون بہایا گیا بغیر کسی جواز کے ان کو گولیوں سے چھلنی کیا گیا۔ تین کارکن شہید اور بیسیوں زخمی ہوئے اور لیہ کی انتظامیہ نے قتل کے مقدمات بھی شہیدوں کے رفقاء کے خلاف قائم کر دیئے۔ پنجاب گورنمنٹ نے ان ظالم افسروں سے کوئی باز پرس نہیں کی بلکہ ان کو پورا تحفظ دیا جا رہا ہے۔ ان حالات کے متعلق ہم مل بیٹھ کر سوچیں اور کوئی متفقہ لائحہ عمل تیار کریں۔

اللہ تعالیٰ نے جن علماء کرام کو تبلیغ کے میدان میں کام کرنے کی سعادت بخشی ہے۔ وہ ہمیشہ حکومت کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے مختلف قسم کی پابندیوں سے دوچار ہوتے رہتے ہیں اور انہیں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنی پڑتی ہیں اور عوام یا جماعتوں کی طرف سے کوئی غیر معمولی ردعمل بھی نہیں ہوتا۔ 12-13 جون کو جمن شاہ لیہ میں جلسہ تھا۔ 12 جون کو عشاء کے وقت مولانا حق نواز صاحب کی تقریر ہوئی اور اس اجلاس کے ختم ہوتے ہی پولیس نے پکڑ دھکڑ شروع کر دی۔ 32/افراد کے خلاف ایک سے زیادہ دفعات کے تحت مقدمہ درج ہوا۔

مولانا حق نواز سمیت سترہ کارکنوں کو اسی دن گرفتار کر لیا گیا۔ مولانا حق نواز، مولانا عبدالصمد آزاد اور قاری محمد منور کے خلاف اس مقدمہ کے علاوہ تین تین ماہ کی ملتان جیل میں نظر بندی کے بھی احکامات صادر ہوئے۔ الزام یہ تھا کہ جلسہ میں لاؤڈ سپیکر بغیر اجازت کے استعمال ہوا اور مولانا حق نواز صاحب کے خلاف ضلع لیہ میں داخل نہ ہونے کے احکامات جاری ہوئے ہیں اور انہوں نے آ کر تقریر کر لی حالانکہ مولانا سے کوئی تعمیل نہیں کرائی گئی۔ اتنی سی بات پر وسیع پیمانے پر گرفتاریاں اور تین ماہ کی نظر بندی کا کوئی جواز نہ تھا۔ اس صریح زیادتی کے خلاف 19 جون کو لیہ میں احتجاجی مظاہرے کرنے کا پروگرام بنا۔ 19/جون کو کئی اضلاع کی پولیس لیہ میں اکٹھی کر لی گئی۔ پورے ضلع کی ناکہ بندی کی گئی، مختلف مقامات سے مظاہرہ میں شرکت کے لئے آنے والی بسوں اور ویگنوں کو واپس کر دیا گیا۔ جھنگ سے آنے والا جلوس لیہ پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ شہر میں پورے امن سے مظاہرہ ہوا اور مظاہرہ کے بعد ڈی سی او لیہ نے سرکردہ حضرات کو بلا کر باقاعدہ مذاکرات کئے اور مولانا حق نواز صاحب کی رہائی کا بھی وعدہ کیا گیا۔ مظاہرین بڑے اطمینان اور خوشی کے عالم میں واپس ہوئے اور واپسی میں اتنا نظم و نسق قائم نہ رکھ سکے۔ پہلا قافلہ تین بسوں اور چند ویگنوں پر مشتمل تھا۔ یہ قافلہ چوبارہ

کے قریب پہنچا تو سڑک بلاک تھا۔ ہر طرف سے پولیس کا محاصرہ تھا۔ بلوچ نیوی بھی موجود تھی۔ یہ دکے تو ان پر گولیوں کی بارش ہونے لگی۔ ایک قیامت برپا ہوگئی۔ اس مقام پر صوفی محمد بخش کبیروالا، عبدالغفار ساکن کبیروالا اور ضیاء الرحمٰن ساجد فیصل آبادی شہید ہوئے اور بہت سارے لوگ زخمی ہوئے۔ فائرنگ بند کرنے کے بعد پولیس نے ان کارکنوں کا گھیراؤ کر کے ان کو قابو میں لے لیا۔ نقدی اور گھڑیاں وغیرہ سب کچھ چھین لیا اور لاٹھیوں سے سب کو بے تحاشا مارا۔ متشرع لوگوں کی داڑھیاں نوچیں اور بعض بدبختوں نے یہ الفاظ بھی کہے کہ اب ابوبکرؓ و عمرؓ کو بلاؤ، وہ تمہاری مدد کریں۔ یہ کارروائی ساڑھے سات بجے شام سے ساڑھے دس بجے رات تک جاری رہی۔ پھر زخمی لوگوں کو رکھ کر باقی سب کو چھوڑ دیا گیا۔ چوک اعظم حیات مائنز کے قریب چاہ بھکس کے مقام پر بھی بغیر کسی جواز اور بغیر کسی وارننگ کے لاٹھیوں اور رائفلوں سے کارکنوں کو پیٹا اور حراست میں لیا گیا۔ قتل اور مقدمہ وغیرہ کے الزامات میں ایک سو سے زیادہ کارکنوں کو جیلوں میں ڈال دیا گیا۔

ان حالات سے یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ حالات کو لیہ انتظامیہ نے جان بوجھ کر خود بگاڑا ہے اور اب قتل و غارت کے ارتکاب سے اپنے آپ کو بری الذمہ ٹھہرانے کے لئے کئی قسم کے حربے استعمال کئے جا رہے ہیں۔ تازہ اطلاع ہے کہ صوفی محمد بخش شہید کے ورثاء سے پولیس نے دستخط لئے ہیں اور انہیں خون بہا کی رقم کا جھانسہ دیا ہے۔ انتظامیہ کی تمام کوششیں اس خون کو دبا دینے کی ہیں۔

اگر ہم لوگوں نے اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کر کے بھرپور جدوجہد نہ کی اور اپنے طور پر رسمی احتجاج کرتے رہے تو یہ خون بھی اسی طرح دبا دیا جائے گا جس طرح ماضی میں ہمارے خون رائیگاں جاتے رہے ہیں۔ دور جانے کی ضرورت نہیں باب عمرؓ جھنگ کا قصہ ماضی قریب کا معاملہ ہے۔ کتنے اہل سنت کو گولیوں سے بھون دیا گیا۔ سیت پور وغیرہ میں کس بیدردی سے اہل سنت کو خاک و خون میں تڑپایا گیا۔ پچھلے سال محرم میں کبیروالا، خیرپور ٹامیوالی، ڈیرہ اسماعیل خان اور لاہور کے مقامات پر اہل سنت کا کتنا خون بہایا گیا۔

ان کے علاوہ بھی آپ ایسے ہی خونی حادثات گنا سکتے ہیں لیکن آپ یہ نہیں بتا سکیں گے کہ آپ کا کوئی ایک قاتل بھی کیفر کردار کو پہنچا ہو۔ آج آپ حضرات واقعات کے اس پہلو پر غور فرمائیں کہ آپ کے خون کو اتنا سستا سمجھ لیا گیا ہے۔ آپ کے قاتل کیوں سزا نہیں پاتے۔ آپ کی چیخ و پکار اور فریاد کیوں بے اثر رہتی ہے۔

آپ اپنے گردوپیش اور عالمی حالات پر نظر ڈالیں تو آپ کو یہ بات ماننی پڑے گی کہ آج کے دور میں اسی آواز کا وزن مانا جاتا ہے جس کے پیچھے مضبوط قوت عمل کے ساتھ سیاسی قوت بھی کارفرما ہو۔ اب سے چند سال پہلے فقہ جعفریہ کے خالص مذہبی اور فقہی نام پر جس تحریک کا آغاز ہوا تھا باوجود ایک مذہبی حکومت کی پشت پناہی کے وہ سیاست کی وادی میں اترے بغیر کامیابی کا تصور نہیں کر سکتی۔ اپنے مدمقابل فریق کی اس تحریک کی چند سالہ کارروائیاں آپ کے سامنے ہیں۔ اگر آپ خلاف ادب نہ خیال فرمائیں تو اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ ان لوگوں کی آواز اتنی بے اثر نہیں ہی جتنی ہماری آواز بے وزن رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ حضرات کو دعوت وارشاد کے مبارک منصب پر فائز فرمایا ہے۔ آپ کی زبان بے شمار لوگوں کے ایمان کی حفاظت کا ذریعہ بنتی ہے۔ آپ کی دینی خدمات اور کام کی عظمت کا ہرگز انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن مسائل کے حل اور مشکلات کے مقابلہ کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ آپ کی تمام تنظیمیں ایسے امور کے لئے یکجان ثابت ہوں اور آپ کی وہ دینی جماعتیں جن کو اللہ تعالیٰ نے سیاسی وزن عطا فرمایا ہے وہ بھی آپ کی ہمنوا ہوں۔ آپ حضرات کی خدمت میں جو دعوت نامہ ارسال کیا گیا ہے اس میں اجلاس کا مقصد صرف لیہ کے سانحہ پر غور وخوض اور اس کے متعلق مشترکہ جدوجہد ہی لکھا گیا تھا لیکن آپ اس میں وسعت پیدا کرنے کے مجاز ہیں۔ اگر آپ حضرات ماضی کے تجربات کی روشنی میں غور فرماتے اور کوئی مستقل لائحہ عمل تجویز فرماتے تو یہ اور زیادہ خوشی اور اطمینان کی بات ہوگی۔ لیہ کا حادثہ نہ پہلا واقعہ ہے نہ آخری، ایسے حالات سے ہمیشہ سابقہ پڑتا رہتا ہے۔ اگر آپ مستقبل کے لئے کوئی مستقل اجتماعی شکل اختیار کر لیتے ہیں تو اس سے ہمیشہ کے لئے متعلقہ امور میں بروقت راہنمائی فرما سکیں گے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کا مل بیٹھنا قبول فرمائے اور ہمیں آپس کے اتحاد اور کامیابی اور قبولیت سے سرفراز فرمائے۔ آمین

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ

14 ذیقعد 1407ھ (11 جولائی 1987ء)

مشترکہ جدوجہد کے لئے ایک سُنّی کمیٹی کی تشکیل

مشترکہ جدوجہد کے لئے ایک سُنّی ڈیفنس کمیٹی قائم کی جائے جس کے لئے ایک کنوینر متفقہ طور پر منتخب کر لیا جائے تا کہ اس کی سرپرستی میں کام کو تیز سے تیز تر کر دیا جائے تا کہ جلد از جلد تمام جدوجہد

کے ثمرات مرتب ہوسکیں۔ ایکشن کمیٹی کے کنوینیر کے لئے مولانا محمد ضیاء القاسمی مرحوم کو منتخب کرلیا گیا۔

ڈیفنس کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ 31 رجولائی کو لیہ میں مظاہرہ کیا جائے جس میں تمام جماعتوں کے قائدین یا نمائندے شرکت کریں گے اور اس مظاہرے میں مولانا حق نواز کی رہائی اور سُنّی کارکنوں کی رہائی اور ان پر کئے گئے مقدمات کی واپسی کا بھرپور مطالبہ کیا جائے۔ اور ساتھ ہی یہ فیصلہ بھی ہوا کہ مولانا حق نواز اور ان کے رُفقاء کی گرفتاری اور اسیری کو ہائیکورٹ میں چیلنج کردیا جائے تاکہ قانونی طور پر بھی حکومت پنجاب اور لیہ کی ضلعی انتظامیہ کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا جائے۔

سُنّی کنونشن میں شامل ہونے والی جماعتیں، راہنما، شخصیات

11 جولائی 1987ء کو جو شخصیات سُنّی کنونشن ملتان میں شریک ہوئیں ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

1۔ حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ امیر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

2۔ مولانا عبدالشکور صاحب دین پوری

3۔ مولانا محمد حنیف صاحب جالندھری مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان

4۔ مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب درخواستی

5۔ مولانا محمد سلیمان صاحب طارق امیر احیائے سنت پاکستان

6۔ مولانا منظور الحق صاحب رحمانی جمعیۃ علمائے اسلام

7۔ قاری حماد اللہ صاحب شفیق تحریک فقہ حنفیہ

8۔ مولانا یار محمد صاحب عابد مرکزی مبلغ مجلس علمائے اہل سنت

9۔ مولانا عبدالخالق صاحب جھنگ صدر

10۔ مولانا عبدالقدوس صاحب ایم پی اے ڈیرہ اسماعیل خان

11۔ مولانا عبدالرؤف صاحب ربانی خطیب جامع مسجد مکی رحیم یار خان

12۔ مولانا سیف اللہ خالد جامعۃ المنظور الاسلامیہ لاہور

13۔ منیر احمد صاحب فاروقی شبان اہل سنت پاکستان فیصل آباد

14۔ مولانا فیض احمد صاحب جامعہ قاسم العلوم ملتان

15۔ مولانا عبدالغنی صاحب کراچی انجمن سپاہ صحابہؓ

CS CamScanner

16۔ مولانا محمد یوسف صاحب بہاولپور تحفظ حقوق اہل سنت
17۔ حافظ محمد اکرم صاحب طوفانی، سرگودھا مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت
18۔ مولانا کرم الٰہی فاروقی، مبلغ تحفظ حقوق اہل سنت
19۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب بھکر، جمعیۃ علمائے اسلام (فضل الرحمٰن گروپ)
20۔ مولانا رشید احمد لدھیانوی، ناظم جمعیۃ علماء اسلام پنجاب (فضل الرحمٰن گروپ)
21۔ مولانا مفتی محی الدین صاحب چیئرمین تحریک نفاذ فقہ حنفیہ کراچی
22۔ مولانا عبدالحیٔ صاحب جاموری صدر تحفظ حقوق اہل سنت پاکستان
23۔ مولانا سید عبدالمجید ندیم صاحب ناظم اعلیٰ تحفظ حقوق اہل سنت
24۔ مولانا اسفندیار صاحب جنرل سیکریٹری سوادِ اعظم اہل سنت کراچی
25۔ مولانا عبدالعزیز صاحب شجاع آباد
26۔ مولانا محمد حسین صاحب مبلغ تحفظ حقوق اہل سنت
27۔ حافظ سلطان احمد صاحب مبلغ و نعت خواں تحفظ حقوق اہل سنت
28۔ پروفیسر دلاور حسین نیازی انچارج سپاہ فاروق اعظمؓ پاکستان
29۔ مولانا محمد حسین صاحب حیدر صدر المبلغین حقوق اہل سنت پاکستان
30 جناب محمد شکیل خان صدر سپاہ فاروق اعظمؓ ملتان
31۔ مولانا غلام سرور شاکر، مبلغ حقوق اہل سنت مظفر گڑھ
32۔ مولانا خدا بخش صاحب خطیب اعظم ربوہ ضلع جھنگ
33۔ مولانا سلطان محمود صاحب ضیاء صدر انجمن سپاہ صحابہؓ ملتان
34۔ صاحبزادہ مولانا عزیز احمد صاحب نائب ناظم جمعیۃ علماء اسلام (فضل الرحمٰن گروپ)
35۔ محمد سعید خان صاحب راولپنڈی
36۔ صاحبزادہ خلیل احمد صاحب خانقاہ سراجیہ کندیاں
37۔ صاحبزادہ محمد عابد صاحب خانقاہ سراجیہ کندیاں
38۔ جناب ابو معاویہ محمد احمد صاحب
39۔ ابوالرشید، غلام کبریا صاحب ضلعی سیکریٹری سپاہ صحابہؓ رحیم یار خان
40۔ شیخ عزیز الرحمٰن صاحب نائب صدر حقوق اہل سنت پاکستان ڈیرہ اسماعیل خان

CamScanner

41۔ مولانا عبدالرحمٰن صاحب مدرسہ اشرف المدارس لیہ

42۔ مولانا محمد اسلم صاحب نیازی مبلغ حقوق اہل سنت پاکستان

43۔ مولانا عبدالحق صاحب مجاہد صدر سُنّی ڈیفنس کمیٹی ملتان

44۔ چودھری شبیر احمد خان صاحب کنوینیر سُنّی ڈیفنس کمیٹی ڈیرہ اسماعیل خان

45۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مسجد تقویٰ جھنگ

46۔ مولانا محمد حیات تونسوی صاحب جھنگ

47۔ مولانا محمد اشرف صاحب مبلغ مدرسہ اشرف العلوم فقیر والی

48۔ مولانا بشیر احمد صاحب شور کوٹ

49۔ جناب محمد اکرم صاحب صدیقی جھنگ

50۔ مولانا غلام حسین صاحب جھنگ

51۔ مولانا ولی محمد صاحب فقیر والی ضلع بہاولنگر

52۔ مولانا سید صادق حسین شاہ صاحب جھنگ صدر

53۔ مولانا عبیداللہ صاحب ازہر بہلوی

54۔ مولانا محمد لقمان صاحب علی پوری

55۔ سید کفیل بخاری صاحب مجلس خدام صحابہ ملتان

56۔ جناب ریاض الحسن صاحب گنگوہی ڈیرہ اسماعیل خان

57۔ مولانا اللہ وسایا صاحب مبلغ ختم نبوت پاکستان

58۔ مولانا سید منظور احمد شاہ صاحب حجازی مجلس علمائے اہل سنت

59۔ مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت

60۔ مولانا عارف سیال صاحب تنظیم اہل سنت پاکستان

61۔ جناب محمد زاہد صاحب جمعیۃ علمائے اسلام ڈیرہ اسماعیل خان

62۔ مولانا محمد اجمل قادری صاحب صدر جمعیۃ علمائے اسلام پنجاب

63۔ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی صاحب قائم مقام سرپرست انجمن سپاہ صحابہؓ پاکستان

64۔ مولانا ایثار القاسمی صاحب مرکزی کنوینیر انجمن سپاہ صحابہؓ پاکستان

65۔ مولانا غلام قادر صاحب ناظم اعلیٰ تنظیم اہل سنت پاکستان

66۔مولانا عطاء المنعم صاحب بخاری ختم نبوت اکیڈمی

67۔قاری عبدالغفار صاحب خیر المدارس ملتان

الحمدللہ! سنّی کنونشن نمائندگی کے اعتبار سے ملک بھر کا نمائندہ اجتماع تھا اور شیعہ جارحیت کے متعلق پورے اجلاس کی رائے تھی کہ اس کو روکنے کے لئے ملک میں پوری مستعدی سے جدوجہد کرنی چاہئے اور حکومت نے جانبدارانہ رویہ اپنائے رکھا ہے اس کا مشترکہ طور پر مقابلہ کیا جائے اور اصحاب رسول کے خلاف تبرا اور صحابہ کرامؓ کی توہین ناقابل برداشت ہے اس کا سدباب ہونا چاہئے۔ ماتمی جلوس مستقل فساد اور لڑائی جھگڑے اور جنگ وقتال کا باعث ہیں ان پر مکمل پابندی ہونی چاہئے۔

پاکستان کو سنّی سٹیٹ قرار دینے اور مولانا حق نواز کی غیر مشروط رہائی، انجمن سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں پر مظالم اور جھوٹے مقدمات کی اپیل کی گئی اور انتظامیہ لیہ کے رویہ کی بھرپور مذمت کی گئی۔ پورے اجلاس نے 31/جولائی کو لیہ میں سنّی ایکشن کمیٹی کی طرف سے مظاہرے کا فیصلہ کر کے اس کا اعلان کردیا اور طے پایا کہ آئندہ تاریخ میں کسی دن سنّی ایکشن کمیٹی کا اجلاس کیا جائے گا جس میں لیہ کے مظاہرے کا طریق کار اور روٹ اور تمام امور اور تفصیلات طے کی جائیں گی۔ حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ کی دعا پر اجلاس ختم ہوا۔ اسی اجلاس میں ایک سنّی ایکشن کمیٹی قائم کردی گئی جس کا چیئرمین مجھے (یعنی ضیاء القاسمی) کو منتخب کرلیا گیا۔ اس طرح یہ تاریخی انقلابی اجلاس ختم ہوگیا جس سے سنّی نوجوانوں کے حوصلوں کو جلا ملی۔

انجمن سپاہ صحابہؓ نے 31/جولائی کو لیہ میں ہونے والے مظاہرے کا اعلان ایک اشتہار کے ذریعے کردیا۔

اُدھر محرم الحرام بھی قریب آگیا۔

اب جھنگ انتظامیہ کو تشویش ہوئی، مبادا جھنگ میں محرم کے پرانے زخم تازہ ہو جائیں اور تعزیے کے جلوس اور شیعہ کی مجالس عزا سنبھالنی مشکل ہو جائیں۔ ڈپٹی کمشنر جھنگ نے لیہ انتظامیہ اور صوبائی حکومت سے مطالبہ کیا کہ اس قضیے کا کوئی حل تلاش کیا جائے۔ بعد میں ہمیں مورد الزام ٹھہرایا جائے گا، سوچ کی سمت ابھی صحیح کی جائے۔

چنانچہ ایک صوبائی وزیر جھنگ پہنچ گئے جن سے متعلقہ فریقوں کے مذاکرات کے نتیجے میں اٹھائیس ۲۸ اگست ۱۹۸۷ء جمعرات کی صبح کو مولانا حق نوازؒ کو ملتان جیل سے رہا کردیا گیا، مولانا کے استقبال ہوا۔ یہ تاریخی عقیدت کشی اور پذیرائی تھی۔ اس موقعے پر محبت اور حسن عقیدت کے ایسے ایسے

مظاہرے دیکھنے میں آئے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے یہاں تک کہ ایک موقع پر کارکنوں نے وہ کار جس پر امیر عزیمت سوار تھے، کندھوں پر اٹھالی، بوڑھی خواتین اور معمر بزرگوں نے آپ کی بلائیں لیں، دعائیں دیں، رات گئے تاخیر سے جھنگ پہنچ جانے پر بھی ہزاروں مسلمانانِ جھنگ نے آپ کا پُر جوش استقبال کیا اور جلوس کی شکل میں محلہ پپلیانوالہ میں پہنچایا گیا۔ دن اور رات بھر مولانا کو پل بھر آرام کا موقع نہ مل سکا۔

نماز فجر کے بعد مختصر وقت کے لئے آرام کر کے اور پھر ہجوم عاشقاں تھا اور وہ مختلف اطراف سے زائرین اور ملاقاتیوں کی آمد اور تبریکات کا سلسلہ جاری ہوگیا۔ چونکہ جمعہ کا دن تھا، لہٰذا جمعے کی تیاری بھی شروع ہوگئی۔

اس بات کو ذرا روک کر ہم ذرا دوسری طرف نظر ڈال لیں، حضرت مولانا کی اس پذیرائی اور والہانہ استقبال نے ان کے حاسدوں کو پا یہ آتش کردیا۔ مولانا کی مسجد کے پڑوس میں پرانی عیدگاہ مسجد میں گذشتہ رات ہی ایک جلسہ کیا گیا۔ جس میں بعض بے لگام مقررین نے مخفی اشاروں پر وہ دشنام طرازی کی حیاء وشرم سر پیٹ کر رہ گئی۔

رہائی دینے پر گورنمنٹ کو بزدل اور بے غیرت قرار دیا اور اہل سنت والجماعت کو مع سعودی گورنمنٹ وہ گالیاں دی گئیں کہ ضبطِ تحریر میں لانا مشکل ہے۔

یہ افواہ باوثوق اطلاع قرار پائی کہ ان کی رہائی میں سعودی حکومت کا ہاتھ ہے، کیونکہ وہ ایران کی مخالفت کے باعث اس پارٹی کا حامی ہے۔

(یاد رہے ان دنوں اہل شرک و ہواء کے ترجمہ "کنز الایمان" پر پابندی لگ رہی تھی اس لئے غصہ اس بہانے سے سعودی حکومت پر بھی نکالا جا رہا تھا)

فرقہ پرست مقررین نے ضلعی انتظامیہ سمیت اہل حق کو زبردست دھمکیاں دین اور برملا اعلان ہونے لگے، ہم اسے زندہ نہیں رہنے دیں گے۔ اور اسے راستہ سے ہٹا دیں گے۔ ہم یہ کردیں گے۔ وہ کردیں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔

مگر انتظامیہ جھنگ در پردہ ملی بھگت کے باعث اور اہل حق (دیوبندی) محض حسد وضد کا شاخسانہ سمجھ کر اس چیلنج بازی کو در خورِ اعتناء نہ سمجھے کہ یہ وقتی جذبات اور اشتعال ہے اور بس۔

جمعے کے وقت مولانا کی مسجد میں بے پناہ رش کے پیش نظر دور دراز تک گلیوں سڑکوں اور مکانوں کے اندر اور چھتوں پر بھی نمازیوں کے لئے انتظامات کئے گئے۔ اہل محلہ نے دیدہ ودل فرش راہ کئے اس موقع پر مولانا نے ہزاروں کے مجمع سے نماز جمعہ سے قبل خطاب کیا۔ جس میں اپنے موقف کی

وضاحت کی اور قوم کو اعتماد میں لیا۔ اور عوام وعلماء کا شکریہ ادا کیا۔ چونکہ اژدھام بہت تھا، اس لئے منتظمین نے ویڈیو اور خودکار کیمروں کے ذریعے ٹیلی ویژن سیٹوں سے منسلک کر کے مولانا کی آواز دور دراز تک پہنچانے کا انتظام کر رکھا تھا اور ساتھ ہی آپ کے درشن بھی ہو رہے تھے۔ تقریباً نصب شہر نے یہ منظر دیکھا۔

ادھر پرانی عیدگاہ میں بے رونقی کی انتہا ہو گئی، وہاں کے خطیب صاحب رات سے ہی غم و غصے میں بل کھا رہے تھے۔ (لیہ میں مولانا کی گرفتاری انہی خطیب صاحب کی کاوش سے عمل میں آئی تھی) جب کہ شیر اسلام مولانا حق نواز صاحب کی مذکورہ تقریر میں کسی قسم کی اشتعال انگیزی کا شائبہ تک موجود نہ تھا۔ لوگ جمعہ کی نماز بڑے اطمینان سے ادا کر رہے تھے۔

(ٹیپ ریکارڈ شدہ تقریر اور ویڈیو فلم موجود ہے)

بظاہر اس تاریخی اجتماع و بے مثال استقبال اور اس قدر مقبولیت عامہ سے خطیب مذکورہ مغلوب الغضب ہو کر بوکھلا گئے۔ اور بے قابو ہو کر زہر اُگلنے لگے۔ مار دیں گے۔ نپٹ لیں گے۔ بدلہ لیں گے۔ مزہ چکھا دیں گے...... آخر کس چیز کا؟

حضرت مولانا جمعے کی ادائیگی کے بعد دور دراز سے آئے ہوئے احباب اور مداحوں سے ملاقاتوں میں مصروف تھے اور تبرکات کا سلسلہ چل رہا تھا۔ ابھی مسجد میں بے تحاشہ ہجوم تھا...... کہ یکا یک اطلاع آئی کہ پرانی عیدگاہ سے گلیوں سے صفیں اٹھانے والوں اور نماز مکمل کرنے والوں پر سنگ باری ہو رہی ہے اور متعدد افراد زخمی ہو چکے ہیں۔ مولانا نے پُر امن رہنے کی تلقین کی اور حکم دے دیا کہ تمام حضرات مسجد میں آ جائیں اور پولیس (جو موجود تھی) کو اپنا کردار ادا کرنے کی اور فریقین کے درمیان آنے کا کہا۔ اُدھر زخمیوں کا تانتا بندھ گیا۔

مولانا نے پھر انتظامیہ سے اپیل کی کہ جب کہ خود وہیں رہے اور مسجد سے قدم بھی باہر نہیں رکھا۔ یہ ذکر کر دینا بھی بے محل نہ ہوگا کہ پپلیانوالہ محلّہ کی مسجد اور گلیاں صاف اور پختہ ہیں اور اچھی طرح صفائی کر دی گئی تھی۔ جہاں کسی قسم کا اینٹ روڑا وغیرہ موجود نہ تھا۔ جب کہ عیدگاہ مسجد کا مینار زیر تعمیر ہونے کے باعث وہاں اینٹوں اور روڑوں کی وافر مقدار مہیا تھی۔

یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے۔ کہ مولانا جھنگوی تحریک مدح صحابہؓ کے علمبردار ہیں۔ نیز وہ فرقہ پرستی سے گریزاں ہیں۔ ان کا معاملہ بریلوی دیوبندی تنازعہ سے کوسوں دور تھا۔ البتہ علامہ طاہر القادری صاحب کے نرالے نظریات اور ان کی شیعوں کے لئے نرم پالیسی پر جس طرح قادری

صاحب کے ہم مسلک علماء کو اعتراض تھا۔ اسی طرح حضرت جھنگوی کو بھی تھا۔ جس کا اظہار وہ برملا کرتے رہتے تھے۔

مگر اس وقت ایسی بھی کوئی بات نہ ہوئی تھی۔

(نوٹ: یہ مسجد جناب قادری صاحب اور ان کے حواریوں کا گڑھ ہے)

آمد برسر مطلب

مولانا حسب دستور عقیدت کیشوں میں گھرے ہوئے تھے کہ شور بلند ہوا کہ دو آدمی قتل ہو گئے ہیں۔ پولیس افسران پہنچے تو مولانا ان کے ہمراہ مسجد سے باہر آئے اور یہ بھی فرمایا کہ آپ لوگ گواہ رہیں کہ میں اس ہنگامے سے قطعاً لاتعلق رہا ہوں۔

انتظامیہ نے عوام میں مولانا کی بے خبری اور بے گناہی کا اعتراف کیا اور آپ کو مسجد سے اپنی نگرانی میں گھر پہنچایا۔

مگر رات گئے، حضرت مولانا کے مکان پر پولیس نے دھاوا بول دیا۔ دروازے توڑ ڈالے، بیٹھک میں موجود مہمانوں کو بری طرح سے مارا پیٹا۔ خود مولانا کو شدید زدوکوب کر کے لہولہان کر دیا اور شب خوابی کے لباس میں برہنہ ہی گرفتار کر لیا، کپڑے تبدیل کرنے کی اجازت بھی نہ دی گئی اور اس کے ساتھ ہی انجمن سپاہ صحابہؓ اور اہل محلہ پر بربریت اور سنگدلانہ مظالم کے دروازے کھل گئے۔ خواتین بے حرمت کی گئیں۔ دیوبندیت مردہ باد۔ حق نواز مردہ باد وغیرہ کے نعرے فضا میں گونجنے لگے۔

دیوبند کا بچہ بچہ قتل کر دیا جائے گا۔ تقریریں سرکاری سرپرستی میں ہونے لگیں۔ "سو ۱۰۰ یہودی اک سعودی" کا نعرہ بھی گونجنے لگا۔

پولیس اور بریلوی فرقے کے آزاد منشوں نے دیوبندیوں کا جان مال عزت و آبرو گویا کہ حلال سمجھ لیا۔ شرافت نے منہ چھپا لیا۔

سینکڑوں آدمی گرفتار کر لئے گئے۔ اس کشمکش کو دیوبندی بریلوی اختلاف اور فرقہ پرستی کا رنگ دے دیا گیا۔

حالانکہ سنجیدہ بریلوی مکتب فکر کے علماء عوام بھی اس روش سے اعلانِ بیزاری کرتے رہے۔ مگر یہ اس وقت کی گورنمنٹ کی ضرورت تھی، کیونکہ حق نواز جھنگوی کو دبانے کا یہی راستہ زیادہ موزوں خیال رکھا گیا تھا۔

اس واقعے میں (۱) مولانا کے علاوہ (شیخ حاکم علی صدر انجمن سپاہ صحابہؓ (۳) چودھری محمد

یوسف مجاہد جنرل سیکرٹری انجمن سپاہ صحابہؓ (۴) مولانا کے باڈی گارڈ اور آفس سیکرٹری اور انجمن شیخ محمد اشفاق (۵) چودھری طارق افضال وغیرہ۔ کل بارہ ۱۲ افراد پر مقدمہ قتل ۳۰۲ درج کر کے جیل بھیج دیئے گئے۔ جن میں سے دس ۱۰ افراد رفتہ رفتہ ضمانتوں پر رہا ہوئے اور دو ۲ شیخ حاکم علی اور چودھری طارق افضال تین سال گزر جانے کے بعد جیل سے رہا ہوئے۔

مذکورہ بالا دہشت گردی خوف و ہراس کے ماحول میں یہ محرم الحرام گذارا گیا۔ ڈپٹی کمشنر جھنگ اور ایس ایس پی صاحب جھنگ سے جب بھی معززین شہر نے رجوع کیا تو انہوں نے معذوری ظاہر کی۔

ارشاد ہوتا، یہ ہمارے بس سے باہر ہے۔ صوبائی حکومت کے ایما پر کر رہے ہیں۔ تجارتی بورڈ جھنگ کے عہدیداران نے احتجاج کیا۔

علماء شہر اعلیٰ افسران سے ملے، سب کو بھول بھلیوں اور لیت و لعل سے ٹالا گیا اور فریب دہی جاری رہی۔ ملک بھر سے پنجاب حکومت پر اعتراضات اور دباؤ جاری رہا۔ مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔

میانوالی جیل سے ۱۹۸۷ء کو جب آپ کی رہائی عمل میں آئی تو جھنگ میں حالات اس قدر ابتر کر دیئے گئے تھے کہ رہائی کے باوجود بھی آپ کو جھنگ نہ لایا جا سکا کہ مبادا پھر فسادات کی آگ بھڑک اٹھے، کیونکہ دھمکیاں بدستور دی جا رہی تھیں، چنانچہ چپکے سے آپ کو لاہور پہنچا دیا گیا۔

......اور الیکشن میں حصہ لے لیا

۱۹۸۵ء میں جنرل ضیاء الحق کے غیر جماعتی انتخابات ہوئے تو جمعیت علماء اسلام نے ان کا بائیکاٹ کر دیا مگر مولانا جھنگوی نے آگے بڑھ کر جھنگ کے جاگیرداروں اور وڈیروں کی سیاست سے پنجہ آزمائی کر ڈالی۔ ایک موروثی شیعہ جاگیردار کے مقابلے میں ایک سُنی امیدوار کھڑا کر کے علاقہ کے دورے کئے یعنی عملی سیاست میں حصہ لینا شروع کیا اور آمدہ احوال کے لئے زمین ہموار کی اور کچھ تجربہ حاصل ہوا۔ اس دوران مولانا جھنگوی کی سیاسی وابستگیاں مولانا فضل الرحمٰن کے ساتھ ہی رہیں۔ ۱۹۸۸ء میں جب جماعتی بنیادوں پر انتخابات کا اعلان ہوا۔ اور تمام جماعتیں میدان عمل میں اتریں۔ مولانا نے جمعیت علماء اسلام کی سطح سے بالاتر ہو کر اپنے مشن اور تحریک کو پیش نظر رکھتے ہوئے ضلع جھنگ کے تمام علماء کرام کا ایک مشترکہ اجلاس بلایا اور اپنے اس عندیے کا اظہار کیا کہ ہمیں یعنی اہل سنت والجماعت کو اور نہیں تو کم از کم جھنگ میں موثر سیاسی کردار ادا کر کے شیعیت کی اجارہ داری ختم کرنی چاہیے۔

چنانچہ حلقہ این۔ اے ۶۸ جھنگ سے آپ نے کاغذات نامزدگی داخل کرا کر الیکشن لڑنے کا

اعلان کر دیا۔ مقابلے میں مذکورہ بالا جاگیردار صاحب کی جاگیردارہ بیٹی عابدہ حسین از شاہ جیونہ آزاد امیدوار۔ میاں ریاض حشمت جنجوعہ بریلویہ۔ اور ذوالفقار علی بخاری پیپلز پارٹی کی طرف سے میدان میں اترے اور بازار سیاست چمکنے لگا۔ دیگر سب پرانے پارلیمنٹر اور گھاگ سیاسی لیڈر شمار ہوتے تھے اور مولانا جھنگوی نوارد۔ ادھر وسائل کے اعتبار سے ایک اور ۱۰۰ سو کا تناسب بھی نہ تھا بلکہ بالکل خالی ہاتھ۔ جھنگوی جب نکلے تو یوں کہیے کہ سیاست دان، جاگیردار۔ ٹرانسپورٹر۔ دو لیتے اُدھر اور متوسط اور غریب طبقات نظر بظاہر ادھر تھے...... چلتے چلتے جب مہم میں تپش آئی اور بازار سیاست گری پورا گرم ہوا تو اخبارات۔ رسائل اور ریڈیو بھی جو قبل ازیں انہیں نا قابل ذکر سمجھے بیٹھے تھے۔ معترف ہو گئے کہ یہ شخص منجھے ہوئے کسی معروف سیاستدان سے کم نہیں۔ مولانا قوم کے نباض تھے۔ عوام کی نفسیات کو سمجھتے تھے۔ انہوں نے عوام کی امنگوں کی ترجمانی کی اور قوم کو جینے کا حوصلہ دیا۔ اپنے مثبت پروگرام کے ساتھ عوام کے کام کروانے کی صلاحیتوں جن کا عوام کو پہلے سے تجربہ بھی تھا کہ یہ شخص جائز کام کروا سکتا ہے کا بھرپور اظہار کیا۔ اس طرح آپ جلد مقبول ہو گئے مگر صرف شہر اور ملحقہ دیہاتوں تک کیونکہ قومی اسمبلی کا حلقہ بہت وسیع تھا اور وسائل نایاب اس لئے دور دراز کے گاؤں اور دیہات متاثر نہ ہو سکے نیز شہری لوگ روشن خیال ہوتے ہیں پھر ہمہ وقتی سرگرمیوں اور ہر جانب دیدو بین سے ان کی فکر بنی ہوتی ہے۔ اس کے برعکس ہمارے دیہات پرانے فرسودہ خیالات کے علاوہ لگی بندھی راہوں پہ تقلیب رجامہ کے ساتھ کاربند ہیں انہیں سمجھانا خاصا مشکل ہے۔ ادھر روایتی جاگیردارہ۔ اور سیدزادی کہلانے والی شاطر خاتون جب کہ ہمارے جہلا تو سید کے......کو بھی سلام کے قائل ہیں۔

نیز الیکشن کے دوران عجیب وغریب الزام تراشیاں اور غریب کاریاں اور اتہام سامنے آئے، مگر مجال ہے جو مولانا خود جذبات میں آئے ہوں یا کارکنوں کو راہ صبر واستقلال سے ہلنے دیا ہو۔ ادھر سے اشتعال دلانے کے لئے غلط حرکات ہوئیں تاکہ ساجی مزاج سخت گیر شخص غلط روش پر مشتعل ہو کر کچھ کر گزرے اور یہ جیل میں ہو اور ہمارا راستہ صاف ہو جائے۔

الیکشن کی دنیا میں یہ واحد مثال ہے کہ مولانا جھنگوی نے اپنے مشن و کاز (Cause) کو پیش نظر رکھ کر مہم چلائی۔ حالانکہ یہ بات عام ہے کہ الیکشن میں ہر بات جائز ہے اور تمام طریقے برت لئے جاتے ہیں۔ مگر حضرت جھنگوی نے اعلان کر دیا کہ:

"میں الیکشن صرف اپنے مشن کی خاطر لڑ رہا ہوں اور اسمبلی میں صرف اس لئے جانا چاہتا ہوں کہ مسلمانانِ اہل سنت کے حقوق کی حفاظت کر سکوں۔ قادیانیوں۔ شیعوں

CS CamScanner

اور دیگر باطل فرقوں کے ہاتھوں ان کا جو استحصال اور حقوق کی پامالی ہو رہی ہے۔ اس کے خلاف آواز اُٹھا سکوں۔ میں پارلیمنٹ میں شیعوں کو بھی قادیانیوں کی طرح غیر مسلم اقلیت قرار دلانے کے لئے بل لانا چاہتا ہوں۔ انشاء اللہ العزیز اپنی استدلال کی قوت سے دیگر ممبران کو قائل کرلوں گا، صرف تمہارا عوام کا قائل کرنا ذرا مشکل ہے۔ لہٰذا میری صرف اہل سنت سے ووٹ کی اپیل ہے۔ لہٰذا میں صرف مسلمانوں کا نمائندہ ہوں اور صرف انہی کی نمائندگی کروں گا۔ میری صرف اہل سنت سے ووٹ کی اپیل ہے۔ بار بار فرماتے، مجھے صرف اور صرف اہل سنت کے ووٹ چاہئیں۔ شیعہ اور مرزائیوں سے ہمیں ووٹ مانگتا ہوں نہ لینا چاہتا ہوں مجھے ان کے ووٹ نہیں چاہئیں۔ جنہیں میں کافر قرار دلانا چاہتا ہوں''۔

اس سیاسی مہم میں آپ سے محبت وعقیدت اور ایثار و قربانی کے بڑے دلچسپ اور دل فریب مناظر دیکھنے میں آئے تمام مہم لوگوں نے اپنے وسائل سے چلائی اور خوبصورت بینرز۔ قسم بہ قسم اشتہارات و تصاویر سے اُسے پُر رونق بنایا۔ ایک لمحے کے لئے بھی بے بسی یا وسائل کی کمی محسوس نہ ہونے دی گئی۔ گھر گھر سپورٹر۔ ووٹر اور نوٹ نچھاور کرنے والا بن گیا تھا۔

آپ نے بلا مبالغہ سینکڑوں میٹنگوں جلسوں اجتماعات سے خطاب کیا اور تمام انتظامات عوام اس عمدگی سے کرتے کہ سرمایہ دار مقابل اپنے سرمائے اور پیسے سے اتنی عمدگی سے نہ کر سکتے۔ حاضری کا یہ عالم ہوتا کہ ہزاروں سے کم تو کوئی ایک آدھ جلسہ ہوا ہوگا۔ لوگ جوق در جوق آپ کو سنتے اور اپنی پیاس بجھاتے چونکہ مشہور عید گاہ قتل کیس (تفصیل دوسری جگہ مذکور ہے) کا الزام بھی آپ پر تھا۔ مخالفین نے خوب اچھالا مولانا نے اسے ہی معیار قرار دے دیا کہ آؤ مباہلہ کرلو۔ تم قسم اٹھاؤ یا میں اٹھا لیتا ہوں جو حق وصداقت کا معیار تمہارے خیال میں ہے اسے لے آؤ اور یہیں چکا لیتے ہیں۔

مذکورہ بالا تمام حقائق کے باوجود جب ووٹ پڑے تو مولانا جھنگوی نے تقریباً چالیس ہزار ووٹ حاصل کئے۔ شہری (بلدیاتی حلقہ) علاقے سے تو پندرہ ہزار ووٹوں کی کثرت سے مدمقابل سے برتری حاصل کی۔ مگر دیہاتوں اور دور دراز علاقوں سے قدیمی جاگیرداروں۔ سادات کے خاندانی اثرات کو محو کرنے میں اتنی سرعت سے کام نہ چل سکتا تھا۔ اس لئے آپ جیت نہ سکے اور آپ کی مدمقابل جاگیردارہ عابدہ حسین سات ہزار ووٹوں کے فرق سے جیت گئی۔

البتہ یہ ذکر کر دینا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ روشن خیال اور تعلیم یافتہ طبقہ نے آپ کے

موقف کو سمجھا اور قبول کیا۔ اس طبقے کی طرف سے یہ سر ٹیفکیٹ جاری ہو گیا۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگا ئیں کہ ریٹرننگ افسر کے دفتر میں سرکاری ملازمین کے ڈاک کے ذریعے ارسال کردہ جب ووٹ گنے گئے تو مولانا کے ووٹوں کی تعداد ۱۴۱۷ تھی۔ جب کہ عابدہ کے ۲۷۲۔ میاں ریاض حشمت کے ۱۷۲ پیپلز پارٹی کے ذوالفقار بخاری کے ۵۴ یعنی تینوں امیدواروں کے مجموعی ووٹ بھی مولانا جھنگوی سے کم تھے۔ اس سے آپ کی تعلیم یافتہ طبقہ میں آپ مقبولیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

عملاً تو آپ شکست کھا گئے مگر شہری حلقوں نے جس طرح جانفشانی اور محبت ست آپ کی کمپین چلائی تھی اور ووٹ۔ نوٹ۔ سپوٹ کے ساتھ آپ کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے۔ اس حادثہ سے ان پر بڑی بددلی۔ مایوسی اور مردنی چھا گئی۔ کیونکہ نظر بظاہر انہیں آپ کے جیتنے کا یقین ہو چکا تھا اور ظاہر ہے امیدوں پر اوس پڑنے سے یاس وقنوطیت فطری امر ہے۔

جیت بہر حال جیت ہے اس کا نشہ ہوتا ہے۔ مخالفین نے جلوس نکالے اور طعن وتشنیع شروع کر دی۔ بازاری زبان استعمال کرتے ہوئے اتنے بہکے کہ خود ان کے بڑے کہنے لگے اگر عمر (سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ) سچا ہوتا تو اس کا نفس ناطقہ حق نواز ضرور جیتتا۔ مولانا نے اس کا فوری نوٹس لیا اور برملا اعلان کیا۔ میں اپنی شکست تسلیم کرتا ہوں۔ مجھ میں اتنی اخلاقی جرأت ہے مگر میری پھر بھی جیت ہے۔ الحمد للہ صرف ایک اسی سیٹ سے چالیس ہزار نفوس نے میرے نصب العین وکاز کو سمجھا اور ووٹ دیا اور اس پر اپنی محنتیں صرف کیں۔ یعنی چالیس ہزار نفوس نے تمہارے (شیعہ کے) کفر پر دستخط کر دیتے ہیں۔ اور وہ کارکن اور نوجوان علیحدہ ہیں جن کا کم عمری یا بے خبری کی وجہ سے ووٹ ہی نہیں تھا مگر دن رات انہوں نے اس مہم میں کام کیا وہ مستقبل میں میرے ہمسفر ہیں۔

اس کے ساتھ ہی شیعہ کو للکارا کہ خبردار صحابہ کرامؓ پہلے بھی سچے تھے اور اب بھی سچے ہیں وہ جیتے ہی جیتے ہیں ان کی جیت کبھی ہار میں نہیں بدل سکتی۔ میرے ووٹوں کی گنتی کے فرق سے خلفاء نبوی علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی صداقت وامانت اور شان پر کوئی فرق نہیں پڑتا اور رافضیوں کو الٹی میٹم دے دیا کہ اپنی زبانیں روک لو۔ ہار احق نواز ہو گا...... زیادہ سے زیادہ تم حق نواز مردہ باد کے نعرے لگوا سکتے ہو مگر جو اس سے آگے تجاوز کرے گا۔ اس کی زبان گدی سے کھینچ دی جائے گی۔ نیز حکام اور انتظامیہ کو بھی متنبہ کر دیا۔ کہ ان کی زبانیں روک لو نہیں امن برباد نہ ہو جائے۔

الیکشن کے بعد

الیکشن کے بعد ملکی سطح پر بھی سیاست نے نیا رخ اختیار کر لیا۔ ان انتخابات کے نتیجے میں مرکز

میں پیپلز پارٹی برسر اقتدار آ گئی۔ جس کی چیئرمین بلکہ شریک چیئرمین (ماں بیٹی) مس بے نظیر بھٹو صاحبہ نے وزارت عظمیٰ کا قلمدان سنبھالا۔ حضرت مولانا حق نواز جھنگویؒ کے لئے یہ دن قیامت کا دن تھا کہ حالات رفتہ رفتہ یہاں تک پہنچ گئے کہ ایرانی النسل شیعہ وہ بھی مغربی طرز تعلیم و تربیت یافتہ (کریلا نیم چڑھا) ایک دوشیزہ ایک عظیم اسلامی ملک پاکستان کی سربراہ مملکت بن گئی۔ آپ بڑے کرب سے دو چار ہو گئے اور اپنی شکست بھول کر اس غم میں مبتلا ہو گئے۔

مولانا حق نواز واحد مقتدر عالم تھے کہ انہوں نے اسی وقت اس پر برملا اظہار نفرت و برہمی شروع کر دیا اور یہیں سے ان کے اور مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے تعلقات میں کشیدگی آنی شروع ہو گئی۔ کیونکہ پوری سیاست میں اور ان کے اقتدار پر نہ آنے تک مولانا فضل الرحمٰن کا رویہ لچک دار رہا تھا۔ پیپلز پارٹی کے احیاء اور استحکام میں ان کے اس رویے کا خاص کر عمل دخل رہا تھا اور مولانا کے سب سامنے تھا۔

تاہم اس کھنچاؤ کا خواص اور ساتھیوں کے علاوہ عوام کو علم نہ ہونے دیا اور اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے ان کا رُخ مکمل پھیرنے کی سعی میں لگے۔ ظاہری رفاقت کا بھرم قائم رکھا اور شکوے شکایات اور بحث و تبادلہ خیالات جاری رہے۔

اس وقت مولانا کو بعض اکابر و اساتذہ نے مشورہ دیا کہ آپ کا مشن اور محنت کا رُخ اور آپ کی جماعت سے سیاسی وابستگی دو متضاد راستوں پر قدم ہے آپ برملا شیعہ کو کافر کہتے ہیں انہیں ملک و ملت کے دشمن قرار دیتے ہیں آپ کی تقاریر میں یہاں تک بیان ہوتا ہے کہ شیعہ جس پیالی میں پانی پیے اس پیالی کو توڑ دو۔ اس کپ میں چائے نہ پیو جس میں شیعہ پی چکا ہو وغیرہ۔ ادھر آپ کی جماعت کے قائد مولانا فضل الرحمٰن صاحب شیعہ راہنماؤں سے گلے مل رہے ہیں ان کے ساتھ میٹنگوں میں شریک ہوتے ہیں ان کے ساتھ مشترکہ جدوجہد کے منصوبے بنا رہے ہیں ان میں ذرا سا تباعد نہیں تو موجود! مولانا پہ دباؤ بڑھ رہا تھا ادھر ان کا دل نہ مانتا تھا کہ ادھر سے کٹ کر دوسری طرف جا ملوں اور علماء کرام کے دھڑے بندی میں میرا بھی کردار شامل ہو۔ اس لئے خاموشی سے فضل الرحمٰن گروپ سے پیچھے ہٹنے لگے۔ اخبارات میں ان کے مستعفی ہونے کی خبریں لگیں مگر انہوں نے نہ استعفیٰ دیا نہ اس کی تردید کی۔ بس خاموشی سادھ لی۔ سوالات پر ٹال جاتے۔

اس دوران جماعت کی نئی ممبر سازی کا سلسلہ شروع ہوا اور نئے انتخابات کا مرحلہ آنے لگا۔ چونکہ مولانا جھنگوی کے پاس بہت بڑی نفری اور افرادی طاقت موجود تھی۔ اس لئے متعلقین کو رکن سازی کے لئے تلقین کی اور ان کے بقول میرا ارادہ یہ ہوا کہ مجھے باقاعدہ جماعتی انتخاب میں حصہ لے کر

پنجاب میں جماعت پر قبضہ کر لینا چاہیے اور پھر اپنی زبان و بیان کی صلاحیتوں اور افرادی قوت اور اہم عہدے کے ذریعے جماعت کو متحدہ کرنے کا بیڑا اُٹھانا چاہیے۔ میں یہ اہم کام کر سکتا ہوں چنانچہ آپ نے جماعت کی ممبر سازی میں بھرپور کردار ادا کیا اور پنجاب بھر میں اپنا مثبت رول ادا کیا۔

ماہ جون ۱۹۸۹ء میں لاہور میں جمعیت علماء فضل الرحمٰن گروپ کے صوبائی انتخابات ہوئے تو آپ کی صوبائی امارت کے لئے نامزدگی ہوئی......اور پھر بھاری اکثریت سے جیت گئے۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب کو اس حادثہ سے مطلع کیا گیا وہ فی الفور لاہور پہنچے اور مداخلت کی اس سے آگے ناگفتنی ہے۔

حاصل یہ نکلا کہ مولانا جھنگوی کو امارت سے دست کش ہونا پڑا اور ایک اور صاحب جن کا جھکاؤ سابقہ عناصر کی طرف ہی تھا کو آگے لایا گیا (اس موقع پر مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے کہا کہ مولانا یہ ہماری مجبوری ہے آپ خالصتاً مذہبی کام کریں گے آپ کا طریق کار غیر سیاسی ہے)

اس غیر جمہوری اور نامناسب برتاؤ کا مولانا پر زبردست اثر ہوا کافی حد تک ماحول میں تلخی بھی پیدا ہوئی اور نہایت دل برداشتہ ہوئے۔

اس سے بڑھ کر دکھ مولانا کو پہلے سے یہ تھا کہ جب ایران کے خمینی صاحب آنجہانی ہوئے تو پاکستان کی قومی اسمبلی میں اس کے لئے قرارداد تعزیت پیش کی گئی۔ جس میں انہیں ملت اسلامیہ کا پاسبان۔ عظیم خیر خواہ۔ راہنما و مقتداء وغیرہ قرار دیا گیا اور وہ متفقہ پاس ہوئی اس دشمن اسلام پاکستان۔ سعودیہ خاص کر حرمین دشمن پر کسی بھی ممبر اسمبلی نے انگلی تک نہ اٹھائی تھی۔ مولانا فرماتے کہ لاہور میں صوبائی اسمبلی میں جنرل ضیاء الحق کے لئے قرارداد تعزیت آئی تو اسلامی جمہوری اتحاد والے معترض ہوئے کہ بھٹو قاتل ہے اور عدالت عالیہ نے اسے سزائے موت دی تھی۔ تو عجب نہیں کہ خمینی جیسے ظالم جابر قاتل عوام و انسانیت کے لئے ساری زبانیں گنگ ہوگئیں۔ اس غدار کو ملت اسلامیہ کا قائد قرار دے لیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بہرحال اس کے بعد مولانا جھنگویؒ نے متحدہ علماء کونسل کے جلسوں اور میٹنگوں میں شرکت شروع کردی اور پیپلز پارٹی کی حکومت کے خلاف اپنا وزن اتحادیوں کے پلڑے میں ڈالنا شروع کردیا۔ مولانا کو متحدہ کونسل کی سپریم کونسل کا رکن منتخب کرلیا گیا۔ کوئٹہ کے اجلاس میں تمام پارٹیوں کے راہنماؤں اور پارٹی ورکرز کی موجودگی میں مولانا نے مبسوط اور مدلل تقریر کی۔ خود مولانا صاحب فرماتے تھے۔ مجھے کھٹکا تھا کہ بگڑیں گے اور ایک طوفان اٹھے گا اور جمعیۃ علماء اسلام اس پر بند نہیں باندھ سکے گی اور دوسری سیاسی پارٹیوں کے اعتراض مان لئے جائیں گے کہ مذہبی سٹیج نہیں یہاں شیعہ سُنی کی آواز کیسی۔

مگر سب..... نے میرا موقف دلچسپی سے سنا اور متفق ہو گئے۔ بلکہ مجھے پُر مغز بیان پر داد دی گئی مجھے حوصلہ ہوا کہ میرا کام اس راستے سے بہتر طور پر آگے بڑھ سکتا ہے مجھے کچھ نہ کچھ کرنا چاہیے۔
ایسے ہی آپ نے گوجرانوالہ میں بھی ایک ایسے ہی مجمع میں خطاب کیا۔

اس سب تفصیل کے باوجود جیسا کہ لکھا گیا نہ مولانا نے اپنے گروپ سے استعفیٰ دیا نہ انہوں نے آپ کا اخراج کیا۔ اخبارات میں جو کچھ چھپتا رہا وہ آپ کے رویہ اور طریق سے اخذ شدہ مواد ہوتا تھا۔ جس کی تردید آپ کوئی ضرورت نہ سمجھتے تھے۔

مولانا جھنگوی بحیثیت خطیب

خطیب کسی بھی قوم کی آواز، اور اس کی زبان ہوتا ہے۔ جب قوم غفلت کی بھول بھلیوں میں کھو جاتی ہے تو خطیب اسے دریافت کرتا ہے، اور جب وہ سو جاتی ہے تو اسے جگاتا اور مہمات حیات میں اس کی قیادت کرتا ہے۔ قوموں کے اذہان پر خطیب کے افکار کی چھاپ ہوتی ہے، اور قومیں ان افکار سے منزل کا سراغ پاتی ہیں۔

میں نے احراری خطیبوں میں سے خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کے علاوہ آغا شورش کاشمیریؒ کی تقاریر کے کیسٹ بارہا سنے ہیں، ان کی خطابت بلاشبہ بہت بلند مرتبہ تھی، آغا صاحب نے اپنی کتاب "فنِ خطابت" میں خطابت کے جو عناصر اور لوازمات بیان کئے ہیں ان کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں، لیکن تعجب ہے کہ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ ان میں سے اکثر لوازمات کی قید سے بے نیاز خطابت کے مالک تھے، آپ ان کی سینکڑوں تقاریر کے کیسٹ سن جائیں آپ کو یقین ہوتا چلا جائے گا کہ یہ خالصتاً ایک وہبی ملکہ تھا جو اللہ نے اس مردِ فقیر کو بطورِ خاص عطا فرمایا تھا، دورانِ خطاب مولانا کے دل کی دھڑکنیں ہی نہیں بلکہ وجود کا انگ انگ آپ کا ہم نوا ہو جاتا۔

آپ کی تقریر نہ صرف "غنا" سے مستغنی، بلکہ مروّجہ شعر و ادب سے بھی یکسر پاک ہوتی تھی، زندگی بھر کی تقریروں میں شاید دو چار اشعار آپ نے پڑھے ہوں گے، یہ اور بات ہے کہ جس اسلوب سے آپ نے وہ اشعار پڑھے کوئی اور ماں کا لال ویسے نہیں پڑھ سکا، ایسے ہی جس طرح کی اُردو آپ نے بولی، ویسی اب تک کوئی بھی نہیں بول سکا!

آپ کی تقریر کی نمایاں ترین خوبی مقصدیت اور آپ کا طرزِ استدلال تھا، بے مقصد ایک جملہ تک نہ بولتے اور طرزِ استدلال ایسا کہ بہر حال لاجواب!! اور تو اور آپ دورانِ تقریر ہنسی مزاح کی

کوئی بات یا کوئی لطیفہ سنا کر بھی اپنا اور سامعین کا وقت ضائع کرنے کے روادار نہیں تھے۔ قلعہ کہنہ قاسم باغ ملتان میں منعقدہ نفاذِ فقہ حنفیہ کانفرنس کے شرکاء کو یاد ہو گا کہ دورانِ تقریر ایک لطیف بات بے ساختہ آپ کی زبان سے نکل گئی اور سامعین ہنسنے لگے تو آپ نے ڈانٹتے ہوئے فرمایا: ''آپ میری بات پر ہنس کر اسے بے وزن کرنا چاہتے ہیں، میں نے ہنسنے کے لئے یہ بات کی ہی نہیں ہے!''

مولانا کی تقریر عموماً تین مرحلوں پر مشتمل ہوتی تھی، پہلے مرحلے میں خطبۂ ماثورہ اور چند تمہیدی جملے، یہ مرحلہ مولانا کو پہلی مرتبہ سننے والوں کے لئے زبردست حوصلہ شکن ہوتا تھا۔ ان کی شہرت کو سن کر دور دراز سے آنے والے لوگ عموماً بدمزہ ہو کر اٹھنے لگتے تھے، دوسرے مرحلے میں ان کی تقریر میں کچھ غیر مرئی قسم کی مقناطیسیت پیدا ہو جاتی، جس کی کشش آہستہ آہستہ لوگوں کی سماعتوں سے گزر کر دلوں کو چھونے لگتی، جملوں میں ربط وضبط بڑھنے لگتا اور الفاظ کا زیر و بم فزوں تر ہوتا چلا جاتا، اس وقت وہ لوگ جو چند لمحے قبل بدمزہ ہو کر چل دیئے تھے، متحیر ہو کر پلٹنے لگتے تھے، یہ مرحلہ عموماً آدھے گھنٹے کے دورانیے پر مشتمل ہوتا تھا، اس کے بعد تیسرا اور آخری مرحلہ شروع ہوتا، جس میں مولانا پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی اور ہزاروں کا اجتماع مولانا کی مٹھی میں سما جاتا۔ حرف اور لفظ، جملے اور ترکیبیں پرا باندھ کر مولانا کی خدمت میں دست بستہ کھڑے ہوتے اور اپنے استعمال کی استدعا کرتے دکھائی دیتے۔ مولانا ایک تسلسل کے ساتھ بولتے، گرجتے اور دھاڑتے چلے جاتے تھے۔ کئی منٹوں بعد جب مولانا ایک خاص ادا سے جملوں کو سمیٹتے تو مجمع میں چیخ و پکار اور حشر برپا ہو جاتا۔ نوجوان دیوانگی کی کیفیت میں مبتلا ہو کر اپنا گریبان پھاڑتے دکھائی دیتے، وہ جھومتے اچھلتے مچلتے اور نعرہ زن ہو جاتے...... بعض اوقات یہ کیفیت اتنی شدید ہوتی کہ بیک وقت سینکڑوں نوجوان ہیجانی کیفیت میں خود ہی نعرہ بھی لگاتے اور خود ہی اس نعرے کا جواب بھی دیتے۔ اور ایک ایسا سماں بندھ جاتا جس کی منظر کشی ممکن ہی نہیں!

میرے ساقی یہ تماشہ تیرے میخانے کا
ساری محفل کو نشہ ایک ہی پیمانے کا

ابھی یہ کیفیت عروج پر ہوتی کہ اچانک ایک آواز گونجتی، جو سب آوازوں پر بھاری ہوتی اور سب کو چشمِ زدن میں خاموش کرا دیتی......

''ٹھہریئے، ٹھہریئے! اگلی بات سن لیجئے! میں زندہ رہوں نہ رہوں، ہو سکتا ہے یہ میری زندگی کی آخری تقریر ہو''......

یہ مولانا کی آواز ہوتی تھی جس میں دنیا جہان کا درد سمٹ آتا تھا۔ پھر یوں محسوس ہوتا کہ

ہزاروں کے مجمع پر سکوتِ مرگ طاری ہے، یا لوگوں کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ایک مدہوشی سی خاموشی مجمع پر طاری ہو جاتی تھی۔

مولانا کی جو تقریر میرے قلب وجگر پر آج بھی چھائی ہوئی ہے اور جس کی گونج آج بھی مجھے دل کے کانوں سے سنائی دیتی ہے وہ اوکاڑہ اور پشاور کی یادگار تقریروں سے بھی بڑھ کر متاثر اور مسحور کن تقریر، وہ ہے جو مولانا نے اپنی شہادت سے چند ماہ قبل ''دائرہ دین پناہ'' (ضلع مظفر گڑھ) میں کی تھی۔ یہ تقریر میں نے بالمشافہ نہیں بلکہ مولانا کی شہادت کے بعد کیسٹ کے ذریعہ سنی تھی، اس تقریر نے مجھے بہت رُلایا اور تڑپایا، میرا جی چاہتا ہے کہ اس تقریر کے ایک اقتباس کے ذریعے اپنے قارئین کو مولانا کی وجدانی کیفیت اور دردِ جگر کی ایک جھلک دکھلاؤں......فرمایا!

''شیعہ میری جان لینے کے درپے ہے، یا کم از کم شیعہ یہ سمجھتا ہے کہ ہم ایسی فضا پیدا کریں گے کہ ہوسکتا ہے حق نواز ڈر کے موقف چھوڑ جائے، لیکن میں آج......اس ہزاروں کے اجتماع میں اعلان کرتا ہوں کہ ''میرے موقف میں شدت تو مزید آسکتی ہے، نرمی نہیں آسکتی ان شاء اللہ''......! میں زندگی اور موت دونوں برابر کر چکا ہوں، زندہ رہنا ہے تو جب تک رب کی مرضی ہے رہنا ہے، وہ بہتر سمجھے گا مجھے زندہ رکھے گا، دنیا کی کوئی قوت نہیں مٹا سکتی ہے اور وہ نہیں چاہے گا میرا زندہ رکھنا بہتر......تو ختم کردے گا......دنیا کی کوئی قوت نہیں بچا سکتی۔ لیکن میں قیامت کے دن صدیقؓ کے سامنے......قیامت کے دن عمرؓ کے سامنے......قیامت کے دن عثمانؓ کے سامنے......قیامت کے دن علیؓ کے سامنے......قیامت کے دن اپنی امیؓ کے سامنے......قیامت کے دن مومنوں کی امی کے سامنے......قیامت کے دن روضۂ نبوی کی مالکہ کے سامنے......قیامت کے دن اس روضے کی مالکہ کے سامنے جو جنت ہے......یوں کہہ لیجئے قیامت کے دن جنت کی مالکہ کے سامنے! جسے سیّدہ کہتے ہیں، جسے طیبہ کہتے ہیں، جسے عائشۃ الصدیقہؓ کہتے ہیں......اس کے سامنے سُرخرو ہو کر جانا چاہتا ہوں، امی! جو میرے بس میں تھا، میں نے تیرے دشمن کے کفر کو چوکوں پہ بیان کیا، جان ہتھیلی پر رکھ کے، بیڑیاں پہن کے بیان کیا۔ ہتھکڑی پہن کے بیان کیا، مار کھا کے بیان کیا، اپنے اور بیگانے کے طعنے سہہ کے بیان کیا، حکومت کے ظلم سہہ کے بیان کیا، تشدد، بربریت سے گزر کے بیان کیا، بچے ویران کر کے بیان کیا، جیلیں کاٹ کے بیان کیا۔ امی! میرے دامن میں اور کچھ نہیں ہے، تیرے

دوپٹے کے لئے، تیری عفت کے لئے، تقدس کے لئے، شرافت کے لئے میں نے دشمن کی آنکھ میں آنکھ ڈالی تھی، اگر میرا دل صاف تھا اور ہے، تو جنت بھیج دیجئے...... بدنیت تھا تو جہنم بھیج دیجئے!!

ایک بات اور کہتا ہوں، سنیو! اگر کسی اور کے جذبات ہیں تو کیا تم پتھر دل رکھتے ہو؟...... سنیو! اگر کسی اور کے جذبات ہیں تو کیا تم پتھر کی مورتیاں ہو؟...... سنیو! اگر کسی اور کے جذبات ہیں تو کیا تم بت ہو؟...... سنیو! کسی اور کے جذبات ہیں تو کیا تم روڑہ ہو...... تم اینٹ ہو؟...... تم جذبات نہیں رکھتے ہو؟...... تم دل نہیں رکھتے ہو؟...... اگر تم بھی دل رکھتے ہو، تو میں پوچھتا ہوں کہ دن میں پانچ مرتبہ تمہارے قصبات میں، دن میں پانچ مرتبہ تمہارے شہروں میں، دن میں پانچ مرتبہ تمہارے ضلعوں میں، دن میں پانچ مرتبہ تمہارے ملک میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لانے والے کو غاصب کہا جاتا ہے، پیغمبر پر سب سے پہلے کلمہ پڑھنے والے کو غاصب کہا جاتا ہے، پیغمبرؐ کے سب سے پہلے جانشین کو غاصب کہا جاتا ہے، رسولؐ کے ساتھ سفرِ ہجرت میں جانے والے کو غاصب کہا جاتا ہے...... غار میں راتیں کاٹنے والے کو دن میں پانچ مرتبہ غاصب کہا جاتا ہے...... رسول کو غار میں گود میں لٹانے والے کو غاصب کہا جاتا ہے، رسول ﷺ کے ساتھ مزار میں چودہ صدیوں سے سونے والے کو غاصب کہا جاتا ہے، جس کے لئے رسولؐ اعلان کر گئے تھے، جس کے لئے نبوت پکار اٹھی تھی، "اللہ! سب کے احسان اُتار چکا ہوں، صدیق تمہارہ گیا ہے، جس کا بدلہ تو دے سکتا ہے مجھ سے احسان نہیں اُتر سکتا ہے"...... اس محسنِ رسول کو دن میں پانچ مرتبہ گالی دی جاتی ہے، دن میں پانچ مرتبہ غاصب کہا جاتا ہے، اعلانیہ لاؤڈ سپیکروں پہ کہا جاتا ہے، کیا تمہارے جذبات نہیں ہیں؟...... وہ مجروح نہیں ہوئے؟...... میں تو حیرت میں ڈوب ڈوب گیا ہوں، میں تو خون کے آنسو روتا ہوں کہ جس دن یہ تبرّا لاؤڈ سپیکروں پہ شروع ہوا تھا، آپ کہاں تھے؟...... آپ کا خطیب کہاں تھا؟...... آپ کا امام کہاں تھا؟...... آپ کی مساجد کہاں تھیں؟...... آپ کے منبر کہاں تھے؟...... آپ کے محراب کہاں تھے؟...... آپؐ کے مدارس کہاں تھے؟...... آپ کے مفتی کہاں تھے؟...... آپ کے مفکر کہاں تھے؟...... میں کچھ نہیں کہتا، وہ میرے اسلاف ہیں، میں

کچھ نہیں کہتا وہ میرے بزرگ ہیں، معلوم نہیں کیا مجبوری تھی لیکن میں حیرت میں ڈوب ڈوب جاتا ہوں کہ یہ تبرّا جاری کیسے ہو گیا...... آج کا دور ہوتا، ہم جاری نہ ہونے دیتے...... رب پہ بھروسہ کر کے، جاری کیسے ہوا؟...... میں کچھ نہیں کہہ سکتا، کیا حالات تھے؟...... دن میں پانچ مرتبہ اعلان ہوتا ہے:

علی ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفتہٗ بلافصل......

اذان میں خلیفہ بلافصل کا معنی یہ ہے کہ ابوبکرؓ غاصب تھا......

خلیفۂ بلافصل کا معنی یہ ہے ابوبکرؓ ظالم تھا......

خلیفہ بلافصل کا معنی یہ ہے کہ صدیقؓ نے علیؓ کا حق چھینا ہے......

یہ پانچ مرتبہ صدیق کو ظالم، صدیق رضی اللہ عنہ کو غاصب کہا جاتا ہے، تم سنتے ہو، تمہارے قصبات میں، تمہارے شہروں میں، تمہارے ضلعوں میں، تمہارے تھانوں میں یہ اذان کے نام سے تبرّا جاری ہے، ایک شخص، ایک طبقہ، ایک گروہ دن میں پانچ مرتبہ روضۂ رسول میں سونے والے کو، یارِ غارِ پیغمبر کو، سب سے پہلے مسلم کو، پیغمبر کے جانشین بلافصل کو...... گالی دیتا ہے، وہ گلہ کرے کہ حق نواز میرے جذبات مجروح کرتا ہے، ہائے کاش! کافر تو سمجھتا، میرے پاس قوت ہو، میں تیرے تبرّے کی زبان کھینچ کے چوکوں پر جوتوں کے نیچے رگڑ ڈالوں!"

یہ ہے "دائرہ دین پناہ" میں کی جانے والی تقریر کی ایک جھلک، اور یہ تو فقط الفاظ ہیں...... ان الفاظ پر مولانا کا سلیقۂ اظہار، قوتِ گفتار اور طلاقت لسانی اب کہاں سے لاؤں!

؎ ایسا کہاں سے لاؤں کہ تم سا کہیں جسے!

قتل کا ایرانی منصوبہ

۱۵ر فروری ۱۹۹۰ کو مولانا کو بیرون ملک سے ایک ذمہ دار عقیدت کیش کا فون آیا کہ آپ کو مع سفیر ختم نبوت مولانا منظور احمد چنیوٹی اور بطلِ جلیل مولانا عبدالستار صاحب تونسوی کو آئندہ بیس ۲۰ سے پچیس ۲۵ فروری کے درمیان قتل کرنے کا قطعی فیصلہ ہو چکا ہے اور اس منصوبے میں ااپ کے ملک (پاکستان) کے علاوہ ایران اور دوبئی کے اعلیٰ سطح کے مدبروں نے حصہ لیا ہے میری استدعا ہے آپ محتاط ہو جائیں۔ اس سے بھی قبل مولانا شہید کو ایک سرکاری افسر نے ازراہِ ہمدردی و خیر خواہی اس طرف سے اشارہ دے دیا تھا۔ پھر آپ پر دو مرتبہ اس سے پہلے قاتلانہ حملے ہو چکے تھے۔ مولانا نے اسی جمعہ کے

خطاب میں اس سازش کا انکشاف کر دیا اور اس کے ساتھ بحوالہ خود جا کر مولانا منظور احمد چنیوٹی کو مطلع کیا اور احتیاطی تدابیر بھی بتلائیں اسی طرح اپنے استاذ مکرم مولانا تونسوی کو بھی اطلاع بھیج دی تھی۔

مولانا نے اس سلسلے میں صدرِ مملکت جناب محمد اسحاق خاں کو بھی خط لکھا اور بالوضاحت اس سازش کا ذکر کیا (خط کا عکس دیا جا رہا ہے) مگر قضی وقدر سب سے بڑی صداقت ہے اور وہ غیر مرئی غیر مرضی، غیر شعوری اور غیر ارادی ہے۔ کون ہے یہاں دم مار سکے۔ زندگی موت کی امانت ہے موت کا وقت و دن متعین ہے۔ ہم اس کے پابند ہیں وہ ہماری پابند نہیں۔

شہادت کا سانحہ

یہ دل گداز روح فرسا واقعہ یوں ہوا کہ ۲۲ رفروری مطابق جمعرات ۲۷ ررجب المرجب ......نمازِ عشاء ادا کرنے کے بعد آٹھ بجے آپ گھر آئے۔ چونکہ مسجد سے مکان تھوڑے فاصلے پر ہے (معروف تحریکی مقام ''احرار پارک'' کے بالمقابل حضرت مولانا کی رہائشگاہ تھی) گھر آئے کھڑے کھڑے اہل خانہ کو کہا۔ میں ذرا یہاں تقریب شادی میں ٹھہر کر شورکوٹ کے جلسے پہ جا رہا ہوں۔ نیا لباس پہلے سے زیب تن تھا۔ صدری (واسکٹ) پہنی، نیا کھسہ جو انہیں ہدیہ ہوا تھا پاؤں میں پہنا چشمہ بھی جوان دنوں نیا بنوایا تھا بدلا اور پوری طرح تیار ہو کر باہر تشریف لائے۔

ایک غیر مصدقہ اطلاع کے مطابق آپ کے اندر جاتے ہی پیچھے سے کسی نے آواز دی اور آپ نے چونکہ فوری واپس آنا تھا۔ اس لئے توقف کے بعد بات سننے آئے واللہ اعلم۔ باہر پلاٹ میدان احرار پارک میں ایک پڑوسی کی تقریب کے باعث جس میں تھوڑی دیر کے لئے آپ بھی شریک ہونا تھا۔ خیموں۔ قناتوں اور قمقموں کی بستی تھی اور کھیلنے کودنے شور مچاتے بچوں کا غل غپاڑہ نیز چٹاخ پٹاخ چلائے جا رہے تھے۔

یہ قریباً سوا آٹھ بجے کا عمل ہوگا۔ گھر سے باہر نکلے ہی تھے۔ ابھی چند قدم بھی اٹھائے نہ تھے کہ سفاک قاتلوں نے ریوالوروں سے گولیوں کی بوچھاڑ کر دی اور قبل اس کے کہ مولانا سنبھل سکیں۔ نشانہ بن گئے۔ گولیاں آپ کے سر۔ سینہ اور پہلو میں لگیں اور نرم و نازک بدن سے خون کے فوارے پھوٹ پڑے آپ وہیں گر گئے۔ کچھ لوگوں نے آوازیں سنیں مگر شادی کی گہما گہمی میں بات دب گئی۔

اہلیہ دروازے کے پیچھے سے رخصت کر کے اندر واپس جا چکیں تھیں۔ عین دروازے پر خوف ناک آوازیں سن کر دھڑکتے دل کے ساتھ واپس دروازے پر آئیں تو حضرت فداء اصحابِ رسول کو خون میں لت پت سنتِ فاروقی پہ عمل پیرا جاں بلب پایا...... بچوں اور خواتین کی آہ بکا اور دل

دوز چیخ وپکار نے لوگوں کو متوجہ کیا۔ اتنے میں سفاک قاتل اپنا کام کر کے فرار ہو چکے تھے۔ قبل اس کے کہ طبی امداد فراہم کی جا سکے آپ جان جانِ آفریں کے سپرد کر چکے تھے۔

فی الفور آپ کے جسدِ خاکی کو ایک سوزوکی کار کے ذریعہ ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال لے جایا گیا۔

آہ! کس قدر کربناک وہ لمحات تھے اور کتنی خوفناک وہ رات۔ وہ منظر بھی کیسا کربناک تھا۔

جب ہیڈکوارٹرز ہسپتال جھنگ سے محلہ پپلیانوالہ تک ہزاروں لوگ رات کے وقت سڑکوں پر نکل آئے۔ ایک آہ وفغاں ہے۔ ایک سیلاب ہے جو ہسپتال کی طرف رواں دواں ہے۔ لوگ ہسپتال کے دروازوں کھڑکیوں کے ساتھ سر لگائے رو رہے ہیں۔ نوجوان دھاڑیں مار رہے ہیں۔ ہر چہرہ آنسوؤں سے تر، ہر دامن تر بہ تر، ہر دل غم وکرب سے اٹا ہوا۔ زبانیں۔ گنگ دماغ ماؤف۔ کسی کو کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ عجب سماں ہے۔ ساری رات کچھ ایسا ہی منظر رہا۔

ڈسٹرکٹ ہسپتال میں آپ کا جسد عنصری اس جگہ پھٹے پر رکھ دیا گیا تھا، جہاں فوری مرہم پٹی کے لئے زخمیوں کو رکھا جاتا ہے۔ اس جگہ باہر کی طرف جالی لگی ہوئی تھی اور باہر سے منظر دکھائی دیتا تھا۔ وہیں باہر سے لوگ نظر ڈالتے اور دل تھام کے رہ جاتے کوئی بے ہوش ہو جاتا اور کوئی آہوں اور سسکیوں میں ڈوب جاتا۔

شہید اسلام فدائے ناموس صحابہؓ کس طرح محوِ استراحت تھے۔ اس ہر وقت بے قرار و مضطرب جان کو کیسے قرار آیا ہوا تھا یہ منظر جنہوں نے دیکھا انہوں نے دیکھا۔ ہم کس طرح بتلائیں احساسات وواردات قلبی کو الفاظ کا جامہ کیسے پہنائیں۔

قلم ایں جا رسید و سر بہ شکست

فیصلہ کے مطابق ساڑھے بارہ بجے کے بعد آپ کا جنازہ اپنی رہائش گاہ سے اُٹھایا:

یہ عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

اور جھنگ صدر سے جنوب مشرقی سائیڈ میں ایک سکول گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول کے وسیع وعریض گراؤنڈ میں لایا گیا جہاں حسب فیصلہ پہلے نماز جمعہ ادا کی گئی (پہلی مرتبہ خود حضرت شہیدؒ کی مسجد میں جمعہ نہیں ادا ہوا بلکہ تمام لوگ یہاں پہنچے ہوئے تھے)

بہرحال عشاق نے جنازہ میں شرکت کا حق ادا کر دکھایا اور انتظامیہ نے انتظام کا کمال کر دکھایا۔ اپنا اپنا مفہوم اپنا اپنا حصہ۔ کرفیو اطلاعات اور گولی چلنے اور ہنگاموں کی افواہوں کو گرم رکھنے کی پولیس

CamScanner

کاروائی کے باوصف لوگوں میں خوف وہراس کا نام ونشان تک نہیں تھا۔
وہاں تو غمِ فرقتِ جاناں ہی غالب تھا۔ جو قافلے راتوں رات پیدل سفر کر کے پہنچے تھے وہ
سب سے فائق رہے کہ کہ بروقت پہنچے دیدار بھی کیا کندھا بھی دیا اور جنازہ بھی پڑھا۔
جھنگ کی تاریخ میں پہلے اتنا بڑا اجتماع نہ ہوا جھنگ نے دیکھا اور شاید کبھی دیکھ بھی نہ سکے۔
لاکھوں افراد کے ایک بحر بیکراں نے اپنے قائد کا جنازہ پڑھا۔ دیدار کیا۔ اور کندھے پہ اُٹھایا۔ جنازہ کی
چار پائی کے ساتھ لمبے لمبے لوہے کے پائپ باندھ دیئے گئے تھے تاکہ سب لوگ سعادت حاصل کر سکیں
اور احساس محرومی نہ رہے اور ٹوٹنے گرنے کے امکانات اور دھکے لگنے کے بھی نہ رہیں۔

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

اعلانات میں تین بجے سہ پہر کا ٹائم دیا گیا تھا مگر ٹھیک پونے پانچ بجے قبل العصر حضرت شیخ
الاسلام حافظ الحدیث والقرآن مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی رحمہ اللہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔
جنازہ مذکورہ سکول کے ایک ہال کمرے میں رکھا گیا تھا۔ راہوں، گزرگاہوں، گراؤنڈ، سڑکوں،
بازاروں، چھتوں پر ہر طرف انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر بہہ رہا تھا۔ ادائیگی جنازہ کے فوراً بعد
لاکھوں افراد نے لمحہ لمحہ کے لئے خدا کی امانت کو رخصتی کے لیے سعادت مندوں میں اپنی شرکت کے
لئے چھولیا یا کندھا دے سکے کندھا دیا، بوڑھوں ضعیفوں نے نم آنکھوں سے الوداع کیا۔
تھانہ صدر سے شمالی جانب سے کچہری کے راستہ نواز چوک سے ہو کر جنازہ گوجرہ روڈ پر لایا
گیا اور برق رفتاری سے چلتے ہوئے ساڑھے پانچ بجے العصر آپ کا جسد خاکی اپنے جاری کردہ ادارہ
جامعہ محمودیہ پہنچایا گیا۔
جب آپ کا جنازہ اٹھا تو ہلکی ہلکی بوندا باندی ہونے لگی اور موسم نہایت خوشگوار اور پیارا سا
لگنے لگا جیسا کہ متعدد اہل اللہ کے جنازوں پہ یہ منظر دیکھا گیا ہے۔ سبحان اللہ۔
یہاں جامعہ محمودیہ میں جناب حافظ حسین احمد (ایم این اے) کوئٹہ کی امامت میں بچے کھچے
اور بعد میں پہنچے والے حضرات نے نماز جنازہ ادا کیا۔ اور ٹھیک چھ بجے بوقت مغرب خدا کی یہ امانت
اُس کی بارگاہ عفو و کرم کے سپرد کر گئی۔

رفتم واز رفتن من عالم تاریک گشت
من مگر شمعم چوں رفتم بزم برہم ساختم

قبر مبارک

آپ کی قبر لحد بنا کر پہلے ہی اوپر ڈاٹ لگا کر بند بنا دی گئی۔ جنوبی طرف (پاؤں کی) سے آپ کا جسد مبارک سر کی طرف بڑھا کر داخل کیا گیا اور پھر پاؤں کی طرف بھی کچی اینٹیں چن دیں گئیں پانچویں دن گردو پیش مٹی ڈال کر قدرے اونچا کر کے ایک تھڑا بنا دیا گیا اور قبر مبارک کو ذرا سا اونچا کر کے بھوسہ ملے گارے مٹی کی لپائی کر دی گئی۔ اس دن سے آپ جامعہ محمودیہ کے ایک کونے میں گوشہ عافیت میں محو استراحت ہیں۔ اب ارد گرد ایک پختہ احاطہ بنا دیا ہے۔

رفتید ولے نہ از دل ما

سعادتیں

۱۔ ناموس صحابہؓ کے تحفظ کے جرم میں حصول شہادت ہی کیا کم سعادت ہے اس پر مستزاد۔

۲۔ جمعہ کی رات جس کی احادیث میں بشارتیں موجود ہیں۔

۳۔ نماز جمعہ کی ادائیگی کے متصل بعد جنازہ ہوا۔ جس میں لاکھوں افراد شریک ہوئے۔ جن میں عباد۔ زہاد۔ شب زندہ دار۔ حفاظ اور محدثین شامل تھے۔

۴۔ یہ ۲۷ شب تھی یعنی شب معراج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور حافظ الحدیث والقرآن حضرت درخواستی نے بشارتوں کے ساتھ جنازہ ادا کر دیا...... یہ سعادتیں اللہ اللہ..... لوٹنے کی جائے ہے۔

مولانا شہیدؒ کی موت پر آسمان رویا۔ زمین غمزدہ ہوئی۔ قوم سوگوار ہوئی پورے ملک نے زبردست سوگ منایا۔ قتل ناحق پر دومرتبہ آسمان نے ژالہ باری کر کے برہمی کا اظہار کیا اور یہ ژالہ باری اس قدر تھی کہ اولوں کے انبار لگ گئے۔ جھنگ کی تاریخ میں ایسا پہلے نہ ہوا تھا۔ جس سے فصلیں تباہ ہوئیں۔ اس کے علاوہ موسم سرما ہونے کے باوصف سیلاب آ گیا اور تباہی مچا دی۔ ہڑتالوں، مظاہروں کے ذریعہ غم واندوہ کا اظہار جو آپ کے مظلومانہ قتل پہ ہوا وہ بھی ریکارڈ تھا۔ شاید اس قدر ردِ عمل کسی اور شخصیت پر ہو یا بعد میں ہو سکے۔ ان ہڑتالوں، مظاہروں نے اہل جھنگ کے لئے حضرت شہیدؒ کی جدائی کے صدمہ کے علاوہ بھی احتجاجات کا سیلاب بہا دیا۔

ملک بھر میں ہڑتالوں، مظاہروں اور تعزیتی جلسوں کے انعقاد کے علاوہ بیرون ملک بھی مولانا شہید کی شہادت پر بھر پور ردِ عمل کا اظہار کیا گیا۔ مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم میں غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی، اس کے علاوہ بنگلہ دیش، دوبئی، سعودی عرب برطانیہ اور دیگر ملکوں میں حضرت شہید کی یاد میں تعزیتی پروگرام منعقد کیے گئے اور حضرت شہید کی خدمات کو خراجِ عقیدت پیش کیا گیا۔

امیرِ عزیمت شہیدؒ اور اُن کی تحریک

چند حقائق...... چند وضاحتیں...... چند گزارشات

فکر ونظر کا اختلاف ہر دور میں ہوتا چلا آیا ہے اور اگر اس کی بنیاد اخلاص وتقویٰ پر ہو تو اس کے محمود ہونے میں بھی اہلِ بصیرت کو کبھی تردد نہیں رہا، اور عموماً اس اختلاف کا شکار ہر دور میں چوٹی کے رجالِ کار ہی رہے ہیں۔

دوسری طرف تنگ نظر لوگوں کی کسی بھی دور میں کمی نہیں رہی، ہمارے دور کا دامن تو سابقہ ادوار کی نسبت کچھ زیادہ ہی تنگ نظری سے اَٹا ہوا ہے، کسی کی خدمات کا اعتراف محض اس بناء پر بھی نہیں کیا جاتا کہ اس سے اپنی شخصیت کا بت لرزتا دکھائی دیتا ہے۔ تاہم "وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ" کے مصداق اللہ ربِ ذوالجلال نے عصرِ حاضر میں اپنے جن بندوں کو بے پناہ عزت سے سرفراز فرمایا ان میں مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ اور ان کے جانشینوں کے اسماءِ گرامی نمایاں ہیں، البتہ مولانا حق نواز شہیدؒ کو اپنے جانشینوں پر یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ وہ بلاشبہ ان اصحابِ عزیمت کے امیر ہونے کے سبب سے بھی نہ صرف "امیرِ عزیمت" بلکہ "امیر اصحابِ عزیمت" کہے جانے کے مستحق ہیں۔

"عزیمت" کس مقام ومنصب کا نام ہے، یا اس پر فائز ہستی کس مقام ومرتبت کی حامل ہوتی ہے اس کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے مولانا ابوالکلام آزادؒ کے قلم سے نکلا ہوا یہ شہ پارہ ملاحظہ فرمائیے:

"اصحابِ عزیمت کی دنیا باقی تمام اہلِ دنیا سے الگ تھلگ ہے، کائناتِ ہستی کا ایک بالکل الگ گوشہ ان کا مستقر ہے، جہاں کے احکام وقوانین کو دنیا کے اعمال و معمولات پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ ان کی قوتیں الٰہی، اور ان کی ترقیاں لازوال ہوتی ہیں، غیر اللہ سے خوف کا تو کیا ذکر! وہ تو موت کو آنکھوں کے سامنے دیکھ کر بھی خائف نہیں ہوتے، ان کی پرواز نہایت بلند اور سوچ نہایت عمیق ہوتی ہے، وہ میدانِ شجاعت

کے شہسوار ہوتے ہیں۔ اللہ کی حکمت والوہیت انہیں تمام خلق اللہ میں سے چن لیتی اور بحکم "واللہ یختص برحمتہ من یشاء" مختلف قسم کے عجائب وخوارق ان کیلئے مخصوص کر دیتی ہے۔ ان کے معاملات میں نہ تو کسی کا ساجھا ہوتا ہے نہ کسی مدعی کی وہاں تک رسائی ہوتی ہے۔"

"جس وقت بڑے بڑے اصحاب اموال و اسباب کے ساتھ نہ دینے پر شکوہ کناں ہوتے ہیں، صاحب عزیمت اٹھتا اور یہ کہتا ہے کہ میں وقت کو ساتھ لے کر چلوں گا...... اگر مال و اسباب نہیں ہیں تو میں اپنے وسائل خود تلاش کروں گا...... اگر زمین موافقت نہیں کرتی تو آسمان کو اُتر کر میرا ساتھ دینا چاہئے...... اگر آدمی نہیں ملتے تو جنات اور فرشتوں کو میرا ہم نوا بننا چاہئے...... اگر انسان کی زبان گنگ ہوگئی ہے تو پتھروں اور زمین کے ذرات کو میری حمایت میں چیخنا اور درختوں کو دوڑنا چاہئے...... آسمانوں کی بجلیاں میں اپنے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرنے والوں کے دلوں پر گراؤں گا تاکہ ان کے خرمن خاکستر ہو جائیں...... وہ وقت کا مخلوق نہیں بلکہ خالق، اور اپنے عہد کا پروردگار ہوتا ہے۔ وہ زمانے کے حکموں پر نہیں چلتا بلکہ خلقِ خدا آتی ہے کہ اس کی جنبشِ لب کا انتظار کرے۔ وہ دنیا کی نعمت ہائے انواع واقسام پر للچائی ہوئی نظریں نہیں ڈالتا کہ کس کس کو اپنے دامن میں بھر لے، بلکہ دنیا اس کے سامنے دامنِ عجز و نیاز پھیلاتی ہے کہ اس کے فیض سے مستفید و مستفیز ہو۔" ("تذکرہ" سے بترمیم ماخوذ)

جس دور سے ہم گزر رہے ہیں کیا اس دور کے اصحابِ علم وفضل دیگر ادوار کی نسبت قلیل ہیں؟ کیا مدارس اور مدرسین سرزمین پاک و ہند میں کمیاب یا نایاب ہو گئے ہیں؟ یا سابقہ تمام ادوار سے دور حاضر میں ان کی تعداد فزوں تر ہے؟ بحمد اللہ آج بھی بڑی بڑی دینی شخصیات اور بڑے بڑے جبال العلم والتقویٰ موجود ہیں، مسندِ علم وعرفان آج بھی آباد ہے، قرآن وسنت کے جواہر و یواقیت آج بھی لٹائے جارہے ہیں۔ یقیناً یہ سب کچھ اسی دور میں موجود ہے، لیکن حق یہ ہے کہ یہ دور اس "حق نواز" کا ہے جس نے عصرِ حاضر میں چودہ صدیوں کی بے مثال تحریک ناموسِ صحابہؓ کو جنم دیا، اور آج اس کا نام ہر دَر و بام پہ گونجتا ہے۔ اور ایک عالم میں اس کا غلغلہ بلند ہے۔ عرب وعجم میں اس کا پیغام عام ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حق نواز اپنے دور کے نمرود کے مقابل جذبِ ابراہیمی کا پیکر ہے، فراعنۂ مصر کے دربار میں جلالِ موسوی کا مظہر ہے، حضرتِ حق نے اسے ذوقِ فاروقی ودیعت فرمایا ہے، وہ نہ

صرف صاحبِ عزیمت ہے بلکہ بلاشبہ امیرِ عزیمت ہے۔

کفر کی گھنگھور گھٹائیں ایران سے چل کر پاکستان کی فضاءِ بسیط پر چھا گئیں اور ایمان کی کھیتیوں کو غرقاب کرنے لگیں تو حق نواز اکیلا اس طوفانِ بلاخیز کے آگے بند باندھنے کو اُٹھ کھڑا ہوا۔ حالات کی ناموافقت کا عذر تراشنے، وسائل کی عدم دستیابی کو سدِّ راہ قرار دینے اور کسی بہت بڑے کارواں کی ہمراہی کے انتظار میں وقت ضائع کرنے کی بجائے اس مردِ حق شناس نے خود کو آتشِ نمرود میں جھونکتے ہوئے اسلام کے لبادے میں چھپے کفر کے خلاف کھلی بغاوت اور عداوت کا اعلان کر دیا۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی!

جب راہنمایانِ ملک وملت ایرانی انقلاب کی مدح وتوصیف میں رطب اللسان تھے اس نے اسے خالص کفریہ انقلاب قرار دیا...... اس نے دشمنِ دین وملت "روح اللہ خمینی" کے قد کاٹھ اور اس کے انقلابی افکار سے متاثر ومرعوب ہونے کی بجائے ان کے تار وپود بکھیرنے کا فیصلہ کر لیا۔

جب قائدینِ ملت نے فتنہ رافضیت کی گھاتوں اور وارداتوں سے آگاہی کے باوجود بھی گومگو کی پالیسی اور کفرِ خالص کے ساتھ مصالحانہ اور "برخوردارانہ" رویّہ اختیار کیا تو حق نواز جانباز سربکف ہو کر میدانِ عمل میں اترا اور اُحد وبدر کی داستانیں دہرانے لگا۔ اس کی زبان حق کی ترجمان تھی...... اس کی آواز حق وصداقت کی آواز تھی...... وہ خود تو پاکستان سے باہر نہ جا سکا لیکن اس کی آواز بہت جلد عالمِ اسلام کے گوشے گوشے میں پہنچی اور جہاں جہاں پہنچی وہاں اس نے ناموسِ صحابہؓ کی سرفروش تحریک کو جنم دیا۔

بعض وہ حضرات جنہوں نے ایرانی انقلاب کا بغور جائزہ نہیں لیا، مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ کو متشدد قرار دیتے اور ایک عام مسلمان کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ "سپاہِ صحابہ کی متشددانہ سرگرمیوں نے شیعیت کو منظم ہونے پر مجبور کر دیا، اور وہ ہتھیاروں سے لیس ہو کر ان پر چڑھ دوڑی، ورنہ تو پاکستان میں اس جیسی بے ضرر مخلوق ہی اور کوئی نہیں تھی!؟"

مؤدبانہ گذارش ہے کہ یہ نقطۂ نظر فی الواقع قابلِ اصلاح ہے، اور عموماً وہ لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں، جو اس سے قبل فی نفسہٖ تاریخِ شیعیت سے ناواقف ہونے کی بناء پر صدیوں سے اسلام اور ملتِ اسلامیہ کے مفادات پر ضربیں لگاتی ہوئی شیعیت کو بھی بے ضرر گردانتے اور اس کے ساتھ پیار کی پینگیں بڑھاتے ہیں۔ اگر ان لوگوں نے سیدنا فاروقِ اعظم اور سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہما کی

شہادت کے اسباب وعوامل سے لے کر صدیوں تک پھیلی ہوئی شیعی دسیسہ کاریوں کا مطالعہ کیا ہوتا تو یقیناً وہ شیعیت کو ایک فتنۂ کبریٰ قرار دیتے اور ایرانی انقلاب کے قائدین اور بالخصوص بانیٔ انقلاب کے افکار وعزائم کا بغور مطالعہ کیا ہوتا تو ان کیلئے اس فتنۂ عظیمہ سے صرفِ نظر کرنا ممکن نہ رہتا۔ لاعلمی کی "نعمت" سے لطف اندوز ہونے والے ان حضرات کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ دورِ فاروقِ اعظمؓ میں مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہونے کے بعد دسویں صدی ہجری، یعنی کم وبیش ایک ہزار سال تک کا ایران واضح سنی اکثریت کا ملک تھا، سوائے چند شہروں کے اس ملک میں ہر طرف خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم کی عظمت وتقدیس کے ترانے گونجا کرتے تھے۔ اسماعیل صفوی اور اس کے جانشینوں نے دھونس، دھمکی، قتل وغارت، ڈنڈے اور تلوار کے زور پر لاکھوں سنی گھرانوں کو شیعی عقائد اپنانے پر مجبور کیا، اور صرف ایران ہی نہیں بلکہ ہندوپاک کے بیسیوں اضلاع میں شیعیت کی ترویج ڈنڈے کے زور پر ہی ہوئی ہے۔

سلطنت اودھ میں واجد علی شاہ کے دور تک اور بعد ازاں لکھنؤ میں اٹھنے والے تبرا ایجی ٹیشن کا مطالعہ ہی کر لیا جائے، تو شیعیت کی خود تراشیدہ تصویر غلاظت میں لتھڑی ہونے کے باوجود اتنی ہیبت ناک نظر آتی ہے کہ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب واحباب کی شرعی حیثیت واہمیت کو تسلیم کرنے والا کوئی شخص اس خطرے سے آنکھیں نہیں چرا سکتا!

.......☆.......

جہاں تک میں سمجھتا ہوں مولانا حق نواز شہیدؒ کے ناقدین نے ان کی شخصیت سے انصاف نہیں کیا، صرف یہی نہیں بلکہ اصل المیہ یہ ہے کہ ان بے چاروں کی اکثریت نے "اصحابِ رسول" سے بھی انصاف نہیں کیا، ورنہ ملعون خمینی اور اس کے برپا کردہ انقلاب کی مدح سرائی کا کوئی جواز نہیں تھا۔ مولانا حق نواز شہیدؒ کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ پختہ کار عالم نہیں محض جذباتی خطیب اور شعلہ نوا مقرر تھے، انہوں نے اپنی خطابت سے آگ لگا دی اور چلے گئے۔ راقم کے نزدیک اِن اقوال کی حیثیت "تلک امانیھم" سے بڑھ کر نہیں ہے۔ مولانا شہیدؒ نے دارالعلوم کبیروالا کے اساتذہ سے کسبِ فیض کیا اور جامعہ خیر المدارس ملتان میں شیخ الحدیث علامہ محمد شریف کشمیریؒ، حضرت مفتی عبدالستارؒ، حضرت مولانا محمد صدیق جالندھری اور دیگر کاملینِ فن اساتذہ سے دورۂ حدیث شریف کے اسباق مکمل کر کے سندِ فراغت اور دستارِ فضیلت حاصل کی، اور دورۂ حدیث کے امتحان میں جو عالیشان کامیابی حاصل کی اس کی تفصیلات شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق زید مجدہم نے مہیا فرمائیں، جو ہم نے شروع میں پیش کر دی ہیں، بعد ازاں مولانا شہیدؒ نے قطب الاقطاب مولانا محمد عبداللہ بہلوی نقشبندی رحمہ اللہ

سے قرآنِ کریم کی تفسیر پڑھی، ساتھ ہی تنظیم اہل سنت ملتان کے دار المبلغین سے امام المناظرین مولانا عبدالستار تونسوی اور علامہ دوست محمد قریشیؒ سے ردّ رفض و بدعت کے موضوع پر مناظرہ کی تربیت حاصل کی، بنیادی تعلیم کے یہی وہ اجزاء ہوتے ہیں جن سے دین کے مختلف شعبوں میں کام کرنے کی صلاحیت اُجاگر ہونے کے علاوہ دینی کارکن کی زندگی کا رُخ بھی متعین ہوتا ہے اور بعد ازاں یہی اجزاء کسی بھی دینی شخصیت کی تکمیل کا سبب بھی بنتے ہیں۔

قدرت انسانوں سے تقسیمِ کار کے اصول کے تحت کام لیتی ہے، اس اصول کے تحت قدرت کو چونکہ مولانا شہیدؒ سے میدانِ تدریس یا تصنیف و تالیف کی بجائے ردّ فرق باطلہ اور بالخصوص تردید سبائیت کے موضوع پر کام لینا مقصود تھا، تو انہیں خطابت اور قوتِ استدلال سے نواز دیا گیا، مولانا شہیدؒ ان جواہر سے مالا مال ہو کر جھنگ میں خطیب کی حیثیت سے تشریف لائے تو اپنے ذوق کی نشوونما برابر جاری رکھی، جس کا ثبوت ان کی لائبریری ہے، جو آج بھی جھنگ جا کر ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ مولانا خود فرمایا کرتے تھے کہ "میں نے شیعیت کا پندرہ سال مطالعہ کیا ہے، اور کوئی چھوٹی بڑی کتاب میں نے مطالعہ کیے بغیر نہیں چھوڑی"۔

مولانا شہیدؒ کے اس دعوے کو مدّ نظر رکھا جائے تو ان کو کسی کم علمی کا طعنہ کیونکر دیا جا سکتا ہے؟ کام کرنے والے کسی بھی فرد کے لئے پندرہ سال کا مطالعہ اور غور و خوض کچھ کم نہیں ہے، البتہ مقصد محض مطالعہ کرنا ہو (نہ کہ کام کرنا) تو بلاشبہ اس کے لئے زندگی کی صدیوں پر مشتمل ساعات بھی ناکافی ہیں۔

مولانا کے ذوقِ مطالعہ کا اس سے بڑھ کر ثبوت کیا ہوگا کہ آپؒ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی مشہور کتاب "تحذیر الناس" کا ۱۹۸۴ء تک آٹھ بار مطالعہ کر چکے تھے۔ چنانچہ ۱۹۸۴ء میں جب آپ اپنی مسجد میں سلسلہ وار سیرت النبیؐ کے موضوع پر جمعہ کی تقاریر کر رہے تھے، ایک تقریر بہ عنوان "مقامِ نبوت تحذیر الناس کی روشنی میں" فرمائی، یہ تقریر بڑی ولولہ انگیز ہے، اس تقریر میں خود فرماتے ہیں:

"جتنا مجھ سے ہو سکتا تھا یا میں مطالعہ کر سکتا تھا، یا جہاں تک میرا دماغ، میری نظر، میرا شعور، میری عقل کام کر سکتی تھی، یا جتنا از خود مطالعہ کر سکتا تھا یا کسی سے تحقیق کر سکتا تھا، یا بڑے بڑے جید علماء کے لٹریچر کا مطالعہ کر کے معلومات لے سکتا تھا، یا اساتذہ سے پوچھ سکتا تھا، یا تاریخ کا مطالعہ کر سکتا تھا یا جہاں تک مختلف فرقوں کے لٹریچر کا مطالعہ میرے بس میں تھا، میں نے ایک طویل مدت سے اس کا مطالعہ کیا ہے، طالب علمی

کے زمانہ میں مطالعہ کیا، فارغ ہونے کے بعد آج تک پندرہ بیس سال کی طویل مدت مطالعہ میں گزری اور یہ مطالعہ مسلسل جاری ہے۔ میرے اس مطالعہ اور تعلیمی استطاعت کے مطابق میرے سامنے کوئی ایسی مدلل کتاب، اس سوال کے جواب میں سوائے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی کتاب کے اور کوئی نہیں آئی، جو انہوں نے اس موضوع پر لکھی کہ آخر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلۂ نبوت کا اختتام کیوں ہوا، کسی اور نبی پر اس کا خاتمہ کیوں نہیں ہوا اور یہ کہ یہ سلسلہ ختم کیوں کیا، یہ سلسلہ برابر جاری کیوں نہ رہا؟ چنانچہ ذمہ داری کے ساتھ خانۂ خدا میں کھڑے ہو کر عرض کر رہا ہوں کہ کم از کم اس کتاب کو، جو اُردو زبان میں ہے میں نے آٹھ مرتبہ پڑھا ہے۔

(پھر کئی سال بعد کی بعض تقاریر میں فرمایا کہ پندرہ مرتبہ پڑھا ہے......سعد)

چنانچہ ۲۶ر اپریل ۱۹۸۴ء کو جنرل ضیاء الحق کی طرف سے جاری کردہ امتناع قادیانیت آرڈیننس کے نفاذ کے بعد گوجرہ میں منعقد ہونے والی ختم نبوت کانفرنس میں حضرت خواجہ خواجگان مولانا خان محمد صاحب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی زیر صدارت آپؒ نے ''عقیدۂ ختم نبوت تحذیر الناس کی روشنی میں'' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ یہ خطاب اس قدر مؤثر، دلپذیر اور جامع تھا کہ حضرت خواجۂ خواجگان کی نظریں آپ کے چہرے سے نہیں ہٹتی تھیں۔ بعد میں حضرت اقدس مختلف مقامات پر اس تقریر ☆ کی مدح میں رطب اللسان نظر آئے۔ حتیٰ کہ آج ۲۵ سال گذر جانے کے باوجود بھی وہ تقریر حضرت خواجۂ خواجگان کے ذہن سے محو نہیں ہوئی، اور اب بھی مختلف مقامات پر اس کا حوالہ دیتے رہتے ہیں۔

☆......اس تقریر کی لذت کا عالم دیکھئے کہ بعد ازاں لاہور کے کسی مقام پر منعقد ہونے والی ختم نبوت کانفرنس میں علماء کرام نے ایک دفعہ پھر فرمائش کر کے آپ سے وہ تقریر کروائی، یہ قیام سپاہ صحابہؓ سے قبل کا زمانہ تھا اور آپ شہرت وعظمت کی ان بلندیوں پر ابھی فائز نہیں ہوئے تھے جو قدرت نے بعد میں آپ کو نصیب کیں۔ چنانچہ آپ کی تقاریر کی ریکارڈنگ کا انتظام کم ہوا کرتا تھا۔ تاہم لاہور والی تقریر ریکارڈ ہوئی۔ بعد ازاں ۲۰۰۰ء میں بندہ کے محترم مجاہد ختم نبوت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی زید مجدہم نے اس تقریر کو ''خطبات ختم نبوت'' میں شامل کر کے شائع کیا۔ اور بندہ نے بھی ''خطبات امیر عزیمت'' میں اس تقریر کو شائع کرنے کا شرف حاصل کیا۔ اس تقریر کی اصل اہمیت اس بناء پر ہے کہ یہ ''تحذیر الناس'' کی روشنی میں کی گئی ہے! اور ''تحذیر الناس'' حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی وہ مشہور کتاب ہے جو اثبات عقیدۂ ختم نبوت کے موضوع پر لکھی گئی۔ لیکن بعد ازاں یہ کتاب مولانا احمد رضا خان کے ہتھے چڑھی تو انہوں نے تین مختلف مقامات سے قینچی مار کر عبارات اکٹھی کیں اور انہیں آپس میں جوڑ کر .... بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ....

اس سے مولانا کے ذوقِ مطالعہ اور محنت کا اندازہ ہوتا ہے۔ مولانا شہیدؒ کی محنت، ذہانت و ذکاوت اور استعداد و صلاحیت کا ایک شاہکار وہ مناظرہ بھی ہے جو سپاہِ صحابہؓ کے قیام سے کم وبیش چھ سال قبل جھنگ میں بریلوی علماء اشرف سیالوی وغیرہ سے ہوا تھا۔ بلاشبہ اس مناظرہ پر جو فیصلہ جج صاحبان نے صادر فرمایا اس میں مولانا شہیدؒ کی ''شکست'' دکھائی گئی ہے، لیکن اس مناظرہ کے بعد بریلوی حضرات میں جو کھلبلی مچی اور نوبت ایک دوسرے کے پول کھولنے تک پہنچی تو خانقاہِ گولڑہ شریف والے پیر سید نصیر الدین مرحوم کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ شکست مولانا حق نواز کو نہیں اشرف سیالوی کو ہوئی ہے۔ پیر صاحب کی عبارت ملاحظہ ہو:

> ''مقابل مناظر (مولانا حق نواز) نے ان (مولانا اشرف سیالوی) کے ایک ممدوح (مولانا احمد رضا) کی جس عبارت کو گستاخانہ قرار دیا تھا، سات گھنٹے جاری رہنے والے اس مناظرے میں سیالوی قبلہ نہ اس کی صفائی پیش کر سکے اور نہ اسے ثابت فرما سکے۔'' (لطمۃ الغیب علی ازالۃ الریب ص۹۴)

نیز اس مناظرے کے بعد پروفیسر طاہر القادری نے مولانا جھنگوی شہیدؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے خلاف مناظرہ میں شمولیت اور معاونت پر معافی طلب کی، پھر اسی مناظرہ کے نتیجہ میں ہی پرانی عیدگاہ والی مسجد کے خطیب مولوی محمد صدیق کو جھنگ سے کوچ کرنا پڑا۔ جبکہ مولانا شہیدؒ کی جھنگ کے عوام میں مقبولیت روز افزوں ترقی کرتی چلی گئی۔ ادھر اسی دوران ۱۹۷۹ء میں ایران میں برپا ہونے والے شیعی انقلاب کے بعد پاکستان بھر میں شیعیت کی ایک لہر اٹھ کھڑی ہوئی۔ جس کے مقابلے کے لئے قدرت مولانا شہیدؒ سے کام لینے کا فیصلہ کر چکی تھی۔ چنانچہ پہلے پہل کچھ عرصہ تک مولانا شہیدؒ شیعوں کے لٹریچر کا مطالعہ کرتے اور حالات کا جائزہ لیتے رہے، بعد ازاں جھنگ میں تحفظ ناموسِ صحابہ کمیٹی تشکیل دی، اور جب حالات بہت زیادہ گھمبیر ہو گئے تو ۱۹۸۵ء میں سپاہِ صحابہ کی بنیاد رکھی، جس کا دائرہ کار آہستہ آہستہ وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ علمی وسعت کے پندار میں مبتلا ''راہب'' کسی

............بقیہ حاشیہ............

ایک ہی عبارت بنا کر اس سے مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کو منکر ختم نبوت قرار دے کر کفر کا فتویٰ عائد کر دیا، اس کتاب کی اردو عبارت اتنی ثقیل ہے کہ اسے پڑھتے اور سمجھتے ہوئے بڑے بڑے اہلِ علم کی جان جاتی ہے، مولانا حق نواز شہیدؒ نے اس کو حل کرنے کے لئے بار بار مطالعہ کیا اور کوزے میں بند اس سمندر کی تہہ سے ایسے موتی نکالے جن سے اس کتاب اور صاحبِ کتاب کی حقیقی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس بناء پر پورے دیوبندی مکتبِ فکر کو مولانا شہیدؒ کا ممنونِ احسان ہونا چاہئے!

ایک موقع پر بھی مولانا شہید کو کسی عربی یا فارسی عبارت کا غلط ترجمہ پیش کرتے ہوئے یا کسی بھی موقع پر کسی بھی عبارت سے غلط استدلال کرتے ہوئے نہیں دیکھیں گے۔ پھر مولانا شہیدؒ کو علمی حیثیت کمزور ہونے کا طعنہ دینا اور اصحابِ رسول کے دشمن کو دانت نکالنے کا موقع فراہم کرنا چہ معنی دارد!

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی!

......☆......

مولانا حق نواز شہیدؒ کی تحریک کے بنیادی اہداف صرف دو ہی تھے (۱) ملک میں سیلاب کی سی تیزی سے بڑھتے ہوئے ایرانی شیعی انقلاب کا سدِ باب (۲) سنی انقلاب برپا کر کے ملک میں اسلامی نظام بطرزِ ''خلافتِ راشدہ'' کا قیام!

اس میں قطعاً کوئی مبالغہ آرائی نہیں کہ ایرانی انقلابی حکومت پاکستانی شیعوں کو استعمال کر کے پاکستان میں شیعی انقلاب برپا کرنا چاہتی تھی۔ اس مقصد کے لئے زبردست تیاریاں کی گئیں، پاکستانی شیعوں کی اکثریت ۱۹۷۹ء تک سنیوں کے دروازوں پر بھیک مانگتی دکھائی دیتی تھی۔ لیکن انقلاب کے بعد ان پر ایران کا سیال سونا بے دریغ لٹایا گیا، بے نام ونشان شیعی ذاکر اچانک لمبے چوڑے القاب کے ساتھ مجتہد کا لباس پہن کر نمودار ہونے لگے۔ پچانوے فیصد سے زائد سنی اکثریت کے ملک میں ''تحریک نفاذ فقہ جعفریہ'' کا قیام عمل میں لایا گیا اور اسلام آباد میں پارلیمنٹ کا گھیراؤ کر کے ضیاء الحق کے مارشل لائی اقتدار سے اپنے مطالبات منوا لئے گئے۔ پارلیمنٹ کا گھیراؤ دراصل انقلاب کی ریہرسل تھی، آغا مرتضیٰ پویا جیسے اشخاص جو ایرانی انقلابی عمل کے دوران خمینی کے ساتھ رہے تھے، باقاعدہ تربیت دے کر بھیجے گئے جو آتے ہی پاکستان کے سیاسی منظر پر چھا گئے۔ مختلف اضلاع میں خانہ ہائے فرہنگ ایران نے اپنی سرگرمیوں میں ہنگامی بنیادوں پر ہوش ربا اضافے کئے، اور ان سب سرگرمیوں کے پس منظر میں ایران کی دولت کام کر رہی تھی۔ کوئٹہ میں ایرانی پاسدارانِ انقلاب نے اچانک دھاوا بول دیا۔ راقم الحروف اپنی زیرِ طبع ''تاریخ شیعیت'' میں اس تمام منصوبے کی تفصیلات پیش کر چکا ہے۔ اہلِ علم کے لئے تو خیر یہ سب کچھ کسی نئے انکشاف کی حیثیت نہیں رکھتا تاہم اب جبکہ وہ سب عزائم چکنا چور کر دیئے گئے ہیں، بعض بھولے بادشاہوں کی بصیرت و بصارت ایرانی انقلاب کی پاکستان میں درآمدگی کی بات سن کر باچھیں کھلا کر ہنستی ہے۔ حالانکہ ایسے بھولے بادشاہوں کی سادگی یا ڈھٹائی پر زمانے کو ہنسنا چاہئے جن کو آج تک دوست اور دشمن کا ادراک نہیں ہو سکا۔ اور یہ

لوگ آج بھی اپنی آستینوں میں سانپوں کی پرورش فرما رہے ہیں۔ یہ مولانا حق نواز شہیدؒ اور ان کے رفقاءِ فکر ہی تھے جنہوں نے ایرانی عزائم کے سامنے بند باندھا اور پاکستان میں شیعیت کو خطرے کی لکیر سے بہت پیچھے دھکیل کر اس مقام پر لا کھڑا کیا جہاں اسے اپنی بقاء کی جدوجہد کرنا پڑ رہی ہے چنانچہ بحمد اللہ ملک شیعی انقلاب کے خطرے سے محفوظ کر دیا گیا ہے اور اب شیعیت کو بھی اس کا یقین ہے کہ کسی قسم کی تخریب کاری سے انقلابی مقاصد بہرحال حاصل نہیں کئے جا سکتے۔ چنانچہ اب پاکستان میں شیعیت کی سیاسی سرگرمیاں ماند پڑ گئی ہیں، اور اپنی بقاء کے لئے اسے سنی سیاسی قوت کے زیرِ سایہ پناہ لئے بغیر چارہ نہیں! نفاذِ فقہ جعفریہ کی بات بھی قصۂ پارینہ ہو چکی ہے، اور اب ایرانی شیعیت نے بعض دیگر ممالک کو اپنے نظریات کی جولانگاہ بنایا ہوا ہے جہاں سے اسے منہ کی کھانی پڑ رہی ہے۔ اس سلسلے کی دو اہم خبریں ملاحظہ فرمائیے:

(۱) مراکش نے ایران سے سفارتی تعلقات توڑ لئے!

مراکش نے ایران کے ساتھ اپنے سفارتی تعلقات یہ کہتے ہوئے منقطع کر لئے ہیں کہ ایرانی سفارت خانہ اکثریتی سنی مملکت میں اپنے عقائد کو فروغ دینے میں ملوث ہے۔ مراکش کی وزارت خارجہ کی طرف سے جاری کردہ بیان میں الزام لگایا گیا ہے کہ ایرانی سفارت خانہ ملک کے اندرونی معاملات میں ناقابلِ برداشت حد تک مداخلت کر رہا ہے۔ اور ایسی سرگرمیوں میں ملوث ہے جس سے ملک کے مذہبی اتحاد کو سنگین خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ ایران کے وزیر خارجہ منوچہر متقی نے مراکش کے اس اقدام کو غیر متوقع قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ یہ حیران کن ہے اور اس کے بارے میں سوال کیا جا سکتا ہے۔ واضح رہے کہ مراکش کے ذرائع ابلاغ حالیہ چند برسوں سے ایران پر الزام لگا رہے تھے کہ وہ مراکش میں اپنے مذہبی عقائد کو فروغ دینے میں ملوث ہے۔"

(ہفت روزہ اخبار جہاں کراچی۔ ۱۶ تا ۲۲ مارچ ۲۰۰۹ء ص ۱۰)

(۲) ایران سے بھیجی ہوئی ۲۶ ہزار کتب افغان حکام نے دریا برد کر دیں

(امت نیوز) افغان حکام نے تصدیق کی ہے کہ انہوں نے ایک بڑی اور جامع تصدیق کے بعد ایران سے شائع کر کے افغانستان بھیجی جانے والی ۲۶ ہزار سے زائد درسی کتب کو دریا برد کر دیا ہے۔ جس میں افغانستان کے اکثریتی مذہبی طبقے کی دل

آزاری پر مبنی مواد شامل کیا گیا تھا۔ کرزئی کی جانب سے ان متنازعہ کتب کو دریا برد کرنے کے اس اقدام کو امریکی اور اتحادی ممالک نے سراہا ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ افغانستان کے تمام مذہبی مسالک کے مابین رواداری کو فروغ دے گا۔ کابل سے اپنی ایک رپورٹ میں امریکی اخبار واشنگٹن کے نمائندۂ خاص کا کہنا تھا کہ یہ کتب جن کے بارے میں مقام علماء کا کہنا تھا کہ ان میں دل آزاری پر مبنی باتیں شامل کی گئی ہیں، ایران سے شائع ہو کر نیمروز اور ہلمند میں لائی گئی تھیں۔ نیمروز کے گورنر غلام دستگیر آزاد نے صدر حامد کرزئی کو بتایا تھا کہ ان کی تحقیق کے مطابق ان کتب میں ایسا مواد ہے جس کی تشہیر ہوئی تو یہ کتب طالبان کی گولیوں سے زیادہ خطرناک ثابت ہوں گی۔ گورنر غلام دستگیر آزاد کا استدلال تھا کہ ان کتب کو جلانے کی بجائے دریا برد کرنا زیادہ مناسب رہے گا۔ آئندہ نجی اداروں و تنظیموں کو اس بات کا پابند کیا جائے کہ وہ باہر سے کتب منگوانے کی بجائے ملکی اداروں اور پبلشرز کی جانب سے شائع کی جانے والی کتابوں کو اپنے نصاب کا حصہ بنائیں۔ گورنر نیمروز کے ترجمان حاجی نذیر کا کہنا ہے کہ یہ کتب چھ ماہ پہلے ایران سے لائی گئی تھیں لیکن متنازعہ مواد کے باعث انہیں نصاب میں شامل کرنے کی بجائے ان پر علماء کرام اور ماہرین کی آراء وصول کر کے انہیں دریا برد کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ کیونکہ ان کتب سے افغانستان میں مذہبی ہم آہنگی کو نقصان پہنچنے کا خدشہ تھا۔

امریکی اخبار کا کہنا تھا کہ ضائع کی جانے والی کتب تاریخ اور دینیات کی تھیں۔ جن کے بارے میں کابل کے کتب فروشوں کا دعویٰ ہے کہ ایسی ۲۴ ہزار کتب کو ضائع کیا گیا ہے جن کا تخمینہ ۴۰ ہزار امریکی ڈالر لگایا گیا ہے، نیمروز کے گورنر غلام دستگیر کے ترجمان حاجی نذیر کا کہنا تھا، ہم نے تمام متنازعہ کتب کو ضبط کر کے انہیں ویئر ہاؤس میں رکھا تھا۔ جس میں سے کچھ نمونے وزارت تعلیم اور اسلامی تحقیق کو بھیجے تھے، اور ان کی آراء طلب کی تھیں۔ ان کی جانب سے ان کتب کو متنازعہ قرار دیئے جانے پر دریائے ہلمند میں ڈال دیا گیا۔ (روزنامہ امت کراچی)

......☆......

مولانا حق نواز شہیدؒ نے پاکستان میں ایرانی انقلاب کو روکنے کے لئے عوامی قوت کے

استعمال کا فیصلہ کیا کیونکہ عوامی قوت کے بغیر عوام میں بڑھتے ہوئے شیعی انقلاب کے خوفناک ریلے کو نہیں روکا جا سکتا تھا۔اس لئے سپاہِ صحابہ طرز کی ایک زوردار تحریک کا قیام ہی ضروری تھا۔اور عوام کی طرف بڑھتے ہوئے اس خطرے کے سدِّ باب کیلئے عوام ہی کو کھڑا کر دینے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں تھا۔اس کے پسِ منظر میں جہاں قادرِ مطلق کے تکوینی فیصلے کا عمل دخل تھا وہاں ظاہراً یہ مولانا شہید کا اپنا اجتہاد بھی تھا جس میں اگر وہ غلطی پر ہوتے تب بھی ایک نیکی کے حق دار قرار پاتے،لیکن جہاں تک راقم السطور کی فکر کا تعلق ہے تو وہ اس میں ان کے اس اجتہاد کو نہائت صائب قرار دیتا ہے۔اور ان کی شہادت کے بعد سے تا حال پیش آنے والے احوال وواقعات کی بناء پر ان کے اس فیصلے کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہے۔یہ عوامی قوت تھی جس نے ان کی صدائے درد پر لبیک کہا اور آنے والے وقت کی مانگ پوری کرتے ہوئے بے دریغ اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے۔جہاں تک علماء کرام کی دینی اور معاشرتی اہمیت کا تعلق ہے،ان کی افادیت اور برکات سے انکار کوتاہ اندیشی کے سوا کچھ نہیں،لیکن گذشتہ چند عشروں میں پیش آمدہ حالات کی بناء پر راقم کا تجزیاتی تاثر یہی ہے کہ عصرِ حاضر میں حضرات علماءِ کرام اپنے علمی وقار کو مجروح ہونے سے بچانے کے لئے بعض اوقات (یا شاید اکثر اوقات) حالات کی سنگینی کا مقابلہ مصلحت بینی اور دوراندیشی سے فرمانے کی کوشش کچھ اس قدر خلوص سے کرتے ہیں کہ نتیجتاً اندیشے تو دور ہوتے ہی ہیں،ساتھ ہی تحریکیں بھی تاریکی میں کھو جاتی ہیں۔

"تحریک سوادِ اعظم اہل سنت" کے عنوان سے اٹھنے والی تحریک ایرانی انقلاب کے تناظر میں ایک واضح مثال ہے۔جس کے بانیین اور محرکین بفضلِ اللہ تعالیٰ تا حال بزمِ ہستی میں پوری علمی آن بان اور شان کے ساتھ زندہ و تابندہ ہیں،جبکہ بیچاری "تحریک سوادِ اعظم" اسی دور میں ہی ان کی عظمت پر قربان ہو کر جامِ شہادت نوش کر گئی تھی۔بعد میں اس مرحومہ کے بعض لواحقین نے کاروانِ حق نواز کے بعض "دہشت گردوں" کی مخبری کے ذریعے انہیں ناحق پسِ دیوارِ زنداں عقوبت خانوں میں بھجوا کر وطنِ عزیز میں بحالیٔ امن کے سلسلہ میں اپنی خدمات پیش کیں اور حکمرانوں سے اپنی خدمات کا صلہ پایا۔

مسافرانِ شبِ غم ، اسیرِ دار ہوئے
جو راہنما تھے بکے اور شہر یار ہوئے!

بعض تقدس مآب ہستیاں اب بھی سال بہ سال "دورۂ فارس" پر تشریف لے جاتی ہیں اور وطن واپسی پر "اخوان الصفاء" سے ملاقاتوں اور اپنی "حق گوئی" کی روداد پر مشتمل سفرنامے تحریر فرما کر قوم کی خدمت میں سرمۂ بصیرت پیش فرماتی رہتی ہیں۔ان سفرناموں میں دیانت کے تقاضوں کو مدِ نظر

رکھتے ہوئے جہاں ان کی ''بعض'' زیادتیوں یا مظالم کا تذکرہ کیا جاتا ہے وہاں ان کی خوبیوں کا بیان بھی ضروری ہوتا ہے، اور پیش بندی کے طور پر محاسن کا یہ تذکرہ معائب پر حاوی ہو جانے کی بناء پر تمام قسم کے ''منفی'' تاثرات کو بہالے جاتا ہے! لہٰذا تحریکوں کا تاریکی میں گم ہو جانے کا تمام تر جواز اسی ''علمی وقار'' اور ''دیانت کے تقاضوں'' کا رہین منت ہوتا ہے!

جبیں پہ داغ ریائی ، زباں پہ مہر سکوت
فقیہ شہر فقیروں کی بات کیا جانے
حرم فروش ''شہادت'' سے باخبر ہی نہیں
خطیب شہر مقام حیات کیا جانے!

مولانا حق نواز شہیدؒ نے علیٰ وجہ البصیرت اس تحریک کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں رکھی، اور نوجوانوں کو اپنا ہم سفر بنانے کو ترجیح دی، لیکن ساتھ ہی علماء کرام کا مکمل احترام واکرام ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے انہیں بار بار یہ گزارش کی کہ آپ حضرات میری تحریک کی سرپرستی فرمائیں اور نوجوانوں کے سر پر دست شفقت رکھیں۔ چنانچہ کم وبیش ہر تحصیلی و ضلعی تنظیم کی سرپرستی کی سعادت علماء کو میسر رہی اور باقی مناصب پر مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے نوجوانوں نے فائز ہو کر تحریک کو اٹھایا اور دیکھتے ہی دیکھتے بام عروج پر پہنچا دیا۔

عوامی تحریکوں کا مطالعہ رکھنے والے حضرات اس حقیقت کا ادراک رکھتے ہیں کہ ایسی تحریکوں میں مختلف طبقات سے تعلق اور مختلف اذہان رکھنے والے لوگ شامل ہو جاتے ہیں جنہیں مکمل کنٹرول میں رکھ کر ان سے اپنا کام نکلوانا نہایت مشکل ہوتا ہے، لیکن مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ کو قدرت کی طرف سے یہ قائدانہ صلاحیت ودیعت ہوئی تھی کہ انہوں نے ملک کے طول وعرض میں ان لاکھوں نوجوانوں کو اپنی مٹھی میں رکھا، اور جب تک وہ موجود رہے ارض وطن امن وامان کا گہوارہ بنی رہی، حالانکہ وہ اگر چاہتے تو ان مشتعل نوجوانوں کو ایک ہی اشارہ کافی ہوتا اور صحابہ کرامؓ کے خلاف آئے روز تبرا بکنے والے ذاکر، کتابیں لکھنے والے مصنف پہلے ہی مرحلے میں چن چن کر جہنم واصل کر دیے جاتے، مگر مولانا نے یہ راستہ اختیار کرنے کی بجائے ایک بھرپور عوامی تحریک برپا کر کے صحابہ دشمنوں کے خلاف قانون سازی کی راہ ہموار کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ مستقل بنیادوں پر اس فتنے کا سد باب کیا جا سکے! لیکن جونہی نوجوان کھڑے ہوئے شیعیت مولانا شہیدؒ کے اس طرز عمل کو بھانپ گئی، اور اسے اندازہ ہو گیا کہ ردعمل کی شدت عمل کی شدت سے کم نہیں ہے، اور یہی قانون فطرت ہے! شیعیت کے

شاطر دماغوں کو احساس ہوا کہ قانون سازی کا پُر امن مطالبہ اگر اقتدار کے ایوانوں تک پہنچ جاتا ہے تو اس کی ذلت کے تمام تر اسباب موجود ہیں۔ چنانچہ پہلے پہل تو تحریری و تقریری دھمکیوں سے مولانا کو ڈرانے کی کوشش کی، بعد ازاں قاتلانہ حملوں کے ذریعے......اور بالآخر فی الواقع قتل کرنے کا فیصلہ کیا تا کہ سنی شیعہ فسادات کا سنگِ بنیاد رکھ کر سنی نوجوانوں کو بھی تخریب میں مبتلا کر دیا جائے، یوں کوئی ایک فریق ''مظلوم نہیں رہے گا'' اور دونوں کا وزن برابر قرار دے کر ملکی قانون اور عوام کی نظر میں دونوں کو ہی مجرم قرار دے دیا جائے۔ یوں مسئلہ ایک طویل عرصے تک نہ صرف لٹکایا جا سکتا ہے، بلکہ ایک جمہوری ملک کے عوام کو اس سے متنفر بھی کیا جا سکتا ہے!

چنانچہ پہلے مرحلے میں شیعیت نے مولانا شہیدؒ کو دھمکانے کا جو انداز اختیار کیا، اس کے بیسیوں شواہد میں سے ایک، وہ خط ہے جو شیعوں کے ''صدر العلماء، حضرت، علامہ، مفتی، سید، نصیر الاجتہادی کی نوجوانانِ ملتِ جعفریہ سے اپیل'' کے عنوان سے شیعوں کے ایک ہفت روزہ ''عظیم کراچی'' کی جلد نمبر ۷، شمارہ نمبر ۲۸، ۲۹ بمطابق مورخہ ۸ تا ۱۶ نومبر ۱۹۸۷ء کی اشاعت میں صفحۂ اول پر چھپا، اس کے دو اقتباس ملاحظہ فرمایئے اور ''صدر العلماء'' کا لب و لہجہ دیکھئے، لکھتے ہیں:

''میں اپنی قوم کے تمام افراد سے اور بالخصوص نوجوانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے کمر بستہ ہو جائیں، اور زندہ اقوام کی طرح اپنے سماجی اور شرعی حقوق کے لئے اٹھ کھڑے ہوں، کیونکہ قرآن اور تاریخ کا یہی فیصلہ ہے کہ انہی قوموں کو زندہ و تابندہ رہنے کا حق ہے جو اپنے حقوق کی ہر قیمت پر حفاظت کرنا جانتے ہیں۔ ہماری جنگ نہ کسی فرقہ سے ہے نہ ہی حکومت سے ہے۔ لیکن ہمیں زندہ رہنا ہے اور ایک غیرت مند قوم کی طرح رہنا ہے۔ اس کے لئے ہمیں جو کچھ کرنا ہے وہ کریں گے ہم اس ملک میں دوسرے درجہ کے شہری یا زیر دست ملت کی طرح زندہ رہنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے ہیں۔ بحمد اللہ ہم تعداد، صلاحیت، دولت، علم کسی اعتبار سے کسی سے کم نہیں ہیں۔ پھر ہم اپنے حقوق سے محروم کیوں رہیں، اور اپنا حق کیوں نہ حاصل کریں۔ ہماری راہ میں کسی کو بھی حائل ہونے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ ہم تیس سال سے اپنے حقوق کی پامالی کا مشاہدہ کر رہے ہیں اور ہر چیز کی طرح صبر کی بھی ایک حد ہوتی ہے، اب ہم ہر قیمت پر اپنے حقوق حاصل کر کے رہیں گے خواہ ہمیں اس کی کتنی بڑی ہی قیمت کیوں ادا نہ کرنی پڑے، جو لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم متفرق و منتشر ہیں

وہ احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں ہم میں خواہ کتنی جماعتیں اور ادارے ہوں مگر ان سب کا ایک ہی مقصد ہے، ایک ہی ہدف ہے کہ ہم اس دنیا میں محمدؐ و آلِ محمدؐ کے احکام کی روشنی میں زندگی گزاریں۔ ہم دوسروں کو اس کے لئے مجبور نہیں کرتے لیکن اپنی زندگی اور طریق کار میں دوسروں کی اجازت کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ ہمیں کسی سیاسی جماعت کی پشتی بانی اور حمایت کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم خود ایک عظیم قوت ہیں، ہر سیاسی جماعت ہماری محتاج ہے، ہم کسی کے محتاج نہیں، ہر فیصلہ میں ہمارا ہی فیصلہ حرفِ آخر ہوگا۔"

چند سطروں کے بعد پھر لکھتے ہیں:

"آپ کے علاوہ یہاں ایک اور ملت بھی رہتی ہے جس کی تعداد ڈھائی کروڑ ہے، اس کو گرجنا ہی نہیں برسنا بھی آتا ہے، چمکنا ہی نہیں بجلی بن کر گرنا بھی آتا ہے، جب ہم بولیں گے تو پہاڑوں کو پسینہ آ جائے گا اور ستاروں کو نیچے اتر کر ہماری گفتگو سننا پڑے گی، جس پاکستان کو ہمارے دماغ اور دولت نے بنایا ہے اس میں ہم یتیموں اور غلاموں کی طرح رہنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہم دوسرے درجے کے شہری کی حیثیت سے یہاں نہیں رہیں گے۔ ہم یہاں ایک معزز اور برابر کے شہری کی حیثیت سے رہنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ ہم پر کسی قسم کی برتری کا دعویٰ صرف پاگل کر سکتے ہیں، ہمارے بغیر پہلے بھی کچھ نہیں ہو سکا اور اب بھی کچھ نہ ہوگا، عقلمندوں کو ماضی کے تجربات سے فائدہ اٹھانا چاہئے جس قوم کے پیش نظر صبح وشام کربلا ہو، اس کو کس طرح سے ڈرایا جا سکتا ہے؟ اور جس ملت کا ذہن ہر آن قید خانۂ شام کا طواف کرتا ہو، اس کو کون ہراساں کر سکتا ہے؟ لوگ اگر نوشتۂ دیوار نہیں پڑھ سکتے تو آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھنا چاہئے شاید ان کو کچھ نظر آ جائے ورنہ ہم ان کو دکھائیں گے جو وہ دیکھنا نہیں چاہتے، مگر وہ دیکھیں گے۔

میں نہ تو کسی قوم کو ڈرانا چاہتا ہوں نہ دھمکی دینا چاہتا ہوں، میں تو صرف اپنی قوم سے بات کر رہا ہوں کہ وہ اٹھے اور اس طرح اٹھے کہ تمام طوفان بیٹھ جائیں۔ چلے اور اس طرح چلے کہ ہواؤں کی سانس رک جائے۔ ہم ملک میں اسلام، عدل، آزادی کا اقتدار چاہتے ہیں، کسی پارٹی یا جماعت کا نہیں۔ ہم نظام مصطفیٰ ﷺ اور تشریح آل

مصطفیٰ کے ماتحت زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔ نہ کسی کی سروری تسلیم کرنے پر تیار ہیں، نہ برتری، برابری چاہتے ہیں۔ جیو اور جینے دو کے اصول پر جینا اور مرنا چاہتے ہیں"۔

اس سید الحمقاء کے لب و لہجے پر غور کیجئے، یہ لب ولہجہ یہود و ہنود کیلئے نہیں بلکہ پاکستان کی سنی اکثریت کیلئے استعمال کیا جا رہا تھا۔

"ہم پر کسی قسم کی برتری کا دعویٰ صرف پاگل کر سکتے ہیں" اور "کسی کی سروری تسلیم کرنے پر تیار ہیں نہ برتری...... برابری چاہتے ہیں"۔

......کیا مطلب؟ پاکستان تو واضح سنی اکثریت کا ملک ہے پھر اس ملک میں آبادی کے تناسب سے، اور جمہوری قوانین کے مطابق اہل سنت کو برتری حاصل کیوں نہ ہو! اس میں کون سا پاگل پن ہے! اور برتری کس چیز کی؟ آٹے میں نمک کے برابر ہونے کے باوجود یہ دعویٰ کہ "ہم تعداد، صلاحیت، دولت، علم، کسی اعتبار سے کسی سے کم نہیں ہیں"......کتنا بڑا جھوٹ ہے؟ کیا شیعیت اس بات پر راضی ہے کہ مذہبی بنیادوں پر مردم شماری کرائی جائے تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی سامنے آجائے اور پھر دودھ میں سے مکھی کو نکال پھینکا جائے!

اِس سے قبل کہ مولانا حق نواز شہیدؒ قول سے آگے بڑھ کر کسی سائنٹفک سیاسی عمل کے ذریعے شیعیت کو اس کے صحیح حدودِ اربعہ سے آشنا کر دیں، یہاں پر قوم کی ایک اور بدنصیبی جنم لیتی ہے، وہ یہ کہ ناموسِ صحابہ اور سنی حقوق کے مسئلہ پر اہلِ سنت والجماعت علماءِ دیوبند کی وہ قابلِ احترام شخصیات جو ایک طویل عرصے سے اس موضوع پر محنت کرتی چلی آرہی تھیں لوہا گرم دیکھ کر چوٹ لگانے کی بجائے محض اس بناء پر کہ سنی نوجوانوں کا رُخ یکسر مولانا حق نواز کی طرف بدل گیا ہے، آہستہ آہستہ گوشہ نشین ہوتی چلی گئیں، بعض حضرات کو یہ شکایت بھی پیدا ہوئی کہ مولانا کے کاروان کے بعض ناسمجھ اور جوشیلے نوجوانوں کی طرف سے انہیں بے احترامی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ ان کی یہ شکایت بجا اور نہایت قابلِ افسوس ہے! لیکن میں یہاں بصد ادب یہ گزارش کروں گا کہ کیا محض اتنی سی شکایت پر مولانا حق نواز کو میدان میں تنہا چھوڑ دینے کا جواز نکل آتا ہے! ایک طرف صحابہ کرامؓ کے خلاف آئے روز بیہودہ لٹریچر کی بھرمار اور شب و روز تبرابازی کی یلغار، نیز اٹھانوے فی صد سنی اکثریت کے ملک میں دو فیصد اقلیت کی طرف سے ایک نامانوس و ناپائیدار فقہ کے نفاذ کا اصرار، دوسری طرف آپ حضرات کی طرف سے نوجوانوں کی معمولی لغزشوں پر روٹھ کر میدان میں آنے اور اپنا کردار ادا کرنے سے انکار چہ معنی دارد! کیا ناموسِ صحابہ جیسے اہم مسئلے کو اپنے شخصی وقار کی بھینٹ چڑھا دینا ہی......وفاداری ہے؟......

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

میرے خیال میں کئی اور آپشن بھی موجود تھے، مثلاً یہ کہ آپ کا شخصی اور علمی وقار آپ کو مولانا حق نواز جیسے "جذباتی محض" اور "مجنون" کے ساتھ چلنے کی اجازت نہیں دیتا تھا تو کیا مولانا اور ان کے ساتھیوں نے آپ کو کسی بھی قسم کا کردار ادا کرنے سے روک دیا تھا؟......

کیا یہ نہیں ہوسکتا تھا کہ آپ اکابر واعاظم حضرات مل بیٹھ کر کوئی لائحہ عمل مرتب کرتے اور قوم کو گائیڈ لائن دیتے کہ مولانا اور ان کے ساتھی "جذباتی اور کم عقل" لوگ ہیں، ان کی تحریک کے جارحانہ انداز سے مستقبل میں مسائل پیدا ہوں گے۔ قوم ان کے پیچھے چل کر کسی غلط انجام سے دوچار ہونے کی بجائے اپنے بڑوں پر اعتماد کرے۔

یہ بھی ہوسکتا تھا کہ جب مولانا حق نوازؒ اپنے "جذباتی پن" کی بناء پر ملک بھر کی پولیس اور انتظامیہ کے افسران سے اُلجھتے اور جلسوں میں چیخ وپکار کرتے پھر رہے تھے، یا بعد میں جب مولانا شہید کر دیئے گئے اور ملک میں قتل وغارت کا طوفان اُٹھ کھڑا ہوا، یا جب مساجد اور امام باڑوں میں فائرنگ کے ذریعے خونریزی ہورہی تھی اور ملک میں ہر سُو آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے، آپ حضرات اس قتل وغارت کا سبب بننے والے لٹریچر کے صندوق بھر کر ☆ وقت کے صدرِ مملکت یا وزیرِ اعظم یا اراکینِ پارلیمنٹ سے ملاقاتیں کرتے اور انہیں اصحابِ رسول کے خلاف پاکستان میں ہونے والی تحریری وتقریری جارحیت سے آگاہ فرما کر قائل کرتے کہ ملک میں فرقہ واریت کا طوفان بلاخیز برپا ہونے کا اصل سبب یہ لٹریچر ہے، جس پر پابندی اور مصنفین کو سزاؤں کا آرڈر جاری کر دیا جائے تو ملک میں سب ٹھیک ہوجائے گا"......لیکن افسوس اور صد افسوس کہ ربع صدی کے طویل دورانیے میں ان سنجیدہ ومتین اکابر کی طرف سے اس طرح کی کوئی بھی سنجیدہ کوشش آج تک سامنے نہیں آئی! چنانچہ حکومتوں نے اس پچیس سالہ تاریخ میں پیش آمدہ واقعات کو سپاہِ صحابہ اور فقہ جعفریہ کا مسئلہ سمجھ کر حل کرنے کی بجائے دبانے کو بہتر سمجھا اور ڈنگ ٹپاؤ پالیسیوں کے ذریعے وقت گزاری میں عافیت محسوس کی! اگر کم از کم دیوبندیت ہی کے علماء اس مسئلے کو سنجیدگی سے لے لیتے تو اِسے دو تنظیموں کی بجائے دو مسلکوں اور دو قوموں کا معاملہ باور کرا کر بہترین نتائج حاصل کیے جاسکتے تھے!

......☆......

سپاہِ صحابہ کی تاسیس ۶ ستمبر ۱۹۸۵ء سے مولانا حق نواز کی شہادت ۲۲ فروری ۱۹۹۰ء تک ساڑھے پانچ سال کا عرصہ مولانا شہید کے بھرپور فیلڈ ورک پر مشتمل ہے۔ مولانا شہیدؒ نے تکفیر شیعیت پر مشتمل چودہ

صدیوں کے اکابر کا فتویٰ برسرِ منبر ہی نہیں بلکہ چوکوں اور چوراہوں پر واشگاف طور پر سنایا لیکن ساتھ ہی یہ بھی ہر تقریر میں کہا کہ شیعیت کو میرے طرزِ گفتگو اور دعویٰ و دلائل پر اعتراض ہے تو اسے عدالت عالیہ میں میرے خلاف رٹ کرنی چاہیے۔ عدالت مجھے ملزم کی حیثیت سے طلب کرے، اور اپنے طریقہ کار کے مطابق تسلی کے ساتھ دو چار پانچ سال یہ کیس سماعت کرنے کے بعد فیصلہ سنائے، مجھے عدالت کا ہر فیصلہ منظور ہوگا۔

اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ مولانا کا طرزِ گفتگو انتہائی جذباتی ہوتا تھا لیکن اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ انہوں نے جوش اور ہوش میں تصادم کی کیفیت کبھی پیدا نہیں ہونے دی اور نوجوانوں کو مکمل طور پر اپنی گرفت میں رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ ساڑھے پانچ سال کے اس دورانیے میں ملک بھر میں کہیں بھی کسی سُنی نے کسی شیعہ کو قتل نہیں کیا۔ اگر شیعہ حضرات میں واقعتاً کوئی انصاف پسند موجود ہے تو اسے اس حقیقت پر غور کرنا چاہیے تاکہ اس سوال کا جواب تلاش کیا جاسکے کہ آخر ملک میں قتل و غارت کی ابتداء کیوں ہوئی اور کس نے کی!

۱۹۸۸ء میں تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے قائد عارف الحسینی کے قتل کا واقعہ پیش آیا، جنہیں پشاور کے ایک شیعی مدرسے میں قتل کیا گیا تھا۔ موقعۂ واردات سے کسی آدمی کی گرفتاری تو عمل میں نہیں آئی البتہ مقتول کے ایک محافظ نے اسی وقت خود کو گولی مار کر ہلاک کر دیا تھا۔ جس کی وجہ اپنے قائد کی جدائی کا صدمہ بتائی جاتی ہے، عین ممکن ہے کہ خودکشی کرنے والا ہی اپنے قائد کا قاتل ہو، تاہم قتل کی ایف آئی آر میں صوبہ سرحد کے مردِ آہن اور سابق گورنر جنرل فضل حق کو اصل ملزم قرار دیا گیا، اور پھر موقع ملنے پر اکتوبر ۱۹۹۱ء میں جنرل فضلِ حق کو بھی انتقاماً قتل کر دیا گیا۔ اس واقعہ سے اس حقیقت کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ عارف الحسینی کا قتل تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے مطابق ایک سیاسی قتل تھا اور اس کے ملزم کم از کم مولانا حق نواز شہیدؒ یا ان کے ساتھی ہرگز نہیں تھے۔ ملک میں مذہبی یا فرقہ وارانہ قتل و غارت گری کا سراغ لگانا قطعاً ناممکن نہیں ہے، اس سلسلے کا آغاز ۲۲ فروری ۱۹۹۰ء کی شام کو ہی ہوا، اور اس سلسلے کے سب سے پہلے مظلوم مقتول مولانا حق نواز شہیدؒ ہی ہیں۔

ایک لمحے کیلئے تمام تر وابستگیاں اور عقیدتمندانہ جذبات کو بالائے طاق رکھ کر سوچیے، آخر انہیں قتل کیوں کیا گیا؟ فریقِ مخالف نے انہیں گولی کا نشانہ بنانا ہی کیوں ضروری سمجھا! کیا ایسا ممکن نہیں تھا کہ انہیں عدالت میں لا کر دیوانہ، مجنون، متشدد اور غیر معقول انسان ثابت کر کے سزا دلوائی جاتی، انہیں عدالت ہی ''مسلمانوں'' کو کافر کہہ کر فرقہ واریت کی آگ بھڑکانے والا مجرم ثابت کر کے قابلِ گردن زدنی قرار دیتی اور ان کی تحریک کو بلا جواز قرار دے کر اُسی وقت ہی اس پر پابندی کا حکم جاری کر

دیا جاتا! عدالت دونوں فریقوں کے دلائل سُنتی اور مولانا جھنگوی کے دلائل کو ناقص و بیکار قرار دے کر دنیا کے سامنے ان کی غیر معقولیت واضح کر دی جاتی اور انہیں ہمیشہ کے لئے جلاوطن کر دیا جاتا۔

ایک بار پھر سوچئے آخر ایسا کیوں نہیں کیا گیا!...... ۱۹۸۸ء میں بے نظیر بھٹو برسرِ اقتدار آ چکی تھیں، اور مولانا شہیدؒ نے ان کے خلاف چوکوں اور چوراہوں پر خوفناک تقاریر کی تھیں۔ کیا بے نظیر صاحبہ کے لئے ان تقریروں کا نوٹس لے کر اپنے خلاف عوامی جذبات بھڑکانے والے ایک "بے حیثیت" مولوی کو سزا دلوانا ممکن نہیں تھا؟ چلیں بے نظیر بھٹو صاحبہ بزعمِ خویش ملک کی مقتدر شخصیت ہونے کے سبب ایک کمتر حیثیت کے مالک مولوی کے منہ لگنا اپنی ہتک شان سمجھتی تھیں تو پیپلز پارٹی کا کوئی اور شیعہ راہنما ہی یہ قدم اٹھا لیتا۔ ہمارے ملک کی عدالت طاہر القادری کے خلاف ایک خوبصورت فیصلہ سنا چکی تھی، اِسی طرز کا کوئی فیصلہ مولانا حق نوازؒ کے خلاف سنا کر انہیں ڈی گریڈ کیا جا سکتا تھا۔ اور اس میں تحریک نفاذ فقہ جعفریہ یا "ملتِ جعفریہ" کو بے پناہ فائدہ ہوتا۔

لیکن آہ! کہ ایسا نہیں کیا گیا! مگر ایسا کیوں نہیں کیا گیا! کیا واقعتاً اس میں کوئی راز پنہاں ہے؟ بعد ازاں پیش آمدہ واقعات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ سنی اکثریت کے ملک میں "تحریک نفاذ فقہ جعفریہ" کے عنوان سے تحریکیں چلانا اور پارلیمنٹ کا گھیراؤ کر کے مطالبات منوالینا آسان مگر عدالت میں پیش ہو کر اپنی صفائی پیش کرنا مشکل محسوس ہوتا ہے تو اس راز کی گرہ کشائی ہونے میں دیر نہیں لگتی، کہ جب انسان کے پاس دلائل کی قوت نہ رہے تو اس کے لئے گولی کا استعمال آسان ہو جاتا ہے۔

چنانچہ ۲۲ر فروری ۱۹۹۰ء کی شام کو دلائل سے عاجز آنے والی قوم نے یہی آسان طریقہ استعمال کیا، اور مولانا حق نواز شہید کو ان کے گھر کے دروازے پر ہی جامِ شہادت پلا دیا گیا۔ شیعیت کا یہ عمل چودہ صدیوں کی تاریخ کا تسلسل تھا۔ اس فرقہ نے تاریخ اسلام کے چودہ سوسالہ سفر میں دلائل کی جنگ کبھی نہیں لڑی، اور جب بھی موقع ملا اُمت کے حلقوم پر چھری پھیرنے سے ہرگز دریغ نہیں کیا۔

اے کاش! شیعیت نے یہ سفاکانہ رویہ اختیار نہ کیا ہوتا۔ مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ کو عین اس وقت راستے سے ہٹایا گیا جب وہ محبوبیت اور مقبولیت کی انتہاؤں کو چھو رہے تھے، ایسے وقت میں ان کا قتل پوری ملت کے قتل کے مترادف تھا۔ اگر قتل وغارت کی ابتداء مولانا حق نواز یا اُن کے ساتھیوں کی طرف سے ہوئی ہوتی تو یقیناً قصوروار بھی وہی قرار پاتے، لہٰذا جنہوں نے ابتداء کی انہیں اس کی ذمہ داری بھی قبول کرنی چاہئے۔

مولانا حق نواز کا قتل امن وامان کا قتل ثابت ہوا، اور ملک میں اس خوفناک خانہ جنگی کی

CamScanner

ابتداء ہوگئی جس نے بعد میں دونوں فریقوں کے ہزاروں افراد کو بھسم کر دیا۔ یہ خانہ جنگی حادثاتی نہیں تھی بلکہ شیعیت کے شاطر دماغوں کی سوچی سمجھی سکیم تھی۔ شیعیت ایک سرتاپا سازش اور مکر و فریب کا نام ہے، جس نے نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کوفہ میں بلا کر کربلا کے ریگزاروں میں شہید کرا دیا اور بعدازاں توابین کے نام سے تحریک کھڑی کر کے مختار ثقفی جیسے بوالہوس کی قیادت میں انتقامِ حسین کے عنوان پر گناہگاروں کے ساتھ ساتھ ہزاروں بے گناہوں کو خاک و خون میں تڑپا دیا، لیکن افسوس کہ ہمارے کم علم نوجوانوں نے شیعیت کی اس سائیکی کو نہیں سمجھا، چنانچہ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے بہیمانہ قتل کے بعد یہ بیچارے اس صدمے کو سہہ نہ پائے اور شیعیت کے ''دامِ ہمرنگِ زمین'' کا شکار ہوگئے۔ انہوں نے شیعیت کے ''بندے'' مارنے کو ہی شیعی جارحیت کا توڑ سمجھا اور پھر جن کو مارا، وہ ''بندے'' تھے ہی نہیں! اگر یہ نوجوان کچھ عرصہ دل کڑا کر کے شیعیت کے وار کو سینے پر سہنے لیکن جوابی کارروائی نہ کرنے کا عزم کر لیتے، اور مختلف ذرائع سے ایک وقتِ معین تک پُر امن احتجاج کے ذریعے ملک کے تمام پست و بالا طبقات کو اپنی مظلومیت باور کرانے میں کامیاب ہو جاتے، تو نتائج مختلف ہوتے۔

ممکن ہے بعض دوستوں کو میرے اس تجزیے سے اتفاق نہ ہو اور بعض کو تکلیف پہنچے، لیکن اس سے زیادہ تکلیف دہ حقیقت یہ ہے کہ قتل کا جواب قتل سے دے کر شیعیت کو مزید قتل کا جواز فراہم کیا گیا۔ یہ آگ بھڑکی اور مساجد و مدارس تک جا پہنچی، یہ ملک سنی اکثریت کا ملک تھا جس میں شیعوں کو یہ حوصلہ ہوا کہ ہمارے مدارس اور ہماری مساجد میں فائرنگ کر کے ایک ایک وقت میں درجنوں نمازیوں کو شہید کیا گیا۔ ملتان کی جامع مسجد الخیر کا سانحہ کتنا دلگداز ہے، کراچی میں ہر دلعزیز راہنما قاری سعید الرحمٰن کو نمازِ عشاء کے بعد درسِ قرآن دیتے ہوئے نشانہ بنایا گیا۔ جہاں درجن بھر اور نمازی بھی شہید ہوئے۔ لاہور میں انارکلی کی مسجد فائرنگ کی زد میں آئی، ملک بھر میں درجنوں مقامات پر مساجد اس جارحیت کا نشانہ بنیں، پھر تاجروں کا نمبر لگا۔ لاہور کے حاجی محمد طیب شہید سمیت بیسیوں تاجر اور بعدازاں ڈاکٹر، پھر وکلاء الغرض مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے قطعی بے گناہ افراد شیعی جارحیت کا نشانہ بنے۔ ادھر یہی حالت شیعوں کی بھی ہوئی۔ اس بے دریغ خونریزی سے ہمارے تنظیمی فنڈز شیعیت کے خلاف خرچ ہونے کی بجائے سینکڑوں بیوگان، ہزاروں قیدیوں اور ان کی مقدمہ بازی پر خرچ ہونے لگے یوں ہم نے خواستہ نخواستہ اپنے فنڈز سے ایک ایسے ''نظامِ عدل'' کی پرورش بھی کی جو سراسر ظالمانہ اور حضرات خلفاء راشدینؓ کے نظامِ عدل سے سراسر متضاد تھا، جہاں انصاف مہنگے داموں خریدنا پڑتا اور جہاں باقاعدہ جج فروخت ہوتے تھے، یہی وہ نظامِ عدل ہے جس نے آج

تک ہماری قیادت کے قاتلوں کو دار کا حق دار نہیں تسلیم کیا اور وہ آج بھی دندناتے پھرتے ہیں۔

ادھر ہمارا تنظیمی عمل تنزلی کا شکار ہو گیا۔ ہماری حیثیت عوام میں بُری طرح مجروح ہوئی اور بالآخر ہم عملی طور پر مفلوج ہو کر رہ گئے! شیعیت یہی تو چاہتی تھی کہ وہ ظالم ہو کر بھی مظلوم کہلائے، ہمارے کم عقل بے لگام نوجوانوں نے اس کا کام آسان کر دیا۔ حالانکہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ قائد کی شہادت کے بعد ہمارے نوجوان اگر واقعی ان کے قتل کا بدلہ لینا چاہتے تھے تو پہلے پہل حکومت کو ایک مقررہ وقت تک مہلت دیتے اور جب دی گئی مہلت تک قاتل انصاف کے کٹہرے میں نہ لائے جاتے تو حکومت پر اِتمامِ حجت کے بعد پہلے پہل قاتلوں پر ہاتھ ڈالا جاتا اور بعد ازاں ملک بھر میں پھیلے ہوئے شیعہ مصنفین، جنہوں نے اصحابِ رسول کے خلاف کتابیں لکھی تھیں، ان کی گردنیں دبوچی جاتیں اور وہ بھی اس طرح کہ انہیں قتل کر کے مظلوم بنانے کی بجائے ان کی تبرا باز زبانیں واقعتاً گدی سے اسی طرح کھینچ لی جاتیں جس طرح جہانگیرؒ نے نوراللہ شوستری ملعون کی زبان کھینچ لی تھی۔ یہ کارنامہ سرانجام دینے والا مجاہد اس ملعون شاتمِ صحابہؓ کی زبان لے کر چوک میں آ کر مجمع لگاتا اور لوگوں کے سامنے علی الاعلان اس زبان کو کتوں کے آگے ڈالتا، خود گرفتاری دیتا اور پھانسی کے پھندے پر جھول جاتا۔ اس سارے عمل کے دوران صرف اصل مجرم ہی کو ٹارگٹ بنایا جاتا اس کے کسی ساتھ والے کو خراش بھی نہ آنے دی جاتی۔ اس طرح کے اگر دو چار واقعات بھی ہو جاتے تو ملک سے تبرا بازی کا بیج ختم کیا جا سکتا تھا۔ ہمارا تنظیمی عمل بھی ارتقاء کی جانب جاری و ساری رہتا، ہمارے فنڈز قوم کی فلاح، عقائد کی اصلاح اور لٹریچر کی اشاعت پر صرف ہوتے اور جس طرح ہماری اُٹھان تھی، آج ہم ایک زبردست دینی، مذہبی اور سیاسی قوت ہوتے، امیرِ عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہید علیہ الرحمۃ آج سنی قوم کے مسلمہ غیر متنازعہ، ہر دلعزیز اور ہر دل میں بسنے والے راہنما ہوتے۔ لیکن افسوس کہ ہمارے نوجوان ساتھیوں پر امیرِ عزیمت شہیدؒ کی جدائی کا صدمہ ''دماغ شکن'' ثابت ہوا اور وہ اس شرابِ غم کو پی کر بہک گئے! ادھر ہمارے شہید قائد کے خلفاء کرام مولانا ایثار القاسمی، مولانا فاروقی اور مولانا محمد اعظم طارق شہید رحمہم اللہ حالات کو سنبھالتے سنبھالتے خود اِن حالات کی چکی میں پیس دیئے گئے۔ آج ہمارے سامنے ان کے معصوم بچوں کے پھول جیسے چہرے ہیں جن پر داغِ یتیمی دور سے سجا ہوا دکھائی دیتا ہے!!

میں ایک بار پھر اعادہ کروں گا کہ یہ ہم ہی تھے جنہوں نے ایرانی انقلاب کا راستہ روکا اور ہمیں اس پر فخر ہے! یہ ہمارے شہیدوں کے خون کی برکت ہی تھی کہ خمینی کی طرف سے پاکستان میں کھڑی کی جانے والی انقلابی ٹیم کو ''تحریک نفاذ فقہ جعفریہ'' سے نام بدل کر ''تحریک جعفریہ'' تک محدود

ہونا پڑا۔ یہ کریڈٹ کسی اور کو نہیں مل سکتا! لیکن ہم ایک زندہ اور باشعور قوم کی حیثیت سے صرف اِسی کریڈٹ پر مطمئن رہ کر ناپائیدار زندگی کی باقی ماندہ ساعتیں نہیں گزار سکتے! امیرِ عزیمت شہیدؒ کے مشن کی اصل کامیابی ملک میں سنی انقلاب کا قیام ہے، اگر ہم اپنے ہاتھ پاؤں میں "اندیشہ ہائے دور دراز" کی زنجیریں نہیں ڈال چکے تو ہمیں اپنی منزل کی طرف فکر و شعور، تدبر و تفکر کے ساتھ قدم بڑھانا ہو گا۔ تب شاید ہم روحِ حق نواز کا قرض اتار سکیں گے۔

میں نے گزشتہ سطور میں امیرِ عزیمت شہیدؒ کی تحریک کے دو بنیادی مقاصد ذکر کیے، اوّل الذکر مقصد بحمد اللہ پورا ہو چکا لیکن دوسرے مقصد کا حصول ابھی باقی ہے اور میرے خیال میں یہ مقصد کسی قسم کی تخریبی سرگرمیوں کی بجائے فقط تعمیری سرگرمیوں سے ہی حاصل ہو گا۔ جن میں سب سے اوّلین مرحلہ تنظیم کا ہے، ایک ایسی تنظیم جس کا ایک ادنیٰ رضا کار بھی سیرت و کردار کے حوالے سے صحابہ کرام کا شیدائی اور فدائی ہو! نظم و ضبط کا مکمل پابند اور اخلاصِ عمل کا ایک چلتا پھرتا نمونہ، جسے دیکھ کر دنیا پکار اٹھے کہ یہ ہے اصحابِ رسول کا حقیقی وارث! پھر وقت آنے پر اس کا قائد اسے اٹھا کر آگ کے الاؤ میں جھونک دے یا اپنے مقدس نظریے کی حفاظت کے لئے تعمیر کی جانے والی کسی دیوار کی اینٹ سمجھ کر اس میں چنوا دے تو اس کے وجود میں جنبش تک نہ ہو! اس طرح کے چند سو کارکن بھی میسر ہو جائیں تو سنی اکثریت کے ملک میں سنی انقلاب کوئی امرِ محال نہیں بشرطیکہ قیادت بھی اپنے کارکن کی قدر و قیمت سے واقف ہو اور اس کا مصرف جانتی ہو! یاد رکھئے فسق و فجور کی دنیا کا باسی اگر کسی دینی تنظیم کا رخ کرتا ہے تو اس کے اپنے مقاصد ہوتے ہیں، اور جب وہ اپنے مقاصد حاصل کر چکتا ہے تو ایک لمحہ کی تاخیر کیے بغیر تنظیم کو دھوکا دے کر اپنی دنیا میں واپس چلا جاتا ہے، لیکن جب وہ جا چکتا ہے تو احساس ہوتا ہے کہ وہ ہمارا کیا کچھ لوٹ کر لے گیا ہے۔ اس کے لئے ہمیں اپنے ماضی میں مسلسل جھانکتے رہنا ہو گا!

......☆......

دین کا رشتہ تمام رشتوں سے گہرا اور مضبوط ہوتا ہے۔ دنیا کے تمام رشتے اس کے سامنے ہیچ ہیں۔ دین کی بنیادی تعلیمات ایک مومن کو دوسرے مومن کے بارے میں بدگمانی سے منع کرتی اور حسنِ ظن کی تلقین کرتی ہیں۔ لیکن ہمارا قومی المیہ یہ بھی ہے کہ دین کا علم اور اس سے گہری وابستگی رکھنے والے افراد اور بعض تنظیموں میں یہ مرض بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے کہ خود کو مخلص اور باقیوں کو مفلس قرار دیتے ہوئے ان کے بارے میں بغض و عناد پالنا اور ان کے کام پر نقد و جرح کی مشق فرماتے رہنا اپنا حق باور کیا جاتا ہے! یہ حضرات "اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ" کی تشریح و تفسیر بیان کرنے بیٹھیں تو رازیؒ و غزالیؒ کا پرتو دکھائی دیتے

ہیں، لیکن "ظنُّوا الْمُؤْمِنِیْنَ خَیْرًا" پر عمل کے بارے میں انہیں آج تک شرح صدر نہیں ہوا !

میں جانتا ہوں جماعت کا حشر کیا ہو گا
مسائلِ نظری میں اُلجھ گیا ہے خطیب

مولانا حق نواز شہیدؒ اور ان کے رفقاء اپنی حیاتِ دنیوی میں تو ان کے اسی غلط رویے کا خصوصی ہدف تھے ہی، اپنے نظریے پر مر مٹنے کے بعد بھی ان کی حیاتِ جاوداں ان بیچاروں کی بے لگام زبانوں کا ہدف بنی رہی ہے! اپنی شکل وصورت اور وضع قطع سے "گربہ مسکین" دکھائی دینے والے یہ گرگے آج تک اپنی نجی مجالس میں موقع بہ موقع اپنے سینے کا کینہ نکالتے رہتے ہیں اور آج بھی ان کے دستر خوان پر شہداءِ ناموسِ صحابہ کا گوشت بڑی رغبت سے کھایا جاتا ہے۔

دراصل ہوا یوں کہ مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ کو قدرت کی طرف سے جو عروج ملا، وہ ان بیچاروں کی بہت سی تمناؤں کا خون کر گیا، کئی ایسے خطباء جن کی خطابت فی گھنٹہ کے حساب سے ہزاروں میں فروخت ہوتی اور جن کے ناز نخرے اور ہوائی جہازوں کی فیسیں قوم کیلئے وبالِ جان بنی ہوئی تھیں، مولانا حق نواز شہیدؒ کا طلوع ان کا غروب ثابت ہوا، قوم نے یوں ان سے منہ موڑا جیسے کبھی انہیں جانتی بھی نہ تھی۔ یہ "کاروباری خسارہ" ان سے برداشت نہ ہو سکا تو وہ ان دیوانگانِ عشق کے تذکرے پر متعفن کلمات کی قے کرنے لگے۔

ہر نظر بس اپنی اپنی روشنی تک جا سکی
ہر کسی نے اپنے اپنے ظرف تک پایا مجھے

بعض دوسرے حضرات کو یہ زک پہنچی کہ حق نوازؒ ان سے کم عمر اور بزعمِ خویش کم علم اور "کل کا چھوکرا" تھا لیکن اس نے فتنۂ رافضیت کے خلاف اتنی بڑی جست لگا کر چند ہی سالوں میں اتنا بلند مقام حاصل کر لیا کہ یہ حضرات اس کو دیکھنا بھی چاہتے تو ایڑیاں اٹھا کر، گردن اتنی بلند کرنا پڑتی کہ دستار فضیلت قدموں میں آ ٹھہرتی، چنانچہ جب انہوں نے ستر اَسی سالہ بوڑھوں کو بھی جھوم جھوم کر "ہم بیٹے کس کے؟ جھنگوی کے" نعرے لگاتے دیکھا تو سہہ نہ پائے اور "المعاصرة بئس المنافرة" کی عملی تصویر بن گئے۔

ایک تیسری کیٹاگری میں بعض وہ حضرات شامل ہیں جنہوں نے سابقہ دینی وسیاسی تحریکوں میں روافض کو اپنے ساتھ ملا کر کام کیا تھا۔ ان کا یہ اقدام شیعیت پر ان کا احسان سمجھا جانا چاہئے، لیکن شیعیت نے گذشتہ چودہ صدیوں میں پہلے کسی کا کب احسان تسلیم کیا ہے کہ ان کا تسلیم کرتی اور ختم نبوت

کے اوّلین پاسبان سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کی لختِ جگر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ام المومنین کے خلاف ایرانی انقلابی حکومت کے ایماء پر غلیظ لٹریچر تحریر کرنے سے باز رہتی؟...... فارس کی شراب کا نشہ سر چڑھا تو ذاکروں کی تحریری و تقریری بدزبانی نے پاکستان کے حالات میں تلاطم برپا کر دیا۔ ادھر ان حضرات کا تعلق ذاتی یارانوں کی کیفیت اختیار کر گیا تھا، جب ناموسِ صحابہ کی تحریک کھڑی ہوئی تو حالات کا تقاضہ یہ تھا کہ صحابہ کرامؓ سے وفاداری نبھانے کے لئے یہ حضرات اپنے پرانے یارانے قربان کر دیتے اور مولانا حق نواز شہیدؒ کا کھلم کھلا ساتھ دیتے، اور اگر ایسا ناممکن تھا تو علیحدہ سے کوئی پلیٹ فارم تشکیل دے کر ناموسِ اصحابِ رسول کے سلسلے میں اپنا کردار ادا کرتے، یا کم از کم خاموشی اختیار کر لیتے کیونکہ یہ تحریک کوئی خفیہ مقاصد نہیں رکھتی تھی، یہ ایرانی انقلاب اور پاکستانی شیعہ مصنفین کی غلیظ تحریروں کا ردِ عمل تھا، لیکن ان حضرات نے مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ کو طعن و تشنیع اور ہتک و توہین آمیز کارروائیوں کا نشانہ بنا لیا، مولانا حق نواز شہیدؒ ان کی کانفرنسوں میں تشریف لے جاتے تو انہیں خطاب کے لئے مناسب اور موزوں وقت دینے کی بجائے نظر انداز کرنے کی کوشش کی جاتی، اور بعض اوقات انہیں ''مسئلہ ختم نبوت'' کی اہمیت سمجھانے کے لئے ان کی تقریر سے پہلے یا بعد میں ''ع غ کراریوں'' کی تقریریں کرا دی جاتیں، جو نہایت عیاری کے ساتھ اتحادِ اُمت اور سنی شیعہ میں عدم تفریق پر زور دیتے اور بھیگی بلی بن کر مولانا کے عوامی بیانات کے اثرات کو زائل کرنے کی کوشش کرتے۔

اخلاقی گراوٹ کی اس سے بھونڈی مثال کیا ہوگی کہ متعدد مواقع پر مولانا شہیدؒ کو ''کھانا طلب کرنے پر'' دیگوں میں بچی ہوئی تلچھٹ لا کر کھانے کو پیش کی گئی اور سوکھے ٹکڑے لا کر ان کے سامنے رکھے گئے۔ مولانا شہیدؒ ان ساری کارروائیوں کو مسکرا کر سہتے رہے اور کبھی شکوہ تک نہ کیا! یہاں تک کہ ۲۲ فروری ۱۹۹۰ء کی شب خلعتِ شہادت زیب تن کر کے اپنے خالق کے حضور سرخرو ہو گئے لیکن ''خبط عظمت'' میں مبتلا یہ لوگ پھر بھی باز نہ آئے۔ اب انہوں نے مولانا شہیدؒ کے ساتھ ساتھ ان کے رفقاءِ فکر پر بھی دھول اڑانی شروع کر دی، کبھی اپنے یاروں عیاروں کی زبان میں زبان ملاتے ہوئے انہیں تخریب کار اور دہشت گرد کہا اور کبھی موقع ملا تو ادھر اُدھر دیکھ کر انہیں ایجنسیوں کا ایجنٹ بھی کہہ ڈالا۔

ایجنسیوں کی ایجنٹی کیا ہوتی ہے! یہ تو انہی باخبر حضرات کو معلوم ہوگی، جو اپنی معلومات کے پھول بکھیرنے لگتے ہیں تو اس قدر سچ بولتے ہیں کہ خود اندر کے آدمی لگتے ہیں، کیونکہ باہر کا آدمی ایکا معلومات سے کبھی واقف ہو ہی نہیں سکتا۔ پھر حیرت کی بات ہے کہ سلمان رشدی ملعون نے توہین

رسالت کا ارتکاب کیا تو دنیا بھر میں احتجاج ہوا۔ مرزائیوں نے توہینِ رسالت پر مشتمل کتابیں چھاپیں، ان کے خلاف احتجاج بجا طور پر ایمان کا تقاضہ قرار پایا، شیعیت نے وہی راستہ اپنایا اور ایک ایک ملعون نے صحابہ کرامؓ کے خلاف کئی کئی غلیظ کتابیں لکھیں، ان لوگوں کے کان پر جوں تک نہ رینگی، نہ ہی ان کتابوں کے خلاف ان کی طرف سے کوئی احتجاج ہوا، اور مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ یا ان کے رفقاءِ فکر نے ان کے خلاف آواز اٹھائی تو وہ ایجنسیوں کے ایجنٹ قرار پا گئے!!! انا للہ وانا الیہ راجعون

جیسا کہ ہر شخص جانتا ہے، ایرانی انقلاب کے آغاز میں ہی برپا ہونے والی ایران عراق جنگ کے دوران پاکستانی شیعوں کی تمام تر ہمدردیاں ایران کے ساتھ تھیں، اور ملک عزیز کا ہر صغیر و کبیر شیعہ جہاں خمینی کی مدح سرائی میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتا تھا وہاں بیچارے صدام حسین کے خلاف تبرابازی بھی عام تھی، جس کے اثرات بہرحال پاکستانی معاشرے پر پڑنے یقینی تھے۔ چنانچہ صدام حسین کی خواہش تھی کہ پاکستان سے کوئی ایسا مؤثر نمائندہ میسر آ جائے جو پاکستان کی رائے عامہ کو اس کے حق میں ہموار کر سکے، تلاش شروع ہوئی تو صدام حسین کی نظر انتخاب پاکستان کے اس عالم دین پر جا ٹھہری جو عجمی ہونے کے باوجود عربی کا قادر الکلام خطیب اور مصنف ہونے کی بناء پر عجم سے زیادہ عرب میں اپنی شناخت رکھتا تھا اور سنی شیعہ مذہبی اختلافات کے تناظر میں شیعیت کے خلاف اس کی تصنیف کا غلغلہ عرب دنیا میں گونج رہا تھا۔ چنانچہ موصوف کی خدمات حاصل کی گئیں، انہیں تحریر و تقریر کے ذریعے اپنے حق میں آواز اٹھانے کا مشن سونپا گیا اور شرقپور شریف کے قریب ایک وسیع و عریض قطعۂ اراضی ان کے نام الاٹ ہوا، آج ان کی اولاد عیش و راحت کی زندگی بسر کر رہی ہے۔

مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ بھی کسی ایسی شخصیت یا کم از کم کسی "ایجنسی" ہی کے ایجنٹ ہوتے تو ان کے ہاں بھی دولت کی ریل پیل ہوتی، انہیں زندگی میں جن مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا، ان سے یقیناً محفوظ رہتے۔ ایجنسیوں کی ایجنٹی کا مقصد دنیاوی آسائشیں خرید کر اپنا اور اپنے بچوں کا مالی مستقبل سنوارنا ہی ہو سکتا ہے، مولانا جب شہید ہوئے ان کا کوئی بینک بیلنس نہیں تھا۔ محض تین لاکھ میں قسطوں پر خریدی گئی کار کی کئی قسطیں واجب الاداء تھیں، اُسی کار کو بیچ کر قسطیں ادا کی گئیں۔ ڈھائی مرلے کا مکان بھی غالباً جامع مسجد کی انتظامیہ نے بنوا کر دیا تھا، ان کے بچوں نے خیراتی اداروں میں تعلیم اور پرورش پائی، یتیمی کا کرب آج بھی ان کے چہروں پر جھلکتا ہے۔

اور پھر مولانا حق نواز شہیدؒ کے مقدمہ میں تو کوئی ایسی پیچیدگی بھی نہیں کہ جو سمجھ میں نہ آتی ہو، ہر صاحبِ علم کو معلوم ہے کہ پاکستانی شیعیت نے ایرانی انقلاب کی ترنگ میں آ کر چودہ صدیوں کی

تاریخ میں پہلی مرتبہ اصحاب رسول کے خلاف زہریلا لٹریچر اتنی وافر مقدار میں پھیلایا اور خیر القرون کی ان مقدس ہستیوں (جن میں خلفاءِ ثلاثہؓ اور اُمہات المومنین سرِ فہرست ہیں) کو غلیظ گالیوں اور کھلی فحش کلامی کا ہدف بنایا تھا! جس کی مثال ایران میں صفوی دور حکومت میں بھی نہیں ملتی......تو آخر اس مرض کا علاج اور عمل کا ردِّ عمل کیا صرف یہی ہوسکتا تھا کہ دیگر بہت سے علماء کرام کی طرح مولانا حق نواز شہید بھی نہایت سکون واطمینان سے اپنے خوبصورت مزین، منقش اور تمام تر سہولیات سے آراستہ دفتر میں بیٹھ کر استغفار کی تسبیحات پڑھتے یا پھر ان تحریری مغلظات کے جواب میں ایک آدھ تصنیفی خدمت سرانجام دے دیتے......اور اے جماعتِ ناقدین! اگر آپ واقعتاً اسی پر ہی اکتفا کرنے کو درست اور کافی عمل قرار دیتے ہیں تو کیا پھر آپ نے یہ خدمات سرانجام دیں؟ افسوس کہ اس کا جواب بھی نفی میں ہی ہے۔

فروری ۱۹۷۹ء سے اٹھنے والے اس طوفانِ بلا خیز کے آغاز سے فروری ۲۰۰۹ء تک کے تیس سالوں میں آپ کا جو لٹریچر ناموسِ صحابہؓ کے حوالے سے منصۂ شہود پر آیا ہے وہ صحابہ دشمنوں کے لٹریچر کا عشرِ عشیر بھی نہیں، اس پر طرہ یہ کہ وہ بھی مولانا مہر محمد میانوالوی جیسے فقیرِ بے نوا کے قلم سے، جو اپنے دردو اخلاص کی بناء پر کچھ لکھ بھی بیٹھیں تو چھپوانے کیلئے رقم درکار نہ ہو، اور آپ کو بھی اس سے کوئی سروکار نہ ہو! قوم کے فراہم کردہ سارے وسائل آپ لوگوں کے پاس تھے اور ہیں، مگر احساس نام کی کوئی چیز آپ کو چھو کر بھی نہ گزری، ...... صد افسوس ، کس قدر قابلِ شرم ہے آپ کا یہ بھولپن اور آپ کی یہ ''غیر جانبداری''! کہ آپ صحابہ کرام اور امہات المومنین کی عزت وناموس کے مسئلہ پر بھی غیر جانبدار رہے! کیا آپ امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی ''تفہیمات'' سے لے کر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی ''تصریحات'' تک سے بے خبر ہیں کہ انہوں نے شیعیت کے عقیدۂ امامت کو انکارِ ختم نبوت قرار دیتے ہوئے شیعیت کی کھلی تکفیر کی ہے۔

آپ ''ختم نبوت'' کے عجیب پہریدار ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بعد بارہ اشخاص کو ''بالاتر از مرتبۂ پیغمبر'' قرار دینے والوں کو آپ کی ہمدردیاں حاصل ہیں اور ان کے خلاف آواز اٹھانے والے آپ کے مغضوب اور معتوب ہیں، تو کیا آپ ہی ہیں کہ جنہیں ''ورثۃ الانبیاء'' قرار دے کر تاجپوشی کا مستحق جانا جائے؟

نامعلوم آپ کس ''ایجنسی'' کے زرخرید ہیں جس نے آپ کو آسائشیں فراہم کر کے آپ کی حمیت دینی کو فریز کر دیا ہے، اور قوم آپ کی بدفکری کا تابوت اپنے کندھوں پر اٹھائے پھرتی ہے!!

CamScanner

جرنیل سپاہِ صحابہؓ

مولانا ایثار القاسمی شہید رحمۃ اللہ علیہ

ایم این اے

تاریخ شہادت: ۱۰ر جنوری ۱۹۹۱ء

CamScanner

ولادت، بچپن اور تعلیم

جرنیل سپاہِ صحابہ حضرت مولانا قاری محمد ایثار القاسمی شہیدؒ مورخہ ۲۳ / اکتوبر ۱۹۶۴ء کو چک نمبر ۴۸۴ گ۔ب تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد میں رانا عبدالمجید صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔آپ کا اصل نام محمد ایثار تھا۔مولانا شہید کے بچپن کا کچھ حصہ آبائی گاؤں میں ہی گزرا، بچپن سے ہی آپ بہت بہادر تھے۔۱۹۷۳ء میں آپ کے والد محترم سمندری چھوڑ کر لاہور ٹاؤن شپ میں مقیم ہو گئے۔آپ چھٹی جماعت کے طالب علم تھے کہ کسی بزرگ کے کہنے پر آپ کے والد نے آپ کو سکول سے نکلوا کر گلبرگ میں جامعہ اسلامیہ میں داخل کرادیا جہاں سے آپ نے قرآنِ کریم حفظ کرنے کے علاوہ تجوید وقرأت کی سند بھی حاصل کی۔ پھر دارالعلوم حنفیہ اور جامعہ عثمانیہ میں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد رشید شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالعلیم قاسمی سے بھرپور استفادہ کیا۔ درسِ نظامی کی چیدہ چیدہ کتب کی تعلیم انہی سے حاصل کی۔

عملی زندگی کا آغاز اور اوکاڑہ میں آمد

درسِ نظامی سے فراغت کے بعد کچھ عرصہ تک ٹاؤن شپ لاہور کے مدرسہ مخزن العلوم میں اور پھر مدرسہ دارالحق میں قرآن مجید اور ابتدائی کتب پڑھاتے رہے۔دارالحق میں تدریس کے دوران ہی مسجد دارالسلام میں خطابت کے فرائض بھی سرانجام دیے۔۱۹۸۵ء کے آغاز میں آپ صدیق نگر اوکاڑہ کی مسجد صدیقیہ میں بحیثیت امام تعینات ہوئے۔تھوڑے ہی عرصہ بعد انوریہ جامع مسجد نزد ریلوے اسٹیشن میں ابتدائی دینی کتب پڑھانی شروع کیں اور ساتھ ہی انوریہ جامع مسجد ہی میں خطابت شروع کردی۔مولانا ایثار القاسمی شہید سیاسی طور پر جمعیت علماء اسلام کے ساتھ وابستہ تھے، ضیاء الحق کے مارشل لاء کے دور میں ایم آر ڈی کی تحریک کے دوران زبردست خدمات انجام دیں اور بہت جلد اوکاڑہ کے مذہبی اور سیاسی حلقوں میں معروف شخصیت کے طور پر اُبھر کر سامنے آئے۔

سپاہِ صحابہ میں شمولیت

انہی دنوں آپ کو مولانا حق نواز شہیدؒ کی صدائے حق سننے کا موقع ملا، ساہیوال کے ایک جلسہ میں پہلی بار آپ کی مختصر ملاقات ہوئی۔مولانا حق نواز اس وقت عزیمت کے آسمان کی بلندیوں کو چھو رہے تھے۔مولانا ایثار القاسمی شہید نے ایک باضمیر خطیب اور شعلہ بار مقرر ہونے کی حیثیت سے

مولانا حق نواز شہید کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا۔ ۶ ستمبر ۱۹۸۵ء کو سپاہ صحابہ معرض وجود میں آئی۔ اور آپ اوائل دنوں میں ہی سپاہ صحابہ میں شامل ہو گئے۔

امیر عزیمت کا سانحۂ شہادت

۲۲ فروری ۱۹۹۰ء کو امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز شہید کر دیے گئے، ان کی شہادت سپاہ صحابہ کے لئے بہت بڑا سانحہ تھا۔ مولانا ایثار القاسمی شہید کو یہ خبر اسی رات ہی مل گئی، آپ رات تین بجے کے قریب جھنگ روانہ ہوئے اور علی الصبح جھنگ پہنچ گئے۔ ۲۳ فروری کا سورج طلوع ہوا، یہ جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ ملک بھر میں ٹیلی فون کے ذریعے اس سانحہ کی اطلاع راتوں رات پھیل گئی تھی۔ سوگوار کارکن ملک بھر کے کونے کونے سے قافلہ در قافلہ جھنگ پہنچ رہے تھے۔ شام ۴ بجے اسلامیہ ہائی سکول کی گراؤنڈ میں نماز جنازہ ادا ہونی تھی۔ اسلامیہ ہائی سکول میں مولانا عبداللہ درخواستیؒ اور پھر جامعہ محمودیہ میں سینئر حافظ حسین احمد نے امیر عزیمت شہید کی نماز جنازہ پڑھائی۔ مغرب سے کچھ دیر قبل امیر عزیمت شہید کے جسد خاکی کو مولانا ایثار القاسمی شہید اور مولانا اعظم طارق شہید نے دیگر احباب کی معیت میں قبر میں اتارا۔

امیر عزیمت شہیدؒ کی تدفین کے بعد سب سے بڑا مسئلہ جھنگ میں امن وامان کی بحالی اور شہیدؒ قائد کے قاتلوں کی گرفتاری کا تھا۔ شہر میں ہنگامے ہو رہے تھے۔ قتل وغارت کا بازار گرم تھا۔ قائد شہیدؒ کی شہادت کے تھوڑی دیر بعد ایک معصوم بچہ آصف ندیم بھی جھنگ سٹی میں مخالفین کی بربریت کا نشانہ بن کر جامِ شہادت نوش کر چکا تھا۔ دکانیں لوٹی جارہی تھیں اور مکانات نذرِ آتش ہو رہے تھے۔ جھنگ میں ہر طرف دھوئیں کے بادلوں نے گھیرا ڈالا ہوا تھا۔ مولانا ایثار القاسمی سینے میں غموں سے بوجھل دل لئے کارکنوں کو دلاسہ دے رہے تھے۔ اُن کے سروں پر دستِ شفقت رکھ رہے تھے۔ بلا شبہ یہ بڑے صبر آزما لمحات تھے۔ کارکن دھاڑیں مار مار کر روتے اور اپنے روحانی باپ اور شفیق قائد کو اپنے درمیان نہ پا کر آہ وزاری میں مصروف ہو جاتے۔ کڑیل نوجوان اِس صدمے کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو ہو کر گر رہے تھے۔

غمزدہ کارکنوں کے سر پر دستِ شفقت

جوں جوں وقت گذرتا جارہا تھا اشتعال جوش وجنون کی صورت اختیار کرتا جارہا تھا۔ نوجوانوں کا گریبان چاک ہجوم مرنے مارنے پر تلا ہوا تھا۔ جامع مسجد حق نواز سے احرار پارک تک

سوگواروں کا جمِ غفیر موجود تھا، جھنگ کی نوکر شاہی نے قاتلوں کی گرفتاری کے لئے چوبیس گھنٹے کی مہلت مانگی ہوئی تھی۔ لیکن نوجوانوں کا احساسِ محرومی انہیں بے چین کئے جا رہا تھا۔ موقع پر موجود علماء کرام کارکنوں کو حوصلہ دلاتے اور صبر و تحمل کے ساتھ پُر امن رہنے کی تلقین کرتے۔ چونکہ کارکن مغلوب الحال ہو چکے تھے لہٰذا ایسی نصیحتوں کو غداری اور بُزدلی پر محمول کرنے لگتے۔

وہ آگے بڑھے

اچانک ایثار القاسمی آگے بڑھے، اُن کا چہرہ مغموم مگر رعب و جلال سے معمور تھا۔ اگرچہ اُن کے دِل کی دنیا میں غم و اندوہ کے جھکڑ چل رہے تھے مگر یہ ان کی قائدانہ صلاحیت تھی کہ فہم و فراست سے کام لیتے ہوئے سوگواروں کے ہجوم پر ایک اچٹتی ہوئی نگاہ ڈالی۔ انہیں آرام سے بیٹھ جانے کو کہا اور خود ان کے درمیان کھڑے ہوئے۔ اُن کے لہجے میں غموں کی ٹیس مگر چہرے پر عزم و استقلال کی پرچھائیاں تھیں۔ اچانک فصاحت و بلاغت کا سورج چمکا اور شعلہ نوائی کی گھن گرج سنائی دی۔ وہ کہہ رہے تھے:

''دوستو! صبر سے کام لو، حالات کا تقاضا ہے کہ ہمیں پُر امن رہنا چاہیے۔ انتظامیہ نے قاتلوں کی گرفتاری کے لئے جو مہلت مانگی تھی اُس کے ختم ہونے میں ابھی کچھ وقت باقی ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر وقتِ مقررہ تک قاتل گرفتار نہ کئے گئے، تب ہم جلوس نکالیں گے اور اب ہمارے جلوس کا انداز وہ نہ ہوگا جو پہلے ہوا کرتا تھا۔ پہلے ہم گریبان کھول کر چلا کرتے تھے۔ اب ہم کلاشنکوفیں لے کر چلیں گے۔ پہلے ہم گولیاں کھانے کو چلا کرتے تھے اب ہم دشمن کے سینے سے لہو نچوڑ لیں گے۔ میں تمہیں خود لے کر چلوں گا۔ تمہارے آگے آگے چلوں گا۔ ہم اِس مقدس خون کا زبر دست انتقام لیں گے۔ جھنگ کی دھرتی پر اب جھنگوی شہید کے وارث ہی رہیں گے۔ دشمنوں پر یہ زمین تنگ کر دی جائے گی۔ نوکر شاہی کان کھول کر سن لے۔ ہمیں وقتِ مقررہ تک قاتلوں کی بہر صورت گرفتاری مطلوب ہے۔ بصورتِ دیگر تمہاری کمین گاہوں کو راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا جائے گا، کارکنوں کو جھنگوی شہیدؒ کے گرم لہو کا واسطہ دے کر کہتا ہوں آرام سے بیٹھ جاؤ''

مولانا ایثار القاسمی کی زبان سے نکلے ہوئے یہ چند جملے کام کر گئے۔ مشتعل کارکنوں نے سر جھکا دیا اور گویا دل ہی دل میں مولانا ایثار القاسمی کو اپنا قائد تسلیم کرتے ہوئے اگلے حکم کا انتظار کرنے لگے۔

شہید قائدؒ کے قتل کے آلہ کار افراد کو جھنگ پولیس بروقت گرفتار کرنے میں کامیاب رہی۔

خدانخواستہ ایسانہ ہوتا تو جھنگ کی دھرتی پر بے تحاشہ خون خرابا ہونا قطعی اور یقینی امر تھا۔

قاسمی صاحب نے حالات کو جس احسن انداز میں کنٹرول کیا، یہ انہی کا حصہ تھا۔ آپ نے اس عظیم سانحہ کے بعد جھنگ میں ہی رہائش اختیار کئے رکھی۔ ابتداء میں کچھ راتیں آپ نے سپاہ صحابہؓ کے دفتر میں ہی بسر کیں۔ بعدازاں جب جماعت نے آپ کی جھنگ میں مستقل رہائش کا فیصلہ کیا تو آپ جناب گلزار چشتی صاحب کے ہاں مقیم ہو گئے اور تقریباً ساڑھے پانچ ماہ تک وہیں مقیم رہے۔

انتخابِ جانشین اور سپاہِ صحابہؓ کی سرپرستی

قاتلوں کی گرفتاری کے بعد سب سے بڑا مسئلہ شہید قائدؒ کے جانشین کا انتخاب تھا۔ قائدؒ کے دستِ راست اور سپاہِ صحابہؓ صوبہ پنجاب کے سرپرست اعلیٰ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی بنگلہ دیش کے تبلیغی دورے پر گئے ہوئے تھے۔

خطیب پاکستان مولانا ضیاء القاسمی صاحب جنہوں نے ہر مشکل وقت میں شہید قائدؒ کی دل جوئی کی تھی انگلینڈ کے دورے پر تھے۔ ان ہر دو حضرات کی عدم موجودگی میں کچھ حضرات نے جانشین کے انتخاب کی بات چھیڑی تو مولانا ایثار القاسمی نے انہیں سختی سے منع کر دیا اور کہا کہ جب تک دونوں حضرات تشریف نہیں لے آتے، جانشین کا انتخاب بے اصل اور بے معنی ہے۔ نیز یہ جملہ بازی جماعت کے حق میں نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتی ہے۔ لہٰذا آپ حضرات بے صبری کا مظاہرہ نہ کریں شہید قائدؒ کی جُدائی ہمارے لئے قدرت کی طرف سے بہت بڑا امتحان ہے، اس وقت جب کہ پورے ملک بلکہ پوری دنیا کی نگاہیں اس مسئلہ پر لگی ہوئی ہیں ہمیں کوئی ایسا قدم نہ اٹھانا چاہیے جو بعد میں پریشانی کا باعث ہو۔

مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید رحمہ اللہ کو بنگلہ دیش میں جونہی مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ کی شہادت کی خبر پہنچی۔ آپ فوراً سارے کے سارے پروگرام منسوخ کر کے وطن تشریف لائے۔

مولانا ضیاء القاسمی صاحب بھی تھوڑے دنوں بعد حجازِ مقدس میں زیارتِ حرمین شریفین سے مشرف ہونے اور عمرہ کی ادائیگی کی سعادت حاصل کرنے کے بعد وطن پہنچے اور جماعتی احباب کے مشورہ سے مورخہ ۶/ مارچ کو جامع مسجد حق نواز شہیدؒ میں مرکزی عاملہ و مجلس شوریٰ کا اجلاس طلب کر لیا گیا۔ اسی اجلاس میں سرپرستِ اعلیٰ کا انتخاب ہونا تھا۔

مورخہ ۶/ مارچ ۱۹۹۰ء کو بعد نمازِ ظہر سپاہِ صحابہؓ کے مرکزی دفتر جامع مسجد حق نواز شہیدؒ جھنگ صدر میں سرپرست اعلیٰ کا انتخاب ہونا تھا۔ سرپرست اعلیٰ کے منصب کے لئے دو نام پیش ہوئے۔

(۱) خطیب پاکستان مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب آف فیصل آباد

(۲) مؤرخ اسلام علامہ ضیاء الرحمٰن صاحب فاروقی آف سمندری

اوّل الذکر مولانا ضیاء القاسمی صاحب رحمہ اللہ بلاشبہ صاحب فراست عالم اور مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ کے معاونِ خصوصی تھے۔ لیکن چونکہ اُن کی خدمات شخصی اور انفرادی تھیں۔ علاوہ ازیں وہ سپاہ صحابہؓ کے باقاعدہ کارکن بھی نہیں تھے۔

جب کہ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی رحمہ اللہ صاحب بصیرت، صاحب علم اور صاحب قلم شخصیت تھے۔ وہ سپاہ صحابہؓ کے باقاعدہ رکن، صوبہ پنجاب کے سرپرست اعلیٰ اور مولانا حق نواز شہیدؒ کی اسیری کے دوران متعدد مرتبہ قائم مقام سرپرست اعلیٰ بھی رہ چکے تھے۔ علاوہ ازیں متعدد مرتبہ سپاہِ صحابہؓ کے سٹیج سے گرفتار ہو کر پسِ دیوارِ زنداں بھی کچھ عرصہ گزار چکے تھے۔ لہٰذا ملک بھر سے آئے ہوئے علماء کرام اور عمائدین سپاہِ صحابہ نے بھاری اکثریت سے انہیں سرپرستِ اعلیٰ منتخب کرلیا۔ مولانا ایثار القاسمی کی بھرپور حمایت بھی آپ کو حاصل رہی۔ یوں احباب کے پُرخلوص تعاون سے ایک اہم ترین مسئلہ نہایت ہی خوش اسلوبی سے حل ہوا۔ مولانا فاروقی مولانا حق نوازؒ شہید کی شہادت کے بعد عوام کی پُرجوش حمایت کے اٹھتے ہوئے طوفان کی تیزی کو بھانپ گئے تھے لہٰذا انہوں نے سرپرست اعلیٰ کا منصب سنبھالتے ہی گوشہ گمنامی میں چھپے ہوئے باصلاحیت اور اہم ترین افرادِ کار کو میدان میں لانے اور ایرانی انقلاب کے بڑھتے ہوئے شیطانی عفریت سے دو، دو ہاتھ کرنے کا فیصلہ کیا۔

عوام کو اعتماد میں لینے کے لئے ۱۶ر مارچ ۱۹۹۰ کو مینارِ پاکستان کے زیرِ سایہ دفاعِ صحابہؓ کانفرنس کے انعقاد کا اعلان کر کے اس کانفرنس کو کامیاب بنانے کی بھرپور تیاری شروع کردی۔ یہ کانفرنس مولانا حق نواز شہیدؒ کی دِلی تڑپ تھی جو اُن کی حیاتِ مستعار میں پوری نہ ہو سکی لیکن اُن کے جانشینِ اوّل نے اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے صرف دس دن کے وقفہ میں پوری کر دکھائی۔

فاروقی صاحب نے سپاہِ صحابہؓ کی تنظیم نو پر خصوصی توجہ دی، اور مولانا حق نواز شہیدؒ کے مقدس مشن کی وسیع پیمانے پر اشاعت کے لئے گویا اپنے آپ کو ناکافی خیال کرتے ہوئے سپاہِ صحابہؓ کے آئین میں فوری ترمیم کے ذریعے نائب سرپرست اعلیٰ کا عہدہ مقرر کر کے شعلہ بیان مقرر مولانا ایثار القاسمی کو اس عہدے کے لئے نامزد کیا اور ساتھ ہی مولانا ایثار القاسمی کو مولانا حق نواز شہیدؒ کی جامع مسجد کے منبر و محراب سے خطابت کے جوہر دکھانے کا موقع فراہم کیا۔

CamScanner

وارثِ منبر و محراب

جامع مسجد حق نواز شہیدؒ کی انتظامیہ کے فیصلے اور سرپرست اعلیٰ مولانا فاروقی کے حکم پر ۱۵ر مارچ ۱۹۹۰ء کو مولانا ایثار القاسمی نے جامع مسجد حق نواز شہیدؒ میں خطابت کا آغاز فرمایا اور دیکھتے ہی دیکھتے آسمانِ خطابت کی بلندیوں کی جانب محوِ پرواز ہوئے۔

آپ کی خطابت میں مولانا حق نواز شہیدؒ کی خطابت کا انداز جھلکتا تھا۔ وہی لب ولہجہ، وہی گھن گھرج، وہی طرزِ استدلال اور وہی حرکات وسکنات، جوشِ خطابت میں مولانا حق نواز شہیدؒ کی طرح رومال مائیک پر ٹانک دیتے اور آستینیں چڑھا کر شستہ، شگفتہ اور برجستہ الفاظ کی سردھاری تلوار سے دشمنانِ دین کے کلیجے چیرا کرتے اور مزے کی بات یہ کہ آپ کا یہ انداز نقالی نہیں بلکہ فطری معلوم ہوتا تھا۔ یقیناً آپ مولانا حق نواز شہیدؒ کا عکس جمیل تھے۔ یہی وجہ تھی کہ سامعین مسحور ہو کر بے اختیار نعرہ بلند کرتے۔

قاسمی تیرے روپ میں...... جھنگوی کی تصویر ہے

نائب سرپرستِ اعلیٰ

مورخہ ۹ر اپریل ۱۹۹۰ء کو سپاہ صحابہؓ کے مرکزی ہیڈ کوارٹر جامع مسجد حق نواز شہیدؒ جھنگ صدر میں مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی کی زیرِ صدارت سپاہِ صحابہؓ پاکستان کی مرکزی مجلس عاملہ کا پہلا باضابطہ اجلاس منعقد ہوا جس میں تنظیمی پالیسی کے بارے میں اہم ترین فیصلے کیے گئے۔ اور مولانا ایثار القاسمی کی بھرپور صلاحیت کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں نائب سرپرست اعلیٰ کے منصب سے نوازے جانے کے فیصلہ کی توثیق کی گئی۔

احتجاجی تحریک

امیر عزیمت شہیدؒ کی شہادت کے بعد سے سپاہِ صحابہؓ پر ہونے والے مظالم میں سرکاری سطح پر اضافہ ہوتا چلا جارہا تھا جنہیں بند کرانے کے لئے ٹھوس حکمتِ عملی اختیار کرنے کی ضرورت تھی۔

لہٰذا ۲۴ر جون ۱۹۹۰ء بروز اتوار ملتان میں سپاہِ صحابہؓ کی مرکزی شوریٰ کا اجلاس ہوا جس میں مولانا حق نواز شہیدؒ کے قتل کی سازش بے نقاب کرنے، صوبہ پنجاب بالخصوص جھنگ میں سپاہِ صحابہ کے ہزاروں کارکنوں پر بے بنیاد مقدمات کے خاتمے، گرفتار کارکنوں کی رہنمائی۔ دشمنانِ صحابہؓ کے غلیظ لٹریچر کے خلاف موثر لائحہ عمل اختیار کرنے اور ۲۳ر مارچ کو جھنگ میں ہونے والے بم دھماکہ کے باقی

مائدہ طرمان (یاد رہے کہ اس بم دھماکہ میں ۳ مسلم نوجوان شہید اور ۳۰ نوجوان شدید زخمی ہو گئے تھے) کی گرفتاری کے لئے جدوجہد جیسے اہم امور زیرِ بحث آئے۔ اور حکومت پنجاب کے خلاف یکم جولائی سے احتجاجی تحریک چلانے کا فیصلہ ہوا۔

مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید کو سعودی عرب کی وزارتِ حج واوقاف کی طرف سے زیارتِ حرمین شریفین اور ادائیگی حج کی دعوت ملی تھی اور وہ ماہِ جون کے آخر میں ہی حجازِ مقدس کے سفر پر روانہ ہو رہے تھے۔ لہٰذا اُن کی عدم موجودگی میں مولانا ایثار القاسمی کو قائم مقام سرپرست اعلیٰ اور احتجاجی تحریک کا نگران مقرر کیا گیا۔

اسی اثناء میں اس وقت کے وزیرِ اعلیٰ پنجاب مسٹر نواز شریف کا ایک اخباری بیان مورخہ ۲۷؍ جون بروز بدھ کے اخبارات میں شہ سرخیوں کے ساتھ شائع ہوا کہ:

''شیعہ مسلمان ہیں اور جو مسلمانوں کو کافر کہتا ہے وہ خود کافر ہے۔ کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسروں کا کافر بناتا پھرے۔''

مسٹر نواز شریف کے اس بیان نے جلتی پر تیل کا کام دکھایا۔ ملک بھر میں سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں کے دل جو پہلے ہی قائد کی جدائی سے مجروح تھے۔ اس بیان پر مزید اور شدید زخمی ہوئے۔

مورخہ یکم جولائی ۱۹۹۰ کو لاہور سے احتجاجی تحریک کا آغاز ہوا اور دو، دو کارکن ریگل چوک سے رضا کارانہ طور پر گرفتاریاں پیش کرنے لگے۔ احتجاجی تحریک آہستہ آہستہ زور پکڑتی گئی۔ لاہور کی فضائیں حُبِّ صحابہؓ رحمت اللہ کے نعروں سے گونجنے لگیں اور بہت جلد ایک طوفان سا برپا ہو گیا۔ سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں کا جوش وخروش دیدنی تھا۔

احتجاجی تحریک عروج پر تھی تمام خفیہ ایجنسیاں حکومت کو خطرناک نتائج سے آگاہ کر رہی تھیں۔ مدینہ منورہ سے سپاہ صحابہؓ کے قائد مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی نے ٹیلی فون پر مولانا ایثار القاسمی کو ہدایات دیں کہ اگر ایک ماہ تک مطالبات پورے نہ ہوں تو تحریک کا دائرہ کار پورے ملک میں پھیلا دیا جائے۔ اب حکومت کو فکر لاحق ہوئی اور مذاکرات کی پیش کش کی گئی۔

تحریک کے ۲۲ رویں روز صوبائی وزیرِ صحت ملک سلیم اقبال اور وزیرِ مال ارشد لودھی کے ذریعہ ہونے والے رابطہ میں طے ہوا کہ مذاکرات براہِ راست وزیرِ اعلیٰ میاں نواز شریف سے ہوں گے۔

مورخہ ۲۴ رجولائی کو مذاکرات کی میز سجی۔ حکومت کی مذاکراتی ٹیم میں میاں نواز شریف، ملک سلیم اقبال، ارشد لودھی اور بادشاہی مسجد کے خطیب [illegible] سید عبدالقادر آزاد سربراہ امن کمیٹی صوبہ

CamScanner

پنجاب تھے۔

سپاہِ صحابہؓ کی طرف سے مولانا ایثار القاسمی، مولانا محمد ضیاء القاسمی، قاری منور حسین آف لیہ اور طارق افضال چوہدری نے مذاکرات میں حصہ لیا۔ خوب لے دے ہوئی۔ بالآخر وزیرِ اعلیٰ پنجاب نے مندرجہ ذیل مطالبات تسلیم کر لئے۔

1 مولانا حق نواز شہیدؒ کے قتل کی مکمل تحقیقات سے آگاہ کرنے اور اصل سازش کو بے نقاب کرنے کے لئے ماہِ اگست کے پہلے عشرہ تک کی مہلت۔

2 فوری طور پر قتل کے علاوہ ۴۵ مقدمات کی واپسی اور تمام گرفتار کارکنانِ کی رہائی۔

3 جھنگ میں مولانا حق نواز شہیدؒ کے قتل کے بعد آتش زدگی اور دیگر نقصانات کے ازالہ کے لئے پچاس لاکھ روپے کی متاثرین میں تقسیم۔

4 فریقین کی جانب سے امن و امان برقرار رکھنے اور کسی قسم کی تخریب کاری سے اجتناب کی مکمل یقین دہانی۔

5 قابلِ اعتراض لٹریچر کی فوری ضبطی کے اعلان کے ساتھ ساتھ مصنفین کے خلاف کاروائی کی جائے گی۔

مذکورہ معاہدے کی وجہ سے سپاہِ صحابہؓ کے چودہ ہزار کارکنوں کے خلاف قائم ہونے والے بے بنیاد مقدمات کے باعث جھنگ سٹی کے گھر سے بے گھر ہونے والے کارکنوں کو رہائی نصیب ہوئی۔

نسوانی حکومت کی برطرفی

مورخہ ۶ راگست ۹۰ء بروز پیر، مولانا حق نواز شہید کو قتل ہوئے ۵ ماہ اور ۱۱ر دن کا عرصہ بیت چکا تھا۔ صدرِ مملکت جناب غلام اسحاق نے تاریخی انگڑائی لی اور آٹھویں ترمیم کا خارہ شگاف خنجر پاکستان کی پہلی مونث وزیرِ اعظم بے نظیر بھٹو کی حکومت کے حلقوم میں اتار کر محترمہ کو اقتدار سے الگ کو دیا۔

اسی حکومت کے خاتمہ کے بعد ۲۴ راکتوبر کو نئے سرے سے انتخابات اور نئی حکومت کی تشکیل کا مرحلہ درپیش تھا۔ لہٰذا ملک کی تقدیر بدلنے کے دعوے دار اور نام نہاد جمہوریت کے دل جلے ٹھیکیدار جانگیے کس کر میدان میں اُتر آئے اور ہمیشہ کی طرح عوام کی بولیاں لگنی شروع ہو گئیں۔ دیگر دینی جماعتوں کے ساتھ ساتھ سپاہِ صحابہؓ کو بھی یہ فکر لاحق تھی کہ سیاست جو کہ بدمعاشوں کا کیس بن چکا ہے، بذاتِ خود مذہب کا حصہ ہے اور فی زمانہ دینی اقدار کے تحفظ کے لئے سیاست کو بدمعاش صفت افراد ہاتھوں سے چھٹکارہ دلانا نہایت ضروری ہے۔ جس کا ایک ہی موثر ذریعہ ہے اور وہ یہ ہے کہ دین پسند اور

خدا پرست افراد خلوصِ نیت سے میدان سیاست میں وارد ہوں۔

انتخابات کی تیاری

سپاہِ صحابہؓ کے قائد مولانا حق نواز شہیدؒ ملک کے ایوانوں میں اپنے ...... بردلائل اور برحق موقف کی وضاحت کا باقاعدہ منصوبہ رکھتے تھے اور انہوں نے اپنے اس منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ۸۸ء کے الیکشن میں جھنگ کے قومی حلقہ نمبر ۶۸ سے جمعیۃ علماء اسلام کے ٹکٹ پر حصہ بھی لیا تھا لیکن چند ہزار ووٹوں کی کمی سے بظاہر ناکام ہو گئے تھے۔ (جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے)

لہٰذا ۱۶ اگست کو لاہور میں ہونے والے سپاہِ صحابہؓ کی مرکزی شوریٰ وعاملہ کے اجلاس میں جھنگ سے قومی وصوبائی کی سیٹ پر امیدوار کھڑا کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

پہلے پہل تو قائد سپاہِ صحابہؓ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی کو الیکشن لڑنے کے لئے آمادہ کرنے کی کوشش کی گئی لیکن مولانا فاروقی صاحب نے جب یہ کہا کہ وہ آنے والے الیکشن میں شیعہ اُمیدواروں کے خلاف ملک گیر مہم چلانے کا خیال رکھتے ہیں۔ لہٰذا جھنگ سے الیکشن کے اُمیدوار کے طور پر ان کی بجائے مولانا ایثار القاسمی کو نامزد کر دیا گیا اور مولانا فاروقی صاحب کے منصوبے کی تکمیل کے لئے ایک پارلیمانی بورڈ کا قیام عمل میں لایا گیا جس کا مقصد ملک بھر میں انتخابات کے موقع پر سنی شعور کو متحرک کر کے شیعہ امیدواروں کا ناطقہ بند کر دیا۔

مولانا ایثار القاسمی اُمیدوار نامزد کر دیئے گئے

سپاہِ صحابہؓ کے اس پارلیمانی بورڈ نے (جو کہ خطیب پاکستان مولانا ضیاء القاسمی کی زیر قیادت، علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی، مولانا سلطان محمود ضیاء، علامہ علی شیر حیدری، قاری محمد اسلم، قاری انوار الحق جناب محمد یوسف مجاہد، مولانا غلام محمود اسلام آباد، مولانا رفیق الخلیل کراچی، مولانا خورشید گنگوہی لاہور اور سلیم بٹ ایڈووکیٹ آف جھنگ پر مشتمل تھا)

مذکورہ بالا حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلہ کیا کہ ملک بھر میں جہاں بھی شیعہ امیدوار الیکشن لڑ رہا ہوگا، اس کی مخالفت میں اگر ممکن ہوا تو سنی امیدوار کھڑا کیا جائے گا یا کسی بھی سیاسی جماعت کے اُس سنی امیدوار کی حمایت کی جائے گی جو سپاہِ صحابہؓ کے موقف کو برحق سمجھتا ہو، اور کامیاب ہونے کے بعد اسمبلی میں سنی حقوق کی بحالی کے لئے اٹھائی جانے والی آواز کی حمایت کی یقین دہانی کرائے۔

اس فیصلہ کے مطابق ملک بھر میں قومی اسمبلی کی نشستوں پر ۲۴ اور صوبہ پنجاب کی اسمبلی کے

لئے ۱۰ اُمیدواروں کی حمایت کا اعلان کیا گیا۔

ضلع جھنگ سے قومی حلقہ نمبر ۶۸ اور صوبائی حلقہ نمبر ۶۵ پی پی پر مولانا ایثارالقاسمی کو سپاہ صحابہؓ کی طرف سے اُمیدوار نامزد کر دیا گیا۔

سپاہ صحابہؓ کی مرکزی شوریٰ نے جھنگ کی مقامی جماعت کو کسی بھی دینی گروپ کے تعاون سے انتخاب لڑنے کا اختیار دے دیا۔ چنانچہ ضلع جھنگ کی سپاہ صحابہؓ نے جمعیت درخواستی گروپ سے تعاون طلب کیا اور مولانا سمیع الحق نے آئی جے آئی (اسلامی جمہوریہ اتحاد) کا ٹکٹ قاسمی صاحب کو دلایا۔ یاد رہے کہ جمعیۃ علماء اسلام کا درخواستی گروپ مولانا سمیع الحق کی قیادت میں اسلامی جمہوری اتحاد کا جزو تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر مولانا ایثارالقاسمی کو اسلامی جمہوری اتحاد کا ٹکٹ نہ ملتا تو یقیناً اسلامی جمہوری اتحاد بھی اپنا امیدوار سامنے لے آتا۔ اس صورت مسلمانوں کے ووٹ تقسیم ہو جاتے اور شیعہ امیدوار نواب امان اللہ خان سیال پیپلز پارٹی کے نمائندہ کی حیثیت سے میدان مار لیتا۔ اس طرح جھنگ کے مظلوم مسلمان جو سپاہ صحابہؓ کے مشن پر اپنے بیسیوں لختِ جگر لٹا چکے تھے حسرت و یاس کے اندھے کنویں میں جا گرتے۔

قاسمی کی گھن گرج

انتخابی مہم کے دوران مولانا ایثارالقاسمی کی شعلہ بار تقاریر نے عوام میں ایک تڑپ سی پیدا کر دی، ایک جوش وخروش اور ولولہ، تازہ برپا کر دیا۔ مخالفین اپنی تقاریر میں آپ کی ذات پر بے انتہا کیچڑ اچھالتے، ملائیت کے طعنوں سے نوازتے۔ جھنگ کے عوامی مسائل سے عدم واقفیت کا پروپیگنڈہ کرتے اور پھر کہتے کہ اوکاڑہ سے آیا ہے اور اوکاڑہ بھاگ جائے گا۔

مولانا شہیدؒ انتہائی صبر و تحمل سے اعتراضات کو سنتے اور آئندہ جلسے میں تازہ بتازہ جواب دیتے مگر ان کے جوابات میں شائستگی اور شرافت ہوتی۔ صداقت اور شجاعت کی جھلک ہوتی۔ ذاتی جملے سے قطعاً گریز کرتے اور مبنی بر حقائق گفتگو کے ذریعے دشمن کو بھی کچھ سوچنے پر مجبور کر دیتے۔

ذیل میں بطور نمونہ آپ کی انتخابی تقاریر کے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں:

میری خدمات کچھ نہیں

مولانا ایثارالقاسمی نے محلہ کی ایک کارنر میٹنگ سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"الیکشن لڑتے وقت لوگوں کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے امیدوار لوگوں کے سامنے

اپنی خدمات گنواتا ہے، کہ میں نے تمہارے لئے یہ کیا، وہ کیا، فلاں پرمٹ، فلاں لائسنس، فلاں گلی، فلاں نالی، فلاں گٹر وغیرہ۔ اس سلسلے میں میری آپ کے شہر کے لئے کوئی خدمات نہیں ہیں، جن کا واسطہ دے کر میں آپ سے ووٹ مانگوں۔ میں ووٹ آپ سے اپنی خدمات کے واسطے سے مانگنے نہیں آیا۔ میں ووٹ اِس مشن کے لئے مانگنے آیا ہوں جس مشن پر میرے اور آپ کے قائدؒ نے قربانی دی اور قبر کے پاتال میں گم ہوگیا۔

میں اس شہیدؒ کی روح سے وعدہ کر کے کہتا ہوں کہ آپ مجھے ووٹ دے کر کامیاب کریں اسمبلی میں پہنچ کر اصحابؓ رسولؐ کے تقدس کے دفاع کی جنگ لڑوں گا، سنی عوام کے حقوق کی جنگ لڑوں گا، مظلوم عوام کی جنگ لڑوں گا۔ پھر انشاء اللہ کسی مظلوم کو یہ کہنے کی ضرورت نہیں پڑے گی کہ وہ اپنے مسائل کے حل کے لئے ہمیں تلاش کرتا پھرے۔ انشاء اللہ اس کے مسائل حل کروا کے اس کے دروازے پر پہنچائے جائیں گے۔ میں اصحابِ رسولؐ کے دشمن کے کفر پر بحث کروں گا اور انشاء اللہ اس پر ایسے وزنی دلائل مہیا کروں گا کہ انشاء اللہ کسی ممبر کو یہ جرأت نہیں ہوگی کہ وہ ہمارے موقف کو رد کر سکے۔

جب میں نے دشمن اصحاب کا کفر اسمبلی سے منوالیا تو میرا شہید قائد اصحابِ رسولؐ کے جھرمٹ میں بیٹھ کر کہے گا۔

''اے صدیقؓ و فاروقؓ، اے عثمانؓ و حیدرؓ، اے خالدؓ و معاویہؓ! تمہاری عزت و عظمت کے دفاع کے لئے جو پودا میں دنیا میں لگا کر آیا تھا آج وہ شجرِ سایہ دار بن چکا ہے۔''

جان دے دوں گا

گرامی قدر سامعین، مخالفین کہتے ہیں کہ ''مولوی باہر سے آیا ہے، جیت کر واپس چلا جائے گا۔'' میں نے کہا ٹھیک ہے۔ اگر میں صرف الیکشن لڑنے کے لئے آیا ہوتا تو پھر کہا جا سکتا تھا کہ جیت کر چلا جائے گا۔ میں صرف الیکشن لڑنے نہیں آیا میں تو اس مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے آیا ہوں۔ جس مشن پر میرے قائد نے جان دی ہے۔

جب میں اس شہر میں آیا تھا۔ اُس وقت اسمبلیاں نہیں ٹوٹی تھیں۔ جب میں آیا بھی تو ایم این اے کی سیٹ نظر نہیں آ رہی تھی۔ ایم پی اے کی سیٹ نظر نہیں آ رہی تھی۔ جب

میں آیا تھا اس وقت کلاشنکوف کی گولیاں نظر آ رہی تھیں۔ بموں کے دھماکے نظر آ رہے تھے۔ اس وقت جیلوں میں بند کیا جا رہا تھا۔ اس وقت اغوا کیا جا رہا تھا اس وقت آگ لگ رہی تھی۔ اس وقت لوگوں کو گھروں سے باہر نہیں نکلنے دیا جا رہا تھا۔ اُس وقت لوگوں کے ساتھ وہ ظلم، وہ تشدد، وہ زیادتی کا سلوک روا رکھا جا رہا تھا کہ جو ایک آدمی بیان نہیں کر سکتا۔ میں نے اگر جانا ہوتا تو کلاشنکوف کی گولی سے ڈر کر جاتا۔ بموں کے دھماکوں سے ڈر کر بھاگ جاتا۔ جیل کے ڈر سے، ہتھکڑی، بیڑی، کے ڈر سے نہیں بھاگا۔ جھوٹے مقدمات کے ڈر سے نہیں بھاگا۔ میں گولی کے ڈر سے نہیں بھاگا۔ ایک بار پھر وعدہ کرتا ہوں اسمبلی میں پہنچ گیا تب بھی مشن پورا کیا جائے گا، نہ پہنچا تب بھی مشن پورا کیا جائے گا۔ میں اِسی مشن پر اِسی شہر میں جان دے دوں گا یا مشن پورا کر دوں گا۔

"جیت ہار اللہ کے ہاتھ میں! لیکن میں نے دیہاتوں کے اندر الیکشن جیتنے سے پہلے وہ کام کروا دیئے ہیں کہ دیہاتوں کے لوگ جھولیاں پھیلا کے دعائیں کر رہے ہیں کہ مولوی صاحب! جو کینیڈیٹ آیا وعدے کر کے آیا پھر نظر نہیں آیا۔ اور ہم نے ابھی تجھے ووٹ نہیں دیئے۔ تیرے ہاتھ ابھی ہاتھ نہیں دیا۔ تیرے سامنے مطالبہ رکھا تو نے وہ پورا کر دیا۔ اور جب تو بن گیا تو کیا کرے گا! میں نے کہا میں جب بن گیا تو یہ کروں گا کہ ایک مرتبہ اسمبلی میں اصحابِ رسولؐ کے تقدس کی دھوم مچا دوں گا اور عزیزوں کی آواز بن کر اسمبلی میں گرج کے اپنے عزیزوں کے مسائل حل کرا دوں گا۔

اسمبلی میں لازمی.........قاسمی قاسمی!

اور غریبو! مزدورو! کسانو! اب تمہارے اوپر ظلم کا دور ختم ہو چکا ہے۔ اب جاگیرداری اور سرمایہ داری کا سورج ۱۴ اکتوبر کو غروب کر دیا جائے گا اور غریبوں کے وہ جھکے ہوئے سر جو ۱۱ سال سے جھکائے جا رہے ہیں! خدا کی قسم کتنی کسمپرسی ہے۔ کتنا ظلم ہے غریبوں پر۔ میں جب دیہاتوں میں جاتا ہوں تو لوگ جب ہمارے لئے چارپائیاں اور کرسیاں لا کر دیتے ہیں۔ ہم کرسیوں اور چارپائیوں پہ بیٹھ جاتے ہیں۔ تو دیہات کے لوگ نیچے بیٹھتے ہیں۔ خدا کی قسم انہیں اتنا مجبور کر دیا گیا ہے کہ کسی سفید پوش کے آگے وہ کرسی پر بھی نہیں بیٹھ سکتے۔ وہ چارپائی پر بھی نہیں بیٹھ سکتا۔ میں نے اُن کیچڑ سے بھرے ہوئے بوڑھوں اور نوجوانوں کو اپنے سینے گلے لگا کر کہا کہ اب تم

نیچے نہیں میرے سر پر بیٹھو گے!

آج غریبوں کے بچے، بی اے، ایم اے پاس ہوتے ہوئے بھی اور ڈگری رکھتے ہوئے بھی کھیتی باڑی کر رہے ہیں۔ میرے پاس بی ایس سی پاس لڑکے کی درخواست آئی ہے۔ "خدا کے لئے خاکروب بھرتی کروا دیجئے" ہائے اللہ

غریبو! غریبو! انشاء اللہ میں جیت گیا تکبر سے نہیں کہتا۔ غرور سے نہیں کہتا۔ میں تمہارا غربت کا انتقام لوں گا۔ تمہارے بیٹے دفتروں کے چکر نہیں لگایا کریں گے۔ ظلم کا انتقام لیا جائے گا۔ ہم اُن کی آواز ہیں جن کی کوئی آواز نہیں۔ بلکہ اس طرح کہتا ہوں ہم ان کی صدا ہیں جن کی صدا یہاں تو کوئی وقعت نہیں رکھتی لیکن جب یہاں سے اُٹھ کر عرشِ معلیٰ کو جاتی ہے تو اُسے بھی ہلا دیتی ہے۔"

انہیں زہر دے دیا گیا

مولانا ایثار القاسمی کی انتخابی مہم کو اتنی سرعت سے پروان چڑھتا دیکھ کر مخالفین انگاروں پر لوٹنے لگے تھے۔ ہر جلسے میں عوام کی بڑھ چڑھ کر شرکت نے انہیں اس قدر مبہوت کر دیا کہ وہ ہر اچھا برا اقدام اٹھانے پر تیار ہو گئے۔

قاسمی شہیدؒ مورخہ ۱۱ اکتوبر کو چک نمبر ۴۴۱ اور دیگر علاقوں سے ہوتے ہوئے بعد نماز عشاء چک نمبر ۴۴۵ میں حاجی نول نامی ایک شخص کی دعوت پر انتخابی جلسہ میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔ میزبان نے آپ کو اور دیگر ساتھیوں کو بوتلیں پیش کیں۔ باقی تمام احباب کو سیون اپ یا کوئی اور بوتل دی گئی قاسمی صاحب کے لئے وہ شخص کو کا کولا کی علیحدہ بوتل لایا تھا۔ بوتلیں کھول کھول کر وہ پکڑاتے ہوئے اس شخص کے ہاتھ پاؤں بُری طرح کانپ رہے تھے۔ کسی کو معلوم نہ تھا کہ کیا وجہ ہے۔ قاسمی صاحب کو کوکا کولا کی بوتل پیش کی گئی ابھی مشکل سے آپ نے دو ہی گھونٹ پیے ہوں گے کہ یکدم آپ کو زبردست قے آ گئی۔ ساتھی متوجہ ہوئے تو آپ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو رہا تھا۔ فوراً بھانپ گئے۔ بوتل اُٹھا کر سونگھی تو سر چکرانے لگا۔ ظالموں نے قاسمی صاحب کو زہر دے دیا تھا۔ تمام احباب دَم بخود رہ گئے۔ فوراً قاسمی صاحب کو کار میں ڈال کر ہسپتال لایا گیا۔ ڈاکٹر نے چیک اپ کیا۔ زہر دیئے جانے کی تصدیق ہو گئی۔ ساتھی پریشان ہو کر رونے لگے۔ ڈاکٹر نے علاج شروع کر دیا۔ ہسپتال میں بھگدڑ سی مچ گئی زہریلے اثرات نے قاسمی صاحب کو نڈھال اور بے حال کر دیا تھا۔ اللہ نے فضل فرمایا۔

دوائیں زوداثر تھیں۔ ڈاکٹر نے سرتوڑ کوشش کی بالآخر قاسمی صاحب کی طبیعت سنبھل گئی۔ اور آہستہ آہستہ اس زہر کا اثر زائل ہوتا چلا گیا۔

۲۴ راکتوبر کا دن جھنگ کے مظلوم مسلمانوں کے لئے عرصہ دراز کے بعد خوشیوں کا پیغام لایا۔ یہ جمعرات کا دن تھا، سورج طلوع ہوتے صبح آٹھ بجے پولنگ سٹیشنوں پر عوام کا ہجوم تھا۔ سپاہ صحابہؓ کے کارکن ہر مقام پر انتہائی مستعدی سے اپنے فرائض انجام دینے کے لئے موجود تھے۔ شہر میں کسی بھی صورت حال سے نمٹنے کے لئے فوج طلب کر لی گئی تھی جو شہر کے تمام حساس مقامات پر موجود تھی۔ پولنگ انتہائی پرامن طریقے سے ہوئی۔ اب ہر کسی کو نتائج کی انتظار تھی۔ ملک بھر سے سپاہ صحابہؓ کے کارکن ٹیلی فون کے ذریعہ سپاہ صحابہؓ کے مرکزی دفتر سے صورت حال معلوم کر رہے تھے۔ دنیا بھر کے حساس مسلمانوں کی نظریں خصوصاً اس سیٹ کے نتائج پر لگی ہوئی تھیں۔ خدا خدا کر کے پولنگ ختم ہوئی اور ووٹوں کی گنتی کا آغاز ہوا۔

اکثر پولنگ سٹیشنوں پر مولانا ایثار القاسمی کی بھاری اکثریت سے کامیابی کی خبریں موصول ہونے لگیں۔ مولانا کے مکان کے سامنے احرار پارک سے لے کر جامع مسجد حق نواز شہید تک عوام کا جم غفیر موجود تھا۔ جونہی کسی مقام سے مولانا کی کامیابی کی خبر موصول ہوتی، لوگوں کے دلوں کی دھڑکنیں تیز ہو جاتیں اور اللہ اکبر کی صداؤں سے فضا گونج اٹھتی۔ بالآخر مکمل نتائج سامنے آنے پر دنیا حیران رہ گئی کہ مولانا ایثار القاسمی بہت زبردست لیڈ سے کامیاب ہو گئے۔ اور کامیاب بھی دونوں سیٹوں پر۔ دنیا بھر کے میڈیا نے جھنگ کے اس الیکشن کو بھرپور کوریج دی۔ مولانا ایثار القاسمی کی کامیابی دراصل مولانا جھنگوی شہیدؒ کے مشن کی کامیابی تھی، مظلوم عوام کی آواز کی کامیابی تھی، سنی عوام کا شیعہ جاگیرداروں اور وڈیرہ شاہی سے سیاسی انتقام تھا۔

مولانا ایثار القاسمی شہید قومی اسمبلی میں جب پہنچے تو سب سے کم سن ممبر اسمبلی تھے، مگر ایسے زیرک سیاستدان، ملکی حالات پر گہری نظر رکھنے والے اور سنی مسلمانوں کے حقوق پر بھرپور دلائل سے بانگ دہل گفتگو کرنے والے پہلے رکن اسمبلی ثابت ہوئے کہ جنہوں نے قومی اسمبلی میں ناموس صحابہ اور سنی حقوق کے لئے بے باک آواز بلند کی۔ آپ نے اسمبلی میں شستہ، سنجیدہ اور دلائل سے بھرپور گفتگو کی۔ عموماً سیاستدان حضرات لکھی ہوئی تقریر اسمبلی میں پڑھ دیتے ہیں، مگر قاسمی شہید کا اسمبلی میں پہنچنا ناموس صحابہ کے لئے ایک طاقتور آواز کا پہنچنا تھا، انہوں نے فی البدیہہ گفتگو کر کے اراکین اسمبلی کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ مولانا قاسمی شہیدؒ کے بعد آپ کے جانشین مولانا محمد اعظم طارق شہید نے آپ

کے مشن اور کاز کو مزید کھول کر بیان کیا۔

دورہ قطر و دبئی

قاسمی شہیدؒ نے "قطر" کا پہلا غیر ملکی سفر غالباً ۱۶ر اپریل ۱۹۹۰ء (رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ) کو فرمایا۔ اس سفر کی دعوت اور تمام تر انتظام آپ کے دوست مولانا محمد اسماعیل رشیدی مقیم قطر (شیخ الجامعہ عمر بن عبدالعزیز اوکاڑہ) کے ہاتھوں میں تھا۔ ویزہ وغیرہ بھی مولانا موصوف نے ہی فراہم کیا تھا۔ قاسمی شہیدؒ تقریباً ایک ہفتہ قطر میں مقیم رہے۔ ماہِ رمضان المبارک کے ایام تھے، قاسمی شہیدؒ نے ان ایام میں بیسیوں مقامات پر استقبالیہ پروگراموں، کھلے جلسوں، افطار پارٹیوں، عشائیوں اور دیگر تقاریب سے خطاب کئے اور اپنے سامعین کو سپاہِ صحابہؓ کے مشن اور جدوجہد سے آگاہ کیا اور مختلف احباب کو جھنگوی شہیدؒ کے مشن کی تکمیل کے لئے جدوجہد پر آمادہ کرنے کے بعد آپ دبئی میں مقیم احباب کی دعوت پر وہاں تشریف لے گئے۔ ایک ہفتہ قیام کے دوران وہاں بھی جماعتی پروگرام سے لوگوں کو آگاہ کیا بعدازاں وطن واپسی تشریف لائے۔

پانچ روزہ دورہ عراق (جون ۱۹۹۰ء)

۱۴ر جون ۱۹۹۰ کو مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ سپاہِ صحابہؓ کے ایک سہ ۳ رکنی وفد جس میں آپ کے علاوہ سپاہِ صحابہؓ پاکستان کے سابقہ مرکزی جنرل سیکرٹری جناب محمد یوسف مجاہد شہید اور مرکزی قانونی مشیر جناب محمد سلیم بٹ ایڈوکیٹ شامل تھے، کے ہمراہ عراق کے پانچ روزہ دورے پر روانہ ہوئے۔ آپ کا مقصد مورخہ ۱۶ر جون کو بغداد میں منعقد ہونے والی "**موتمر عالم اسلامی**" کی ایک اہم ترین کانفرنس میں شرکت کرنا تھا۔ اس کانفرنس میں دُنیا کے بیشتر ممالک سے تقریباً ۴۵۰ علماء و فقہاء اور دانشور حضرات مدعو کئے تھے۔ پاکستان سے اس کانفرنس میں شرکت کے لئے جانے والے حضرات میں قاری سعید الرحمٰن صاحب (سابق) صوبائی وزیر اوقاف صوبہ پنجاب، مولانا سلیم اللہ خان صدر سوادِ اعظم اہل سنت، مولانا اسفندیار خان، مولانا عبدالحکیم سابق ایم این اے، مولانا شاہ احمد نورانی، پروفیسر فرید الحق، مولانا سیف اللہ خالد، جناب شجاعت علی قادری (جسٹس وفاقی شرعی عدالت) علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ کے صاحبزادے ابتسام الٰہی ظہیر، قاضی عبدالقدیر خاموش اور جاوید جمال ڈسکوی مرحوم (روزنامہ جنگ) بھی شامل تھے۔

مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ اپنے وفد کے ہمراہ ۱۴ر جون کو لاہور سے کراچی روانہ ہوئے۔ رات

کراچی میں سپاہِ صحابہؓ کے احباب کے ہاں گزاری۔ دوسرے روز ایئر پورٹ سے اسپیشل فلائیٹ کے ذریعے تقریباً ڈیڑھ بجے دن بغداد پہنچے۔ ایئر پورٹ پر عراقی زعماء جن میں جناب عبداللہ فاضل (وزیر اوقاف) جناب حسن (سیکرٹری وزیر امور خارجہ)، جناب محمود شبان ڈائریکٹر اوقاف اور دیگر آفیسرز نے آپ کا استقبال کیا۔ بعدازاں آپ کو بغداد کے فائیو اسٹار ہوٹل فندق المنصور میں رہائش کے لئے لے جایا گیا۔ رات وہاں بسر ہوئی۔ دوسرے روز یعنی ۱۶ ر جون کو کانفرنس کا انعقاد ہوا۔

کانفرنس کا مقصد یہ تھا کہ تمام مسلم ممالک کو بیت المقدس آزاد کرانے کے لئے اسرائیل کے خلاف متحد ہو جانا چاہیے۔ کانفرنس سے تمام ممالک کے مندوبین کو اظہار خیال کی دعوت دی گئی تھی۔ یہ سہ روزہ کانفرنس تھی جس کے آخری روز رئیس عراق جناب صدام حسین مرحوم نے شرکاء سے تقریباً پون گھنٹہ فی البدیہہ خطاب کیا۔

ان کی گفتگو کا حاصل یہ تھا کہ تمام مسلمانوں کو اپنی عظمت رفتہ بحال کرنی چاہیے اور خصوصی طور پر عرب ممالک کو طاقتور بننا چاہیے کیونکہ اگر عرب طاقتور ہوں گے تو تمام مسلم ممالک طاقتور ہوں گے اور اگر عرب کمزور ہو جائیں گے تو تمام مسلم ممالک کمزور ہو جائیں گے۔ تمام مسلم ممالک کو اپنی مشترکہ فوج تیار کرنی چاہیے اگر عالم اسلام کے تمام مسلمان عزت کی زندگی گزارنا چاہتے ہیں تو انہیں مشترکہ بلاک بنالینا چاہیے۔

یہ کانفرنس ۱۸ ر جون کو اختتام پذیر ہوئی۔ ۱۹ ر جون کو تمام پاکستانی مندوبین کو نجفِ اشرف میں امیر المومنین، خلیفہ رابع حضرت علی المرتضیٰؓ کے مزارِ مبارک کی زیارت کے لئے لے جایا گیا۔ وہاں پر زیارت اور فاتحہ خوانی سے فارغ ہونے کے بعد کربلا میں نواسۂ رسول جگر گوشۂ بتولؓ سیدنا حسینؓ کے مزار کی زیارت اور فاتحہ خوانی کی سعادت حاصل کرنے کے بعد حضرت عباسؓ کے مزار پر حاضر ہوئے۔ ساڑھے چار بجے شام بغداد واپسی ہوئی۔ اگلے روز صبح ساڑھے نو بجے "مدائن" میں حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت حذیفہؓ بن یمانی، حضرت عبداللہ بن جابرؓ اور حضرت مسلم بن عقیلؓ کے بیٹے حضرت طاہر بن محمد کے مزارات کی زیارت کرنے کے بعد شہنشاہ ایران کسریٰ کا وہ محل جس کے کنگرے حضورؐ کی ولادت کے وقت گر گئے تھے، بھی دیکھا۔ بعدازاں "قادسیہ" کی مشہور و معروف رزم گاہ کی زیارت کی، دوپہر کو واپس فندق المنصور پہنچے۔ اُسی شام ساڑھے چھ بجے کے قریب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت موسیٰ کاظمؒ، ابن جعفرؒ، حضرت امام ابو یوسفؒ اور بعدازاں حضرت امام اعظمؒ ابوحنیفہؒ کے مزارات کی زیارت سے بہرہ ور ہوئے شام کو فندق المنصور اور دوسری صبح خصوصی طیارہ کے ذریعے

پاکستان واپسی ہوئی۔

اِس دورہ کے دوران قاسمی شہیدؒ سپاہِ صحابہؓ کے نائب سرپرست اعلیٰ، اور امیر عزیمت مولانا حق نواز شہیدؒ کے جانشین ہونے کی وجہ سے دنیا بھر سے آئے مندوبین کے لئے خصوصی توجہ اور دلچسپی کا محور بنے رہے۔ قاسمی شہیدؒ نے ہر ملنے والے کو سپاہِ صحابہؓ کے تعارف، غرض و غایت اور اہمیت سے آگاہ کیا۔

دورۂ عراق

سپاہِ صحابہؓ پاکستان کے نائب سرپرستِ اعلیٰ اور ممبر قومی اسمبلی مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ نے عراق کا دوسرا دورہ اس وقت کیا جب عراق کی سیاسی صورت حال بہت پیچیدہ ہو چکی تھی۔ عراقی صدر صدام حسین اسرائیل پر حملہ کر کے بیت المقدس آزاد کرانے سے قبل اپنی ہمسایہ عرب ریاست ''کویت'' کی صفائی کا منصوبہ بنا چکے تھے جب کہ امریکہ بہادر اپنی اتحادی فوجوں سمیت عراق پر چڑھائی کر کے اُسے تہس نہس کرنے اور تیل کے ذخائر پر قبضہ کر کے مسلم ممالک کی معیشت کو تباہ و برباد کرنے کے لئے پر تول رہا تھا۔ مسلم ممالک کے حکمران اور عوام الناس پریشانی اور بے چینی کے عالم میں مختلف نقطہ ہائے نظر کے حامل تھے۔ اب یہاں آ کر سپاہِ صحابہؓ کے قائدین کے نقطہ نظر میں بھی کچھ اختلاف رونما ہوا، وہ یہ کہ قاسمی شہیدؒ کسی حد تک صدام حسین کے حامی تھے جب کہ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی صدام حسین کی پالیسی سے قطعاً متفق نہیں تھے۔ اور وہ کویت پر قبضے کو صدام حسین کا غاصبانہ اقدام قرار دیتے تھے۔ ساتھ ہی وہ بش جارحیت کے بھی اشد مخالف تھے۔

قاسمی شہیدؒ ۱۶ر دسمبر ۱۹۹۰ء، ۲۸ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ بروز اتوار بغداد پہنچے تو عراقی مجلس قیادۃ الثورہ کے رکن اور وفاقی کابینہ میں شامل وزراء کے نائب اوّل جناب طٰہٰ یٰسین نے بغداد ایئرپورٹ پر آپ کا استقبال کیا۔ آپ نے مختلف اخبارات کے نمائندوں سے گفتگو کرتے ہوئے واضح کیا کہ امریکی صدر بش اور ان کے اتحادیوں کے عزائم انتہائی خطرناک ہیں۔ اور وہ کویت کے دفاع کے بہانے پر حملہ کر کے عالم اسلام کی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی توڑ کر ان کی قوت کو مفلوج کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن مسلمان ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ آپ نے صدام حسین کو اپنے حمایت اور تعاون کی یقین دہانی کرائی۔ نیز صدام کی اپنے موقف پر ثابت قدمی کو خراجِ تحسین پیش کیا۔

۱۶ر دسمبر ۱۹۹۰ء کو ہی عراق کے وزیر اوقاف و مذہبی امور جناب عبداللہ فاضل سے ملاقات کے دوران آپ نے انہی خیالات کا اظہار کیا نیز عراق امریکہ جنگ کی صورت میں دس ہزار تربیت یافتہ

مجاہدین پیش کرنے کا اعلان کیا۔ ۷ ردسمبر کو عراق کے متعدد اخبارات مثلاً بغداد سے شائع ہونے والے یومیہ سیاسی جرائد ''الجمہوریہ''، ''العراق''، ''الثورۃ''، القادسیہ'' نے آپ کا ایک انٹرویو بھی شائع کیا۔

عراق سے واپسی پر آپ سعودی عرب روانہ ہوگئے۔ حرمین شریفین کی زیارت اور عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے بعد دسمبر کے آخری ہفتے میں وطن واپس تشریف لے آئے۔

قاسمی شہیدؒ علیہ الرحمۃ عراق کے دورہ سے واپسی پر قومی اسمبلی کے اجلاس میں شریک ہوئے۔ ایوان میں صدرِ مملکت جناب غلام اسحٰق خان کی تقریر پر خیال کیا جارہا تھا اور اراکینِ اسمبلی اپنے اپنے انداز میں ''لولوئے لالہ'' بکھیر رہے تھے۔

مورخہ ۳۱ ردسمبر ۱۹۹۰ء کو قاسمی شہیدؒ کو صدرِ مملکت کی تقریر پر اظہارِ خیال کا موقع دیا گیا۔ حسب سابق ایوان کی پریس گیلری میں متعدد ملکی اور غیر ملکی نیوز ایجنسیوں کے نمائندے موجود تھے۔ قاسمی صاحب نے اس موقع پر جو خطاب کیا اُسے من وعن پیش کیا جارہا ہے۔

قومی اسمبلی میں قاسمی شہید کا خطاب

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ . اَمّا بعد اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا o قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ظَهَرَتِ الْبِدَعُ اَوِ الْفِتَنُ وَسُبَّتْ اَصْحَابِیْ فَلْیُظْهِرِ الْعَالِمُ عِلْمَهٗ o صَدَقَ اللّٰهُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ o

جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں آپ حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے اس معزز ایوان میں صدرِ مملکت کی تقریر پر اظہارِ خیال کا موقع فراہم کیا ہے۔

جناب سپیکر! صدرِ مملکت کا خطاب یقیناً اس ایوان کے معزز اراکین کے لئے اور پوری قوم کے لئے نصیحت آمیز تھا اور مجھے اُمید ہے کہ صدرِ مملکت کے اُس بیان کے مطابق جن باتوں کی طرف انہوں نے نشاندہی کی ہے۔ ہمارے ممبران اور ہماری حکومت ترجیحی بنیادوں پر مسائل کی طرف توجہ کرے گی جن کی طرف صدر مملکت نے توجہ دلائی ہے۔ صدر مملکت نے اپنے خطاب میں بہت ساری باتوں کا تذکرہ فرمایا ہے جس میں سب سے پہلی بات صدر مملکت نے جو بیان فرمائی ہے کہ نئی حکومت ملک کو اسلامی اور فلاحی مملکت بنانے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑے گی۔

CamScanner

جناب سپیکر! اسلامی فلاحی مملکت پاکستان کو بنانے کے سلئے اس وقت سب سے اہم چیز شریعت بل ہے۔ یہ وہ شریعت بل ہے جس کو سینٹ کے اندر سابقہ دور میں متفقہ طور پر پاس کر دیا گیا۔ اور پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت نے اس شریعت بل کے متعلق بیانات دے کر پوری قوم اور مسلمانوں کے ساتھ مذاق کیا کہ یہ بل قوم کے ہاتھ، کان، ناک کاٹنے کی طرف قوانین کو لے جائے گا جو کہ وحشیانہ قوانین ہیں۔ اور انہیں اس کی سزا اسی الیکشن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مل گئی جو کہ بڑی دردناک شکست کی صورت میں تھی۔

جناب سپیکر! یہاں پر ہم پیپلز پارٹی کی حکومت کو یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے شریعت بل کی مخالفت کی، اور شریعت بل کو متنازعہ بنایا۔ جس کو سینٹ نے متفقہ طور پر پاس کر دیا تھا لیکن۔

جناب سپیکر! وہی شریعت بل جب اب ہماری حکومت کے سامنے آیا ہے تو میرے خیال میں اس شریعت بل کو سینٹ کے متفقہ طور پر پاس کئے جانے پر اب اس ایوان کے اندر بھی متفقہ طور پر پاس کر دیا جاتا۔ کوئی ضرورت نہیں تھی کہ اس کے لئے کمیٹی بنائی جاتی اسے کمیٹی کے حوالے کیا جاتا۔ یعنی جس شریعت بل کو ہم نے الیکشن کے اندر انتخابات کے اندر ایک ایشو کے طور پر استعمال کیا۔ اور میں آپ، معزز اراکین اور ہماری حکومت یہ مت سمجھے کہ عوام نے ووٹ صنعتی انقلاب کے نعروں پر دیئے ہیں یا غریب عوام کو پانچ مرلہ، سات مرلہ پلاٹ دینے کے نعروں پر ووٹ ملے ہیں۔ بلکہ عوام نے اسلامی جمہوری اتحاد کو جو مینڈیٹ دیا ہے اس کی وجہ صرف اور صرف اسلامی نظام ہے جو کہ اس ملک کا بنیادی نقطہ ہے۔

جناب سپیکر جب شریعت بل سینٹ کے اندر متفقہ طور پر پاس ہو جانے کے بعد پیپلز پارٹی نے متنازعہ بنایا تو ہم نے اس کے خلاف آواز اٹھائی اور باقاعدہ اسلامی جمہوری اتحاد کی طرف سے متحدہ شریعت محاذ قائم کیا گیا اور اُس میں جلسے اور جلوسوں کا اہتمام کیا گیا لیکن جب وہی شریعت بل ہمارے سامنے آیا ہے تو ہماری حکومت کو چاہیے صدر مملکت کی تقریر کے مطابق اسی شریعت بل کو من وعن نافذ کیا جائے۔ کہ اسی شریعت بل کو اب سرکاری بل کا نام دیا جائے اُس کے اندر شامل کیا جائے۔

جناب سپیکر اُسی بل کی مخالفت وہی لوگ کر رہے ہیں جو کہ پیپلز پارٹی دور میں کر رہے تھے۔ پی ڈی اے کے اندر جو جماعتیں شامل ہیں انہوں نے شریعت بل کی مخالفت کی تھی۔ اور اب بھی وہی شریعت بل کی مخالفت کر رہے ہیں۔ لہٰذا ہماری گورنمنٹ کو قطعی طور پر افسوس نہیں کرنا چاہیے کہ اس شریعت بل کو نافذ کرنے سے فرقہ واریت آئے گی۔

جناب سپیکر اگر یہ شریعت بل آج نافذ ہوتا ہے تو فرقہ واریت آتی ہے۔ تو کل آپ اسی

CamScanner

شریعت بل کو نافذ کرنے کا مطالبہ کر رہے تھے کیا اس وقت ہمارے ذہن میں فرقہ واریت پھیلنے کا خطرہ نہیں تھا۔ یقیناً تمام کی تمام باتیں اس وقت ذہن میں تھیں۔ لہٰذا میں آپ کی وساطت سے حکومت تک یہ بات پہنچانا چاہتا ہوں کہ یہ شریعت بل متفقہ طور پر سینٹ کے اندر منظور کیا گیا۔ لہٰذا اس شریعت بل کو من وعن اس ایوان میں لا کر پاس کر کے فوری طور پر نافذ کیا جائے تا کہ صدر مملکت کی تقریر کے مطابق ہمارا یہ ملک اسلامی اور فلاحی مملکت کہلا سکے۔

جناب سپیکر دوسری بات صدر مملکت نے اپنے مملکت نے اپنے خطاب کے اندر یہ بیان فرمایا کہ ہم نے چھ اگست کے بعد پاکستان میں نوے روز کے اندر اندر آزادانہ اور منصفانہ انتخابات منعقدہ کروا کر عوام کے منتخب کردہ نمائندوں کو حکومت سونپ دی۔ لیکن ہمارے مخالف حزب اختلاف کی طرف سے ہر اُٹھنے والا فرد موجود ہے وہ یہ اقرار کرتا ہے کہ جناب یہ دھاندلی ہوئی ہے تو میرا سوال یہ ہے کہ اگر دھاندلی ہوئی ہے تو جو اراکین یہاں تشریف لائے ہیں۔ یہ کس طرح بنے آئے ہیں اگر دھاندلی ہوتی تو یہ اس ایوان میں تشریف نہ لاتے۔

(پوائنٹ آف آرڈر مہر غلام فرید صاحب ایم این اے)

جناب سپیکر اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو دھاندلی عام ہوتی ہے انہوں نے اس سے بڑھ کر دھاندلی کی ہے۔ بہر حال دھاندلی کا الزام لگا کر ہمارے معزز اراکین نے صدر مملکت کے اُس بڑے عہدے کو چیلنج کیا ہے۔ یہ ہمارے موجودہ صدر وہی صدر ہیں۔ جنہوں نے ۱۹۸۸ء کے اندر انتخابات کر وائے تھے۔ اور اسی عدلیہ کی زیر نگرانی کروائے تھے۔ کیا اس وقت انتخابات میں دھاندلی نہیں ہوئی تھی۔ اس وقت دھاندلی صرف اس لئے نہیں کہا گیا کہ اس الیکشن کے نتیجے میں حکومت پیپلز پارٹی کو سونپ دی گئی یقیناً اگر اُس وقت حکومت پاکستان پیپلز پارٹی کی نہ بنتی تو جناب سپیکر پھر صدر مملکت پر الزام ہوتا کہ جناب انہوں نے دھاندلی کی ہے۔ اور صدر پاکستان جو ہیں وہ خود متنازعہ ہو گئے۔ یعنی آج اگر صدر مملکت نے اسلامی جمہوری اتحاد کے سربراہ جناب میاں نواز شریف کو پاکستان کے وزیر اعظم کے عہدے کے لئے عوام کے منتخب کیے ہوئے وزیر اعظم کو حلف اٹھانے کا موقع دیا ہے۔ تو یہ دھاندلی ہوئی اور کل جب انہوں نے بے نظیر بھٹو کو پاکستان کے وزیر اعظم کے عہدے کے لئے حلف اٹھانے کا موقع دیا تو یہ اس وقت دھاندلی نہیں ہوئی۔ تو میرے خیال میں یہ معزز اراکین ہمارے سربراہ مملکت کے اُس بڑے مقدس عہدے کو چیلنج کر رہے ہیں۔ (پوائنٹ آف آرڈر ہاشمی صاحب ایم این اے)

جناب سپیکر میں عرض یہ کر رہا تھا کہ یہی صدر مملکت یہی عدلیہ اگر ان کے حق میں فیصلہ دیتی

ہے تو وہ صدر صاحب کا عہدہ بھی مقدس ہے اور عدلیہ نے بھی اپنی ذمہ داریاں ٹھیک نبھائی ہیں اور اگر وہ عوام کے ان کے خلاف دیئے ہوئے فیصلہ کے مطابق عمل درآمد کرتے ہیں تو جناب سپیکر، صدر مملکت آف پاکستان کے عہدے کو چیلنج کیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر صدر مملکت نے عین وقت کے تقاضے کے مطابق خطاب کرتے ہوئے اپنے اس بیان میں یہ فرمایا کہ جو پچھلا ہو چکا ہے اس کو بھی دیکھا جائے اور جو آئندہ ہونے والا ہے اس کو بھی دیکھا جائے اس بات کو دیکھتے ہوئے میں اپنے ساتھی معزز اراکین سے گزارش کروں گا کہ ان کو اپنی بیس ماہ کے کیے ہوئے نامہ اعمال پر نظر دھرانی چاہئے تھی۔ کہ کیا وجہ ہے کہ بیس ماہ پہلے وہی صدر، وہی عدلیہ، وہی عوام ان کے حق میں فیصلہ دیتے ہیں اور بیس ماہ کے بعد عوام بھی انہیں مسترد کرتی ہے۔ اور عوام کے مسترد کرنے کی وجہ سے عدلیہ کی زیر نگرانی آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کے نتیجے میں صدر مملکت آف پاکستان نے جو میاں نواز شریف صاحب کو وزیر اعظم کے عہدے کے لئے حلف اٹھانے کا موقع دیا تو اس کا یہ حضرات اعتراض کرتے ہیں۔ انہیں اپنے بیس ماہ کی ان نامہ اعمالیوں پر غور کرنا چاہئے۔

یقیناً میں اس حق میں نہیں ہوں کہ جو لوگوں کو نوکریاں دی گئیں ہیں۔ اُن کو نوکریوں سے ہٹا دیا جائے لیکن جناب سپیکر یہ بھی کہاں کا انصاف ہے کہ ایک آدمی واقعتاً پڑھا لکھا ہے اور وہ میرٹ پر ہے اُسے تو رد کر دیا جاتا ہے اور جو آدمی صرف پیپلز پارٹی کا جیالا کہلواتا ہے اسے اتنا بڑا عہدہ پر لگا دیا جائے۔ یقیناً ایسے جیالوں کو جو کسی ملازمت کے اہل نہیں تھے۔ انہیں علیحدہ کیا جانا چاہیے اور جو میرٹ پر ہیں وہ خواہ کسی بھی پارٹی سے ہوں اُن کا حق ہے کہ وہ اس عہدہ پر کام کریں۔

جناب سپیکر تیسری بات صدر مملکت نے اپنے خطاب میں نئی حکومت کی توجہ اس طرف دلائی ہے کہ ہمیں خود انحصاری پیدا کرنی چاہیے۔ اس لئے کہ ہمارے پاس سب کچھ موجود ہے۔

ہمارے پاس محنتی عوام ہیں۔ قدرتی وسائل ہمارے پاس موجود ہیں۔ زرعی زمین ہمارے پاس موجود ہے۔ ہمارے پاس محنتی عوام کسان موجود ہیں۔

جناب سپیکر میں محنتی عوام میں سب سے زیادہ ووٹ محنتی عوام کا تصور کرتا ہوں وہ ان غریب کاشتکاروں کو تصور کرتا ہوں جو کاشتکار صبح و شام دن رات محنت کر کے پوری قوم کے لئے اناج مہیا کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے ملک کے اندر اُن کے لئے کوئی خاص اقدامات نہیں کئے گئے۔ جن اقدامات کی بنیاد پر اپنی زندگی جو ہے وہ آرام اور آسائش کے ساتھ گذار سکے۔

جناب سپیکر صدر مملکت نے اپنے خطاب کے اندر کشمیر، افغانستان اور بابری مسجد کے مسئلے

بڑی ہے، ہم جنگ نہیں چاہتے لیکن ان مسائل کا پُر امن حل بھی چاہتے ہیں۔ تو اس کے لئے جناب سپیکر کشمیر پر ہماری حکومت کو واضح پالیسی کا اعلان کرنا چاہئے اور بابری مسجد کا مسئلہ اتنا اہم مسئلہ ہے کہ یہ مساجد شعائر اللہ ہیں۔ ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ لیکن اب تک ہماری حکومت کی طرف سے بابری مسجد کے مسئلہ پر واضح طور پر بھارتی حکومت کا نوٹس نہیں لیا گیا۔ لہٰذا میرا مطالبہ ہے کہ حکومت بابری مسجد کے مسئلہ پر واضح پالیسی تیار کر کے عوام الناس پورے پاکستان کی عوام کے ایمانی جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے اس مسئلہ کو فوری طور پر حل کروائے۔

پانچویں بات کہ صدر مملکت نے اپنے خطاب میں خود انحصاری کے پہلو پر بات کرتے ہوئے خارجہ پالیسی کے لئے یہ ارشاد فرمایا کہ میری حکومت کی خارجہ پالیسی کی بنیاد آزادی خودمختاری، امن، تعاون اور بقائے باہمی کے صوبوں پر ہوگی۔

جناب سپیکر یقیناً یہ بہت بڑی نصیحت ہے اگر اس پر عمل کیا جائے۔ ہماری حکومت دوسرے ہمسایہ ملکوں کے ساتھ اچھے تعلقات استوار کرے۔ اس سے ہماری اقتصادی اور معاشی پالیسیاں جو ہیں۔ ان کو تقویت ملے گی۔ لیکن

جناب سپیکر میں موقعہ کی مناسبت سے آپ کی توجہ حالیہ واقعہ کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ ہمارے ہمسایہ ملک جو ہیں اُن کے ساتھ ہمارے تعلقات یقیناً بہتر ہونے چاہئیں۔ آزادی اور خود مختاری کے مطابق ہونے چاہئے۔ لیکن ہمارے جو موجودہ تعلقات میں ہمسایہ ملکوں کے ساتھ وہ اس حد تک بھائی چارہ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بھائی چارہ میں اسے بھائی چارہ نہیں سمجھتا بلکہ یہ ہمسایہ ملک کی براہِ راست ہمارے ملک میں مداخلت ہے۔

جناب سپیکر میں آپ کی توجہ حالیہ لاہور کے اندر ہونے والے وقوعہ کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ جس میں ہمارے ہمسایہ ملک کے ڈائریکٹر جنرل صادق گنجی صاحب کو قتل کیا گیا ہے۔ یقیناً وہ ایک بہت بڑا ظالمانہ سفاکانہ اقدام تھا جس کی مذمت اخبارات میں تمام کی تمام پارٹیاں اور لوگ کر چکے ہیں۔ اس بھائی چارہ اور ہماری اس دوستی اور ہمارے اُس تعلقات کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے۔

جناب سپیکر ہمارے ہمسایہ ملک ایران نے یہ جسارت کی ہے۔ کہ ہمارے ملک کے اندر ایک انکوائری ٹیم رکھی ہوئی ہے اور ہمارے ملک کے اندر باقاعدہ ان کا ڈپٹی وزیر خارجہ ایک پورا وفد لے کر بیٹھا ہوا ہے اور مطالبہ کر رہا ہے اس...... کا جناب کہ ایک مذہبی تنظیم جس کے ساتھ میرا تعلق ہے انجمن سپاہِ صحابہ کہ اُس مذہبی تنظیم پر پابندی لگائی جائے اور ہماری حکومت خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے

اور یہاں تک کہ اب اس وقوعہ کے بعد ملوث کیا جارہا ہے اس قتل میں ہمیں۔ آئی جی پنجاب نے پریس کانفرنس کر کے ملک کے اندر فرقہ واریت کو ہوا دیتے ہوئے یہ بات واضح کر دی ہے کہ اس قتل کے ساتھ انجمن سپاہ صحابہؓ کا تعلق ہے لیکن ابھی تک یہ بات واضح نہیں ہو سکی کہ جن افراد نے قتل کیا ہے وہ ان کا انفرادی عمل ہے یا کہ جماعتی عمل ہے۔ اگر آپ اس نتیجے پر ابھی تک نہیں پہنچے کہ وہ ان کا انفرادی عمل ہے یا جماعتی عمل ہے تو کیا ضرورت تھی آئی جی پنجاب ایک ذمہ دار افسر ہوتے ہوئے یہ بیان دیتا ہے کہ ایک مذہبی تنظیم اس میں ملوث ہے اور وہ انجمن سپاہ صحابہؓ ہے۔

جناب سپیکر پھر اس کے بعد ہمسایہ ملک کی مداخلت کا اندازہ آپ یہاں سے کر سکتے ہیں کہ ہمسایہ ملک کے وفد نے جب ایف آئی آر درج ہونے لگی یہ مطالبہ کیا کہ ایف آئی آر میں سب سے پہلے قاتل کا نام میاں محمد نواز شریف درج کیا جائے۔ دوسرا نام محمد ایثار القاسمی کا درج کیا جائے۔ تیسرا نام فلاں فلاں اس طرح اور اس کے بعد ساری رات انتظامیہ کی ان کے ساتھ لڑائی ہوتی رہی اور......

جناب سپیکر میں آپ کی توجہ اس طرف بھی دلانا چاہتا ہوں کہ یہ سب کچھ اس لئے ہو رہا ہے کہ فرقہ واریت کو ہوا دینے کی کوشش اس لئے ہو رہی ہے کہ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ جو کہ پی ڈی اے کے اندر شامل ہے اور وہ اس سارے کے سارے کیس کو ڈیل کر رہی ہے اور ایران کے ایماء پر اس ملک کو فرقہ واریت کی طرف جھونک رہی ہے اور شریعت بل کی مخالفت بھی صرف اور صرف وہی تنظیم کر رہی ہے اور کوئی جماعت شریعت بل کی مخالفت نہیں کر رہی تو......

جناب سپیکر اُن ناموں کو ایف آئی آر میں درج کروانے کی کوشش کی گئی اور اب معلوم نہیں کہ اُس ایف آئی آر میں میرا نام بھی درج کیا گیا یا نہیں۔ کیونکہ اُس ایف آئی آر کو سیل کر دیا ہے اور مطالبہ کے باوجود بھی ایف آئی آر ہمیں نہیں ملی۔ تو......

جناب سپیکر خارجہ پالیسی یہ ہمیں ہمسایہ ملکوں کے ساتھ یقیناً اچھے تعلقات پیوستہ کرنے چاہیے۔ لیکن اچھے تعلقات کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہمسایہ ملک ہماری دوستی اخوت، محبت اور پیار کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے۔ ہمارے معاملات میں براہ راست مداخلت کرے اور اب......

جناب سپیکر اس قتل پر اب تک وہ وفد ڈپٹی وزیر خارجہ کی قیادت میں ہمارے پاکستان میں موجود ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اس وقت تک نہیں جائیں گے، جب تک کہ اس کیس کو خصوصی عدالت میں پیش کر کے چند روز میں سماعت کر کے اس کا فیصلہ نہیں سنا دیا جاتا تو......

جناب سپیکر ابھی تک تو یہ بات بھی واضح نہیں ہو سکی کہ وہ قاتل اصلی ہیں یا کہ نقلی ہیں۔ اُنہیں

گرفتار کر کے ایک ڈرامہ رچایا گیا ہے۔ اگر ان کے کہنے کے مطابق قاتلوں کی نشاندہی ہوتی ہے تو ان کے کہنے کے مطابق تو پہلے قاتل میاں نواز شریف صاحب ہیں۔ میاں نواز شریف صاحب کو قتل میں ملوث نہیں کیا گیا ان کے کہنے کے مطابق، تو پھر ہمیں ملوث کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ مقامی انتظامیہ صوبائی گورنمنٹ اس قتل کے اصل محرکات سے پردہ پوشی کرتے ہوئے اُسے غلط طرف لے جا کر اس قتل کو ہمارے اوپر ڈالنا چاہتی ہے اور ایرانی گورنمنٹ جو براہِ راست ہمارے معاملات میں مداخلت کر رہی ہے۔ اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے ہمیں جو ملوث کیا جا رہا ہے۔ ایران کے اُس انقلاب کے بعد تحریک نفاذِ جعفریہ کے ذریعے سے کوشش کی گئی اس ملک میں ایرانی انقلاب کو ٹھونسہ جائے۔ انجمن سپاہِ صحابہؓ نے اُس ایرانی انقلاب کا راستہ روکا یہ ہمارا ملک ہے اس ملک کا نظام ہماری اپنی عوام کے ہاتھوں میں ہے۔ ہماری اپنی حکومت کے ہاتھوں میں ہے کسی ہمسایہ ملک کو یہ جرأت نہیں کرنا چاہیے کہ وہ اپنا انقلاب یا اپنی پالیسیاں ہمارے ملک کے اندر جو ہے ٹھونسنے کی کوشش کرے۔

جناب سپیکر میں آپ سے گذارش کروں گا کہ میں آپ کی وساطت سے حکومت تک یہ بات پہنچانا چاہتا ہوں کہ ایران کی اس براہِ راست مداخلت کو بند کروایا جائے اور صادق گنجی کے قتل پر ہم نے بھی مذمت کی ہے۔ پوری قوم نے بھی مذمت کی ہے، ہم نے دوستی کا اتنا حق ادا کیا کہ صدر پاکستان، وزیر اعظم پاکستان، گورنر پنجاب، وزیر اعلیٰ پنجاب، یہ تمام کے تمام حضرات اُن کے نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ پھر گورنر صاحب کو ساتھ بھیجا ان کے احترام اور ان کے معزز ہونے کی وجہ سے لیکن اس کا پھل ہمیں یہ ملا کہ ہمارے ملک کے معاملات میں مداخلت کی گئی۔ لہٰذا میں آپ کی وساطت سے حکومت تک یہ بات پہنچانا چاہتا ہوں کہ اُن کی یہ مداخلت بند کی جائے اور اس قتل کی صحیح تفتیش کر کے اصل قاتلوں کی طرف تفتیش کا رُخ موڑا جائے تاکہ ہمیں اس قتل میں ملوث نہ کیا جائے۔

جناب سپیکر آپ وساطت ایک بات اور عرض کرتا ہوں کہ ہماری گورنمنٹ کی بے حسی کا اندازہ کیجئے کہ پرسوں مجھے آئی جی صاحب کی طرف سے اپنے مقامی پولیس افسر کے ذریعے یہ اطلاع پہنچا کہ جناب ایرانی کمانڈوز آپ کو قتل کرنے کے لیے پاکستان میں داخل ہو چکے ہیں۔ لہٰذا آپ کو اگر کسی فورس کی ضرورت ہے تو آپ ہم سے لے لیں۔ ورنہ آپ اپنی خود حفاظت کریں۔

جناب میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا ہماری کوئی سرحد نہیں ہے جس کا جی چاہے ہمارے ملک میں داخل ہو جائے؟ وہ ایرانی کمانڈوز کیوں داخل ہوئے؟ داخل ہونے کا جو پتہ چل گیا تو داخل کیوں ہونے دیا گیا۔

جناب سپیکر میں یہ بات بھی کہنا چاہتا ہوں کہ میں اس بات سے الحمدللہ ڈرا نہیں ہوں ہم پاکستان کے اندر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تقدس کا دفاع چاہتے ہیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ کی ختم نبوت کا تحفظ چاہتے ہیں۔ اور اہل سنت والجماعت کے حقوق کا تحفظ چاہتے ہیں۔ یہ ہمارا مشن ہے ہم انشاءاللہ پُر امن طریقے سے اپنا مشن پورا کریں گے۔ لیکن یہ قتل کی دھمکیاں اور ایرانی کمانڈوز آئے ہیں قتل کرنے کے لئے یہ ہماری راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی۔

جناب سپیکر میں آخر میں اپنی ان عوام کا جنہوں نے کثیر تعداد میں مجھے ووٹ دے کر ایوان تک پہنچایا ہے۔ اُن کی ترجمانی کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ سب سے پہلے بات تو یہ ہے جناب والا ضلع جھنگ پاکستان بننے سے پہلے کا ڈسٹرکٹ ہے۔ مگر اس کے باوجود اس میں ترقیاتی کام آج تک نہیں ہوئے اور اس کی وجہ وہاں ظالم جاگیردار تھے۔ جو وہاں پر ایک عرصہ سے حکمرانی کرتے چلے آرہے تھے اور قوم ان کے ظلم وستم سے تنگ آ کر انہوں نے اپنے ایک غریب نمائندے کو منتخب کر کے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور ان کے ان جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ جھنگ ڈسٹرکٹ ہے اور چینوٹ اس کی ایک تحصیل ہے جس کے اندر سوئی گیس موجود ہے۔ جھنگ ڈسٹرکٹ ہے اُس کی تحصیل شورکوٹ ہے اس کے اندر بھی سوئی گیس موجود ہے اور جھنگ پراپر جھنگ کے اندر سوئی گیس موجود نہیں ہے۔ صرف اس لئے کہ بعض ظالم اور جاگیردار جو ہیں وہ آج تک غریب عوام کو یہ دھوکا دیتے رہے ہیں ہر الیکشن پر کہ ہم ایسے کرائیں گے ہم سوئی گیس لے کر آئیں گے۔ ۱۹۸۵ء کے اندر جونیجو صاحب کے دور میں اس کی منظوری بھی دے دی گئی اور اس کا سروے وغیرہ بھی مکمل ہوا۔ اسٹیمیٹ بھی لگ گیا، لیکن اس کے باوجود اس کا کام شروع نہیں ہو سکا اور اب بھی اُس کا سروے ہو چکا ہے اور اُس کا تخمینہ لگ رہا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے حکومت کی خدمت میں گذارش کروں گا کہ جب تحصیلوں کے اندر سوئی گیس ہے تو ہمارے اُس پراپر جھنگ کے اندر بھی سوئی گیس آنا چاہیے۔ دوسری بات جناب اپنی عوام کی ترجمانی کرتے ہوئے آپ کی وساطت سے حکومت تک پہنچانا چاہتا ہوں کہ میرے حلقہ میں جو دیہات ہیں ان دیہاتوں میں اکثریت ایسے دیہاتوں کی ہے جن میں لوگوں کو جو زمین دی ہے کولمبو پلان کے تحت ملی ہے پندرہ پندرہ بیس بیس ایکڑ زمین ان لوگوں کے پاس موجود ہے اور اب وہ زمین جو ہے اُن کے مالکانہ حقوق اُن کو اب تک نہیں دیئے گئے اور اب یہ سلسلہ شروع ہو چکا ہے کہ اُن کی فصلیں پندرہ پندرہ بیس بیس، تیس تیس ایکڑ جن میں کئی کئی گھر جو آباد ہیں۔ پانچ پانچ دس دس بیس بیس ایکڑ پر ان کی سینکڑوں مربع اراضی پر بلڈوزر پھیر

دیے گئے ہیں۔اوران کی کاشت کی گئی زمین گورنمنٹ خالی کروارہی ہے۔لہٰذا میں آپ کی وساطت سے حکومت تک یہ بات پہنچانا چاہتا ہوں کہ حکومت اُن چھوٹے چھوٹے کاشتکاروں کواُن کے مالکانہ حقوق دے تاکہ امن سکون اور چین کی زندگی بسر کرسکیں۔

اور تیسری پرابلم میرے حلقہ کی یہ ہے کہ ڈسٹرکٹ ہسپتال جو ہے۔وہ شہر سے تھوڑا سا ہٹ کر ہے درمیان میں ایک ریلوے لائن آتی ہے اور وہاں جو ہے ابھی تک پل تعمیر نہیں کیا گیا اور اُس پل کی تعمیر نہ ہونے کی وجہ سے ایکسیڈینٹ یا کسی دیگر ایسے حادثے کی وجہ سے جب مریضوں کو ہسپتال تک پہنچایا جاتا ہے تو پھاٹک بند ہونے کی وجہ سے آدھا آدھا گھنٹہ ٹریفک بلاک ہوجاتی ہے اور کئی جانیں جو میں صرف اسی وجہ سے ضائع ہو چکی ہیں۔کہ وہاں پل تعمیر کرے، ممکن ہے شاید کسی خوش قسمت کی جان بچ جائے۔اور ابتدائی طبی امداد بروقت مل سکے تو

جناب سپیکر یہ میری گذارشات تھیں میں توقع کروں گا کہ ہماری حکومت اسلامی نظام نافذ کرنے میں کسی قسم کی سستی اور کاہلی سے کام نہیں لے گی۔اور میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے موقع دیا کہ میں اپنی باتوں کا اس ایوان میں اظہار کرسکوں۔

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ کا قومی اسمبلی کے ایوان میں زندگی کا یہ پہلا اور آخری خطاب تھا جو تقریباً پون گھنٹہ جاری رہا۔

صادق گنجی کا قتل

مورخہ ۱۹ دسمبر ۱۹۹۰ء بدھ کی شام سات بجے کے قریب، خانہ فرہنگ ایران کے ڈائریکٹر آقائے صادق گنجی کو مال روڈ لاہور پر سروسز انٹرنیشنل ہوٹل کے قریب جھنگ سے تعلق رکھنے والے نوجوان شیخ حق نواز نے اپنے چند دیگر ساتھیوں کے تعاون سے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

مقتول مذکور ملک عزیز میں اہل سنت کے خلاف تیار ہونے اور پایۂ تکمیل تک پہنچنے والی تمام سازشوں کا بانی اور سرپرست تھا۔اس نے ایران کے سفارت کار کی حیثیت سے پاکستان کے اہل تشیع کو ملک میں شیعہ انقلاب برپا کرنے پر برانگیختہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تھا۔اپنے عرصہ ملازمت کے دوران شیعہ تنظیموں کی مکمل سرپرستی کرتا، انہیں اسلحہ فراہم کرتا، لٹریچر شائع کروا کر مفت تقسیم کرتا۔انتہائی ذہین اور عیاش ترین آدمی تھا۔اس پر طرہ یہ کہ اپنے گرو خمینی ملعون کی طرح دھوکہ بازی سے کام لیتے ہوئے شیعہ سنی بھائی بھائی کا راگ بھی الاپا کرتا تھا۔اس کے علاوہ پرلے

CamScanner

درجے کا شاتمِ رسول، خانۂ فرہنگِ ایران کی جانب سے شائع کردہ کفریہ لٹریچر اس پر دال ہے جس کے ایک کتابچہ بعنوان "اتحاد و یکجہتی امام خمینی کی نظر میں" کے ص ۱۵ پر درج ہے۔

"جونہی بھی آئے۔ وہ انصاف کے نفاذ کے لئے آئے۔ اُن کا مقصد بھی یہی تھا کہ تمام دنیا میں انصاف کا نفاذ ہو لیکن وہ کامیاب نہیں ہوئے۔ یہاں تک کہ ختم المرسلین جو انسان کی اصلاح کے لئے آئے تھے اور انصاف کا نفاذ کرنے کیلئے آئے تھے۔ انسان کی تربیت کے لئے آئے تھے لیکن وہ بھی اپنے زمانے میں کامیاب نہیں ہوئے۔"

(العیاذ باللہ)

مذکورہ کتابچہ پہلی بار بیس ہزار کی تعداد میں شائع کرا کے مفت تقسیم کیا گیا۔ بعد میں بھی اس کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔ سپاہِ صحابہؓ کے شدید احتجاج کے باوجود بھی حکومتِ پاکستان نے اس پر پابندی نہ لگائی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ان کے حالات میں شیخ حق نواز جھنگوی نے صادق گنجی کو قتل کر کے کوئی قابلِ ملامت کا کام نہیں کیا بلکہ یہ اس کے دل میں موجزن عشقِ رسول کا تقاضا تھا۔

خیر! بہر حال صادق گنجی کا قتل شیخ حق نواز اور اس کے ساتھیوں کا انفرادی عمل تھا لیکن دشمن کی مکاری اور چالاکی کا اندازہ کیجئے کہ اس قتل کی ایف آئی آر کٹواتے وقت سپاہِ صحابہؓ کے قائدین علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی اور ایم این اے مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ کو بھی نامزد کیا گیا۔ ایران نے اس حد تک پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کی انتہا کر دی کہ ایک پورے کا پورا تحقیقاتی کمیشن لا کر پاکستان میں بٹھا دیا کہ ہمیں پاکستان کے تفتیشی ذرائع پر اعتماد نہیں اور اس کمیشن نے آتے ہی غوغا آرائی شروع کر دی کہ صادق گنجی کے قتل میں مولانا ایثار القاسمی، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی اور ان کی جماعت ملوث ہے۔

آئی جی پنجاب نے بھی بغیر سوچے سمجھے بیان دے دیا کہ صادق گنجی کے قتل میں سپاہِ صحابہؓ کا ہاتھ ہے۔

تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے سربراہ نے بھی واویلا شروع کر دیا کہ سپاہِ صحابہؓ اس قتل میں ملوث ہے۔ آئی ایس او کے غنڈوں نے بھی سپاہِ صحابہؓ کے خلاف جلوس نکالنے شروع کر دیئے اور سپاہِ صحابہؓ پر پابندی کا مطالبہ کر دیا۔

یہ ساری کاروائی انتہائی اشتعال انگیز تھی۔ دیواروں پر جابجا یہ نعرے لکھے نظر آتے تھے کہ مولوی ضیاء الرحمٰن فاروقی اور مولانا ایثار القاسمی کو پھانسی دی جائے۔ حال آنکہ مذکورہ وقوعہ کے وقت

قاسمی شہیدؒ ملک میں بھی موجود نہیں تھے۔آپ ان دنوں عراق کے دورہ پر تھے۔

قائدِ سپاہ صحابہؓ نے اس ساری کاروائی پر صبر و تحمل سے کام لیا۔اور کسی قسم کی غیر قانونی حرکت سے کارکنوں کو باز رکھا، لیکن جب یہ غوغا آرائی مزید شدت اختیار کر گئی تو مولانا ایثار القاسمی شہید نے ملک واپسی پر قومی اسمبلی کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے حکومت پاکستان سے شدید احتجاج کیا۔ آپ کا قومی اسمبلی میں کیا ہوا خطاب گذشتہ صفحات میں من وعن پیش کیا جا چکا ہے۔

قتل کی سازش

ضمنی الیکشن کی تیاریاں زور شور سے جاری تھیں اور جھنگ میں باطل قوتوں کو اپنی فرعونیت کا سورج غروب ہوتا نظر آ رہا تھا۔لہٰذا انہوں نے الیکشن میں ذلت ناک ہزیمت سے بچنے کے لئے فیصلہ کیا کہ جرأت وعزیمت کے اس پیکر کو ابدی نیند سلا دیا جائے۔ جوان کے مقابل عظیم الجثہ چٹان کی مانند کھڑا ہوا تھا۔وہ سمجھ رہے تھے کہ جب تک یہ شخص دھرتی کے سینے پر موجود ہے۔ہر منصوبے کو پاؤں کی ٹھوکر سے اُڑائے گا۔

شیخ محمد اقبال آئی جے آئی کے ٹکٹ پر سپاہ صحابہؓ، انجمن تاجران اور شہر بھر کی دیگر مذہبی وسماجی تنظیموں کے نامزد اُمیدوار میاں اقبال حسین (شہیدؒ) کے مقابلے میں صوبائی اسمبلی کا الیکشن لڑ رہا تھا۔

سپاہ صحابہؓ کی مخالف تحریک نفاذ فقہ جعفریہ، پیپلز ڈیموکریٹک الائنس کا جزو تھی۔جس کی آئی جے آئی کے ساتھ عداوت کی حد تک مخالفت تھی لیکن ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت نفاذ فقہ جعفریہ کے سربراہ ساجد علی نقوی نے مورخہ یکم جنوری بروز منگل کو جھنگ سٹی میں شیخ محمد اقبال سے خصوصی ملاقات کی۔جس میں قاسمی صاحب کو راستے سے ہٹانے کی سازش ترتیب دی گئی۔

ادھر اسی روز کے اخبارات میں مولانا ایثار القاسمی اور علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی کو قتل کرنے کے لئے ایرانی کمانڈوز کی جھنگ شہر میں داخل ہو جانے کی خبر نمایاں طور پر شائع ہوئی۔

ایرانی کمانڈوز جو قائدین سپاہ صحابہ کو قتل کرنے کے لئے جھنگ میں داخل ہوئے تھے انہیں ایک ایسے غدار کی تلاش تھی جو اُن کے لئے کلاشنکوف چلانے کو اپنے کندھے کا سہارا فراہم کر سکے۔اور یہ کام شیخ اقبال ہی احسن طریقے سے سرانجام دے سکتا تھا۔

چنانچہ ساجد نقوی کے ساتھ کانا پھوسی کے بعد جھنگ کے عوام نے یہ منظر بھی دیکھا کہ امام باڑوں سے شیخ اقبال کی حمایت کا اعلان ہونے لگا۔اور تحریک فقہ جعفریہ کی بغل بچہ دہشت گرد تنظیم آئی۔ ایس۔او کے کارکن رکشوں پر لاؤڈ اسپیکر نصب کر کے شیخ اقبال کی حمایت کا اعلان کرنے لگے۔اور شیخ

محمد اقبال کی بھی شیعوں کے ہاں آمد و رفت میں اضافہ ہو گیا۔ جھنگ سٹی کے ایک امام باڑے کی تعمیر کے لئے شیخ صاحب موصوف نے ۵۰ ہزار روپے کی رقم بطور عطیہ بھی ادا کی۔

صادق گنجی کا قتل بھی مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ کے قتل کا پیش خیمہ کہا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ صادق گنجی قتل کے وقوعے کا علم بھی وطن واپسی پر ہوا اور انہوں نے یہ خبر معلوم ہوتے ہی وضاحتی بیان جاری کیا تھا کہ اس وقوعے کی آڑ میں آپ کے قتل کا منصوبہ بنا چکی تھی۔

جنوری ۱۹۹۱ء کے شروع ہفتہ میں جھنگ سٹی میں شیعوں نے سپاہِ صحابہؓ سے تعلق رکھنے والے ایک کمسن ۱۱ سالہ کارکن کو قتل کر ڈالا مولانا ایثار القاسمی جنازہ پڑھانے آئے تو ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کے موٹے موٹے قطرات اُن کے چہرے پر بہنے لگے۔ ماحول پر مکمل اداسی چھائی ہوئی تھی۔ ہر شخص غم واندوہ کی تصویر بنا ہوا تھا۔ قاسمی شہیدؒ نے تقریر کرتے ہوئے الہامی جملے کہے۔

"میں جھنگ میں اہل سنت کے جنازے اُٹھا اُٹھا کر تھک گیا ہوں جھنگ کے لوگو! اب میری زندگی میں تمہیں کسی سنی نوجوان کا جنازہ نہیں اُٹھانا پڑے گا۔ میں غریب سنی کارکن کے قتل سے پہلے خود شہادت قبول کرنا بہتر سمجھتا ہوں۔"

اسی موقع پر قاسمی صاحب نے جھنگ سٹی کے لئے امن فارمولے کا اعلان کیا۔

1. آج کے بعد میری رہائش صدر میں نہیں، بلکہ سٹی میں ہوگی۔
2. میں جھنگ سٹی کی ہر گلی اور ہر بازار میں جاؤں گا۔ میرے آنے جانے کا راستہ ریلوے روڈ نہیں بلکہ منڈی چوک اور امام باڑہ مہاجرین کا چوک ہو گا یہ راستے پولیس واگزار کرائے۔ دس ماہ سے یہ راستے بند ہیں۔ کوئی مسلمان وہاں سے نہیں گزر سکتا۔ آج کے بعد وہ راستے کھلیں گے اور ہم انہی راستوں سے گزریں گے۔ کسی شیعہ، غنڈے، بدمعاش کو جرأت ہو تو میرا راستہ روکے۔
3. آج کے بعد جس شیعہ کے مکان سے فائرنگ ہوگی یا کریکر پھینکا جائے گا ہم پانچ گھنٹوں کا نوٹس دیں گے۔ پانچ گھنٹوں میں اُسے گرفتار نہ کیا گیا تو ہم خود اُسے گرفتار کریں گے۔ ملزم چاہے کوئی ہو۔ امان اللہ ہو یا ثناء الحق ترمذی ہو، کوئی بھی ہو، اُس کے گھر کو بم سے اُڑا دیا جائے گا ذمہ داری میں خود قبول کروں گا۔
4. دکاندار حضرات کل صبح سے دکانیں کھول دیں۔ اللہ پاک تمہاری دکانوں کی حفاظت کریں گے۔ اور کوئی نقصان ہو گیا تو انشاء اللہ میں پورا کروں گا۔

CamScanner

یوم صدیق اکبرؓ (زندگی کا آخری دن)

مورخہ ۹ رجنوری ۱۹۹۱ء آپ کی زندگی کا آخری دن تھا۔ جمادی الثانی کی ۲۲ تاریخ تھی۔ سیدنا صدیق اکبرؓ کی وفات کی مناسبت سے سپاہِ صحابہؓ اِس دن کو یوم صدیق اکبرؓ کے نام سے منا رہی تھی۔ ملک کے طول وعرض میں جہاں خلیفۂ بلافصل، امیر المومنین سیدنا صدیق اکبرؓ کی شخصیت کو خراجِ عقیدت پیش کیا جا رہا تھا۔ وہاں اُن کے ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی کی محافل بھی منعقد ہو رہی تھیں اور سپاہِ صحابہؓ کے زیر اہتمام ہر تحصیلی سطح پر تحریک مدحِ صحابہؓ کا احتجاجی اور مطالباتی جلوس بھی نکالا جا رہا تھا۔ پروگرام کے مطابق قاسمی شہیدؒ نے کراچی میں مذکورہ جلوس کی قیادت کرنی تھی۔ لیکن جھنگ کی بے پناہ مصروفیات نے انہیں کراچی جانے کی فرصت ہی نہ بخشی یا پھر یوں کہہ لیجئے کہ فرشتہ اجل ان کی روحِ مبارک لینے کے لئے جھنگ کی دھرتی پر انتظار کی گھڑیاں گننے میں مصروف تھا۔ اس صورت میں آپ کراچی کیسے جا سکتے تھے۔ آپ نے بعد ظہر جلوس کی قیادت فرمائی اور ریل بازار چوک میں بہت بڑے اجتماع سے زندگی کا آخری خطاب کیا۔ آپ کی زندگی کا آخری خطاب یادگار رہے گا۔

آپ نے فرمایا:

"واجب المکترم معزز حاضرین کرام! تحریک مدحِ صحابہ کا یہ جلوس امیر المومنین خلیفہ بلافصل سیدنا صدیق اکبرؓ کے یوم کو سرکاری طور پر منائے جانے کے مطالبہ پر نکالا گیا ہے۔ سنی چالیس سال سے اپنے جلوسوں، کانفرنسوں اور مظاہروں میں یہ مطالبہ کرتے آئے کہ شیعہ کے ماتمی خنجر بردار جلوس بند کئے جائیں۔ خلفاءِ راشدین کے ایام سرکاری طور پر منائے جائیں۔ مگر آج تک اہل سنت کا یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا گیا۔ امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ بھی ایک عرصہ تک یہ مطالبہ کرتے رہے اور جب یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا گیا تو پھر سپاہِ صحابہؓ نے احتجاجی راستہ اختیار کیا اور یہ طے کیا ۲۲ر جمادی الثانی کو جو کہ سیدنا صدیق اکبرؓ کا یوم وفات ہے، پورے پاکستان کے اندر ہر ضلع اور تحصیل کے اندر سپاہِ صحابہ احتجاجی جلوس نکالے گی کہ اس یوم کو سرکاری طور پر منایا جائے۔ تو آج صرف یہ جلوس جھنگ میں ہی نہیں بلکہ پورے پاکستان کے ہر ضلع اور تحصیل میں نکالا گیا ہے۔ پشاور کے اندر سپاہِ صحابہؓ کے قائد حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ اس جلوس کی قیادت فرما رہے تھے۔ میں نے کراچی کے عظیم الشان بہت بڑے جلوس کی قیادت کرنا تھی مگر جھنگ کے حالات کے پیش نظر میں آپ لوگوں کی

خدمت میں حاضر رہا ہوں اور پورے ملک کے اندر سپاہِ صحابہ اپنی قوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے حکومت وقت سے یہ بات منوانا چاہتی ہے کہ ۲۲ جمادی الثانی کو سرکاری سطح پر منایا جائے اور میرے محترم دوستو تحریک مدحِ صحابہؓ کا یہ جلوس ۲۲ جمادی الثانی کو اس وقت تک نکالا جاتا رہے گا جب تک کہ اس دن کو سرکاری طور پر منائے جانے کا اعلان نہیں کیا جاتا اور ہم سیدنا صدیق اکبرؓ کے دن کو سرکاری طور پر منانے کے لئے اس احتجاجی راستہ کو اختیار کرتے ہوئے یہ طے کر چکے ہیں کہ اگر ہمیں اپنی جان بھی دینا پڑے تو ہم اپنی جان دے دیں گے، تحریک مدحِ صحابہؓ کے جلوس کو بند نہیں کریں گے، انتظامیہ کے لئے یہ خود لمحہ فکریہ بننا چاہیے اور ۹۴ فیصد سنی قوم کے اس مطالبے کو تسلیم کرتے ہوئے سیدنا صدیق اکبرؓ کے دن کو سرکاری طور پر منایا جانا چاہیے۔

میرے محترم دوستو! پاکستان میں سیدنا حسینؓ ابن سیدنا علیؓ کا دن سرکاری طور پر منایا جاتا ہے، انہی کے والد گرامی قدر سیدنا علی ابن ابی طالب کا یوم سرکاری طور پر کیوں نہیں منایا جاتا؟ صرف اس لئے کہ شیعیت نے احتجاجی راستہ اپناتے ہوئے روڈوں پر نکل کے سڑکوں پہ نکل کے غنڈہ گردی بدمعاشی کر کے حکومت کو مجبور کر دیا کہ ہم کوئٹہ سے لے کر اسلام آباد تک لانگ مارچ کریں گے ورنہ نو ۹ اور دس ۱۰ محرم کو چھٹی کی جائے۔

انشاء اللہ العزیز عنقریب صحابہؓ کے تقدس کے دفاع کے لئے لاہور سے لے کر اسلام آباد تک لانگ مارچ کا اعلان کریں گے۔ سنی مطالبات کے حق میں، صحابہ کرامؓ کے تقدس کے دفاع کے لئے، اس غلیظ لٹریچر کو ضبط کروانے کے لئے، سیدنا صدیق اکبرؓ اور دیگر خلفائے راشدین کے یوم کو سرکاری سطح پر منانے کے لئے لانگ مارچ کیا جائے گا، یا سپاہِ صحابہؓ کے جیالے اپنے مطالبات کو منوائیں گے یا اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیں گے"۔

رزم گاہِ شہادت کی طرف

علاقہ صدر کے مختلف پولنگ اسٹیشنوں سے ہوتے ہوئے آپ نے جھنگ سٹی کا رُخ کیا۔ جب آپ بابِ عمرؓ کے قریب پہنچے تو سپاہِ صحابہؓ کے کارکنوں نے آپ کا راستہ روک لیا۔ قاسمی شہیدؒ نے اپنی گاڑی روکی اور باہر نکلے تو کارکنوں نے آپ کو گھیر لیا اور حالات کی نزاکت کے باعث آپ کو واپس چلے جانے پر مجبور کرنے لگے۔ ان کا اصرار تھا کہ حالات درست نہیں ہیں اور آپ کا آگے جانا خطرے

CamScanner

کا باعث بن سکتا ہے۔ لہٰذا آپ آگے مت جائیں۔ قاسمی صاحب نے انہیں اس پر قائل کرنے کی کوشش کی کہ خدا ہمارا محافظ ہے۔ اور اگر موت آج کے دن آنی ہے تو موخر نہیں ہو سکتی۔ لیکن کارکن کمال محبت و جوش عقیدت کے باعث آپ کی گاڑی کے آگے لیٹ گئے اور آپ کو آگے جانے سے باز رکھنے کی کوشش میں مصروف رہے۔ یہ عقیدت و الفت کا روح پرور نظارہ تھا جسے قاسمی شہیدؒ جیسا قدر دان انسان نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ آپ کار سے باہر نکلے اور کارکنوں کو اٹھا اٹھا کر سینے سے لگانے اور ان کی پیشانیاں چومنے لگے۔ کارکنوں کا جذبۂ عقیدت آپ کی آنکھوں سے خراجِ تحسین وصول کر رہا تھا۔ آپ کے سمجھانے بجھانے پر انہوں نے آپ کا راستہ چھوڑ دیا اور آپ کار میں سوار ہو کر فرشتہ اجل کے استقبال کو روانہ ہوئے۔ چند ہی لمحوں بعد آپ کی گاڑی بستی گھوگھیاں والی کے پولنگ اسٹیشن پر پہنچی۔ ابھی گاڑی رُکی ہی تھی کہ فائرنگ کی آواز سنائی دینے لگی۔ آپ نے فوراً دروازہ کھولا اور بڑی پھرتی سے باہر نکلے۔ ریوالور آپ کے ہاتھ میں تھا۔ فریق مخالف فائرنگ کر کے عوام کو تتر بتر کرنا چاہتا تھا تا کہ منصوبے پر عمل درآمد کیا جا سکے۔ اس صورت میں ہر قسم کی سازش نہایت آسانی سے پایۂ تکمیل تک پہنچ سکتی تھی۔ دلوں کے بھید خدا ہی جانتا ہے۔ غالباً قاسمی صاحب نے یہ سوچ کر کہ فریقِ مخالف کی بے رحم اندھی گولی کسی بھی گھر کا چراغ گل کر سکتی ہے۔ ریوالور کی سیفٹی دبائی اور شعلے اگلنے لگے۔ آپ کے ساتھیوں نے آپ کو اس سے باز رکھنے اور محفوظ کرنے کی کوشش کی لیکن آپ ان سے سنبھالے نہ گئے۔ فریق مخالف کی طرف سے فائرنگ کی شدت میں مزید اضافہ ہو گیا تھا اور گولیاں قریب قریب گر رہی تھیں۔ صورت حال انتہائی خطرناک تھی۔ اچانک ایک بھاری بھرکم آدمی نے آپ کو بازوؤں میں بڑی مضبوطی سے جکڑا، اٹھایا اور قریب ہی ایک کمرے میں بند کر کے باہر سے تالا لگا دیا۔ اس آدمی کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ مشہور شاعر جناب طاہر جھنگوی کے برادر خالد فاروق کے مطابق وہ آدمی آپ کا باڈی گارڈ تھا۔ (واللہ اعلم بالصواب) اب قاسمی صاحب بڑے بے چین تھے۔ فائرنگ کی وجہ سے باہر کا ماحول میدانِ جنگ معلوم ہو رہا تھا۔ قاسمی صاحب اس الجھن کا شکار معلوم ہوتے تھے کہ گولیاں کہیں ان کے کارکنوں کے سینے چھلنی تو نہیں کر رہیں؟ آپ کو قطعاً یہ مناسب معلوم نہ ہوا کہ کارکن خون میں لت پت ہوں، لاشے تڑپتے رہیں، ظالموں کا ظلم مظلوموں کا جگر چیرتا رہے، جھنگ کی مظلوم مسلم ماؤں کی آنکھوں کی روشنی تاریکی میں تبدیل ہوتی رہے، بہنوں کی جگر پاش آہوں اور سسکیوں میں اضافہ ہوتا چلا جائے، بچے یتیم ہو رہے ہوں اور لیڈر کی حفاظت ہو رہی ہو۔ یہ خیال آتے ہی آپ کے جذبات شعلۂ جوالہ بن گئے بس پھر کیا تھا۔ جری جوان اور مردِ قلندر کے پاؤں کی ایک ہی ٹھوکر سے دروازہ اپنی تمام تر مضبوطی پر دو حرف بھیجتا ہوا دُور جا پڑا۔ رکاوٹ دور ہو گئی۔

CamScanner

راستہ صاف ہو گیا۔ دُوریاں دُور ہوئیں اور قربتیں قدم چومنے لگیں۔

......اور قاسمی شہید ہو گئے!

قاسمی شہیدؒ میدان میں نکلے۔ ریوالور سنبھالا، دشمنوں کو للکارا۔ ابھی ٹریگر پر انگلی رکھی ہی تھی کہ گولیوں کی ایک بوچھاڑ سامنے سے آئی۔ قاسمی شہیدؒ کا سینہ، شجاعتوں کا خزینہ، مہر و الفت کا نگینہ بالکل سیدھ میں تھا۔ شدید مجروح ہوا۔ ستم گروں نے اسے چھلنی کر ڈالا۔ گولیاں پیشانی اور سینے پر لگیں۔

قاسمی صاحب نیچے گرے اور تڑپنے لگے۔ خون کا چشمہ اُبل پڑا۔ کیسا دردناک منظر تھا۔ قلم کو لکھنے کا یارا نہیں۔ قاسمی صاحب تڑپ رہے تھے۔ ان کے اعضاء شدید متحرک تھے۔ وہ اٹھنے کی کوشش کر رہے تھے اس لئے کہ انہوں نے ہمیشہ میدان میں سینہ تان کر کھڑا ہونا سیکھا تھا۔ زندگی میں کبھی دشمن یا موت سے خائف ہوئے ہوتے تو جس کمرے میں انہیں بند کیا گیا تھا اس کا دروازہ بند اور اس کے کواڑ سلامت رہتے۔ شیر دل نوجوان ایثار القاسمی اپنے سینے سے خون کا فوارہ اُبلتا ہوا دیکھ کر بھی اپنی قلندرانہ اداؤں کو نہ بھولے، اٹھ کھڑا ہونے کی کوشش کی۔ لیکن قدم ساتھ نہ دے پائے۔ پھر کھڑا ہونے کی کوشش کی۔ پھر گر پڑے۔ گولیاں ابھی چل رہی تھیں۔ قاسمی صاحب کے بھائی اور دیگر ساتھی گولیوں کی بوچھاڑ سے اپنی جانوں کو محفوظ رکھنے کی کوشش میں تھے۔ انہوں نے قریب ہی برآمدے کی اوٹ میں پناہ لے رکھی تھی۔ جب قاسمی شہید خون میں لت پت دھرتی پہ لوٹ رہے تھے تب ان کی نگاہ پڑی۔

وہ بھاگے بھاگے آئے قاسمی شہیدؒ کا خون کافی مقدار میں بہہ گیا تھا، زمین لہو رنگ ہو گئی تھی۔ قاسمی صاحب غنودگی کی حالت میں تھے جب کہ ستم گروں کا گروہ اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب ہو کر دم دبائے بھاگا جا رہا تھا۔

قاسمی شہید کو گاڑی میں لٹا کر فوری طور پر ہسپتال لے جایا گیا لیکن قاسمی اس دنیا سے منہ موڑ گیا تھا۔ تڑپ تڑپ کر شہادت کی دُعائیں کرنے والا تڑپا تڑپا کر شہید کر دیا گیا تھا۔ جھنگوی شہیدؒ کی مسند کا وارث، جھنگوی مشن کی تکمیل کی حسرتیں دل میں لئے حورانِ جنت کا مہمان بن گیا۔ کلمہ حق کی پاداش میں دنیا داروں کے ستم سہہ کر راہی عدم ہوا۔ خوابِ غفلت میں مدہوش قوم کو درسِ بیداری و ہوشیاری دینے والا اپنی زندگی کا سفر ختم کر کے ہمیشہ کے لئے پرسکون نیند کی آغوش میں چلا گیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شہادت کی خبر شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔

یہ قیامت کی خبر تھی جس نے سنی سکتے میں رہ گیا اور جب یہ سکتہ ختم ہوا تو ہر طرف چیخ و پکار

CamScanner

تھی۔ آہ وفغاں کا شور تھا۔ دُکھ تھا، درد تھا، رنج تھا، صدمہ تھا۔ الم تھا ملال تھا۔ آہیں تھیں، سسکیاں تھیں۔ آنسو تھے، پریشانی تھی، جذبات تھے طوفان تھا۔ آگ تھی، شعلے تھے۔ دھواں تھا۔ بربادی تھی۔ ہائے اور وائے تھی۔ مارا ور دھاڑ تھی۔ موت کا راج تھا۔ گولیوں کی بوچھاڑ تھی۔ کوئی دل ایسا نہ تھا جس کی دھڑکنیں بے ترتیب نہ ہوئی ہوں اور کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جس کی اشکوں سے رم جھم نہ ہوئی ہو۔ مقبولیت کا یہ عالم کہ جھنگ سٹی کا ایک جوان منظور حسین خبر سنتے ہی صدمہ کی تاب نہ لاتے ہوئے گرا اور جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ محلہ سلطان والا کی ایک خاتون نے بھی اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ بے ہوش ہو جانے والوں کا کوئی حساب نہ تھا۔ الیکشن کا سارا انظام درہم برہم ہو گیا۔ پولنگ اسٹیشنوں پر ہو کا عالم طاری ہوا۔ اور گلی کوچوں میں موت رقص کرنے لگی۔ احرار پارک میں ایک بار پھر بے تحاشا ہجوم ہوا۔ جھنگ انتظامیہ نے فوراً کرفیو کے نفاذ کا اعلان کر دیا۔

ٹیلی فون کے ذریعے جونہی یہ خبر دوسرے شہروں میں پہنچی، سپاہِ صحابہؓ کے ہزاروں کارکن بازاروں میں نکل آئے۔ صوبہ پنجاب کے مختلف علاقوں میں صوبائی اسمبلیوں کے ضمنی انتخاب ہو رہے تھے جو اس سانحہ کی بناء پر شدید متاثر ہوئے۔ فیصل آباد سمیت دیگر متعدد شہروں میں اُسی وقت ہڑتال کا اعلان کر دیا گیا اور احتجاجی مظاہرے ہونے لگے۔

یاد رہے کہ جب قاسمی شہید ہوئے تھے اور قاتلوں کے گروہ کا سرغنہ شیخ ظفر اقبال فرار ہوتا ہوا جب قریب ہی دریا کے بند پر پہنچا تو سامنے فوج کی گاڑی آتی ہوئی دکھائی دی۔ شیخ ظفر نے اِدھر اُدھر ہونے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ کلاشنکوف اس کے ہاتھ میں تھی۔ فوج کی گاڑی رُک گئی۔ ایک کیپٹن جن کا نام مخمور بتایا جاتا ہے گاڑی سے باہر نکلے اور انہوں نے شیخ ظفر سے پوچھا کہ "تم کون ہو؟ اور اسلحہ کیوں لئے پھر رہے ہو؟" شیخ ظفر نے بتایا میں اے ایس آئی (زیر تربیت) ہوں، کیپٹن نے پوچھا تمہاری وردی کہاں ہے؟ اس پر وہ بوکھلا گیا۔ تسلی بخش جواب نہ دے سکا۔ اس پر کیپٹن نے اُسے تھپڑ مارا۔ ابھی وہ تھپڑ کھا کر سنبھل ہی رہا تھا کہ لوگوں کا بڑا ہجوم واویلا کرتا ہوا وہاں پہنچ گیا اور انہوں نے بتایا کہ یہ شخص ایم این اے کو قتل کر کے آ رہا ہے۔ جس پر وہ گرفتار ہو گیا۔

قاسمی شہیدؒ کی میت ہسپتال میں تھی۔ ان کا مجروح جسم سپاہ صحابہ کے پرچم میں لپٹا ہوا تھا۔ لوگ بڑے ہجوم کی صورت میں ہسپتال سے باہر بے چینی کے بدترین لمحات گزار رہے تھے۔ بعینہ وہی منظر سامنے تھا جو آج سے تقریباً گیارہ ماہ قبل جھنگوی شہیدؒ کی شہادت کے موقع پر دیکھنے میں آیا تھا، وہی گلیاں، وہی کوچے، وہی بازار، وہی حادثہ گویا "جھنگویؒ" دوبارہ شہید کر دیئے گئے تھے۔ جھنگ پھر سرخ ہو گیا تھا۔

CamScanner

آپ نے پیچھے پڑھا کہ جھنگوی شہیدؒ کی لاش ہسپتال میں پڑی تھی تو قاسمی شہیدؒ ہسپتال کے دروازے پر لوگوں کو صبر وسکون کی تلقین کر رہے تھے۔ آج پھر وہی منظر سامنے تھا۔ قاسمی شہیدؒ کی لاش ہسپتال میں پڑی تھی اور مولانا مختار احمد سیال ☆ ہسپتال کے دروازے پر سوگوار ہجوم کو دلاسہ دینے کی کوشش کر رہے تھے۔

ان واقعات کے ایک چشم دید گواہ جناب سید عبدالحفیظ (آف نیا شہر جھنگ) ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں قاسمی شہیدؒ کی میت کے پاس بیٹھا ہوا تھا مجھے فاروقی صاحب نے فون پر حکم فرمایا تھا کہ آپ نے یہاں سے نہیں ہلنا۔ چند اور احباب بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ شہر میں ہر طرف کرفیو تھا لیکن پھر بھی سپاہِ صحابہؓ کے کارکن ہسپتال میں پہنچ رہے تھے۔ کارکن دھاڑیں مارتے ہوئے اندر آتے، قاسمی شہیدؒ کا ماتھا چومتے اور روتے ہوئے باہر نکل جاتے۔ رات سوا آٹھ بجے کے قریب ایک فوجی افسر (کیپٹن مخمور) ہال میں داخل ہوا اور اس نے قاسمی شہیدؒ کی میت کو سلامی (سیلوٹ) دی۔ اور کافی دیر تک وہیں گم صم ہو کر کھڑا رہا۔ اس کے بعد اور بھی فوج کے آفیسر آتے رہے اور مولانا کی میت کو سیلوٹ کرتے رہے۔ رات ساڑھے تین بجے قاسمی شہیدؒ کے والدین اور ایک ہمشیرہ ہسپتال میں پہنچیں، کیپٹن مخمور نے مجھے اطلاع دی، میں نے فوراً دو کرسیاں منگوائیں اور شہید کے والدین کو سنبھالا اور کرسی پر بٹھا دیا۔

قاسمی شہیدؒ کے والد صاحب کو تین مرتبہ دل کا دورہ پڑا۔ تقریباً ایک گھنٹہ بعد میں نے انہیں گھر جانے پر آمادہ کر لیا اور فوج والوں سے بات کر کے حفاظتی گاڑی ساتھ لے کر انہیں قاسمی شہیدؒ کے گھر پہنچا دیا۔ اُس وقت صبح کی نماز ہو رہی تھی۔"

عاشق کا جنازہ

قاسمی شہیدؒ جمعرات کو دو پہر کے وقت جاں بحق ہوئے تھے۔ دوسرے روز جمعۃ المبارک کے روز نمازِ جنازہ ادا کرنے کا اعلان کیا گیا تھا۔ حسب معمول جمعۃ المبارک کا سورج طلوع ہوا۔ ملک بھر میں اخبارات، ٹی وی اور ریڈیو نے خبر دے دی۔ لوگ دُور دراز سے قافلوں کی صورت میں نمازِ جنازہ ادا کرنے کے لئے آ رہے تھے۔ شہر کرفیو کی زَد میں ہونے کے باوجود بھی سوگواروں کے بے پناہ ہجوم کے باعث بھرا ہوا نظر آتا تھا۔ باہر سے آنے والے قافلوں کو متعدد مقامات پر روک لیا گیا۔ خود قاسمی صاحب شہیدؒ کے بوڑھے والدین جو لاہور سے یہ خبر سن کر اپنے جوان بیٹے کی لاش کو کندھا دینے جھنگ آ رہے تھے بھی شہر میں داخل ہونے سے روک دیئے گئے۔ شدید رنج والم کی حالت میں انہوں نے رات غالباً ٹوبہ یا گوجرہ میں کاٹی اور ساڑھے تین بجے شب بڑی مشکل سے جھنگ پہنچے۔

☆ مولانا مختار احمد سیال جھنگوی بھی جامِ شہادت نوش کر چکے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون)

شہیدؒ کی نمازِ جنازہ کے لئے جھنگ کی مشہور وسیع وعریض شفقت شہیدؒ گراؤنڈ کا انتخاب کیا گیا تھا۔ باہر سے آنے والے قافلے مذکورہ گراؤنڈ میں جمع ہو رہے تھے۔ علماءِ کرام کی ایک بہت بڑی کھیپ جن میں مولانا فضل الرحمٰن، مولانا سمیع الحق، مولانا اجمل خان، مولانا محمد اجمل قادری، مولانا ضیاء القاسمی، مولانا منظور احمد چینیوٹی، مولانا زاہد الراشدی، مولانا محمد اعظم طارق اور دیگر حضرات بھی شامل تھے، موجود تھی۔

جمعۃ المبارک کی نمازِ جنازہ مذکورہ گراؤنڈ ہی میں ادا کی گئی۔ قاسمی شہیدؒ کی لاش تقریباً ۲ بجے ہسپتال کی ایمبولینس پر احرار پارک میں لائی گئی۔ گلی کوچے بے خود سوگواروں سے اَٹے پڑے تھے جھنگ کی دھرتی پر چشم فلک نے ایسا دل دوز منظر شاید پہلی بار دیکھا ہو۔ قلم منظر کشی سے قاصر ہے۔ احرار پارک کے قریب ایک مکان میں شہیدؒ کی لاش کو غسل دیا گیا۔ غسل فاروقی صاحب اور دیگر ساتھیوں نے دیا۔ میت غسل کے بعد تھوڑی دیر پارک میں دیدارِ عام کے لئے رکھ دی گئی۔ آہ وفغاں کا ایک تلاطم برپا تھا۔ تھوڑی دیر بعد شہید کی لاش جھنگوی شہید کے شہر کی گلیوں سے ہوتی ہوئی شفقت شہید گراؤنڈ میں لائی گئی۔ گراؤنڈ میں عوام کا اتنا ہجوم تھا کہ تل دھرنے کو جگہ نہیں تھی۔ قاسمی شہیدؒ کے بوڑھے والد کو نوجوانوں نے سہارا دیا ہوا تھا۔ وہ صدمے سے نڈھال تھے۔

دور دراز تک مکانات کی چھتوں پر خواتین کا ہجوم تھا۔ شفقت گراؤنڈ میں علماءِ کرام قاسمی شہید رحمہ اللہ کو خراجِ تحسین پیش کر رہے تھے۔ قائد سپاہِ صحابہؓ علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید تشریف لے آئے۔ آپ جوں ہی مائیک پر پہنچے پورے گراؤنڈ میں کہرام برپا ہو گیا۔ کارکن دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ فاروقی صاحب نے کارکنوں کو صبر و سکون سے بیٹھ جانے کی اپیل کی لیکن بے پناہ ہجوم کے باعث لاؤڈ سپیکر کی تاریں ٹوٹ کر دُور دُور تک بکھر گئی تھیں۔ آواز زیادہ دور تک نہ پہنچ سکنے کے سبب کارکنوں کو خاموش کرنے اور بٹھانے پر کافی وقت خرچ ہو گیا۔ کارکن بیٹھ گئے تو علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ نے خطاب شروع کیا۔

انہوں نے اپنے مختصر خطاب میں قاسمی شہیدؒ کی خدمات کو زبردست خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے ان کے مقدس مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا عزم کیا۔ قاسمی شہیدؒ کے قاتلوں کی نشاندہی کرتے ہوئے ان سے خون کا انتقام لینے کا عزم ظاہر کیا۔

بعد ازاں جنازہ کے لئے صفیں درست کی گئیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق ۵ لاکھ کا اجتماع تھا۔ نمازِ جنازہ کی امامت جھنگ کے مشہور بزرگ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی نے کرائی۔ نمازِ جنازہ میں تمام مسلم مکاتبِ فکر کے افراد موجود تھے۔

لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ایم این اے کی حیثیت سے قاسمی شہیدؒ کے تعلقات ارباب

CamScanner

حکومت اور اراکین اسمبلی سے بھی ہونے کے باوجود کسی وزیر، مشیر یا ایم این اے کو جنازہ میں شرکت کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ حالانکہ جنازہ سے تھوڑی دیر قبل ایک ہیلی کاپٹر نے جنازہ گاہ پر تین چکر لگائے تھے۔ اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ یہ بدنہاد اربابِ اقتدار کے ذوقِ تماشہ کی تسکین کا سامان تھا۔

تدفین

نمازِ جنازہ کی ادائیگی کے بعد شہیدؒ کی میت احباب کے کاندھوں پر جامعہ محمودیہ لے جائی گئی۔ جہاں امیرِ عزیمت "مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ" مدفون ہیں۔ قاسمی شہیدؒ کی قبر امیرِ عزیمت شہیدؒ کے دائیں پہلو کی طرف بنائی گئی تھی۔ دو سعید روحوں کے ملاپ کا یہ حسین امتزاج تھا۔ اہلِ عشق و وفا کے قلوب اس منظر سے بے قرار ہوئے جا رہے تھے۔ قاسمی آج جھنگوی شہیدؒ اور ان کے مشنِ مقدس سے وفاؤں کا حق ادا کر چکا تھا۔

بقول شاعر ؎

جو تجھ بن نہ جینے کا کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو اب وفا کر چلے

قبر تیار ہو چکی تھی۔ فاروقی صاحب قبر میں اُترے، جائزہ لیا، مٹی ہٹائی۔ جگہ برابر کی۔ پھر باہر نکلے۔ قاسمی شہیدؒ کی میت اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتار دی۔ مولانا محمد اعظم طارق شہید اور دیگر علماء کرام بھی شریک تھے۔ قاسمی شہیدؒ کے والد اور بھائی بھی موجود تھے۔ "منھا خلقناکم" کی صدائیں بلند ہوئیں۔ قاسمی شہیدؒ کا حسین چہرہ آج ہمیشہ کے لئے نظروں سے اوجھل ہو رہا تھا۔

دُعائیں پڑھی جاتی رہیں، مٹی ڈالی جاتی رہی۔ بالآخر عشق و وفا کا پُتلا اور صدق و صفا کا یہ پیکر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس دنیائے فانی سے منہ موڑ کر حُورانِ خلد کا مہمان بن گیا۔ اور لاکھوں من مٹی کے نیچے راحت و فرحت کی نئی دنیا آباد کر کے نمازِ مغرب سے کچھ دیر پہلے دنیا داروں کی نظروں سے پوشیدہ ہو گیا۔

بقول شاعر ؎

ادا کر کے قرض اپنی خدمات کا
سحر دم وہ جاگا ہوا رات کا
اَبد کے نگر کو روانہ ہوا
مکمل سفر کا فسانہ ہوا

ALHAIDRI MEDIA CELL

الحیدری

الحیدری میڈیا سیل

CS CamScanner

جانشین امیر عزیمت، مؤرخ اسلام

مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ شہادت ۱۸ر جنوری ۱۹۹۷ء

بمطابق ۸ر رمضان المبارک

CamScanner

ضیائے فاروقی

ظفر اقبال ظفر۔ شجاع آباد

شعور تیرے حوالوں کی گفتگو بن جائے
کئی خطیب و مؤرخ ملیں تو تُو بن جائے
یہ حوصلہ بھی چٹانوں کا تُو نے پایا تھا
تُو سچ کہے تو زمانہ ترا عدو بن جائے
میں اپنی گرمیِ اقدام سے فنا ہو جاؤں
خدا کرے کہ پسینہ مرا لہو بن جائے
ترا سراغ ستاروں کی دھول سے ٹپکے
تری تلاش فقط! میری جستجو بن جائے
تیرا خیال مرے حوصلوں کا ضامن ہو
مرا گمان تیری تصویر ہُوبہو بن جائے
ترا مزاج جنوں کی وہ عظمتیں بانٹے
کہ میرے طرزِ محبت کی آبرو بن جائے
میں اس طرح تجھے سوچوں کہ سربکف ہو جاؤں
مرا لہو بھی شہادت کی آرزو بن جائے
فلک سے اس طرح اترے ضیائے فاروقی
جسے نصیب ہو وہ شخص خوبرو بن جائے

ولادت باسعادت

۱۹۵۳ء کا سال پاکستان کی مذہبی تاریخ میں پہلی تحریک ختمِ نبوت کے سال کے طور پر مشہور ہے۔ تحریک کے عین دورِ عروج میں جبکہ مولانا محمد علی جانباز تحریک ہی کے سلسلے میں گرفتار ہو کر سکھر جیل میں قید کر دیے گئے تھے، ۴ مارچ کو آپ کی اہلیہ کے بطن سے بستی سراجیہ نزد خانیوال میں مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید کی پیدائش ہوئی۔ (یعنی آپ ننھیال میں پیدا ہوئے)

ابتدائی تعلیم

۱۹۵۸ء میں آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کے ماموں کے ہاں بستی سراجیہ ضلع خانیوال کے گورنمنٹ پرائمری سکول میں داخل کرا دیا۔ ۱۹۶۳ء میں آپ نے پرائمری کا امتحان سکول نمبر ۲ خانیوال میں دیا اور پانچویں جماعت میں اول پوزیشن حاصل کی۔ اسی سال آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد علی جانباز نے آپ کو سکول کی تعلیم چھڑوا کر جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے شعبہ حفظ میں داخل کرا دیا جہاں فخر سادات حافظ سید نذر محمد شاہ صاحب نے انتہائی محنت، دلچسپی اور فرض شناسی کا ثبوت دیتے ہوئے آپ کو حفظِ قرآن کی دولت سے مالا مال کیا۔ آپ کے حفظ قرآن کا دورانیہ ۱۹۶۳ء سے ۱۹۶۷ء تک مشتمل ہے۔

درس نظامی کی تعلیم اور مولانا حق نواز شہیدؒ سے ملاقات

حفظ قرآن سے فراغت کے بعد آپ نے جامعہ رشیدیہ میں ہی درس نظامی کی تعلیم شروع کی، بنیادی ایک دو سال کی تعلیم وہاں حاصل کرنے کے بعد آپ نے جامعہ خیر المدارس ملتان میں داخلہ لے لیا، اور ازاں بعد غالباً ۱۹۷۰ء میں آپ دار العلوم کبیر والا میں داخلہ لیا۔

مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید کی مولانا حق نواز شہیدؒ سے پہلی ملاقات دار العلوم کبیر والا میں مولانا عبد المجید صاحب کے پاس ہوئی۔ مولانا حق نواز آپ سے درس میں ایک سال آگے تھے۔ جو اساتذہ دار العلوم کبیر والا میں مولانا حق نواز صاحبؒ کے تھے وہی آپ کے تھے۔ بعد ازاں خیر المدارس میں بھی جو اساتذہ ان کے تھے وہی آپ کے تھے۔ تو اس طرح مولانا حق نواز صاحبؒ اور مولانا فاروقی شہیدؒ ہم استاذ اور ہم مکتب رہے۔ اس دوران یہ بھی ہوا کہ آپ دورۂ تفسیر کیلئے مولانا عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں شجاع آباد آئے تو مولانا حق نواز شہیدؒ بھی دورۂ تفسیر کے لئے

شجاع آباد آئے اور کچھ وقفے کے بعد دونوں حضرات شیخ طریقت حضرت مولانا عبداللہ بہلویؒ سے بیعت ہوئے۔ پہلے مولانا حق نواز شہیدؒ بیعت ہوئے تھے بعد میں فاروقی شہیدؒ۔

دورۂ حدیث کے فوراً بعد حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید سمندری میں آ گئے تھے، ایک تو آپ مسجد کی امامت اور خطابت سرانجام دیتے تھے اور دوسرا اس وقت دارالعلوم فیض عام کی بنیاد بھی رکھی تھی، دو چار سال اس مدرسے کا انتظام آپ کے ذمہ رہا، بعد میں انتظامیہ سے اس بات پر کہ آپ درسِ نظامی شروع کرنا چاہتے تھے اور انتظامیہ اس پر راضی نہیں تھی اس سے علیحدہ ہو گئے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد آپ نے جمعیت طلباء کے بعد علیحدہ دینی کام شروع کیا تو یہ کام پورے ملک میں شروع ہوا اور اس دوران مولانا حق نوازؒ اور آپ ملتان کی ''کاروانِ اہلِ سنت'' نامی تنظیم میں شامل ہوئے۔ یہ اس دور کی بات ہے کہ سپاہِ صحابہ ابھی قائم نہیں ہوئی تھی۔

مولانا حق نوازؒ سپاہِ صحابہؓ بنانے سے پہلے ڈیرہ غازی خان میں گرفتار بھی ہوئے۔ ڈیرہ غازی خان میں بھی ان کی تقریر شیعہ کے خلاف تھی، خمینی کے خلاف تھی جام پور کے اندر، تو اس گرفتاری اور اس قربانی کا آپ پر بڑا اثر ہوا۔

اس کے بعد ۶ ستمبر ۱۹۸۵ء کو جب سپاہِ صحابہ قائم ہوئی تو مولانا نے آپ کو اس کا ذکر کیا کیونکہ آپ کے ذہن میں نقشہ اور تھا دین کے کام کا، تو آپ نے مولانا کو کہا کہ سپاہِ صحابہ کا جو نام ہے یہ نام تو ایک محدود نام ہے صرف صحابہ کے سپاہی...... دوسرا کوئی نقشہ اس میں نہیں...... تو مولانا حق نواز فرماتے تھے کہ یہ جو مسئلہ ہے جھنگ کی سطح پر شیعہ کا اٹھا ہوا، تو جھنگ میں شیعہ بہت زیادہ ہیں تو یہاں یہی نام چلے گا۔ بہرحال مولانا فاروقی شہید نے ایک دو اور نام پیش کئے تھے کہ اس کو آپ تھوڑا سا وسیع کریں کہ اس میں شیعہ کے ساتھ اور جو غیر مسلم ہیں وہ بھی آ جائیں، تاکہ ہمارے کام کا دائرہ کار وسیع ہو، آپ اس نام کو بالکل محدود کر رہے ہیں۔

مگر بقول مولانا فاروقی شہید رحمہ اللہ، ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ خمینی کی یلغار جس طرح بڑھتی جائے گی اسی طرح سپاہِ صحابہ کی مقبولیت بھی بڑھے گی اور یہ کام بلکہ نام بھی ایک مقبول ترین چیز ہو جائے گی۔ تو آپ کا شروع میں اس نام سے تھوڑا سا اختلاف تھا جس کا آپ نے مولانا حق نواز شہیدؒ سے ذکر بھی کیا تھا، تو بعد میں اس کام کو اللہ تعالیٰ نے مقبولیت بخشی، جس کا تصور ان دونوں حضرات کو نہیں تھا کہ یہ کام اتنا مقبول ہوگا۔

مولانا فاروقی شہیدؒ سپاہِ صحابہ میں شمولیت سے پہلے کے واقعات کو قلم بند کرتے ہوئے

فرماتے ہیں:

"جب ۱۹۸۵ء میں سپاہِ صحابہ قائم ہوئی تو مولانا حق نوازؒ نے اس وقت اپنی یلغار کو تیز کیا اور مذہبی بنیادوں پر شیعہ کے کفر کا اعلان کیا ہر چوک میں، ہر گلی میں، بازار میں اور پانچ سال تک یہ اعلان ہوتا رہا۔ لیکن جس وقت انہوں نے سیاست میں قدم رکھا اور عملی طور پر انہوں نے الیکشن لڑا اور جھنگ کے جاگیرداروں سے ٹکر لی اور اس کے تقریباً ایک سال بعد ہی مولانا حق نوازؒ شہید ہو گئے ورنہ وہ پہلے بھی تو چار سال تک شیعہ کو کافر کہتے رہے، تو ایک سال کے اندر اندر ان کی دشمنی بڑھ گئی اور قاتلانہ حملے بھی اسی ایک سال میں ہوئے اور ان کو قتل کی دھمکیاں بھی زیادہ اس ایک سال میں ملیں اور قتل کے جو مقدمے درج ہوئے وہ بھی ایک سال کے اندر اندر ہوئے تو میں سمجھتا ہوں کہ جھنگ کے شیعہ جاگیردار اور انگریز کے مراعات یافتہ طبقے کو جو شکست نظر آ رہی تھی مولانا حق نوازؒ کی کامیابی کی صورت میں اس میں وہ مولانا کی بنیادوں کو ختم کرنا چاہتے تھے لیکن مولانا حق نوازؒ نے ۸۸ء کا الیکشن لڑا تو اس ۸۸ء کے الیکشن سے لے کر ۱۹۹۰ء تک یہ جو دور ہے ان کا اس دور کے اندر آپ دیکھیں گے کہ قتل کے سارے کیس اس دور میں ہوئے اور قاتلانہ حملے زیادہ اسی دور میں ہوئے یعنی جب ان کو نظر آیا کہ یہ آدمی مذہبی طور پر تو ہمیں کافر کہہ رہا ہے لیکن سیاسی طور پر اگر اس نے اسمبلی کے اندر جا کر ہمارے کفر کا اعلان کر دیا تو پوری دنیا میں ہمارے لیے کوئی جگہ نہیں ہوگی تو اس جاگیردار طبقے کو پھر جھنگ کے اندر اپنا سورج غروب ہوتا ہوا واضح طور پر نظر آیا، اس نے سیاسی و مذہبی دونوں بنیادوں پر مولانا حق نواز شہیدؒ کو اپنی آنکھوں کا کانٹا تصور کیا اور مولانا حق نواز رحمہ اللہ کو شہید کیا اور اس کے سوا ان کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا، تو اس میں دونوں عوامل کارفرما تھے"۔

سپاہِ صحابہؓ میں باقاعدہ شمولیت

حضرت امیر عزیمت شہیدؒ نے اپنے مشن کے لئے ملک بھر کے علماء کی تصدیقات حاصل کرنے کے لئے ۱۰ فروری ۱۹۸۶ء کو جھنگ میں آل پاکستان دفاع صحابہؓ کانفرنس منعقد کرنے کا پروگرام بنایا۔ سینکڑوں علماء کو مدعو کیا اور مناسب تشہیر بھی کی۔ فاروقی شہید کا نام بھی اس کانفرنس میں مدعو کئے

گئے علماء کرام اور مقررین میں شامل تھا۔اس کانفرنس کی مشاورت کے سلسلے میں فاروقی شہیدؒ جب جھنگ میں مولانا حق نواز شہیدؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو معلوم ہوا کہ چند روز قبل چنیوٹ میں جو تقریر کی تھی اس کی بناء پر مقدمہ قائم ہو چکا ہے۔تو آپ ضمانت قبل از گرفتاری کے لئے درخواست دے دی۔عبوری ضمانت کی درخواست چار روز قبل دی گئی تھی۔توثیق ضمانت کے لئے جب آپ ضلع کچہری پہنچے تو مولانا حق نواز شہیدؒ بھی پہلے ہی احاطہ عدالت میں موجود تھے۔انہوں نے فرمایا کہ سیشن جج آپ کی ضمانت منظور نہیں کریگا اور آپ گرفتار ہو جائیں گے اور کانفرنس سے رہ جائیں گے۔فاروقی شہیدؒ نے کہا کہ میں چنیوٹ کے ضامن کے ہاتھوں مجبور ہوں وہ بار بار میری غیر حاضری پر تنگ پا ہے اس کی وجہ سے پہلے بھی چنیوٹ کی میں ضمانت منسوخ ہوگئی تھی لہٰذا مجبوراً میں عدالت میں ضرور پیش ہوں گا۔ چنانچہ عدالت میں پیش ہوئے ہی تھی کہ مرد قلندر مولانا حق نواز شہیدؒ کا کہنا سچ ثابت ہوا۔ اندر جاتے ہی ضمانت کینسل ہوگئی اور پولیس نے اسی لمحے آپ کو گرفتار کر لیا۔مولانا حق نواز یہ منظر دیکھ رہے تھے۔پولیس نے فاروقی شہید کو گاڑی میں بٹھایا اور چنیوٹ لے گئی۔دو دن پنڈی بھٹیاں روڈ پر نئی تعمیر شدہ حوالات میں بند رکھا۔یہ بدھ کا دن اور فروری کی آٹھ تاریخ تھی۔ابھی مشکل سے دو دن ہی حوالات میں گزارے تھے سٹی مجسٹریٹ سمیت چنیوٹ کے دیگر افسران آپ کے پاس پہنچے اور باہر چلنے کو کہا۔چنیوٹ سے آپ کے دیرینہ میزبان اور مہربان شیخ سلیم مرحوم رات گیارہ بجے آپ کے پاس حوالات میں پہنچ گئے تھے۔فاروقی شہیدؒ نے سوچا کہ یہاں سے جیل بھیجا جا رہا ہے۔چنانچہ باہر نکل کر پولیس کی گاڑی میں بیٹھے اور گاڑی جھنگ روڈ پر فراٹے بھرنے لگی اور تقریباً سوا گھنٹہ بعد آپ جھنگ پہنچ گئے۔وہاں پہنچ کر آپ کو حقیقت معلوم ہوئی تو حیرت کی انتہا نہ رہی۔یہ نومولود سپاہ صحابہ کا پہلا کارنامہ تھا کہ فاروقی شہید کی عدم موجودگی کو گوارہ نہ کرتے ہوئے کارکنوں نے جمعہ کے روز نماز جمعہ کے بعد مین روڈ بلاک کر دی تھی۔چالیس ہزار افراد کے اجتماع نے احتجاج کر کے فاروقی شہیدؒ کی رہائی کا مطالبہ کیا تو انتظامیہ کی چولیں ہل گئیں اور یوں فاروقی شہید رات ساڑھے بارہ بجے کے قریب جلسہ گاہ میں وارد ہوئے تو فضا فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی۔ہزاروں انسانوں کا سمندر بے خود ہو کر دیر تک خوش آمدید کہتا رہا۔ملک بھر کے سینکڑوں علماء و مشائخ اسٹیج کی زینت تھے۔مولانا حق نواز شہیدؒ نے آگے بڑھ کر استقبال کیا۔فاروقی شہید رات کو سوا دو بجے آخری مقرر کی حیثیت سے خطاب کے لئے کھڑے ہوئے اور اس عظیم کانفرنس کے اجتماع میں سپاہ صحابہ میں شمولیت کا اعلان کیا۔اس موقع پر آپ نے جو یادگار خطاب فرمایا اس کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں!

دفاع صحابہؓ کانفرنس کی تقریر کے اقتباسات

(۱)...... "میرے دوستو جیسا کہ میرے مخدوم و مکرم مولانا حق نواز صاحب نے ارشاد فرمایا کہ شیعہ کے کفر کے بارے میں ہمیں ایک لائحہ عمل اختیار کرنا چاہئے۔

میرے دوستو! شیعہ کے کفر کے بارے میں اسلام کی چودہ سوسال کی تاریخ فیصلہ کر چکی ہے۔ حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ شیعہ کے کفر پر موجود ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے شیعہ کے کفر کی گیارہ سو وجوہات لکھی ہیں۔ گیارہ سو وجوہات سے شیعہ کافر و مرتد ہے۔ شاہ عبدالعزیزؒ کے بعد امام اہلسنت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ نے شیعہ پر کفر کا فتویٰ عائد کیا۔ مفتی کفایت اللہ دہلوی کا فتویٰ "کفایت المفتی" میں موجود ہے کہ شیعہ کافر اور مرتد ہے۔ شیعہ کے کفر کے بارے میں ہندوستان کے سب سے بڑے مفتی کا فتویٰ موجود ہے۔ مفتی مہدی حسن دارالعلوم دیوبند کے مفتی ہیں۔ ان کا فتویٰ ہے کہ شیعہ کافر ہے۔ مولانا اعزاز علی کا فتویٰ ہے کہ شیعہ کافر ہے۔ اہلحدیث علماء میں علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ کا فتویٰ چھپ چکا ہے کہ شیعہ کافر ہے حضرت مہر علی شاہؒ کا فتویٰ چھپ چکا ہے۔ خواجہ قمر الدین سیالویؒ کا فتویٰ چھپ چکا ہے کہ شیعہ کافر ہے۔ پاکستان میں مسلمانوں کے تمام فرقوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ شیعہ کے کفر میں کوئی شک نہیں۔ چاہے ضیاء الحق ہو۔ اس کا کوئی وزیر ہو کوئی پیر کوئی ملا، کوئی سیاست دان ہو، کوئی چوہدری ہو، کوئی وکیل ہو، آج جو شیعہ کے کفر میں شک کرتا ہے۔ اس کے اپنے ایمان میں شک پیدا ہو چکا ہے۔

میرے نوجوان دوستو! شیعہ کا عقیدہ ہے کہ یہ موجود قرآن صحیح نہیں ہے۔ ایک سو ستر فرقے شیعہ کے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے لکھے ہیں اور شیعوں کا کوئی فرقہ ایک سو ستر فرقوں میں ایسا نہیں جو اس موجودہ قرآن کو صحیح قرآن مانتا ہو......!!

میں دنیائے رفض کو چیلنج کرتا ہوں کہ مجھے بتاؤ کہ وہ کون سا فرقہ ہے کہ جس کا یہ عقیدہ نہ ہو کہ موجودہ قرآن ناقص ہے۔ (شیعہ کہتا ہے) ہمارا جو قرآن ہے اس کی سترہ ہزار آیتیں ہیں اور یہ مسلمانوں، سنیوں کا قرآن ہے...... اس کی چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتیں ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے قرآن سے تین گنا بڑا ان کا قرآن ہوگا اور وہ قرآن سر من رای اس غار میں موجود ہے اور ان کا امام مہدی بھی غار

میں موجود ہے۔ چودہ سو سال گزر گئے ......جس قوم کا قرآن اور جس قوم کا امام...... غار میں موجود ہو اس کو تو (ماتمی جلوس لے کر) بازار میں آنے کا حق ہی نہیں ہے۔ اسے چاہئے کہ اپنے قرآن اور امام کے پاس غار میں چلی جائے۔

(۲)......"امت مسلمہ کو تفریق میں ڈالنے کے لئے...... پاکستان میں اس وقت سب سے بڑا فتنہ رافضیت کا فتنہ ہے، کہ جو ایران کے آدم خور خمینی کی وجہ سے پاکستان میں کبھی کراچی میں ہنگامے کراتا ہے، کبھی پارہ چنار میں، کبھی فاضل پور میں، کبھی گڑھ مہاراجہ میں، کبھی کوئٹہ کی سڑکوں پر سنی مسلمانوں کا خون بہایا جاتا ہے......! جب سے دنیا کا سب سے بڑا مرتد خمینی برسر اقتدار آیا ہے۔ اس وقت سے پاکستان میں ہنگامے کیوں ہیں؟ ضیاء الحق مجھے بتائے کہ کوئٹہ میں جو شیعہ اور سنیوں کی لڑائی ہوئی اس کے نتیجے میں ۳۲ سنیوں کو شہید کیا گیا۔ ۴۴ پولیس والوں کو شہید کیا گیا اور اس لڑائی کے بعد وزیر داخلہ پاکستان نے قومی اسمبلی میں یہ بات تسلیم کی کہ اس لڑائی میں ۲۳۱ ایرانی گرفتار ہوئے۔ کوئٹہ کے بازاروں میں ایرانی کیوں آیا؟ اور جب لاہور سے ہائی کورٹ کا ایک جج اس لڑائی کی تحقیق کرنے کے لئے کوئٹہ کے ایئر پورٹ پر پہنچتا ہے تو اس کو بتایا جاتا ہے کہ حکومت کے حکم سے ۲۳۱ ایرانیوں کو باعزت طور پر رہا کر کے ایران بھیج دیا گیا۔ میں ضیاء الحق سے پوچھتا ہوں...... جنرل ضیاء! بتا ان ۳۲ سنیوں کے قاتلوں کو تو نے ایران کیوں بھیجا؟ اگر تو سنیوں کے قاتلوں کو ایران بھیجتا ہے تو سنیوں کا قاتل تو ہے۔ اگر ذوالفقار علی بھٹو نواب محمد احمد کے قتل میں پھانسی چڑھ سکتا ہے۔ تو تو ۳۲ سنیوں کے قاتلوں کو رہا کرنے کے بدلے میں قاتل بن کر تختہ دار پر لٹک سکتا ہے۔

تمہارا وزیر داخلہ یہ تسلیم کرتا ہے کہ ۲۳۱ ایرانی کوئٹہ سے گرفتار ہوئے، اور اس کے بعد کہا گیا کہ ایران کا کوئی دخل نہیں تھا۔ اگر دخل نہیں تھا تو مجھے بتاؤ چھ جون کو شام کے وقت بی بی سی نے کہا کہ کوئٹہ کے بازار میں ایک ایرانی کی لاش ملی ہے۔ اس لاش کی جیب سے جو شناختی کارڈ نکلا ہے اس پہ لکھا ہے "سربراہ پاسداران انقلاب ایران" ایران کی سپاہ پاسداران انقلاب کا وہ سربراہ تھا۔ میں پاکستان کے حکمرانوں سے پوچھتا ہوں کہ وہ غنڈہ کوئٹہ کے بازاروں میں کیوں آیا؟ وہ مردود خمینی کا چیلہ کوئٹہ کی گلیوں

میں کیوں آیا؟ وہ قتل کوئٹہ کے بازاروں کیوں ہوا؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم پاکستان کے سنیوں کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ تمہاری فوج یہاں کے مسلمانوں کو کوڑے لگا سکتی ہے۔ تمہاری فوج مارشل لاء کی عدالتیں بنا کر یہاں کے مسلمانوں کو ذبح کر سکتی ہے۔ تمہاری فوج کوئٹہ کے بازاروں میں سنیوں کی حفاظت نہیں کر سکتی......!!

آج پاکستان کی قومی اسمبلی میں ۳۲ شیعہ ممبر ہیں۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن کے کل ملازمین ۴۴۷۰ ہیں، جن میں ۱۴۰۰ ملازمین رافضی ہیں۔ جو رافضی پاکستان میں یہ کہے کہ ہماری دینیات علیحدہ کرو، وہ سنی کا بھائی کیسے ہے؟ جو اذان علیحدہ دے وہ سنی کا بھائی کیسے ہے؟ جس کا کلمہ علیحدہ ہو، وہ سنی کا بھائی کیسے ہے؟ جس کی زکوٰۃ علیحدہ ہو، وہ سنی کا بھائی کیسے ہے؟ یاد رکھو! اگر تم نے شیعہ کے کفر پر پردہ ڈالا تو تم سے بڑا اسلام اور قرآن کا دشمن دنیا میں کوئی نہیں ہوگا......!!!

یہ میرے پاس ایک کتاب ہے۔ ''خمینی ازم اور اسلام''......ہم نے یہ کتاب فیصل آباد سے شائع کی۔ اس کتاب کو تین صوبوں میں ضبط کیا گیا۔ کیوں کہ آدم خور خمینی کے چہرے سے ہم نے پردہ ہٹایا تھا۔ اس میں ہم نے حوالہ دیا کہ خمینی جب ۱۹۶۴ء میں فرانس میں جلا وطن ہو کر گیا...... ۱۹۶۶ء میں فرانس میں ایران سے آئے ہوئے لوگوں سے خطاب کیا۔ یہ خطاب ایک پمفلٹ میں چھپا ہوا ہے، پمفلٹ کا نام ہے'' خطاب بہ نو جوانان'' اس خطاب کا ایک اقتباس سماعت فرمائیں۔ خمینی کہتا ہے کہ:

''دنیا کی اسلامی اور غیر اسلامی طاقتوں میں ہماری قوت اس وقت تک تسلیم نہیں ہو سکتی، جب تک مکہ اور مدینہ پر ہمارا قبضہ نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ یہ علاقہ مہبط وحی اور مرکز اسلام ہے۔ اس لئے اس پر ہمارا غلبہ اور تسلط ضروری ہے۔''

خمینی آگے کہتا ہے......:

''میں جب فاتح بن کر مکہ اور مدینہ میں داخل ہوں گا، تو سب سے پہلے میرا کہ کام ہوگا کہ حضور علیہ السلام کے روضے میں پڑے ہوئے دو بتوں ابوبکر و عمر کا نکال کر باہر پھینک دونگا''

آج پاکستان کے کئی پڑھے لکھے آدمی یہ دلیل دیتے ہیں۔ جناب خمینی امریکہ کا دشمن ہے۔ اگر امریکہ دشمنی ہی اسلام ہے، یا امریکہ دشمنی اسلام کی محبت ہے تو روس سب

سے بڑا، اسلام کا ٹھیکے دار ہوگا۔ اور کارک بیرک کا رل سب سے بڑا اسلام کا ٹھیکیدار ہوگا۔ اس لئے کہ وہ امریکہ کا دشمن ہے۔

یادرکھو! جس طرح روس اسلام کا دشمن ہے، امریکہ بھی اسلام کا دشمن ہے، لیکن یہ دونوں دشمن کفر کی شکل میں ہمارے سروں پر موجود ہیں اور تیسرا دشمن خمینی جوان دونوں سے بڑا دشمن ہے، جو اسلام کے نام پہ اسلام کا گلا کاٹتا ہے، اسلام کی جڑوں کو کاٹتا ہے۔ یہ مردود (خمینی) جب برسر اقتدار آیا، اس نے ۲۸ جرنیلوں اور ۷۰ کرنلوں کو کھڑا کر کے گولی ماردی، ۲۷ میجروں کو اور گیارہ ہزار عام فوجیوں کو کھڑا کر کے گولی ماردی۔ جو آدمی اپنے مخالف کو گولی مار دے، وہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے انقلاب کا داعی نہیں ہوسکتا۔ وہ چنگیز خاں ہے ...... وہ ہلاکو خاں ہے...... وہ فرعون ہے...... وہ نمرود ہے...... وہ شداد ہے...... محمد مصطفیٰ ﷺ کا نام لیوا نہیں ہوسکتا......!!

(۴)...... میرے علماء کرام! غفلت کی چادر اتار دو، جس ابوبکر کے نام پہ آج تک روٹیاں کھائی ہیں۔ اس ابوبکر کے تقدس کا سوال ہے کہ سب کچھ چھوڑ کر ابوبکرؓ کے مشن کو لے کر آگے بڑھو!

خدا کی قسم! حق نواز جیسا کوئی روز روز آدمی پیدا ہوگا؟ جو اپنی جان کو ہتھیلی پہ لئے پھرتا ہے۔ جو یہ کہتا ہے کہ:

منہ چھپا کے جئے نہ سر جھکا کے جئے
ستم گروں کی نظروں سے نظریں ملا کے جئے
راہ زندگی میں ایک رات کم جئے تو حیرت کیوں؟
ہم تو ساتھ ان کے تھے جو مشعلیں جلا کے جئے

مولانا حق نواز شیر اسلام ہے۔ میں ان کی تنظیم سپاہ صحابہؓ کے ایک ایک رضا کار جو عظمت صحابہؓ کے لئے محنت کرتا رہا، میں اس کے قدموں کو چومنا سعادت سمجھتا ہوں۔
مولانا حق نواز! میں اور میرا ادارہ اشاعت المعارف، تیرے لئے، تیرے کام کے لئے، تیرے کاز کے لئے، تیری انجمن کے لئے وقف ہے۔ ہمارا قلم بھی وقف ہے، ہماری زبان بھی وقف ہے۔ (فلک شگاف نعرے)

......☆......

اس تقریر اور سپاہ صحابہؓ میں شمولیت کے بعد آپ کے اپنے جو تاثرات اور عزائم تھے انہیں آپ نے اپنی زندگی کی آخری تصنیف ''پھر وہی قید قفس'' میں یوں رقم کیا ہے:

''پس یہ دن تھا، یہ تقریر تھی جس کے بعد ہم بھی قائد جھنگویؒ کے زلف کے اسیر ہو گئے۔ پہلے روز جو عہد کیا تھا جس نصب العین کو سوچ سمجھ کر قبول کیا تھا جس لائحہ عمل کو دین اور شریعت کا حقیقی تقاضا جانا تھا۔ جس راستے کو محمدی راستہ سمجھ کر اپنایا تھا۔ جس شاہراہ کو اسلامی شاہراہ قرار دے کر اس پر رواں دواں ہوئے تھے۔ جس طریقے اور مشن کی سچائی کو حرز جان بنایا تھا۔ جس آنگن میں متاع حیات لٹانے کی آرزو کی تھی، جس جذبہ و ولولہ کی جولانگاہ میں قدم رکھا تھا۔ جس عشق سرمدی اور محبت ابدی میں گرفتار ہوا تھا، جس خیال اور یقین سے طوق وسلاسل کو چوما تھا۔ آج بھی اسی پر قائم ہیں۔ تائید ایزدی اور اس کے فضل و رحمت نے زنداں کی تلخ راتوں اور حکمرانوں کی انتقامی کاروائیوں نے اس جذبے کو سر مو تبدیل نہیں کیا۔ خدا کی خاص رحمت سے امید ہے تادم واپسی کا جو راستہ اختیار کیا تھا خدا کی رحمت سے اس کا شباب پایاب نہ ہوگا۔ اس کی رعنائی کا پھول کبھی نہ سوکھے گا۔

مجھے اس تقریر کے مندرجات کو دیکھ کر آج بھی حیرت ہوتی ہے کہ جب اس کی ضرورت تھی کیسے جذبوں سے کٹھن راہوں کا آغاز ہوا۔ کیسے کیسے ولولے نقش حیات پر ثبت ہوئے۔ کیسی کیسی تاریک راتوں سے گزرنے کا عہد کیا گیا۔ کیسے کیسے تلخ موڑوں اور اتھاہ کھائیوں میں جاں بلب ہونے کا سامان بہم پہنچا۔ جمعیت خاطر کن کن کلفتوں اور طبع نازک کیسی کیسی دشوار گھاٹیوں سے گزرنے پر آمادہ ہوئی۔ راحت و چین کی راتوں کے مقابلے میں کانٹوں سے اٹی ہوئی شب تاریک میں مصائب کے مہیب اور پر خطر غاروں میں اترنے کا اقرار ہوا۔ رات کے آخری حصے میں جب آہ سحر گاہی تقدیر امم بدل دیتی ہے کہے گئے الفاظ مجسم ہو کر ہر قدم پر ہماری رہنمائی کرتے رہے۔ ہر گھاٹی میں اس اقرار اور پیمان وفا نے مایوس امنگوں کو سہارا دیا۔ بے دلی اور قنوطیت کے جھگڑوں میں حوصلہ بخشا۔ قافلہ شوق ایسے طریقے سے جانب منزل روانہ ہوا کہ لاشوں سے اٹا ہوا راستہ زندانوں سے آلودہ ایام و شہور، دکھوں اور المیوں سے بھر

یہ تھا وہ عہد و پیمان، یہ تھی وہ دولت ایقان، یہ تھا سچا اقرار، یہ تھی وہ نوا پردازی، یہ تھی وہ متاع زندگی، جو سرزمین جھنگ کے ایک مرد قلندر اور وادیٔ چناب کے ایک درویش بے گلیم کے آستانے پر لٹانے کا اعلان کیا گیا، اس اعلان و اقرار کے بعد مولانا حق نواز جھنگویؒ کی زندگی کے پانچ سال موجودہ سربراہی اور سرپرستی کے چھ سال تک ایک دن اور ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گذرا کہ جس میں فرحت و انبساط کے پہلے دور کا کرشمہ بھی موجود ہو۔

میری حقیقی متاع اور دنیا کی سب سے بڑی دولت یہی وہ فیصلہ تھا جو میں نے بہت سوچ سمجھ کر کیا تا آنکہ آج گیارہ سال تک اس پر قائم ہوں۔ ناموس صحابہؓ کے تحفظ اور غلبہ اسلام کی جدوجہد کے اس مشن کو حرز جان بنانے کا یہ عہد ایک دن میں نہیں ہوگیا تھا، محض چار روز کی چنیوٹ کی حوالات میں نہیں ہوا تھا بلکہ اس کے پیچھے سال ہا سال کا غور و خوض تھا۔ خمینیت کی دیدہ دہنی تھی، شیعت کی صحابہؓ کے خلاف یلغار تھی۔ سبائیت کے ہتھکنڈے تھے۔ سنی قوم کی بے چارگی تھی، مولانا حق نواز کا خلوص تھا، صحابہ کرامؓ کے خلاف شیعہ کی وہ تحریریں تھیں جنہوں نے ہمارا جینا دوبھر کر دیا تھا...... ہماری راحت و چین کو تج دیا تھا، ہمارے قلب و جگر کے قرار کو مضمحل کر چھوڑا تھا۔ ہماری پرسکون زندگی میں ارتعاش پیدا کر دیا تھا۔ مجھے مولانا حق نوازؒ کی شہادت کے بعد ان کی مسند پر نہ براجمان کیا جاتا تب بھی زندگی کا ایک ایک لمحہ اسی تگ و تاز میں گزرتا۔ حیات مستعار کی ایک ایک ساعت اسی فریضہ کی نذر رہتی۔ زندگی کا ہر عمل اسی دائرے میں گھومتا، تقریر و تحریر کی ہر جنبش اسی گرمی کا مداوا کرتی۔ زبان و بیان کی ہر خلش اور قلب و جگر کی ہر تپش اسی نصب العین کی رہین کرم ہوتی۔

میں نے کانٹوں کے اس راستے کو سچے دل سے قبول کیا تھا۔ میری یہ کوئی مجبوری نہیں تھی۔ مجھے کسی حادثے کے طور پر اس پگڈنڈی پر نہیں چلنا پڑا تھا۔ میں نے تو سرپرستی اور سربراہی قبول کرتے وقت بھی اپنی والدہ کو بتا دیا تھا کہ یہاں شہادت کا زیور بھی پہننا پڑے گا۔ ہتھکڑیوں کی جھنکار بھی شیوہ بنے گی۔ دکھوں کے ایام بھی پے در پے آئیں گے۔ آلام کی گھاٹیاں اور رنج و محن کے تھپیڑوں سے بھی پالا پڑے گا۔ زندگی کی پرخطر راہوں میں ہر وقت ارتعاش رہے گا۔ گہرے گرداب اور اتھاہ کھائیاں ہر قدم

پر ہوں گی۔ ابتداء ہی میں مولانا حق نواز کی قیادت کو قبول کرنا ان کی سچائی اور اعلیٰ جذبے کو دل سے تسلیم کرنے کے باعث ہی ممکن ہوا تھا۔ ورنہ وہ عمر میں تو مجھ سے صرف ایک سال بڑے تھے۔ میں ان کی رفاقت اور معیت کے بغیر ہی تحریر و قلم کی خداداد صلاحیت رکھتا تھا۔ تائید ایزدی سے گویائی کے حسن سے بھی آراستہ تھا۔

۱۵ سال کسی جماعت اور پلیٹ فارم کے بغیر ملک کے ہر کوچے میں تقریر و خطابات کا فریضہ سرانجام دینے کا موقع مل چکا تھا۔ لیکن اس ساری جدو جہد کا رخ تبدیل کر کے مولانا حق نواز شہیدؒ کی قیادت پر مفتخر رہنے کو سعادت جانا، اور فخر و مباحات کا زینہ خیال کیا...... تو دنیا ہی بدل گئی، عہد و پیمان کی تنویر چمک اٹھی۔ پاس وفا اور مشن کی سچائی کے احساس نے ایک قدم بھی ادھر ادھر نہ ہونے دیا۔

کہوں دل کی بات میں چارہ گر، تیرا غم ہے مجھ کو عزیز تر
نہ بڑھائے لذت درد جو میرے درد کی وہ دوا نہیں
بڑے صبر کا یہ ہے مرحلہ بڑے حوصلے کا مقام ہے
تیرے لب پہ نہ آئے اف کہیں، رہ عشق میں یہ روا نہیں

(پھر وہی قید قفس صفحہ ۵۷)

چنانچہ بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ واقعتاً سپاہ صحابہ میں شمولیت آپ کا کوئی جذباتی فیصلہ نہیں تھا بلکہ کافی غور و خوض کے بعد آپ نے کانٹوں کے اس راستے کو قبول کیا تھا اور پھر آپ نے اس فیصلے کی ہمیشہ پاسداری سے اپنے خلوص اور عزم و ہمت کے نقوش دنیائے اسلام پر ثبت کر دیئے۔

سپاہ صحابہ میں شمولیت کے بعد ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ نے سپاہ صحابہ کا پیغام ملک کے کونے کونے تک پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ جب مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ پر پہلا قتل کا مقدمہ قائم ہوا اور انہیں گرفتار کر لیا گیا تھا تو اس گرفتاری کے خلاف مولانا ضیاء القاسمیؒ اور مولانا ایثار القاسمیؒ کے ساتھ مل کر ملک گیر احتجاج کیا اور رہائی کے لئے ہر ممکن کوشش کی۔

امیر عزیمتؒ کی شہادت اور ان کے منصب پر فاروقی شہیدؒ کی آمد

مولانا حق نواز کی شہادت اور اپنے سفر بنگلہ دیش کی یادیں تازہ کرتے ہوئے حضرت فاروقی شہیدؒ رقمطراز ہیں:

قائد محترم مولانا حق نواز کی شہادت کا المناک واقعہ اس قدر اچانک اور غیر متوقع

تھا کہ ہر شخص دم بخود رہ گیا، پوری دنیا میں اس واقعہ کے خلاف شدید ردعمل ظاہر ہوا۔ شیعہ جارحیت کے اس غیر معمولی واقعہ کے بعد دنیا کا ہر مسلمان ایرانی انقلاب اور شیعہ کے خلاف نبرد آزما ہو گیا۔ ۲۲ رفروری ۱۹۹۰ء کو جس روز قائد نے جام شہادت نوش کیا اسی روز صبح آٹھ بجے راقم نے بنگلہ دیش روانگی سے پہلے آپ کو کراچی ائرپورٹ سے فون کیا۔ آپ نے فون پر ہی فرمایا اچانک روانگی ہو رہی ہے مجھے پہلے نہیں بتلایا میں نے کہا مجھے خود اس پروگرام پر پہنچنے پر تردد رہا۔ گزشتہ رات ہی فیصلہ ہوا تھا آپ کو بتاتا تو شاید آپ روک دیتے پھر بنگلہ دیش کے لوگ پریشان ہوتے۔ انہوں نے کہا "جلدی آنا" یہ وہ آخری الفاظ تھے جن سے میرے کان ہم آغوش ہوئے اور میں ڈھاکہ روانہ ہو گیا۔

بنگلہ دیش روانگی

یہ جمعرات کا دن تھا، ہم ڈھاکہ ائرپورٹ سے شہر کے عین وسط میں ایک ہوٹل میں پہنچے۔ ہم نے رات یہاں ہی قیام کیا، اگلے روز علی الصبح بذریعہ ٹرین سلہٹ روانگی ہوئی۔ سلہٹ پہنچے تو یہاں مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن مہتمم جامع مدنیہ قاضی بازار اور ہزاروں افراد نے ہمارا استقبال کیا۔ اس عظیم سالانہ کانفرنس میں لاہور سے حضرت قاری محمد اجمل خان، مولانا فداء الرحمٰن درخواستی، مولانا عبدالروف ملک اور مولانا محمد بنوری (مرحوم) بھی موجود تھے۔ نماز جمعہ کے بعد راقم کا ایک گھنٹہ خطاب ہوا۔ اسی روز بعد نماز عشاء دو گھنٹے تقریر ہوئی۔ اگلے روز بعد نماز عشاء آخری خطاب کے لئے ہر نشست میں اعلان ہوتا رہا۔ ۲۴ رفروری میری تقریر رات گیارہ بجے شروع ہوئی۔ مقامی ڈپٹی کمشنر کی صدارت تھی خطاب نے طول کھینچا صبح کے چار بج گئے، ایک مرحلے پر جب میں نے کہا، پاکستان میں مَیں احمد بن حنبلؒ کی نشانی چھوڑ آیا ہوں۔ آئندہ سال وہ مجاہد ضرور اس سٹیج پر جلوہ افروز ہوگا، بس پھر کیا تھا سٹیج پر کئی لوگوں کی چیخیں نکل گئیں۔ قصہ یہ تھا کہ سٹیج پر موجود تمام افراد کو اسی روز مولانا حق نواز کی شہادت کی خبر مل چکی تھی۔ تمام بنگالی اخبارات میں شہ سرخیوں سے اس المناک واقعہ کا ذکر تھا۔ انہوں نے مجھ سے جان بوجھ کر یہ خبر چھپائی تھی۔ میں نے جب مولانا حق نواز کو آئندہ سال لانے کا ذکر کیا، تو ان کے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے۔ وہ زار و قطار رونے لگے، میں اس [illegible] بھی بے خبر رہا۔ پانچ بجے جب تقریر ختم ہوئی تو مولانا حبیب

الرحمٰن نے صرف اتنا کہا کہ آپ پر بہت بڑی ذمہ داری آنے والی ہے، مجمع کے جوش و خروش میں اس لفظ سے چونک اٹھا لیکن ملاقاتیوں کا ہجوم اس قدر تھا کہ چھ گھنٹے کے خطاب کے بعد مصافحہ کرنے والوں کی قطاروں میں یہ لفظ بھی گم ہو گیا۔ نماز فجر کے بعد ہم آرام کے لئے اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے، گیارہ بجے مجھے یہ کہہ کر جگایا گیا کہ پاکستان میں مولانا حق نواز پر قاتلانہ حملہ ہوا ہے۔ میرے پاؤں سے زمین نکل گئی۔ میں نے کہا مولانا حق نواز کو کیا ہوا، خدا نے ان کو محفوظ رکھایا......؟

حضرت مولانا قاری محمد اجمل خان نے تسلی دیتے ہوئے کہا، فکر نہ کرو ناشتہ کرو۔ میں گم صم، کافی دیر سخت پریشانی اور کرب کے عالم میں ٹہلتا رہا۔ بالآخر مجھے سب احباب نے جب کچھ نہ بتلایا تو میں نے فیصل آباد کی کال بک کرائی۔ یہاں سے قاری عبدالغفار کا یہ کہنا تھا کہ مولانا حق نواز تو جس روز شہید ہوئے اس کے اگلے روز وہ دفن کر دیے گئے۔

ساری زندگی میں مجھے ایسے کرب ناک الفاظ اور الم انگیز مناظر کا سامنا نہ کرنا پڑا تھا اب معلوم ہوا کہ وہ متاع حیات تو اسی روز لٹ گئی تھی جس روز تم نے کراچی سے ان کو فون کیا تھا۔ وہ تو جمعہ کے روز ہی موت کے پاتال میں گم ہو گیا اور لاکھوں انسان اس برگزیدہ ہستی کو منوں مٹی کے سپرد کر چکے ہیں...... یہ اتوار کا روز تھا۔ اس روز سلہٹ اور پھر ڈھاکہ سے پاکستان کا کوئی جہاز نہ تھا ایک دن میں نے جس دکھ اور پریشانی میں گزارا ہے اس کی مثال ہی کتاب زندگی کے کسی ورق پر رقم نہ تھی۔ میں نے رو رو کر انگاروں پر یہ لمحات گزارے...... روافض کے خلاف بہت بڑی جست لگا کر جس مرد قلندر نے جنگ کا آغاز کیا تھا اس دولت گراں مایہ کو کھو کر میری دنیا اجڑ چکی تھی۔ طویل عرصہ کی رفاقت، جرأت و بسالت کا کردار، شجاعت اور لازوال بہادری کے نقوش صرف تاریخ کے قرطاس پر بطور امانت ثبت ہو گئے تھے۔ کرب و الم کے ان لمحوں میں بار بار سوچتا تھا کہ صحابہ کرامؓ کی عظمت کا حدی خوان اب صرف صبح محشر نظر آ سکے گا۔ جھنگ کی گلیاں اور مسجد حق نواز کا مصلی خالی ہو چکا ہے۔ حق و صداقت کا اولوالعزم، شمشیر آزما اپنی زندگی کی بساط لپیٹ کر امام ابوحنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ حضرت شاہ ولی اللہ، شیخ الہند محمود الحسن اور مولانا عبدالشکور لکھنوی کی محفل میں پہنچ چکا ہے، ہماری بزم سونی ہو چکی ہے۔ قافلہ حریت کا ایک عظیم شاہسوار راستہ بدل

CamScanner

چکا ہے۔ ناموس صحابہؓ کے فکر کا بانی منہ موڑ چکا ہے اس کی گونج دار آواز اور سمندروں جیسا خروش، پژمردہ ہو چکا ہے۔ اب صرف اس کے خون کی مہک باقی رہ چکی ہے۔ ان کے فکر اور مشن کی صدا نوا پرداز ہے، اس اولوالعزم کردار کے نقوش نشان منزل کا کام دیتے رہیں گے۔ اس کی زندگی کا جہاز مصائب دھر کے جن تھپیڑوں اور نوائب حق کی جن سزاواریوں کا رہین رہا ہے وہ موت کے گہرے پانیوں میں ڈوب چکا ہے۔ کیا حق نواز مجھے اب کہیں نظر نہیں آئے گا......؟؟ اس کا مختصر سراپا، شیر کی طرح دھاڑنے والا انداز گفتار، استدلال کی قوت گویائی کا حسن، خطاب کا سحر، بیان و بلاغت کی حیرت انگیز رعنائی، مضامین وعنوانات کی ششدر کر دینے والی ملائمت و زیبائی، اور اس کے روشن اور جگ مگ مناظر سے آنکھیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محروم ہو چکی ہیں۔ میں تخیل کے انہی پردوں میں جھانک کر کبھی اٹھ جاتا کبھی ٹہلنے لگتا، کبھی اشکوں کی لڑی پروتا، کبھی فکر وسوچ کے زاویے بنتا۔ سوموار کے روز آنے والے جہاز میں یہ سلسلہ اور دراز ہو گیا۔ اشک تھے کہ رکنے کا نام نہیں لیتے تھے۔ میں کبھی باتھ روم میں جا کر اشکوں کی سیل رواں کو روکنے کی کوشش کرتا، کبھی اپنی سیٹ ہی پر دراز ہو کر منہ چھپا چھپا کر غم غلط کرنے کی ناکام کوشش کرتا۔

بنگلہ دیش سے واپسی

دکھوں اور کرب کی اسی حالت میں کراچی ائرپورٹ پر مولانا محمد اعظم طارق، حافظ احمد بخش ایڈووکیٹ ☆ اور دیگر ساتھیوں نے میرا استقبال کیا۔ سب لوگ جی بھر کر روئے، قائد کی شہادت نہیں بلکہ ان کی جدائی نے ہمیں نڈھال کر دیا تھا۔ اب ہم ایک گھپ اندھیرے اور روشنی سے محروم ایک دیار میں اداس کھڑے تھے۔ فیصل آباد کا جہاز اگلے روز تھا۔ یہ لمحے بھی قیامت سے کم نہ تھے۔ میں نے لاہور جانے والے رات کے جہاز پر سیٹ لے لی۔ نائٹ کوچ کے ذریعے علی الصبح لاہور پہنچا، لاہور سے سیدھے جھنگ روانگی ہوئی۔

جھنگ آمد پر سب سے پہلے جب میری نظر شہید قائد کے سب سے چھوٹے بیٹے

☆ حافظ احمد بخش ایڈووکیٹ...... دشمنان صحابہ کے لئے قانونی موت کی حیثیت رکھتے تھے، آنجناب سپاہ صحابہ سے وابستہ ہونے کے بعد تادم آخر مشنِ حق نواز کیلئے تگ وتاز میں لگے رہے، آخر حافظ صاحب کی ذات اور کارہائے نمایاں کو برداشت نہ کرتے ہوئے دشمنانِ صحابہ نے آپ کو شہید کر دیا۔

''مسرورنواز'' پر پڑی تو جگر پھٹ گئے۔ زمین سے آسمان تک آہوں اور سسکیوں نے پورا ماحول سوگوار بنا دیا۔ طالب علمی سے لے کر سپاہِ صحابہ کے قیام (٦ رستمبر ١٩٨٥ء) اور آج ٢٦ رفروری ١٩٩٠ء تک کی رفاقت کا ایک ایک ورق سامنے آ چکا تھا۔ دُکھوں کے ایام بھی پیشِ نظر تھے، خوشی کے مواقع بھی پسِ منظر میں تھے، یادوں کی کئی امانتیں اور بیتے ہوئے شہور و ایام کے کئی نقوش آنکھوں میں گھوم رہے تھے۔ احرار پارک کی سطوت خاک میں مل گئی تھی۔ شہید کے خونِ ناب سے اس پارک کی زمین سیراب ہو کر قصہ پارینہ کا پتہ دے رہی تھی۔ جامع مسجد حق نواز کے مینار اُداس تھے، مصلیٰ پر قائد کے سجدوں کے نشان باقی رہ گئے تھے۔ جذب دروں اور ولولہ تازہ تاریخ کا حصہ بن چکا تھا۔ مسجد کا ایک ایک نقش، اس میں گونجنے والی آواز اور خطاب و تقریر سے ہم آغوش ہونے والی دیواریں، چھتوں، گیلریوں سے ٹکرانے والی گونج کے سارے منظر سامنے تھے۔ مصلیٰ خالی تھا۔ امام پندرہ سال تک اس قوم کو جھنجھوڑنے کے بعد اب خود مالک حقیقی کے حضور پہنچ چکا تھا۔

رفض کے بیماروں، کفر کے علمبرداروں، منافقت کے معماروں اور دجل و فریب کے کرداروں کو آج گو کھلی چھٹی مل گئی تھی۔ جاگیردارانہ مظالم کے اصلی چہرے ایک مرتبہ پھر کھلکھلا اٹھے تھے۔ صحابہ دشمن کے گھر گھی کے چراغ جل رہے تھے...... وہ دیکھ رہے تھے، یہ مصلیٰ یہ محراب و منبر، یہ مسند، یہ سجادہ، یہ سیادت کس کے حصے میں آئے گی۔ اس فکر و نصب العین کی صدا کس کے قلب رسا اور ذہنِ صفا سے دوبارہ بلند ہو گی۔ کانٹوں اور آلام کے کوچے میں اب کون صحرانوردی کرے گا۔ ناموسِ صحابہؓ کے مشن اور غلبۂ اسلام کی جدوجہد کا بارِ امانت کس کے دوش پر سجایا جائے گا۔

کیا یہ مشن کئی دیگر قیادتوں کی طرح صدا بصحرا ثابت ہو جائے گا؟...... کہیں یہ فکر بھی اس خون کے ساتھ دفن ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کی نیند تو نہیں سو جائے گی؟...... اب کانٹوں کی اس سیج پر، دُکھوں کی مسند پر، آلام و نوائب کے اس کوچے میں، مصائب و مشکلات کی اس وادی میں کون قدم رکھتا ہے، کس کے سر پر اعزاز رکھا جاتا ہے، کس کو مولانا حق نواز شہیدؒ کے مشن کا وارث، آپ کے فکر کا امین، آپ کے نصب العین کا ترجمان اور آپ کے پیغام کا حدی خواں مقرر کیا جاتا ہے...... اب یہ سوال باقی رہ گیا تھا جس کا جواب اگلے صفحات میں آپ کو ملے گا۔

فاروقی شہیدؒ بحیثیت سرپرست سپاہِ صحابہ

سپاہ صحابہ کی قیادت کا فیصلہ (حضرت فاروقی شہیدؒ کے قلم سے)

۶/مارچ ۱۹۹۰ء کا دن میرے لئے ایک اور قیامت لے کر طلوع ہوا۔ میں جس بات کا تصور بھی نہ کرسکتا تھا، مجھے جس حقیقت سے ہمیشہ کے لئے اعراض تھا، میں جس ذمہ داری کا قطعی اہل نہ تھا، اس بار امانت کے لئے میرے ناتواں کندھوں کا جب فیصلہ ہوا تو میں نے صراحتاً اس سے انکار کیا۔ میں لکھنے پڑھنے اور ذوقِ مطالعہ وتحریر کا حامل ہونے کی وجہ سے کانٹوں کی سیج پر قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔ میں اپنے بازوؤں میں وہ قوت اور ہمت محسوس نہیں کرتا تھا جو اس تاریخ ساز جدوجہد اور بلند عزم وارادے کی متقاضی تھی۔ میں نے خود اس انتخاب کے لئے ملک کے مشہور خطیب حضرت مولانا ضیاء القاسمی کا نام پیش کیا۔

سپاہ صحابہ کی سرپرستی جسے سپاہ صحابہ کے دستور میں سربراہی کا درجہ حاصل ہے اس کے عظیم مشن کی تکمیل کے لئے جن اوصاف وکمالات کی ضرورت تھی، میں دیانت داری سے سمجھتا تھا کہ ان کا حامل نہیں ہوں۔ مولانا حق نواز کی جرأت وبسالت، حیرت انگیز بہادری کہاں اور میرے جیسا ناتواں، کمزور اور مسجد ومدرسہ کی چاردیواری میں صرف تقریر ووعظ کرنے والا ایک عام مبلغ ومقرر کہاں؟

”چہ نسبت خاک را با عالم پاک“

طویل بحث وتمحیص اور جماعت کی اعلیٰ سطحی مشاورت کے بعد میرے لئے اس خدمت وسالاری کا فیصلہ ہونے لگا تو میں نے والدہ محترمہ سے اجازت کی مہلت طلب کی۔ والدہ محترمہ نے ٹیلی فون پر فرمایا:

”زیادہ سے زیادہ اس مشن کے لئے تم بھی شہید ہوجاؤ گے۔ کوئی مولانا حق نواز سے

زیادہ قیمتی نہیں ہے......اس جاں سپاری کے لئے اگر تمہیں کوئی ذمہ داری دی جاتی ہے تو خدا پر بھروسہ کر کے اسے قبول کرلو، میری طرف سے اس کی اجازت ہے۔"

جونہی والدہ محترمہ نے اجازت بخشی، میرے کمزور کندھوں میں بجلی سی کوند گئی، تہجد گزار اور شب زندہ دار ماں کے ان الفاظ نے مجھے ایسا حوصلہ بخشا کہ مردہ دل زندہ ہوگیا۔ ہر لمحے اور ہر وقت شہادت کی تمنا سے لبریز ہو کر میں اس عظیم جدوجہد اور تاریخ ساز خدمت کے لئے نئے ولولے اور نئے جذبے کے ساتھ خون اور آگ کے اس سمندر میں کود گیا۔

سپاہ صحابہ کی ذمہ داری اور سرپرستی کے فیصلے کے بعد

۶/مارچ ۱۹۹۰ء کو نماز عصر کے بعد جب مولانا حق نواز کی وراثت و نیابت کا بار اٹھا کر ہم شہید قائد کے مزار پر جامعہ محمودیہ میں پہنچے تو اشکوں کی برسات نے ہمیں نڈھال کر دیا۔ برادرم محمد یوسف مجاہد، مولانا علی شیر حیدری، مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ ساری قیادت قائد کی قبر پر چلتے ہوئے لمحوں اور بیتی ہوئی تاریخ پلٹ پلٹ کر روتے رہے چند روز قبل قبر کی اس جگہ پر میں نے جماعتی تنظیم، ماہنامہ خلافت راشدہ کے اجراء اور صوبائی باڈیوں اور مرکزی شوریٰ کے قیام کے لئے جو مشورہ کیا تھا اس کی ساری فلم آنکھوں میں گھوم گئی۔

ہم یہاں سے تاریخ کے ایک نئے باب میں اضافہ کر کے لوٹے۔ نئے اقدار، نئے انداز، نئی روایات، اور جذبے سے ہم نے کام کا آغاز کیا۔ میں نے تنظیمی صورت حال کو دیکھا تو نہ ہونے کے برابر تھی۔ قائد شہیدؒ کو جیلوں اور مقدمات نے تنظیمی تعمیر کا موقع ہی فراہم نہ کیا تھا۔ وہ ہر وقت جماعت کے نظم و نسق کے قیام کے لئے فکر مند رہتے تھے۔ انہوں نے مجھے بارہا تنظیمی ڈھانچے کی ترتیب اور از سر نو سارے عہدیداروں کی تقرری کا منصوبہ تیار کرنے کا حکم دیا تھا، ہم نے کئی مرتبہ صوبائی اور مرکزی شوریٰ اور باڈیوں کے قیام پر طویل مشورہ بھی کیا تھا۔ جماعتی مشکلات اور مقدمات کے کاموں سے فرصت نہ ہونے کے باعث سارے کام ادھورے پڑے تھے۔ قائد کی شہادت کے بعد ہم مرغی کے ان بچوں کی طرح تھے جو اپنی ماں کی آغوش سے محروم ہو کر حرماں

CamScanner

نصیب ہو گئے ہوں۔اس طرح ہم اک شجر سایہ دار کے سوکھ جانے کے بعد وسائل کی قلت اور لامحدود مسائل کی دھوپ میں بے سہارا کھڑے تھے۔خدا کی خاص رحمت اور اس کے فضل نے جب دستگیری کی تو میں نے اگلے ہی روز مرکزی تنظیم کی باڈی مکمل کرنے، مرکزی مجلس شوریٰ کے قیام اور صوبائی باڈیوں کی تقرری، پہلے سے طے شدہ ۱۶ر مارچ کو مینار پاکستان پر دفاع صحابہ کانفرنس کے انعقاد کو یقینی بنانے کا حکم دیا۔

قائد شہیدؒ کی شہادت کے بعد ملک بھر میں مظاہروں، ہنگاموں اور کئی روح فرسا واقعات کی موجودگی سے دفعتاً پہلے سے کئی گنا زیادہ کام بڑھ گیا۔اب نئے نئے چیلنجوں اور نئی نئی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے جانگسل مشکلات اور ناقابل تصور دکھوں سے پالا پڑا۔خدا کے خصوصی کرم، مولانا حق نواز شہیدؒ کے مقدس و معطر خون اور صحابہ کرام کی برکت سے ہم ان تمام مسائل کو ہفتہ بھر میں حل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

نائب سرپرستِ اعلیٰ کا تقرر

حضرت فاروقی شہید رحمہ اللہ کی دماغی، علمی اور تنظیمی صلاحیتوں، حالات پر نظر اور معاملات پر گرفت سے کس کو انکار ہو سکتا ہے؟ امیر عزیمت شہیدؒ کے بعد حقیقی معنوں میں آپ کو ان صلاحیتوں کے اظہار کا موقع ملا۔آپ نے امیر عزیمت شہیدؒ کی جانشینی اور سپاہِ صحابہ کی سرپرستی کا منصب سنبھالتے ہی جو فیصلے کئے ان کے نتیجے میں تنظیم پھلی پھولی، مضبوط ہوئی اور گوشۂ گمنامی میں چھپے ہوئے ایسے ایسے رجالِ کار سامنے آئے جنھوں نے اپنی صلاحیتوں اور گوناگوں اوصافِ حسنہ سے تنظیم میں نئی روح پھونک دی۔

مولانا علی شیر حیدری شہید جیسے یگانۂ روزگار حضرت فاروقی شہیدؒ ہی کی دریافت ہیں' جنہیں آپ نے گویا ان کے گھر سے جا کر اٹھایا اور نہایت اعتماد سے صوبہ سندھ کی صدارت کا تاج ان کے سر پر سجا دیا، نیز سپاہِ صحابہؓ کے آئین میں فوری ترمیم کے ذریعے اپنی نیابت کو باقاعدہ عہدہ اور منصب کا درجہ دیتے ہوئے شعلہ بیان مقرر مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ کو اس پر متمکن کر دیا اور ساتھ ہی حضرت امیر عزیمت شہید کی جامع مسجد کے منبر و محراب سے خطابت کے جوہر دکھانے کا موقع فراہم کیا۔چنانچہ آنے والے وقتوں میں آپ کا تقریباً ہر انتخاب انتخابِ لاجواب ٹھہرا۔

سپاہِ صحابہ کی سرپرستی کا منصب سنبھالنے پر حضرت خواجہ خواجگان کی طرف سے ہدیۂ تبریک

فاروقی شہیدؒ حضرت امیر عزیمت رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد ان کے جانشین قرار پائے تو ملک بھر سے اکابر علماء ومشائخ نے انہیں مبارکباد اور استقامت کی دعاؤں سے نوازا۔ ذیل میں اسی سلسلے کا ایک خط جو حضرت شیخ المشائخ خواجہ خواجگان مولانا خان محمد مدظلہ سجادہ نشین کندیاں شریف نے تحریر فرمایا تھا، پیش کیا جارہا ہے۔

محترم ومکرم جناب مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سلام مسنون کے بعد گذارش ہے کہ مولانا حق نواز مرحوم ومغفور کی المناک شہادت کے بعد آپ کو جو سب سے زیادہ ذمہ داری سونپی گئی ہے، فقیر کی طرف سے مبارکباد قبول فرمائیں۔ فقیر دعا گو ہے کہ مولا پاک آپ کو اس کی اہلیت وقابلیت اور صلاحیت سے سرفراز فرمائے اور ہر قسم کے فتنوں اور ابتلاؤں اور آزمائشوں میں ثابت قدم رکھے اور ہر حال میں اپنی حفاظت ونصرت شامل رکھے۔ مزید برآں اپنے انعامات سے مشرف فرماوے۔ آمین

فقیر خان محمد عفی عنہ

(۱۴رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ)

بشکریہ: ماہنامہ خلافت راشدہ جولائی ۱۹۹۰ء ص ۳۶

پہلی انٹرنیشنل دفاع صحابہؓ کانفرنس کا انعقاد

سپاہ صحابہ کی سرپرستی کا منصب سنبھالنے کے فوراً بعد نائب سرپرست اعلیٰ کا تقرر، اور مرکزی باڈی کی تشکیل جیسے اہم امور ہنگامی بنیادوں پر نمٹانے کے بعد فاروقی شہیدؒ کا اگلا اہم قدم ۱۶ر مارچ کو لاہور میں مینار پاکستان کے زیر سایہ پہلی انٹرنیشنل دفاع صحابہ کانفرنس کا انعقاد تھا۔ جس کا فیصلہ دراصل حضرت امیر عزیمت شہیدؒ کی حیات مستعار میں ہو چکا تھا۔ لیکن انتظامات کے سلسلہ میں ابھی کوئی پیش رفت نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ فاروقی شہیدؒ نے اپنی تمام تر توجہ اس کانفرنس کی طرف مبذول کردی۔ یوں ۱۶ر مارچ کا دن سپاہ صحابہ کی تاریخ میں یادگار دن بن گیا۔ جب سٹیج پر تین ہزار علماء کرام اور ان کے سامنے پنڈال میں کم وبیش دولاکھ انسانوں کا مجمع موجود تھا اور کیفیت یہ تھی کہ جونہی کوئی مقرر خطاب

کے لیے سامنے آتا تو امیر عزیمت شہیدؒ کی داستان حیات کا کوئی لمحہ اور ان کی عظیم قربانی کے موضوع پر کوئی جملہ ابھی نوک زبان پر ہی ہوتا کہ مجمع میں بے اختیار آہیں اور سسکیاں گونج اٹھتیں اور نوجوانوں کے جذبات عروج پر پہنچ جاتے۔ نعرہ ہائے تکبیر و عظمت رسالتؐ و صحابہؓ کی گھن گرج عجیب سماں پیدا کر دیتی۔ پنڈال کے چاروں طرف سپاہ صحابہ کے تقریباً دس ہزار نوجوان انتظامی اور حفاظتی امور سرانجام دے رہے تھے۔ پاکستان کے چاروں صوبوں کے علاوہ شمالی علاقہ جات، گلگت، چترال، سکردو، اور آزاد کشمیر سے سینکڑوں قافلوں نے شرکت کر کے مشن ناموسِ صحابہؓ کو اپنے اپنے علاقوں میں عام کرنے اور ہمہ قسم کی قربانی دینے کا عہد کیا۔

کانفرنس کے مقررین میں مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ کا خطاب مرکزی تھا۔ مولانا ضیاء القاسمیؒ، خطیب حرم کعبہ مولانا محمد مکی، مولانا عبدالحفیظ مکی، مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ، مولانا محمد اجمل خانؒ، مولانا محمد حنیف جالندھری، مولانا عبدالقادر آزاد، مولانا عبدالقادر روپڑی (اہلحدیث)، مولانا محمد اجمل قادری، مولانا امیر حسین گیلانی کے علاوہ پیر محمد کرم شاہ الازہری کے صاحبزادے امین الحسنات شاہ، نیز جھنگ کے سابق ایم پی اے شیخ محمد اقبال، سرگودھا سے سابق ایم این اے ملک محمد اسلم لکھیالا نے بڑی اہم تقاریر کیں۔ علاوہ ازیں جنرل محمد ضیاء الحق شہید کے صاحبزادہ اعجاز الحق اور ان کے ہمراہ جنرل اختر عبدالرحمٰن شہیدؒ کے صاحبزادہ ہمایوں اختر نے بھی خصوصی شرکت کی اور جناب اعجاز الحق نے خطاب بھی کیا۔ امیر عزیمت شہیدؒ کے صاحبزادہ اظہار الحق شہید، (جن کی عمر اس وقت ۱۱ سال تھی) کے خطاب کے دوران بڑے جذباتی مناظر دیکھنے میں آئے۔ ان کی گفتگو اور طرز گفتگو نے دو لاکھ کے مجمع میں کہرام برپا کر دیا۔ نتائج کے اعتبار سے یہ کانفرنس کامیاب ترین تھی۔ نظریاتی حوالے سے کارکنوں کو منظم اور مضبوط ہونے کا درس دے کر تمام مقررین نے بالعموم اور امیر عزیمت شہیدؒ کے جانشین مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ نے بالخصوص کانفرنس کی مقصدیت کو اجاگر کر دیا۔

مرکزی مجلس عاملہ کا پہلا باضابطہ اجلاس اور ملک گیر تنظیمی دورے

۱۹ راپریل ۱۹۹۰ء کو سپاہ صحابہ کے مرکزی ہیڈ کوارٹر جامع مسجد حق نواز شہیدؒ جھنگ صدر میں زیر صدارت نومنتخب سرپرست اعلیٰ سپاہ صحابہ حضرت فاروقی شہید مرکزی مجلس عاملہ کا باضابطہ اجلاس منعقد ہوا، جس میں تنظیمی پالیسی کے بارے میں اہم ترین فیصلے کیے گئے اور مولانا ایثار القاسمی کی بھرپور صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں نائب سرپرست اعلیٰ کے منصب سے نوازے جانے کے فیصلہ کی توثیق کی گئی۔

کچھ روز تک مختلف تنظیمی مسائل اور امور کے علاوہ ملک گیر تنظیم سازی پر غور و خوض کے بعد آپ نکل کھڑے ہوئے۔ اور سرگودھا، سلانوالی، قائد آباد، میانوالی، فاروقہ، راولپنڈی، ایبٹ آباد، بالاکوٹ، میاں چنوں، کبیر والا، کہروڑ پکا اور فیصل آباد میں بہت بڑے بڑے اجتماعات سے خطاب کیا۔ میانچنوں اور کہروڑ پکا میں قائد کا تاریخ ساز استقبال کیا گیا۔ سینکڑوں کی تعداد میں موٹر سائیکلیں، ویگنیں، بسیں، کاریں جلوس میں شریک تھیں۔ لاہور ملتان روڈ پر شاندار استقبال ہوا، اور عوام کے جمِ غفیر کی بناء پر منوں ٹیکسٹائل مل سے میاں چنوں تک چھ میل کا فاصلہ جلوس نے پانچ گھنٹوں میں طے کیا۔ امیرِ عزیمت شہیدؒ کی جدائی کا زخم ابھی تازہ تھا۔ سنی عوام نے ان کے جانشین کے لئے دیدہ و دل فراشِ راہ کر دیے تھے اور ان کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے دنیا اُمڈی پڑی تھی۔ کہروڑ پکا میں بھی بہت بڑا تاریخی استقبال ہوا۔ جلوس نے آٹھ میل کا فاصلہ چھ گھنٹے میں طے کیا۔

ضیاء الحق شہید سٹیڈیم جھنگ میں آل پاکستان دفاعِ صحابہ کانفرنس

۲۷ رمئی ۱۹۹۰ء کو سپاہِ صحابہ کے زیرِ اہتمام عظیم الشان علماء کنونشن اور رات بعد نمازِ عشاء دفاعِ صحابہ کانفرنس کا اہتمام کیا گیا، جس میں پاکستان بھر سے سپاہِ صحابہ کے کارکن بسوں، ویگنوں، موٹر سائیکلوں پر قافلوں کی شکل میں شریک ہوئے۔ ضیاء الحق شہید سٹیڈیم جھنگ کے وسیع و عریض گراؤنڈ کے علاوہ شرکاء جلسہ اردگرد سیڑھیوں اور دیواروں پر بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ محتاط اندازے کے مطابق کانفرنس میں ایک لاکھ سے زائد سپاہِ صحابہ کے کارکن شریک ہوئے۔

مولانا فاروقی شہید رحمہ اللہ نے اپنے خطاب کے دوران سپاہِ صحابہ کا آئندہ لائحہ عمل بیان کیا۔ مولانا فاروقی نے فرمایا سپاہِ صحابہ حادثاتی تخلیق نہیں بلکہ واضح موقف اور نظریہ رکھنے والی جماعت ہے۔ میرا مشن وہی ہے جو میرے قائد حق نواز شہیدؒ تھا۔ ہم اللہ کے فضل و کرم سے جھنگوی شہیدؒ کے خون کا حساب لے کر رہیں گے۔ اگر حکومت نے ہمارے مطالبات منظور نہ کیے تو یکم جولائی سے پنجاب حکومت کے خلاف احتجاجی تحریک شروع کی جائے گی۔

دورۂ آزاد کشمیر

مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی، جنرل سیکرٹری محمد یوسف مجاہد کی معیت میں بذریعہ ہوائی جہاز ۲ رجون کو آزاد کشمیر راولاکوٹ پہنچے۔ ایئرپورٹ پر کشمیری نوجوانوں نے فقید المثال استقبال کیا۔ راولاکوٹ کی عظیم الشان مرکزی جامع مسجد میں بعد ظہر آزاد کشمیر کے ہر ہر شہر سے آئے ہوئے سینکڑوں علماء

اور کارکن جمع تھے۔

مرکزی جنرل سیکرٹری محمد یوسف مجاہد نے سپاہِ صحابہؓ کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی، آپ کے بعد قائد سپاہِ صحابہ نے آزاد کشمیر میں پہلی مرتبہ تنظیم کی تشکیل اور بالخصوص ضلع باغ اور مختلف علاقوں میں شیعہ کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کا ذکر کیا۔ آپ نے علماء اور کارکنوں کے سامنے وہ حالات بیان کیے جن کے مطابق لازمی تھا کہ پورے آزاد کشمیر میں سپاہِ صحابہؓ کی شاخیں قائم کر کے اس عظیم فریضہ کی تکمیل کی جائے۔ چنانچہ سپاہِ صحابہ آزاد کشمیر کی تنظیمی باڈی تشکیل دی گئی۔ اور شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف پلندری اور مولانا عبدالخالق راولاکوٹ کی سرپرستی میں کام کا آغاز ہوا۔

کراچی روانگی

سپاہِ صحابہ کے سرپرست اعلیٰ اور جنرل سیکرٹری ایک خصوصی گاڑی کے ذریعے راولاکوٹ سے راولپنڈی پہنچے اور کراچی کے لئے روانہ ہوگئے۔ کراچی اور ملک کے دگرگوں حالات کے باوجود وزیر آباد، گوجرانوالہ، میاں چنوں، خانیوال، ملتان، بہاولپور اور رحیم یار خان میں سپاہ کے سینکڑوں کارکنوں نے استقبال کیا۔ آپ ۴ر جون کی صبح ۷ بجے کراچی پہنچے۔

صوبہ سندھ کا کنونشن اور جلسہ عام

۴ر جون پروگرام اور اعلانات کے مطابق جامع مسجد معاذ بن جبل گلشن اقبال بعد ظہر صوبہ سندھ کے کارکنوں کا شاندار کنونشن منعقد ہوا۔ کراچی اور حیدرآباد کے انتہائی ناگفتہ بہ حالات کے باوجود سندھ کے تمام علاقوں کے کارکن شریک تھے۔

۴ر جون بعد نماز عشاء اسی جگہ عظیم الشان جلسۂ عام منعقد ہوا۔ شام چھ بجے جیمز ہوٹل میں قائدین نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ جس میں تمام قومی اخبارات کے نمائندے شریک ہوئے۔ ۵ر جون کو قائدین نے کراچی کے علماء اور مدارس عربیہ کے احباب سے ملاقاتیں کیں۔

دورۂ بلوچستان

۶ر جون کو کاروانِ سپاہِ صحابہ کوئٹہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ سپاہِ صحابہؓ کے قائد مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی اور محمد یوسف مجاہد سوا نو بجے کے جہاز سے کراچی سے کوئٹہ روانہ ہوئے۔

کوئٹہ ایئرپورٹ پر سینکڑوں کاروں، ویگنوں، موٹر سائیکلوں پر ہزاروں کارکنوں نے قائدین کا استقبال کیا۔

صوبہ بلوچستان میں ایرانی اثرات اور بعض اہلِ علم طبقوں میں خمینی کی عطا کردہ مراعات کے باعث سپاہِ صحابہ کی مخالفت میں کوئی کسر نہ چھوڑی گئی۔ لیکن بعدظہر کے صوبائی کنونشن اور رات کے جلسہ نے صوبہ میں تنظیم کی ترقی اور فروغ کی راہیں کھول دیں، رات کا جلسہ صادق پارک کے وسیع گراؤنڈ میں تھا، اتنا بڑا جلسہ اس سے پہلے یہاں کسی مذہبی جماعت کا منعقد نہ ہوا تھا۔ مرکزی جنرل سیکرٹری محمد یوسف مجاہد نے جماعت کی تاریخ اور سابقہ کارگزاری پر مشتمل تاریخی خطاب فرمایا۔ بعدازاں قائد سپاہِ صحابہ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی کے خطاب نے سامعین کے قلوب کو مسحور کر دیا۔ ہزاروں انسانوں نے جلسہ ہی میں پرچیوں کے ذریعے جماعت میں شمولیت کا اعلان کر دیا۔

قائد سپاہِ صحابہ نے دوسرے روز کوئٹہ کے تمام علماء اور مدارس میں جا کر ملاقاتیں کیں۔ اور سپاہِ صحابہ کے مشن پر کام کا راستہ ہموار کیا۔

سپاہِ صحابہ پنجاب کا کنونشن اور تنظیم سازی

جانشین امیر عزیمت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ ۱۱ر جون ۱۹۹۰ء کو ملتان پہنچے۔ جہاں انہوں نے دفتر میں منعقدہ صوبائی کنونشن سے خطاب کیا۔ بعدازاں آئندہ تین سال کے لئے صوبائی کابینہ تشکیل دی۔ الیکشن کمشنر کے فرائض مولانا قاری ایثار القاسمی شہیدؒ نائب سرپرست نے سرانجام دیے۔

تاریخی ردّ شیعیت کانفرنس بہاولپور (۲۰ر جون ۹۰ء)

سپاہِ صحابہ ضلع بہاولپور کی طرف سے ۲۰ر جون ۱۹۹۰ء کو تاریخی جامع مسجد الصادق میں ردّ شیعیت کانفرنس کا اعلان کر دیا گیا۔ جس میں حضرت فاروقی شہیدؒ کا خطاب ہونا تھا۔ کانفرنس کے اشتہارات ضلع بھر میں پھیلا دیے گئے۔ جنہیں دیکھتے ہی شیعیت بوکھلا اُٹھی۔ عنوان ہی منفرد تھا جسے ہضم کرنا شیعیت کے بس میں نہ تھا۔ چنانچہ شیعوں اور تحریک جعفریہ کے احتجاج پر ضلعی انتظامیہ نے مولانا فاروقی پر ضلع بندی اور اس حکم کی خلاف ورزی کی صورت میں گرفتاری کے آرڈر جاری کر دیے۔ نیز کانفرنس سے چار روز قبل شہر میں دفعہ ۱۴۴ کا اعلان کر دیا گیا۔ شہر کی ناکہ بندی کرا دی گئی۔ اخبارات میں ڈپٹی کمشنر اور فاروقی شہیدؒ کی بیان بازی کا سلسلہ شروع ہو گیا، دائیں طرف ڈپٹی کمشنر کا بیان ہوتا کہ ”مولانا فاروقی کو بہاولپور میں داخل نہیں ہونے دیا جائے گا“ اس کے بالمقابل اتنے ہی حجم میں فاروقی شہیدؒ کا بیان جاری ہوتا کہ ”میں بہاولپور شہر میں ضرور داخل ہوں گا“۔ کئی دن تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ ویگنوں، بسوں کو چیک کیا جانے لگا۔ ٹرین سے اترنے والے ہر شخص کی شناخت کی جاتی۔ حتیٰ کہ ایئرپورٹ پر پولیس کی

بھاری نفری موجود رہی۔ ۲۰ رجون کو پولیس کی سرگرمیاں ہیجانی کیفیت اختیار کر گئیں۔

انتظامیہ کے دباؤ اور پریشانی نے شہر میں ہیجانی کیفیت پیدا کر دی۔ مولانا فاروقی کون ہے؟ کیا چاہتا ہے؟ ان سخت ترین پہروں کے باوجود وہ آئے گا یا نہیں؟ اس طرح کے بے شمار سوال ہر شہری کی زبان پر تھے۔ سپاہ صحابہ کی تاریخ سے واقف دعویٰ کر رہے تھے کہ وہ ضرور آئے گا۔ نا آشنا اور مخالف دعویدار تھے کہ ایسا کبھی نہیں ہوسکتا۔ اب سلیمانی ٹوپی کے علاوہ کوئی راستہ نہیں۔

۱۹ رجون کو ہر سال کبیر والہ کے فوجی پڑاؤ میں شہداء لیہ کانفرنس منعقد ہوتی ہے۔ مولانا فاروقی یہاں سے فارغ ہوئے تو بہاولپور پہنچنے کے لئے طے شدہ منصوبہ کے مطابق اپنی گاڑی میں بیٹھے اور خانیوال پہنچ کر اتر گئے۔ اب آپ کی سیٹ پر ایک رفیق سفر قاضی خورشید الحسن مرحوم (آف جھاوریاں سرگودھا) کو بٹھا دیا گیا، جو شکل و شباہت اور جثہ کی جسامت میں بھی کسی قدر آپ سے ملتے جلتے تھے۔ فاروقی شہیدؒ رات کے اندھیرے میں پیدل اکیلے ہی ریلوے اسٹیشن کی طرف چل دیے، جبکہ گاڑی (بروایت قاری خالد فاروق جھنگوی) بہاولپور کی طرف فراٹے بھرتی ہوئی شہر میں داخل ہو گئی۔ ابھی سپیدۂ سحر نمودار نہیں ہوا تھا، ناکوں پر پولیس اگرچہ موجود تھی لیکن اس پر نیند کا غلبہ تھا۔ گاڑی کو ایک دو مقام پر روکا بھی گیا، لیکن یہ تسلی کر کے کہ مولانا فاروقی اس میں موجود نہیں ہیں راستہ دے دیا گیا اور گاڑی محفوظ مقام پر پہنچ گئی۔ سپاہ صحابہؓ کے ساتھیوں نے یہ مشہور کر دیا کہ مولانا فاروقی بہاولپور پہنچ چکے ہیں۔ اس افواہ کی بناء پر پولیس تذبذب میں مبتلا ہو کر ریلوے اسٹیشن کی طرف سے غافل ہو گئی اور مولانا فاروقی خانیوال سے ٹرین کے ذریعے بہاولپور میں داخل ہو کر جلسہ گاہ پہنچ گئے۔ کانفرنس کی انتظامیہ نے کمال رازداری کا مظاہرہ کیا۔ بعد نماز عشاء تلاوت کلام مقدس سے جلسہ کا آغاز ہوا۔ جلسہ کی صدارت مولانا محمد عبداللہ خان ضلعی صدر نے کی۔ بریلوی مکتب فکر کے ممتاز عالم دین مولانا غلام عباس نوری (یزمان) اور مولانا شفاعت رسول نوری (ملتان) اور اہل حدیث یوتھ فورس کے مرکزی راہنما مولانا محمود نواز شاہ (یزمان) مولانا غلام مصطفیٰ صدر اسلامی جمہوری اتحاد ضلع بہاولپور، مولانا یار محمد عابد، ڈاکٹر خادم حسین، عزیز الرحمٰن (کوٹ ادو) محمود اقبال، مولانا سلطان محمود ضیاء، طارق افضال چوہدری کے علاوہ دیگر مقررین نے خطاب فرمایا۔ جلسہ گاہ کے باہر ہر طرف پولیس چاق و چوبند حالت میں موجود ہر باشرع آدمی کو اچھی طرح شناخت کے بعد جلسہ گاہ میں جانے دے رہی تھی۔

جانشین امیر عزیمت مؤرخ اسلام، مجاہد ملت ابو ریحان ضیاء الرحمٰن فاروقی سرپرست اعلیٰ سپاہ صحابہ پاکستان تقریباً ۱۱ بجے ہال کمرے سے اچانک سٹیج پر تشریف لائے۔ مجمع حیران تھا اور سول

کپڑوں میں ملبوس مجمع میں موجود پولیس اہلکاروں کے علاوہ گیٹوں اور راستوں پر موجود پولیس اور انتظامیہ کے افسران مضطرب تھے۔ خصوصاً شیعہ ڈی ایس پی وہیں پر ہی پولیس کے گلے پڑ گیا کہ یہ کیسے ہوا؟ پھر اس نے اندر آدمی بھیجے کہ دیکھ آؤ وہی فاروقی ہے یا کوئی اور...... ادھر مجمع نے مولانا فاروقی کو اچانک اپنے درمیان پا کر خوب جذبات کا اظہار کیا اور کئی منٹ تک فضا استقبالیہ نعروں سے گونجتی رہی، مولانا نے بارہ بج کر چالیس منٹ سے لے کر دو بجے تک خطاب فرمایا۔ آپ کے اس تاریخی خطاب کی چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں:

میرے قابل احترام علماء کرام! سپاہ صحابہ کے غیور نوجوانو! دوستو! بہاولپور کے جیالے کارکنو! اس عظیم الشان الصادق مسجد میں سپاہ صحابہ کے اس بے مثال اور عدیم النظیر اجتماع میں میری حاضری ڈرامائی انداز میں ہوئی۔ مجھ سے پہلے میری جماعت سپاہ صحابہ پنجاب کے صدر مولانا سلطان محمود ضیاء صاحب میرے داخلے کی پابندی ہٹانے کا مطالبہ کر رہے تھے۔ میں ان کی معلومات میں اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ میں جب داخل ہو گیا تو پابندی اٹھ گئی۔

میں اگر لودھراں کے اسٹیشن پر کھڑا ہوں تو آپ یہ مطالبہ کر سکتے ہیں کہ پابندی ہٹاؤ انہوں نے آنا ہے۔ لیکن جب میں آ گیا تو پابندی اٹھ گئی۔ جس آدمی کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اعتراض ہو کہ ابوبکر پہلا خلیفہ نہیں بننا چاہئے تھا۔ تو وہ کہہ سکتا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلا خلیفہ نہیں ہونا چاہئے تھا۔ یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ نہیں ہوا۔ اس لئے کہ وہ پہلا خلیفہ بن چکا ہے۔ اب جس کو تکلیف ہے تو سر میں خاک ڈالے۔ وہ چیختا رہے، وہ روتا رہے کیونکہ خلافت واقع ہو چکی ہے۔ جب خلافت وقوع پذیر ہو گئی ہے، اب جس کو تکلیف ہے وہ اس وقوع پذیر ہونے پر چیخے، روئے، چلائے لیکن یہ نہیں کہہ سکتا کہ خلیفہ ابوبکر نہیں تھا۔ میرے آنے پر جس کو تکلیف ہے وہ رو سکتا ہے۔ چیخ سکتا ہے۔ وہ ماتم کر سکتا ہے۔ وہ اشک بہا سکتا ہے۔ وہ پٹی اتروا سکتا ہے۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ داخلہ بند ہے اس لئے کہ داخلہ کھل چکا ہے۔

ڈی آئی جی صاحب! تم نے مجھ پر پابندی لگا کر میرے یہاں آنے کو یقینی بنا دیا ہے۔ تجھے نہیں پتہ ہماری تاریخ کا، تمہیں نہیں پتہ میرے قائد نے یہاں پابندیاں توڑی تھیں۔ میں پابندی نہ توڑ۔۔ تو جانشین کیسے ہوتا؟؟

ڈی سی صاحب! ہمارا راستہ نہ روکو، ہماری لڑائی تم سے نہیں ہے، رکاوٹ بنو گے تو ٹھوکر مار یں گے۔ ڈپٹی کمشنر کی کیا بات ہے۔ میرے راستے میں پاکستان کا صدر، وزیر اعظم، وزیر اعلیٰ رکاوٹ بنے گا تو میں اس کو بھی اپنے پاؤں کے ٹھڈوں سے علیحدہ کر کے اپنا جہاد اس بدمعاش سے جاری رکھوں گا۔ جو بدمعاش میرے قائد کا قاتل ہے۔ میری اس سے لڑائی رہے گی۔ میرا راستہ روکو گے میں تم سے ٹکراؤں گا۔ میں تم سے بھڑوں گا، فوج آئے گی تب بھی ٹکراؤں گا۔ پولیس آئے گی تب بھی ٹکراؤں گا، میرا راستہ روکو گے میں قتل ہو سکتا ہوں۔ میں تختہ دار پر چڑھ سکتا ہوں۔ جس جگہ میرا قائد مجھے کھڑا کر چکا ہے، میں ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ بہاولپور کی سرزمین کا یہ میرا غریب کارکن، آج میں نہ آ سکتا تو یہ کیا کہتا؟ یہ کہتا کہ حق نواز پابندی توڑتا تھا، اس کی جگہ پہ آنے والا نہیں توڑ سکتا۔ تمہیں نہیں پتہ میرے کارکن! میں جان ہتھیلی پر لے کے پھر رہا ہوں۔ میں اس لیے پھر رہا ہوں کہ میری جان حق نواز سے قیمتی نہیں ہے۔ میں نے اپنی والدہ سے کہہ دیا ہے کہ میں مر جاؤں تو مجھے حق نوازؒ کے قدموں میں دفن کرنا"۔

خطاب ٹھیک دو بجے شب ختم ہوا تو طے شدہ منصوبہ کے مطابق اچانک ہی بتیاں گل کر دی گئیں، اور مولانا فاروقی ہجوم میں شامل ہو کر پولیس کو جُل دینے میں کامیاب ہو گئے۔ مولانا ضلع میں کیسے آئے؟ مسجد میں کیسے آئے اور کیسے گئے؟ یہ ایک ایسا معمہ ہے کہ جس کا پولیس اور عام لوگوں کو تو کیا معلوم ہوتا خود سپاہِ صحابہ کے سرکردہ افراد کو بھی علم نہیں تھا۔ کیونکہ مولانا کی آمد اور روانگی کے انتظامات ایک خصوصی سیل کے ذمے تھے۔ جس نے الحمدللہ احسن طریقے سے اپنے فرائض نبھائے۔

لیکن روزنامہ نوائے وقت کی ۲۳ر جون ۱۹۹۰ء کی خبر کہ مولانا مسجد کے ہال سے رسے کی ڈوری کے ذریعے نیچے اترے، انتہائی مضحکہ خیز اور غلط ہے۔ کیونکہ ہال کا پچھلی طرف سے کوئی دروازہ نہیں۔ مسجد چاروں طرف سے پولیس کے گھیرے میں تھی۔

احتجاجی تحریک

امیرِ عزیمت شہیدؒ کی شہادت کے بعد سے سپاہِ صحابہ پر ہونے والے مظالم میں سرکاری سطح پر اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا جنہیں بند کرانے کے لئے ٹھوس حکمت عملی اختیار کرنے کی ضرورت تھی۔ لہٰذا ۲۴ر جون ۱۹۹۰ء بروز اتوار ملتان میں سپاہِ صحابہ کی مرکزی شوریٰ کا اجلاس ہوا جس میں مولانا حق نواز شہیدؒ کے قتل کی سازش بے نقاب کرنے، صوبہ پنجاب بالخصوص جھنگ میں سپاہِ صحابہ کے ہزاروں

کارکنوں پر بے بنیاد مقدمات کے خاتمے، گرفتار کارکنوں کی رہنمائی، دشمنانِ صحابہؓ کے غلیظ لٹریچر کے خلاف مؤثر لائحہ عمل اختیار کرنے اور ۲۳/مارچ کو جھنگ میں ہونے والے بم دھماکہ کے باقی ماندہ ملزمان (یادرہے کہ اس بم دھماکہ میں ۳ مسلم نوجوان شہید اور ۳۰ نوجوان شدید زخمی ہو گئے تھے) کی گرفتاری کے لئے جدوجہد جیسے اہم امور زیر بحث آئے اور حکومت پنجاب کے خلاف یکم جولائی سے احتجاجی تحریک چلانے کا فیصلہ ہوا۔ اس تحریک کی کارکردگی اور کامیابی کی تفصیلات مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ کے حالات میں بیان ہو چکی ہے۔

مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ کی مسند پر مولانا محمد اعظم طارق کی تقرری

ابھی امیر عزیمت مولانا حق نواز شہیدؒ کی شہادت کو ایک برس بھی نہ گزرا تھا کہ ۱۰/جنوری ۱۹۹۱ء کے دن مولانا ایثار القاسمی کو بھی شہید کر دیا گیا۔

مولانا ایثار القاسمیؒ کی شہادت سے جہاں جھنگوی شہیدؒ کی مسجد کے منبر و محراب ایک مرتبہ پھر خالی ہو گئے تھے، ایک گونجتی گرجتی صدائے حق جو بالکل صدائے حق نواز سے مشابہ تھی معدوم کر دی گئی تھی۔ سپاہ صحابہ کے نائب سرپرست اعلیٰ کا منصب اجڑ گیا تھا اور اہل جھنگ کی پاکستان قومی اسمبلی میں نمائندگی ختم ہو گئی تھی۔ وہاں درحقیقت جھنگ شہر کا امن و امان بھی نذر آتش کر دیا گیا تھا۔ ایک شخص کے قتل سے گویا نظام گلشن درہم برہم ہو گیا تھا۔ یہ اتنا بڑا خلا تھا جسے پر کرنا کارے دارد تھا۔ ۱۱/جنوری کو مولانا ایثار القاسمی کی تدفین ہوئی۔ ۱۸ جنوری جامع مسجد حق نواز شہیدؒ میں جمعۃ المبارک کے بہت بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے جھنگ کے غمزدہ لوگوں اور سپاہ صحابہ کے ملک بھر سے آئے ہوئے کارکنوں کو دلاسہ دیتے ہوئے فاروقی شہیدؒ نے کہا:

> "میرے جھنگ کے غیور سنیو! روؤ مت، دشمن نے مارا ہے، دشمن مار گیا ہے۔ کیوں روتے ہو انتقام لیں گے۔ دھاڑیں نہیں مارنی، سینے نہیں پیٹنے، منہ نہیں چھپانا، گھر نہیں جانا، میرا واسطہ اس قافلے سے ہے کہ جس قافلے میں پرچم جعفر طیار نے پکڑا تھا۔ وہ شہید ہوا تو عبداللہ بن رواحہ نے پکڑا تھا وہ شہید ہوا تو زید ابن حارثہ نے پکڑا تھا۔ وہ شہید ہوا تو پرچم خالد بن ولیدؓ نے پکڑا تو جب خالد بن ولیدؓ نے پرچم پکڑا صفیں الٹ دی تھیں۔ دشمن کو زیر زبر کر دیا تھا۔ اگر ایک جرنیل گیا تو دوسرا آیا، دوسرا گیا تو تیسرا آیا، تیسرا جائے گا چوتھا آئے گا، چوتھا جائے گا پانچواں آئیگا، پانچواں جائے گا چھٹا

آئے گا ایک ایسا جرنیل ضرور آئے گا جو کفر کی صفیں الٹ دے گا دشمن کو زیروزبر کر چھوڑے گا......

اور شیعو! یادرکھو تم کہتے ہو حق نواز کا مصلیٰ خالی ہو گیا ہم اس مصلے پر ایک ایسے شخص کو لائیں گے جو تمہارے حلق میں نشتر بن کے پھر کھٹکے گا۔ اس کا اعلان میں ۲۰ تاریخ کو کروں گا۔ جو شخص اس مصلیٰ پر ہم لا رہے ہیں، اس کا اعلان ۲۰ تاریخ کو پنڈی میں مجلس شوریٰ کے اجلاس میں ہوگا کہ حق نواز کے مصلّی پر کون آئے گا اور یہ بات یادرکھو ایثار القاسمی کے کام کو جان ہتھیلی پہ رکھ کے وہ ایسے آگے بڑھے گا کہ تمہاری نیندیں اڑا دے گا۔

چنانچہ ۲۰ رجنوری کو فاروقی شہیدؒ نے اپنا وعدہ ایفاء کر دکھایا۔ جامعہ فرقانیہ کوہاٹی بازار راولپنڈی میں منعقد ہونے والی مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاس میں معلوم ہوا کہ فاروقی شہیدؒ کی عقابی نظریں مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ کی مسند پر لانے کے لئے دو قابل فخر جوانوں پر تھیں۔ شیر سندھ مولانا علی شیر حیدری اور مرد آہن مولانا محمد اعظم طارقؒ۔ چنانچہ رائے شماری کے ذریعے مولانا محمد اعظم طارق ہی قاسمی شہیدؒ کی جانشینی اور مرکزی سرپرست اعلیٰ کی نیابت کے منصب پر فائز ہوئے۔ آج اپنے پرائے، دوست دشمن سب کے سب فاروقی شہیدؒ کے انتخاب کو انتخاب لاجواب قرار دیتے ہیں۔ جرنیل سپاہ صحابہ مولانا اعظم طارق کی بے مثال کارکردگی اور دشمنانِ اصحابِ پیغمبر کے خلاف قانونی جہد مسلسل تاریخ سپاہ صحابہ کا زریں باب ہے۔

سپاہِ صحابہ بنگلہ دیش کا قیام

سپاہِ صحابہ کے سربراہ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی ماہِ فروری ۱۹۹۱ء کے وسطِ آخر میں بنگلہ دیش کے دورہ پر تشریف لے گئے۔ جہاں ان کی نگرانی اور صدارت میں ۲۱ رفروری کو جامعہ مدنیہ قاضی بازار سلہٹ میں بنگلہ دیش کے علماء اور معززین کا اہم اجلاس ہوا، جس میں سپاہِ صحابہ بنگلہ دیش کا قیام عمل میں لایا گیا۔ بنگلہ کے جید علماء اور شیوخ الحدیث نے سپاہِ صحابہ کی سرپرستی قبول فرمائی اور جھنگوی شہیدؒ کے مشن کی ہر ممکنہ نشر واشاعت کا عزم کیا۔

عظمتِ صحابہ کانفرنس علی پور مظفر گڑھ کا انعقاد

سپاہِ صحابہ پاکستان کے زیر انتظام علی پور مظفر گڑھ میں عظمتِ صحابہ کانفرنس ۲۳ راپریل

۱۹۹۱ء کو بعد نمازِ عشاء کالج گراؤنڈ میں تاریخی نوعیت کی ہوئی۔ کانفرنس نہایت تزک واحتشام سے منعقد ہوئی۔ جس میں محتاط اندازے کے مطابق سپاہِ صحابہ پاکستان صادق آباد، رحیم یار خان، لیہ، جلال پور پیروالا، ملتان اور بہاولپور کے کارکنوں کی کثیر تعداد نے قافلوں کی شکل میں شرکت کی۔ اس کانفرنس کے انعقاد سے بانی وسرپرست اعلیٰ امیر عزیمت، شہید ناموسِ صحابہ علامہ حق نواز جھنگوی رحمہ اللہ کی دیرینہ خواہش پوری ہوئی۔ کانفرنس کی خاص بات یہ تھی کہ علاقہ کے تخریب کار دہشت گرد شیعہ جاگیرداروں نے دھمکی دے رکھی تھی کہ اگر جانشین جھنگوی، سرپرست اعلیٰ سپاہِ صحابہ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی نے اس کانفرنس میں شرکت کی تو ان کی لاش ہی مظفر گڑھ سے جائے گی۔ ان کا یہاں سے زندہ نکل جانا مشکل کر دیا جائے گا۔ لیکن قدرتِ خداوندی دیکھئے کہ یہ کانفرنس توقع سے کہیں زیادہ کامیاب ہوئی اور قائدِ سپاہِ صحابہ نے دو گھنٹے تک اپنی پہلی تقریروں سے ہٹ کر منفرد انداز میں مفصل خطاب فرمایا۔ انہوں نے خالص قرآنی انداز میں سپاہِ صحابہ کا موقف پیش کیا۔ تقریباً ایک صد کے قریب اہل سنت کے بریلوی، دیوبندی، اہلحدیث مکتبِ فکر کے علماء کرام نے شرکت کی اور کئی ایک نے خطاب بھی فرمایا۔

علی پور مظفر گڑھ میں مذہبی تاریخ میں ایسا اجتماع اس سے پہلے کبھی دیکھنے سننے میں نہیں آیا۔ قافلوں کے قافلے جلوسوں کی شکل میں ابرِ رحمت بن کر گورنمنٹ ڈگری کالج کے وسیع گراؤنڈ میں پہنچے تھے۔ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ جیسے آج پورے علاقے کی سنی قوم یہاں اُمڈ آئی ہے۔ احراری بزرگوں کا کہنا ہے کہ علی پور کی تاریخ میں ایسے عظیم جلسہ نے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ کی یاد تازہ کر دی ہے۔

آخر میں قائد سپاہِ صحابہ نے آئندہ بلدیاتی انتخابات میں سپاہِ صحابہ کی طرف سے شیعہ سنی بنیاد پر پورے ملک میں کارکنوں کو حصہ لینے کا اعلان کیا اور اسلام آباد میں ۲/جون ۱۹۹۱ء کو انٹرنیشنل کانفرنس میں شمولیت کی دعوت دی۔

دوسری انٹرنیشنل دفاعِ صحابہؓ وحق نواز شہید کانفرنس اسلام آباد

۴/مئی ۱۹۹۱ء کو سپاہِ صحابہ راولپنڈی کے کارکنان جامعہ فرقانیہ میں جمع ہوئے اور ۲/جون کی کانفرنس کے انتظامات کو حتمی شکل دی گئی۔ اس معرکۃ الآراء اور نتیجہ خیز کانفرنس کے انتظامات کی کارروائی رپورٹ جرنیل سپاہِ صحابہ مولانا محمد اعظم طارق شہید کے قلم سے ملاحظہ ہو:

""کانفرنس کے انتظامات کے لئے الگ الگ کمیٹیاں تشکیل دی گئیں اور ہزارہ کے علاقہ راولپنڈی کے گردونواح کے قریبی پروگرام منعقد کرنے کے فیصلے ہوئے۔ شہر میں وال چاکنگ کے لئے

گروپ تشکیل دیے گئے۔ اخبارات کے صحافیوں سے رابطہ پیدا کر کے کانفرنس کے اغراض ومقاصد کو اُجاگر کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ کانفرنس کے مہمانِ خصوصی اور علماء ومشائخ کے پاس دعوت نامے لے کر جانے والے افراد مقرر کیے گئے۔ ممبرانِ قومی اسمبلی و وفاقی سیکرٹریز سے ملنے والے جماعت کے ذمہ داران کا تعین کیا گیا۔

حکومت کی طرف سے پیدا کردہ مشکلات اور کانفرنس کی راہ میں روڑے اٹکانے کے اقدامات کا جائزہ لے کر یہ طے پایا کہ حکامِ بالا کو اس بات سے آگاہ کر دیا جائے کہ سپاہِ صحابہ ہر حالت میں ۲/جون کو اسلام آباد میں کانفرنس کا انعقاد عمل میں لائے گی۔ اگر ریاسی قوت اور جبر کے ذریعے راستہ روکنے کی کوشش کی گئی تو اس کے نتائج خطرناک ہوں گے۔ کیونکہ یہ بات ہمارے لئے ناقابلِ برداشت ہوگی کہ اسلام آباد میں دشمنانِ اسلام، گستاخانِ صحابہ اور غیر ملکی ایجنٹ تو سیکرٹریٹ پر قبضہ کر کے حکمرانوں کو بلیک میل کرتے پھریں، تو انہیں کوئی پوچھنے والا نہ ہو اور سپاہِ صحابہ کو پُرامن طور پر کانفرنس منعقد کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ ہم اس بات کی پُرزور تردید کر کے حکومت کو یقین دلانا چاہتے تھے کہ سپاہِ صحابہ کے کوئی خطرناک عزائم نہیں ہیں۔ خفیہ ایجنسیوں میں گھسے ہوئے بعض متعصب لوگ حکومت کو اس کانفرنس کے حوالے سے جو غلط رپورٹس بھیج رہے ہیں ان پر ہرگز اعتماد نہ کیا جائے۔

اس اجلاس میں مندرجہ ذیل فیصلے بھی کیے گئے اور ملکی سیاسی صورت حال اور نئے پیش آمدہ حالات کا جائزہ بھی لیا گیا۔ فیصلہ کیا گیا کہ جھنگ کی جاگیردار سیاستدان بیگم عابدہ حسین کی طرف سے الیکشن ۱۹۹۰ء میں عبرتناک شکست کے بعد سپاہِ صحابہ پر جو الزام تراشی کا سلسلہ شروع ہوا ہے اسے عدالت میں چیلنج کیا جائے۔ بیگم عابدہ حسین پر اس کی طرف سے سپاہِ صحابہ کو ''را'' کی طرف سے مدد ملنے کے بیان پر عدالت میں ایک کروڑ جرمانہ کا دعویٰ دائر کر کے اسے نوٹس بھجوائیں کہ وہ عدالت میں آ کر اپنے دعویٰ کا ثبوت پیش کرے۔ اس فیصلہ کے تحت ۱۵/مئی کو یوسف مجاہد صاحب کی طرف سے دعویٰ دائر کر دیا گیا۔

اس اجلاس میں مولانا سمیع الحق صاحب کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا جنہوں نے ۳۰/مارچ کے روز ۸ جماعتی اتحاد کی تشکیل کے موقع پر ہونے والے اجلاس میں ساجد نقوی کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے انکار کر دیا تھا۔ جبکہ مولانا محمد خان شیرانی، قاضی حسین احمد، مولانا عبدالستار نیازی صاحب نے نماز ادا کر لی تھی۔ نیز ۱۳/مارچ کو صادق گنجی قتل کیس کے فیصلہ پر بھی اظہارِ افسوس کیا گیا۔ جس میں خصوصی عدالت کے جج نے شیخ حق نواز کو سزائے موت اور باقی چھ گرفتار شدگان کو عمر قید کی سزا سنائی تھی۔

CamScanner

اجلاس میں جھنگ پولیس کی طرف سے ۲؍فروری کو جھنگ میں پولیس آپریشن کے نام پر عورتوں پر تشدد اور لوٹ مار کے شرمناک واقعہ پر احتجاج کرنے کے جرم میں ۲۷؍مارچ کو یوسف مجاہد صاحب اور ان کے ساتھیوں کی گرفتاری کے باعث سالانہ امدادی فنڈ سکیم پر مرتب ہونے والے اثرات کا بھی جائزہ لیا گیا اور ۱۴؍فروری کو چیئرمین بلدیہ میونسپل کمیٹی شہداد پور کی طرف سے چھ چوکیوں کے نام صحابہ کرامؓ کے اسماء گرامی سے موسوم کرنے کا خیر مقدم کیا گیا۔

قائد سپاہِ صحابہ نے ۳۱؍جنوری کو بنگلہ دیش کے سات روزہ دورہ کی تفصیلات سے بھی آگاہ کیا۔ اجلاس کے خاتمہ پر تمام عہدیداران و راہنما ایک نئے جذبے سے سرشار ہو کر یہ عزم کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ اب اسلام آباد کی سرزمین پر جھنگوی شہیدؒ کے مشن کا نعرہ بلند کر کے ہی گھروں کو واپس لوٹیں گے۔

یہی وہ جذبۂ صادق تھا کہ جس نے چند دنوں کے اندر اندر انٹرنیشنل حق نواز شہید کانفرنس کے انتظامات، اعلانات، نشر و اشاعت کے کام کو اس سطح پر پہنچا دیا کہ دشمن اور حکمران حیران و پریشان ہو کر رہ گئے۔

میاں شہباز شریف اور وفاقی وزیر داخلہ سے ملاقات

انٹرنیشنل حق نواز شہید کانفرنس کی تیاریاں عروج پر پہنچ چکی تھیں۔ قافلے اپنے اپنے شہروں سے اسلام آباد کی طرف روانہ ہونے کو تھے۔ اسلام آباد میں کانفرنس کے انتظامات کے لئے سامان وغیرہ پہنچا دیا گیا تھا اور کارکن انتظامات کو آخری شکل دینے کو تیار ہی تھے کہ حکومت کی طرف سے کانفرنس کی اعلانیہ اور کھلی مخالفت کی کاروائیاں تیز ہو گئیں۔ راولپنڈی کی دیواروں سے چاکنگ پر چونا پھیرنے، بینر اُتارنے، پرچم کھینچنے اور پوسٹر پھاڑنے کے ساتھ ساتھ اسلام آباد لال کوارٹرز گراؤنڈ میں پولیس کا پہرہ لگا دیا گیا اور اسلام آباد میں ہر قسم کے جلوس کے داخلے پر پابندی عائد کر دی گئی۔

حکومت کے ان اقدامات سے کارکنوں میں سخت اشتعال کا پیدا ہونا قدرتی امر تھا۔ اندیشہ اس بات کا تھا کہ کہیں کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آ جائے۔ چنانچہ چیئرمین سپریم کونسل مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب مدظلہ، قائد سپاہ صحابہ حضرت فاروقی، ولی کامل الشیخ عبدالحفیظ مکی کی تھوڑی سی کوشش سے وفاقی وزیر داخلہ چوہدری شجاعت حسین اور وزیر اعظم میاں نواز شریف کے بھائی میاں شہباز شریف کے ساتھ ملاقات یکم جون سہ پہر کے وقت طے ہوئی۔

وقت مقررہ پر وزیر اعظم ہاؤس (سابقہ سندھ ہاؤس) میں ان ہر دو حضرات سے کئی گھنٹے

CamScanner

مذاکرات کا سلسلہ چلا۔ ان کی طرف سے اولاً تو کانفرنس کا پروگرام ہی منسوخ کرنے کا مطالبہ سامنے آیا اور خرچ اخراجات جو ہو چکے تھے، ان کی ادائیگی حکومت کی طرف سے کرنے کی پیش کش کی گئی لیکن ہماری طرف سے کہا گیا کہ ایسی بات تو آپ سوچیں بھی نہیں۔ پھر کہا گیا کہ آپ لیاقت باغ میں جلسہ کر لیں کیونکہ اسلام آباد میں کسی صورت بھی ہم اجازت دینے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ یہ انٹرنیشنل شہر ہے اور تمام ممالک کے سفارتخانے یہاں ہیں۔ اس لئے ہم کسی صورت یہ رسک نہیں لے سکتے ہیں۔ یہاں آج آپ جلسہ کریں کل کوئی اور گروہ آ جائے۔ ادھر ہمارے وفد کے تمام ارکان بھی ڈٹے ہوئے تھے کہ اب تو یہ کانفرنس نہ صرف طے ہو چکی ہے بلکہ اس کی تمام تیاریاں مکمل ہو گئی ہیں۔ اگر آپ نے پہلے یہ تجاویز پیش کی ہوتیں تو ہم ضرور ہمدردانہ غور کرتے لیکن اب صرف ۱۲ گھنٹے قبل ہمارے لئے یہ پروگرام تبدیل کرنا خود ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ مذاکرات میں کہیں کہیں تلخی بھی ہوئی لیکن مجموعی طور پر خوشگوار ماحول رہا۔

خدا خدا کر کے شام کے وقت کئی شرائط و پابندیوں کے بعد مرکزی لال مسجد کے متصل کانفرنس منعقد کرنے کی اجازت مل گئی۔ اجازت کی خوشی میں تمام ساتھی ایک دوسرے کو مبارک باد دینے لگے۔ تاہم چند نوجوانوں کا اصرار تھا کہ لال کوارٹرز گراؤنڈ میں کانفرنس ہونی چاہئے مگر انہیں سمجھانے میں زیادہ وقت پیش نہ آئی۔

حکومت سے مذاکرات کے بعد صرف ۱۲ گھنٹے قبل مرکزی جامع مسجد لال کے متصل کانفرنس کی اجازت کے باضابطہ مل جانے سے تمام ساتھیوں کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے اور ایک بڑا خطرہ ٹل گیا۔ ورنہ حکومت کی طرف سے دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ اور پابندیوں کے اقدامات کا مقابلہ کرنے کے لئے ہزاروں ساتھیوں کو دوپہر ہی سے اسلام آباد کے مختلف مراکز میں بھیج کر وقت مقررہ پر کانفرنس کی جگہ اکٹھے ہونے کی ہدایت دے کر روانہ کر دیا گیا تھا اور کانفرنس کی اجازت دینے پر حکومت کے مجبور ہو جانے کا ایک بڑا باعث یہ بھی تھا کہ ان کی خفیہ ایجنسیاں انہیں تمام تیاریوں سے آگاہ کر چکی تھیں۔ دیر سے اجازت ملنے پر بھی اطمینان کا سانس لیا گیا اور کارکنوں کو کانفرنس کے انتظامات کرنے کا حکم ملا۔ راتوں رات سینکڑوں کارکنوں نے مرکزی جامع مسجد لال کے سامنے روڈ پر اسٹیج بنانے اور ٹینٹ کھڑا کر کے قناتوں سے مہمانانِ خصوصی کی نشستوں، پریس کی گیلریوں وغیرہ کی سیٹنگ اس انداز میں کر دی کہ صبح جب اعلیٰ حکام نے پورا روڈ بند پایا اور روڈ پر کانفرنس کا سٹیج بنا دیکھا تو ان کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔ کانفرنس کے شرکاء کی تعداد ایک محتاط اندازے کے مطابق ۶۰ سے ۷۰ ہزار کے درمیان تھی۔

اسلام آباد کی سرزمین پر اتنا بڑا اجتماع سپاہِ صحابہ کی عوامی مقبولیت کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

کانفرنس کی دو نشستیں ہوئیں۔ جن میں قائد جمعیت مولانا سمیع الحق صاحب، سینیٹر حافظ حسین احمد، ممبر قومی اسمبلی مولانا علی اکبر مینگل، ممبر قومی اسمبلی عطاء محمد قریشی، سید امیر حسین گیلانی، مولانا علی شیر حیدری، مولانا محمد حنیف جالندھری، مولانا بشیر احمد گولڑوی نے پہلی نشست میں خطاب کیا اس نشست کا آخری خطاب کرنے کی سعادت راقم (مولانا محمد اعظم طارق شہید رحمہ اللہ) کو حاصل ہوئی۔ جبکہ صدارت الشیخ عبدالحفیظ مکی نے کی۔

دوسری نشست جو ظہر سے عصر تک جاری رہی۔ اس میں مولانا محمد ضیاء القاسمی کے علاوہ کئی سیاسی و مذہبی شخصیات کا خطاب ہوا اور آخری معرکۃ الآراء خطاب قائد سپاہِ صحابہ علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ کا تھا۔ بلاشبہ آپ کا خطاب ایک الہامی خطاب تھا۔ اس خطاب کے ایک ایک لفظ پر اسٹیج پر بیٹھے ہوئے سیاستدان اور مذہبی سکالر جھوم جھوم جاتے تھے۔

مولانا فاروقی شہیدؒ کے خطاب کی چند جھلکیاں

"سپاہ صحابہ حکومت سے کوئی بے جا مطالبات نہیں کرنا چاہتی۔ سپاہ صحابہ صرف یہ چاہتی ہے کہ ایران میں چالیس فیصد اہل سنت ہیں، لیکن دس لاکھ کی تہران کی آبادی میں ایک مسجد بنانے کی بھی سنیوں کو اجازت نہیں ہے، ایران میں پونے پانچ کروڑ آبادی ہے جس میں کل آبادی سنیوں کی پونے دو کروڑ ہے۔ پونے دو کروڑ کی مسلمان آبادی یعنی سنی آبادی کے لئے نہ کوئی وزارت ہے، نہ سفارت ہے، نہ کوئی ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کا عہدہ ہے، پارلیمنٹ کی ممبری بھی نہیں، حتیٰ کہ بلدیاتی ادارے کا کوئی ممبر اور چیئرمین بھی پورے ایران میں سنی نہیں بن سکتا۔

میرے بھائیو! ایران کے دستور کی شق نمبر ۱۲ میں درج ہے کہ ایران کا صدر، وزیراعظم، وزراء، سفراء اور ہائی کورٹ کے جج شیعہ اثناء عشری ہوں گے۔ اگر ایران کے دستور میں یہ بات شامل ہو سکتی ہے تو پاکستان کے دستور میں یہ بات شامل نہیں ہو سکتی؟ جبکہ یہ ملک اسلام کی بنیاد پر بنا ہے، اسلام کے نظریے پر بنا ہے، اس پاکستان کے لئے صرف اسلام نافذ کرنے کے لئے لاکھوں انسان جانیں دے چکے ہیں۔ تینتالیس (۴۳) سال ہو چکے اس ملک کو قائم ہوئے اسلام کے نام پر بنے۔ ۵۶ء کا دستور بنا، نام اسلام کا لیا گیا...... اسلام نہیں آیا۔ ۶۲ء کا دستور بنا، نام اسلام کا لیا...... اسلام نہیں آیا۔ ۷۳ء کا آئین بنا،

CamScanner

پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام قرار پایا......اسلام نہیں آیا۔جنرل ضیاء الحق اس ملک کے اقتدار پہ آئے، زکوٰۃ آرڈیننس جاری کیا گیا، صلوٰۃ آرڈیننس جاری کیا گیا، لیکن اسلام اس ملک میں نہیں آیا۔نواز شریف آئے، شریعت بل کی بنیاد پر آئے، پانچ مہینے ہو گئے شریعت کو چاہنے کے باوجود، نماز پڑھنے کے باوجود اسلام نہیں آیا۔

میں سوال کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام چاہتے ہو، اسلام نہیں آتا۔اسلام مانتے ہو، اسلام نہیں آتا۔اسلام بلاتے ہو، اسلام نہیں آتا۔اسلام کے لئے حکومت لیتے ہو، اسلام نہیں آتا۔ تحریکیں چلاتے ہو، اسلام نہیں آتا۔اس لئے نہیں آتا......کہ آئین ۵۶ء کا بنایا، دستور میں اسلام لکھا اور دستور فرانس سے مانگا۔۶۲ء کا دستور بنایا، دستور میں اسلام لکھا اور جائزہ برطانیہ سے مانگا۔۷۳ء کا آئین بنایا، آئین میں اسلام لکھا اور دستور امریکہ سے مانگا۔

سپاہ صحابہ کہتی ہے کہ اسلام کی بات کرتے ہو تو تم فرانس کے پاس نہ جاؤ تم روس کے پاس نہ جاؤ، تم امریکہ کے پاس نہ جاؤ، برطانیہ میں نہ جاؤ......اسلام کا نام لو اور اسلام صدیقؓ سے مانگو، اسلام عمرؓ سے مانگو، اسلام عثمانؓ سے مانگو، اسلام علیؓ سے مانگو، اسلام معاویہؓ سے مانگو......!! تم فرانس کی پارلیمانی جمہوریت کیلئے اور امریکہ کے ابراہام لنکن کی مغربی جمہوریت کے قانون بناتے ہو۔تم دوسروں کے گھروں کے بجھے ہوئے چراغ سے روشنی لیتے ہو، تمہیں خلافت راشدہ کا چڑھتا ہوا سورج نظر کیوں نہیں آتا؟

میرے بھائیو! پاکستان کے مولویو! چوہدریو، بریلویو، دیوبندیو اور میں صرف نواز شریف سے نہیں یہ انٹرنیشنل کانفرنس ہے۔میں تینتالیس اسلامی ملکوں کے سربراہوں سے کہتا ہوں کہ بات قرآن کی کرتے ہو، قرآن نافذ کیوں نہیں ہوتا اس لئے کہ قرآن کی بات کر کے تم صدیقؓ کے دروازے پر نہیں جاتے۔قرآن کی بات کر کے تم عمرؓ کے دروازے پر نہیں جاتے۔قرآن کی بات کر کے تم عثمانؓ کے دروازے پر نہیں جاتے۔سپاہ صحابہ کہتی ہے کہ قرآن کی بالادستی مانتے ہو، قرآن کو سپریم لاء تسلیم کرتے ہو تو پھر اس قرآن کو جس صدیق نے سب سے پہلے اس زمین کے سینے پہ نافذ کیا تھا......اس صدیق سے پوچھو کہ اسلام تو کیسے لایا تھا؟ عمرؓ سے پوچھو تم نے بائیس لاکھ مربع میل پہ اسلام کیسے نافذ کیا تھا؟ قیصرو کسریٰ کے ٹکڑے کیسے کیے تھے؟ انطاکیہ فتح کیسے کیا تھا؟......عثمانؓ سے پوچھو کہ تم نے چوالیس لاکھ مربع میل پہ کیسے فتح کیا تھا؟......معاویہؓ سے پوچھو کہ تیری فوجیں شام سے

چلی تھیں، درۂ خیبر پر پہنچی تھیں، روس اور افغانستان کو فتح کر کے پشاور میں کیسے پہنچی تھیں؟

سپاہ صحابہ شیعوں کو کافر کیوں کہتی ہے؟ اس لئے کہ عیسائی صدیقؓ کے دروازے پہ جانے سے نہیں روکتا۔ یہودی نہیں روکتا، سکھ نہیں روکتا، ایڈورڈ گبن کہتا ہے عمرؓ کا نظام لاؤ، شاستری کہتا تھا کہ عمرؓ کا نظام لاؤ، برناڈ شاہ کہتا تھا عمرؓ کا نظام لاؤ، لارڈ میکالے نے کہا تھا کہ عمرؓ کا نظام بہت اچھا ہے۔ عیسائی، یہودی اور سکھ عمرؓ کے نظام کی بات کرتے ہیں اور شیعہ کہتا ہے کہ جس ابوبکرؓ نے، جس عمرؓ نے محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لانے کے بعد، محمد ﷺ کے اسلام کو زمین پر نافذ کیا تھا، وہ صدیقؓ کافر تھا، وہ عمرؓ تو کافر تھا، وہ عثمانؓ تو کافر تھا (نعوذ باللہ)۔

لوگ کہتے ہیں تم کافر کافر عیسائی کافر کیوں نہیں کہتے؟ کافر کافر یہودی کافر کیوں نہیں کہتے؟ کافر کافر سکھ کافر کیوں نہیں کہتے؟ اس لئے نہیں کہتا کہ کبھی عیسائی نے اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہا، کبھی یہودی نے اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہا، کبھی سکھ نے اپنے آپ کو اسلام کا علمبردار نہیں کہا، ہاں! عیسائی اپنے آپ کو مسلمان کہتا اور عیسائیت پھیلاتا تو ہم اس کے خلاف جہاد کرتے، یہودی اپنے آپ کو مسلمان کہتا اور یہودیت پھیلاتا ہم اس کے خلاف بھی جہاد کرتے۔

۱۱ر فروری ۱۹۷۹ء کو خمینی کے انقلاب کے بعد خود خمینی نے کہا کہ میں اسلام کا علمبردار ہوں۔ جبکہ اسلام وہ ہے جو صدیق سے آیا ہے، عمرؓ سے آیا ہے، عثمانؓ سے آیا ہے۔ لیکن خمینی نے اپنے آپ کو اسلام کا علمبردار کہنے کے بعد کہا کہ ابوبکرؓ تو کافر تھا، عمرؓ تو کافر تھا، عثمانؓ تو کافر تھا، معاویہؓ تو کافر تھا عائشہؓ تو کافر تھی...... نعوذ باللہ! جس وقت خمینی نے یہ کفر بکا تو مجھ پر فرض ہے کہ میری منزل اسلام ہے، میری منزل مدینہ ہے، میری منزل کعبہ ہے، میری منزل صدیقؓ ہے۔ لیکن صدیقؓ کے راستے میں جو رکاوٹ ہے اسے ٹھوکر سے اڑا دوں جو رکاوٹ ہے اسے توڑ ڈالوں۔ یہ رکاوٹ توڑنے کے لئے ہتھکڑی پہننا پڑتی ہے پہن لونگا، تختہ دار پر چھڑنا پڑتا ہے چڑھ جاؤں گا۔ حق نواز مدینے کی طرف چلا تھا، صدیقؓ کی طرف چلا تھا، اس نے دیکھا کہ رکاوٹ خمینی ہے، وہ ٹکرا گیا، اس نے دیکھا رکاوٹ شیعہ ہے وہ ٹکرا گیا، شہید ہوگیا، ایثار القاسمی آیا وہ بھی شہید ہوگیا، آج ضیاء الرحمٰن فاروقی اسی جگہ پر کھڑا ہے جہاں حق نواز نے کھڑا کیا تھا بلکہ وہ منزل عبور کر کے کچھ آگے چلا ہے، اسی قائد کے خون کی برکت سے چلا ہے، رکاوٹ دور ہوتی چلی جا رہی ہے۔

CamScanner

مسلمانو تم نے دیکھا نہیں؟ میرا قائد زندگی میں اسلام آباد میں داخل نہیں ہو سکتا تھا، آج ہم پاکستان کے دل میں کھڑے ہو کر ایران کے سینے پہ مونگ دل رہے ہیں۔

میرے بھائیو! ایران میں چالیس فیصد سنی ہے، لیکن ان کے لئے کوئی حق نہیں، کوئی رعایت نہیں اور پاکستان کا ڈھائی فیصد شیعہ ہر گلی میں امام باڑہ مانگے، ہر بستی میں ایمان بگاڑہ مانگے، ہر شہر میں نمائندگی مانگے۔ شیعو! یہ ملک تمہارے باپ کا نہیں ہے۔

آج یہ میرے سامنے بیس ملکوں کے نمائندے ہیں، بیس ملکوں کے ذرائع ابلاغ کے نمائندے نوٹ کر لیں، میں ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ پاکستان سنی اکثریت کا ملک ہے اور یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ خمینی کا محمدؐ کے اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

امریکہ کے جارج بش، فرانس کے صدر، انڈیا کے چندر شیکر اور پوری دنیا کے غیر مسلم حکمرانو! خمینی بھی تمہاری طرح کافر تھا، ہم جارج بش کے خلاف جلسہ نہیں کرتے، گورباچوف کے خلاف نہیں کرتے، اس لئے کہ وہ کافر ہیں منافق نہیں، خمینی کا جانشین خامنہ ای اعلان کر دے کہ ہمارا انقلاب شیعہ کا انقلاب ہے، تو ہم سمجھ لیں گے کہ جس طرح ۱۹۱۷ء میں روس میں کیمونسٹ انقلاب آیا تھا اسی طرح کا یہ ایک شیعہ انقلاب ہے، چلو شیعہ انقلاب بھی آ سکتا ہے کیمونسٹ انقلاب بھی آ سکتا ہے۔

لیکن اگر ایرانیو! شیعو! تم ایرانی انقلاب کو اسلام کا انقلاب کہو گے تو ہم تمہارے ساتھ ٹکرائیں گے۔ اسلام آباد کے افسرو! یہ میرے ہاتھ میں خمینی کی لکھی ہوئی کتاب ہے۔ بی بی سی کے نمائندو! وائس آف جرمنی کے نمائندو! امریکن ٹیلی ویژن کے نمائندو! آؤ دیکھو! یہ میرے ہاتھ میں خمینی کی کتاب ہے "کشف اسرار" کتاب کا نام ہے اس کتاب کے ۱۱۹ صفحے پر خمینی نے ایک کفر بکا ہے۔ جس کفر کی وجہ سے خمینی کا پوری دنیائے اسلام سے تعلق کٹ چکا ہے، تم ایران کو اسلام کی صف میں شامل کرو گے تو ہم تمہیں بھی دجال اور منافق کہیں گے، اس کتاب میں خمینی نے کہا کہ عمرؓ اصلی کافر اور زندیق تھا...... (نعوذ باللہ)

فاروق اعظم کو کافر لکھ کر خمینی مسلمان قرار پا سکتا ہے؟

اسلامی اتحاد کے سربراہو شیعہ اور خمینی سے ہماری جائداد کی جنگ نہیں ہے، خمینی نے عمرؓ کو کافر لکھا ہے، اس لئے اس کو کافر کہنا میرا مذہبی فرض ہے۔ کیونکہ خمینی کے پاس ریڈیو ہے، ٹیلی

ویژن ہے، اخبارات ہیں، ہمارے پاس یہ وسائل نہیں ہیں تو ہم نے ان وسائل کا توڑ یہ کیا ہے کہ چوکوں پر ان کو کافر کہو۔

وزیر اعظم نواز شریف اور صدر اسحاق! میں تمہیں اتنے بڑے لاکھوں کے اجتماع میں پیشکش کرتا ہوں کہ ہمیں ٹیلی ویژن اور ریڈیو سے اس کفر کا اعلان کرنے دو، ہم کافر کافر کا نعرہ چھوڑ دیں گے، ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر ہمیں بتانے دو کہ خمینی مسلمان نہیں ہے۔ یہ ہمیں دلائل سے بتانے دو کہ ابوبکرؓ کو کافر لکھنے والا خود کافر ہے۔ نواز شریف اگر تمہارے ٹیلی ویژن پر کنجریوں کے انٹرویو آسکتے ہیں تو حق نواز کا پیغام کیوں نہیں آسکتا؟

ایک خوش خبری کی بات بتانا چاہتا ہوں، ایران کا ریڈیو اور ٹیلی ویژن آجکل ہمارے خلاف بڑا پروپیگنڈا کرتا ہے کہ یہ دہشت گرد تنظیم ہے، ضیاء الرحمٰن وہابیوں کا لیڈر ہے، یہ خواہ مخواہ مسلمانوں کو کافر کہتا ہے۔ لیکن ایران کے ریڈیو کے نمائندے اس اجتماع میں موجود ہیں۔ ہمیں معلوم ہو چکا ہے، میں ان نمائندوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ تم پاکستان کو روتے ہو کہ ہمیں یہاں کافر کہا جاتا ہے، ہانگ کانگ کی انگریزی عدالت نے جس کے جج کا نام مسٹر جیمس ہے اس نے شیعہ کے بارے میں فیصلہ دیا ہے کہ شیعہ کا محمدیؐ شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ فیصلہ ایک عیسائی جج نے کیا ہے اور وہ فیصلہ عدالت میں نے منگوالیا ہے اور وہ فیصلہ جلد پاکستان کے ہر ہر شہر میں لاکھوں کی تعداد میں عام کر دیں گے کہ عیسائی کو تو یہ سمجھ آگیا کہ ابوبکرؓ کو کافر کہنے والا محمدی نہیں ہو سکتا، اسلام کے نام پر ملک بنانے والو! تمہیں یہ سمجھ کیوں نہیں آتی؟

آخری بات...... شیعو! میں اہل سنت علماء کی موجودگی میں کہتا ہوں کہ سپاہ صحابہ بہت جلد پوری دنیا کے تینتالیس اسلامی ملکوں کے بڑے بڑے جید علماء پر مشتمل ایک بین الاقوامی اجلاس بلوا رہی ہے...... جن علماء کے سامنے شیعہ کا کفر پیش کر کے فتویٰ حاصل کیا جائے گا اور جب شیعہ کے کفر کا فتویٰ تینتالیس اسلامی ملکوں کے مفتی دیں گے تو پھر میں دیکھوں گا کہ پاکستان کی حکومت کس طرح شیعہ کو مسلمان کہتی ہے۔

......☆......

سپاہ صحابہ اور تحریک جعفریہ پر پابندی کے لئے وزیر اعظم کا اجلاس

جون ۱۹۹۱ء کو پاکستان میں بڑھتے ہوئے شیعہ سنی اختلافات کے باعث اس وقت کے

CamScanner

وزیراعظم نے فیصلہ کیا کہ اہلسنت کی جماعت ''سپاہ صحابہ'' اور شیعہ کی تنظیم ''تحریک نفاذ فقہ جعفریہ'' پر پابندی لگا دی جائے۔ اس سلسلے میں انہوں نے چاروں صوبوں کے وزراء اعلیٰ، چیف وہوم سیکرٹری صاحبان اور آئی جی حضرات کو اسلام آباد میں طلب کیا۔

اکثریت کی طرف سے پابندی کے فیصلہ کی تائید ہوئی، چند حضرات کی رائے تھی کہ پابندی سے قیادت تو گرفتار ہو جائے گی اور انتہا پسندوں کو مکمل لاقانونیت پھیلانے کا موقع مل جائے گا۔ اس موقع پر پنجاب کے ایک اعلیٰ افسر نے رائے دی کہ پابندی سے پہلے دونوں جماعتوں کو بلا کر ان سے بات کرلی جائے، ایک دوسرے کے اختلافات کی روشنی میں دونوں جماعتوں کو ایک ضابطہ اخلاق کا پابند بنایا جائے، بعد میں جو بھی خلاف ورزی کرے گا اس کے خلاف سخت ایکشن لیا جائے۔ مذکورہ اعلیٰ افسر کی تجویز پر پابندی کا فوری فیصلہ تبدیل کرلیا گیا۔ متذکرہ صدر اعلیٰ سطحی اجلاس میں چار سو (۴۰۰) علماء و مشائخ اور تمام مذہبی دینی جماعتوں کے سربراہ شریک تھے۔ اجلاس میں تحریک جعفریہ کے سربراہ نے خود شرکت کرنے کی بجائے اپنی طرف سے پانچ نمائندے بھیجے۔ جبکہ سپاہ صحابہ کی طرف سے مولانا ابوریحان ضیاء الرحمٰن فاروقی، مولانا محمد ضیاء القاسمی، مولانا اعظم طارق اور مولانا عبدالمجید ہزاروی شریک ہوئے۔ ملکی تاریخ میں پہلی مرتبہ حکومت نے مسئلہ کی سنگینی کا احساس کر کے شیعہ سنی تنازعہ کو ختم کرنے کی سنجیدہ کوشش کا آغاز کیا۔

وزیراعظم کے حکم سے فرقہ واریت کے خاتمہ کی کمیٹی کی تشکیل

حکومت پاکستان ایک عرصہ سے اس بات پر کبیدہ خاطر تھی کہ سپاہ صحابہ آئے دن شیعہ کے کفر اور صحابہ دشمنوں کے خلاف اپنے موقف کو بڑی وضاحت کے ساتھ جلسوں میں بیان کررہی ہے۔ اس جماعت کے اجتماعات کی مقبولیت اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ ملک کی کوئی بھی جماعت اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی تھی۔ قائدین سپاہ صحابہ کے دورے اور دن رات کی محنت و کاوش نے مولانا حق نواز کی شہادت کے بعد صرف دو سال کے عرصہ میں جماعت کو ملک کے ہر گھر اور ہر شہر تک پہنچا دیا۔ حکومتی رپورٹوں کے مطابق یہ جماعت ہر سیاسی اور مذہبی جماعت کے لئے خطرہ بن گئی تھی۔ ادھر ایرانی حکومت کے بار بار احتجاج نے حکومت کو مجبور کردیا کہ وہ سپاہ صحابہ کی سرگرمیوں کا نوٹس لے۔ کئی ایجنٹوں نے سپاہ صحابہ پر پابندی لگانے کی تجویز پیش کی۔ اس کے لئے چاروں وزراء اعلیٰ کا اجلاس بلایا گیا۔ پابندی کی بجائے وزیراعظم پاکستان نے ۲۸ ستمبر ۱۹۹۱ء کو گورنر ہاؤس لاہور میں ملک بھر کی تمام

CamScanner

مذہبی جماعتوں کا اجلاس طلب کیا۔ اجلاس کا ایجنڈا یہ تھا کہ ملک میں شیعہ سنی تنازعہ کیسے ختم ہو؟ فرقہ واریت کے خاتمے کے لئے کیا لائحہ عمل اختیار کیا جائے؟ شیعہ کو کافر کیوں کہا جاتا ہے سپاہ صحابہ سے اس بات کی وضاحت طلب کی جائے کہ وہ کھلے عام شیعہ کو کافر کیوں کہتی ہے؟ وزیر اعظم کا یہ اقدام بلاشبہ تاریخی نوعیت کا حامل تھا کہ انہوں نے سپاہ صحابہ پر پابندی لگانے کی بجائے اس کے قائدین کو بلا کر ان کا موقف سننے کا فیصلہ کیا۔ سپاہ صحابہ کی تاریخ میں پہلا موقع تھا کہ حکومت کے اعلیٰ سطحی ادارے کی طرف سے بریلوی، دیوبندی، اہلحدیث، جماعت اسلامی اور شیعہ کے ساتھ ساتھ خصوصی طور پر سپاہ صحابہ کو طلب کیا گیا۔

سپاہ صحابہ کو وزیر اعظم کی طرف سے دعوت نامہ موصول ہوا تو اس میں شمولیت کے سوال پر مرکزی مجلس عاملہ کا اجلاس طلب کیا گیا۔ سپاہ صحابہ کے بارے میں حکومتی اداروں میں ملکی حالات اور شیعہ کے سامنے بیٹھ کر ان کی کفریات کو آشکار کرنے کے موضوعات کو مدنظر رکھ کر اس میں شمولیت کا فیصلہ کیا گیا۔ ۲۸ ستمبر کے اجلاس میں شرکت کے لئے باضابطہ تیاری کی گئی۔ ایرانی انقلاب کے بعد پاکستان میں کراچی، لاہور، اور ایران سے شائع ہونے والی تمام کتابوں کو جامعہ منظور الاسلامیہ لاہور میں چار روز پہلے ہی جمع کر دیا گیا۔ اس کے لئے سپاہ صحابہ ملک محمد اسحٰق (جو قانونی طور پر اہل سنت کے مطالبات کی منظوری سے مایوس ہو کر بعد میں لشکر جھنگوی بنانے پر مجبور ہوئے اور آج گزشتہ کئی سالوں سے جیل میں ہیں) نے سب سے نمایاں کردار ادا کیا۔ انہوں نے شیعہ کی ایک سو گیارہ ۱۱۱ کتابیں لاہور پہنچا دیں۔ قائدین سپاہ صحابہ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی کے خصوصی حکم پر سپاہ صحابہ کے ایک سینئر ساتھی صدیقی صاحب ملک اسحٰق اور شاہد صاحب نے حضرت مولانا سیف اللہ خالد صاحب کی نگرانی میں مذکورہ کتابوں سے قابل اعتراض صفحات کے فوٹوسٹیٹ پر مشتمل ایک یادداشت تیار کی۔ یہ یادداشت ابتداء میں دوسو چالیس ۲۴۰ صفحات پر مشتمل تھی۔ اس طرح ۵۰ نقول تیار کر کے اصل کتابیں اور دستاویزات ۲۸ ستمبر کو گورنر ہاؤس پہنچا دی گئیں۔ اجلاس میں سپاہ صحابہ کی طرف سے قائد سپاہ صحابہ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی، مولانا محمد ضیاء القاسمی، مولانا محمد اعظم طارق اور مولانا عبدالمجید ہزاروی نے شرکت کی۔ شیعہ کی طرف سے ساجد نقوی خود تو نہ آئے لیکن ان کے نمائندے افتخار حسین نقوی اور ریاض حسین نقوی نے شرکت کی۔ علاوہ ازیں جمعیت علماء اسلام کے دونوں گروپ، جماعت اسلامی، جماعت اہل سنت، جمعیت علماء پاکستان، جمعیت اہل حدیث اور ملک کے نامور جید علماء کرام اجلاس میں موجود تھے۔ اجلاس میں خطیب پاکستان مولانا محمد ضیاء القاسمی نے اپنے ولولہ انگیز خطاب میں فرمایا

CamScanner

سپاہ صحابہ اور پوری سنی قوم کا مطالبہ ہے کہ صحابہ کرام اور اہل بیت عظامؓ کے گستاخ کو سزائے موت دی جائے۔اس خطاب کے فوراً بعد ریاض حسین نقوی نے اپنی تقریر میں اس مطالبہ کی تائید کر دی لیکن اپنی تقریر میں انہوں نے سپاہ صحابہ پر تشدد اور یزید کی حمایت کا الزام لگاتے ہوئے کہا کہ پاکستان کا کوئی شیعہ صحابہ کرامؓ کی گستاخی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ خمینی صاحب نے امت کو وحدت درس دیا ہے سپاہ صحابہ انڈیا کے ایجنٹوں کے ایماء پر خواہ مخواہ ہم پر صحابہ دشمنی کا الزام لگا رہی ہے اگر صحابہ کرام کے خلاف ہوتے تو ان کے گستاخ کے لئے سزائے موت کی تائید کیوں کرتے؟ ریاض حسین نقوی نے اپنی تقریر میں ایسے شاطرانہ اور مکارانہ انداز میں تقیہ کرتے ہوئے گفتگو کی کہ پوری مجلس میں بریلوی، اہلحدیث، بعض دیوبندی علماء اور حکومت نے اس کے موقف کی تائید کر دی۔ کئی آوازیں بلند ہوئیں کہ جب شیعہ بھی صحابہؓ کے حامی ہیں تو سزائے موت کا مطالبہ اور کافر کافر کا نعرہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔اس فضا نے پورے ماحول کو مکدر کر دیا۔وزیر اعظم سمیت تمام علماء اور نمائندے شیعہ لیڈر کی تائید کرنے لگے اس طرح سزائے موت کا مطالبہ اور سپاہ صحابہ کا موقف صدا بصحراء ہوتا نظر آیا۔ریاض نقوی کے خطاب کے بعد وزیر اعظم نے محفل برخاست کرنے کا اعلان کر دیا۔عین اس موقع پر قائد سپاہ صحابہ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی نے کھڑے ہو کر کہا، ریاض نقوی نے جھوٹ بول کر جس مکاری کا مظاہرہ کیا ہے مجھے اس کے جواب کے لئے وقت دیا جائے۔میاں نواز شریف نے کہا میں تمام علماء کا خطاب سن چکا ہوں، مجھے سب لوگوں کی بات سمجھ میں آ چکی ہے، اب ریاض نقوی کی تقریر کے بعد کسی اور تقریر کی ضرورت نہیں۔ اس لئے محفل برخاست کی جاتی ہے۔قائد سپاہ صحابہ نے زور دے کر کہا ”شیعہ لیڈر نے غلط بیانی کی انتہا کر دی ہے اس کے جواب کے بغیر یہاں سے کوئی نہیں جا سکتا، آپ کو اس کا جواب سننا پڑے گا“ تقریباً سات منٹ تک مجمع میں سناٹا رہا۔قائد سپاہ صحابہ اور وزیر اعظم میں وقت پر تکرار ہوتا رہا۔بالآخر وزیر اعظم نے کہا اپنی جگہ پر کھڑے ہو کر بتائیں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید نے کہا سب سے پہلی بات یہ ہے کہ یزید کے بارے میں، جس موقف کی بات ریاض نقوی نے کی ہے وہ بے بنیاد ہے۔جب سے سپاہ صحابہ قائم ہوئی ہے اس وقت سے لے کر آج تک سپاہ صحابہ کے کسی ایک چھوٹے سے چھوٹے کارکن نے بھی زبان و قلم سے یزید کی تعریف نہیں کی اگر یہ بات غلط ہو تو ابھی ثبوت پیش کیا جائے۔یزید کے بارے میں جو موقف امام اعظم ابو حنیفہ سے لے کر مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا احمد رضا بریلوی اور مولانا ثناء اللہ امرتسری کا ہے، وہی ہمارا ہے، ہم نے کبھی یزید کی حمایت نہیں کی۔اس پر محفل میں تمام بریلوی علماء داد و تحسین دینے لگے، انہوں نے کہا کہ ہم بھی پہلے

CamScanner

اس غلط فہمی میں تھے کہ سپاہ صحابہ یزید کی وکالت کرتی ہے۔ بعدازاں قائد سپاہ صحابہ نے کہا میرے پاس اس وقت خمینی کی کتاب "کشف الاسرار" ہے اس کے صفحہ ۱۱۹ پر صاف طور پر خمینی نے حضرت عمر فاروق کو کافر لکھا ہے، اس پر پورے ہال میں سناٹا طاری ہوگیا۔ وزیر اعظم مولانا نیازی کی طرف دیکھنے لگے، مولانا عبدالستار خان نیازی نے بلند آواز سے کہا کتاب ہمارے پاس بھیجو، فوراً انہیں کتاب پیش کی گئی۔

اس کے بعد قائد سپاہ صحابہ نے کہا تحفہ جعفریہ نامی یہ کتاب لاہور سے شائع ہوئی، جس کو شیعہ عالم غلام حسین نجفی نے لکھا ہے۔ یہ مولف جامعۃ المنتظر لاہور کا صدر مدرس ہے۔ آج بھی وہاں موجود ہے۔ کتاب کی عبارت ملاحظہ فرمائیں!" خلفاء ثلاثہ کا نام آلہ تناسل پر لکھا جائے تو انزال تاخیر سے ہوگا"۔ (تحفہ جعفریہ صفحہ ۲۵۰)

بس پھر کیا تھا پورا مجمع غیض وغضب کا شکار ہوگیا۔ تمام حکمران کانوں کو ہاتھ لگانے لگے، ایک لیڈر نے کہا! یہ کام کسی مسلمان کا نہیں ہوسکتا۔ انڈیا کے ایجنٹوں کا کام ہے۔ قائد سپاہ صحابہ نے کہا میرا چیلنج ہے اگر یہ کتاب غلام حسین نجفی' نے نہ لکھی ہو اور لاہور سے نہ چھپی ہو تو ہم اپنا موقف تبدیل کرلیں گے۔ وفاقی وزیر مولانا عبدالستار خان نیازی نے اعلان کیا کہ اس کافر کو سخت سزا دی جائے گی۔ اب ساری محفل کا رنگ تبدیل ہوگیا تھا۔ جب اجلاس برخواست ہوا تو قائد سپاہ صحابہ کے پاس بڑے بڑے علماء نے آکر کہا کہ آج ہماری غلط فہمی دور ہوگئی۔ حضرت مولانا محمد تقی عثمانی نے فرمایا،" آپ نے اہل سنت کی وکالت اور صحابہ کرام کی حمایت کا حق ادا کردیا ہے۔"

اجلاس کے آخر میں مولانا فاروقی شہید رحمہ اللہ نے وزیر اعظم کو شیعہ کی ایک سو گیارہ ۱۱۱ کتابوں کے قابل اعتراض صفحات کے اصل فوٹوسٹیٹ پر مشتمل دوسو چالیس ۲۴۰ صفحات کی تاریخی یاد داشت پیش کی۔ اس وقت وزیر اعظم نے کہا ان تمام قابل اعتراض کتابوں کی ضبطی اور مصنفین کو سزا دینے کے لئے وزارت مذہبی امور میرے خصوصی حکم سے ایک کمیٹی تشکیل دے گی۔ جس میں ملک کے تمام کے تمام مکاتب فکر کے تین تین نمائندے شریک کئے جائیں گے۔ (اخذ واترمیم از تاریخی دستاویز)

شان صحابہ گستاخی کی سزا موت ہوگی، سپاہ صحابہ اور فقہ جعفریہ میں اتفاق رائے

گورنر ہاؤس میں مذہبی سیاسی جماعتوں کے اجلاس کے دوران فرقہ واریت بھڑکانے والے ہر قسم کے لٹریچر پر بھی پابندی لگانے کی تجویز منظور۔

دونوں جماعتوں نے اگر اجلاس کے دوران طے ہونے والے امور کی خلاف ورزی کی تو پھر ان تنظیموں پر پابندی لگانے پر سنجیدگی سے غور ہوگا۔

لاہور (حامد میر سے) انجمن سپاہ صحابہ اور تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے درمیان اس امر پر اتفاق رائے ہو گیا ہے کہ جس طرح شان رسالت میں گستاخی کی سزا موت ہے اسی طرح شان صحابہؓ میں گستاخی کی سزا بھی موت ہوگی۔ یہ اتفاق رائے گزشتہ روز ہونے والے اجلاس میں سامنے آیا۔ اجلاس میں فرقہ واریت کو بھڑکانے والے ہر قسم کے لٹریچر پر پابندی لگانے کے بارے میں اتفاق رائے پایا گیا۔ دونوں تنظیموں کے ذرائع نے ''جنگ'' کو علیحدہ علیحدہ بتایا ہے کہ وزیر اعظم نے جھنگ کے واقعات کی تحقیقات کے لئے ایک با اختیار علماء بورڈ قائم کرنے کی بھی ہدایت کی ہے۔ عدالتی کمیشن جھنگ میں دو فرقوں سے تعلق رکھنے افراد کے قتل کی تحقیقات کرے گا جبکہ علماء بورڈ قابل اعتراض لٹریچر پر پابندی کی سفارش کرنے کے علاوہ ایسا لٹریچر تحریر کرنے والے کے خلاف سزا بھی تجویز کرے گا۔ انجمن سپاہ صحابہ کے ذرائع کے مطابق اجلاس میں وزیر اعظم کو ۲۵۰ صفحات پر مشتمل ایک ایسی دستاویز پیش کی گئی جس میں ۱۱۱ ایسی کتابوں کے حوالے موجود تھے جن میں شان صحابہ میں گستاخی کی گئی ہے۔ ذرائع کے مطابق انجمن سپاہ صحابہ کے سرپرست اعلیٰ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی نے وزیر اعظم کو ''کشف اسرار'' اور ''تحفہ حنفیہ'' نامی کتابوں سے اقتباسات بھی پڑھ کر سنائے۔ انجمن سپاہ صحابہ کی سپریم کونسل کے چیئرمین مولانا ضیاء القاسمی نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ شان صحابہ میں گستاخی کرنے والے کی سزا موت ہونی چاہئے۔ جس کی تائید تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے علامہ افتخار حسین نقوی اور علامہ ریاض حسین نقوی نے کی تحریک نفاذ فقہ جعفریہ نے اجلاس میں اتحاد بین المسلمین کی ضرورت پر زور دیا اور مطالبہ کیا کہ علامہ عارف الحسینی کے قتل کی تحقیقات کی جائیں۔ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ نے دہشت گردی اور فرقہ واریت کے بڑھتے ہوئے رجحان کو غیر ملکی طاقتوں کی سازش قرار دیا اور یقین دلایا کہ وہ فرقہ واریت کے خاتمے کے لئے اپنا کردار ذمہ داری سے ادا کرے گی۔ وزیر اعظم نواز شریف نے اجلاس کے شرکاء کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ایک دوسرے کو کافر کہنے سے ملکی فضا خراب ہوتی ہے لہٰذا ایک دوسرے کو کافر کہنے کا رجحان ختم ہونا چاہیے انہوں نے کہا کہ وہ خود جھنگ کا دورہ کریں گے اور حالات کا جائزہ لیں گے۔ اعلیٰ سرکاری حلقوں کا کہنا ہے کہ پہلی دفعہ فقہ جعفریہ اور سپاہ صحابہ کی اعلیٰ قیادت کو آمنے سامنے بٹھا کر بعض امور پر اتفاق رائے کروا دیا گیا ہے۔ لیکن اگر دونوں طرف سے اجلاس میں طے کئے جانے والے امور کی خلاف ورزی کی گئی تو پھر ان تنظیموں پر پابندی لگانے کے بارے میں سنجیدگی سے غور کیا جائے گا۔

CamScanner

فرقہ واریت کے خاتمہ کی کمیٹی کی تشکیل

ملک میں اتحاد و یگانگت اور بھائی چارے کی فضا قائم کرنے اور فرقہ واریت کے خاتمہ کے لئے ایک اسلامی فلاحی معاشرے کے قیام کے خواب کی عملی تعبیر اور شریعت اسلامیہ کے عملی نفاذ کے لئے اقدامات تجویز کرنے کے ضمن میں وزارت مذہبی امور نے وزیراعظم پاکستان کے اعلانات کی روشنی میں تعمیل ارشاد کرتے وزیراعظم کی خدمت میں خلاصہ نمبر 7(۱) اے ڈی ایس/آر اینڈ آر/۹۱ مورخہ ۱۴ نومبر ۱۹۹۱ء پیش کیا۔ جس میں درج ذیل تین کمیٹیوں کی تشکیل کے بارے میں تجویز پیش کی گئی:۔

(۱) فرقہ واریت کے خاتمہ کی کمیٹی (اتحاد بین المسلمین کمیٹی)

(۲) اسلامی فلاحی ریاست کمیٹی

(۳) نفاذ شریعت ورکنگ گروپ

وزیراعظم نے ان تینوں کمیٹیوں کے قیام کی منظوری دی اور یوں وزارت مذہبی امور میں من جملہ دیگر کمیٹیوں کے جناب مولانا محمد عبدالستار خان نیازی وفاقی وزیر مذہبی امور کی زیر صدارت ایک ۳۰ رکنی کمیٹی کا قیام عمل میں لایا گیا۔

(الف) اراکین کمیٹی

(۱) جناب مولانا عبدالستار خان نیازی۔ وفاقی وزیر مذہبی امور، حکومت پاکستان، اسلام آباد (بریلوی)

(۲) جناب سینیٹر مولانا سمیع الحق۔ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک صوبہ سرحد۔ (دیوبندی)

(۳) جناب مولانا سید محمد عبدالقادر آزاد خطیب بادشاہی مسجد لاہور (دیوبندی)

(۴) جناب مولانا عبدالتواب صدیقی ۶۳۶ سی، عمر بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور۔ (بریلوی)

(۵) جناب مولانا عبدالرؤف ملک ۸۴۔ اے حبیب اللہ روڈ گڑھی شاہو لاہور۔ (دیوبندی)

(۶) جناب مولانا عبدالمالک۔ منصورہ ملتان روڈ لاہور۔ (جماعت اسلامی)

(۷) جناب علامہ علی غضنفر کراروی۔ ۱۷۔ لیک روڈ لاہور۔ (شیعہ)

(۸) جناب علامہ قاری عبدالحمید قادری۔ ۴۵۹۔ صغیر روڈ صدر بازار لاہور کینٹ (جے یو پی)

(۹) جناب علامہ ریاض حسین شاہ۔ ڈائریکٹر اتفاق سنٹر ماڈل ٹاؤن لاہور۔ (بریلوی)

(۱۰) جناب پروفیسر ساجد میر۔ ۱۰۶۔ راوی روڈ لاہور۔ (اہلحدیث)

(۱۱) جناب مولانا ضیاء القاسمی۔ ۱۴۔ اے غلام محمد آباد فیصل آباد (دیوبندی۔ سپاہ صحابہ)

(۱۲) جناب صاحبزادہ حاجی فضل کریم۔ جامعہ رضویہ فیصل آباد۔ (بریلوی)

(۱۳) جناب مولانا ضیاءالرحمٰن فاروقی۔ جامع مسجد محمدی سمندری ضلع فیصل آباد (دیوبندی۔ قائد سپاہ صحابہ)

(۱۴) جناب مولانا محمد شریف۔ شیخ الحدیث جامعہ رضویہ مقابل گورنمنٹ کالج بھکر (بریلوی)

(۱۵) جناب علامہ محمد تقی نقوی۔ مدرسہ مخزن العلوم شیعہ میانی ملتان۔ (شیعہ)

(۱۶) جناب حافظ محمد تقی۔ (دفتر جے یو پی) متصل صدر دواخانہ صدر کراچی۔ (بریلوی)

(۱۷) جناب مولانا شاہ تراب الحق۔ میمن مسجد، کھوڑی گارڈن کراچی۔ (بریلوی)

(۱۸) جناب علامہ مرزا یوسف حسین۔ ۵، ای۔ ۳، بی ناظم آباد کراچی۔ (شیعہ)

(۱۹) جناب مولانا محمد ادریس داہروی۔ شاہ پور جہانیاں ضلع نوشہرہ فیروز سندھ۔

(۲۰) جناب سید محمد امیر شاہ قادری۔ ۱۳۷۱۔ کوچہ آغا پیر جان یکہ توت پشاور۔

(۲۱) جناب مولانا اشرف علی قریشی۔ جامع اشرفیہ پشاور۔ (دیوبندی)

(۲۲) جناب پیر شمس الامین۔ پیر آف مانکی شریف نوشہرہ صوبہ سرحد (بریلوی)

(۲۳) جناب مولانا لقمان حکیم۔ صدر اہلسنت والجماعت گلگت۔

(۲۴) جناب سید محمد عبدالحلیم۔ بام خیل صوابی صوبہ سرحد۔

(۲۵) جناب مولانا محمد بشیر۔ ڈاک خانہ رانو تحصیل استور ضلع دیامیر گلگت۔

(۲۶) جناب مولانا محمد عبداللہ خلجی۔ رئیسانی سٹریٹ شاہدرہ کوئٹہ

(۲۷) جناب مولانا فتح محمد بارزوئی۔ جامعہ فیض العلوم نقشبندیہ متصل پاور ہاؤس نہی بلوچستان

(۲۸) جناب پیر محمد فیض علی فیضی۔ آستانہ فیضیہ ۱۰۵۶۔ بی سٹلائیٹ ٹاؤن راولپنڈی (بریلوی)

(۲۹) جناب علامہ ریاض حسین نقوی۔ مرکز اثناء عشریہ جی ۶/۲ ۱۱ اسلام آباد (شیعہ)

(۳۰) جناب مظہر رفیع۔ سیکرٹری وزارت مذہبی امور اسلام آباد۔

۲۰ جنوری ۱۹۹۲ء کا اجلاس

چنانچہ وزیراعظم کے مذکورہ حکم کے نتیجے میں فرقہ واریت کے خاتمے کے لئے کمیٹی تشکیل دی گئی۔ جس کا پہلا اجلاس ۲۰ جنوری ۱۹۹۲ء کو منعقد ہوا۔ اجلاس میں سپاہ صحابہ کی طرف سے حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی، قائد سپاہ صحابہ ضیاء الرحمٰن فاروقی اور مولانا محمد اعظم طارق نے شرکت کی۔ یہ اجلاس ۲۰ جنوری کو وزارت مذہبی امور کے ہیڈ کوارٹر اسلام آباد میں صبح کو دس بجے حضرت مولانا عبدالستار

CS CamScanner

خان نیازی صدارت میں ہوا۔ مبصرین کا کہنا ہے یہ اجلاس ملکی تاریخ میں اپنی نوعیت کا مثالی نمائندہ اجتماع تھا۔ اجلاس میں سب سے زیادہ قابل غور بات مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی کا وہ جذبہ صادق تھا جس میں صحابہ کرامؓ کی محبت ٹپکتی تھی۔ انہوں نے بار بار صحابہ کرامؓ کی گستاخی کو جڑ سے اکھاڑ نے کا عزم کر رکھا تھا۔ اجلاس میں معمول کے مطابق آراء کا آغاز ہوا، سیکرٹری مذہبی امور جناب مظہر رفیع نے نہایت خوبصورت انداز میں مقاصد پر روشنی ڈالی، اجلاس میں قائد سپاہ صحابہ نے کہا فرقہ واریت کے خاتمے کے لئے سب سے اہم بات یہ ہے کہ جب تک صحابہ کرامؓ کے گستاخ کے لئے سزائے موت تجویز نہ کی جائے اس وقت تک شیعہ سنی تنازعہ کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ مولانا فاروقی نے خمینی کا تمام لٹریچر اور شیعہ کی مختلف کتابیں اجلاس میں پیش کیں۔ اس پر ریاض نقوی نے کہا کشف الاسرار کا جو نسخہ میرے پاس گھر میں موجود ہے، اس میں حضرت عمر کے خلاف کوئی بات نہیں۔ مولانا فاروقی نے کہا اسی پر میں بات ختم کرتا ہوں اگر خمینی کی کتاب کشف الاسرار کے کسی نسخے میں مَیں یہ عبارت نہ دکھا سکا تو میں اپنے آپ کو جھوٹا اور فسادی تسلیم کرلوں گا۔ یہاں بھی ریاض نقوی جھوٹ بول رہے ہیں۔ اس لئے ابھی وہ نسخہ گھر سے منگوائیں کیونکہ ان کا گھر اسلام آباد میں ہی واقع ہے۔ اس پر ریاض نقوی صاحب سکتے میں آگئے۔ اب ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

مولانا عبدالستار خان نیازی نے مداخلت کرتے ہوئے کہا کہ ہر قابل اعتراض کتاب ضبط ہوگی اور ہر پاکستانی مصنف کو سزائے موت دی جائے گی۔ اس کے بعد خلفاء راشدین کے ایام پر خصوصی پروگرام نشر کرنے کا مطالبہ ہوا۔ علماء دیوبند اور سپاہ صحابہ کی طرف سے مولانا عبداللہ اسلام آباد، حضرت مولانا عبدالقادر آزاد، مولانا عبدالرؤف ملک، مولانا محمد ضیاء القاسمی، قائد سپاہ صحابہ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی، تحریک جعفریہ (شیعہ) کی طرف سے ریاض نقوی اثنا عشری مرکز اسلام آباد مع تین نمائندے، بریلوی علماء کی طرف سے حضرت مولانا عبدالستار نیازی وفاقی وزیر مذہبی امور، حضرت شاہ تراب الحق، صاحبزادہ فضل کریم، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد شریف رضوی بھکر، حضرت مولانا عبدالتواب صدیقی (صاحبزادہ مولانا عمر اچھروی) مولانا عبدلمالک (جماعت اسلامی) اجلاس میں کراچی کے علامہ شاہ ترب الحق اور شیخ الحدیث مولانا شریف رضوی نے کہا آنحضرت ﷺ کی گستاخی پر سزائے موت کا مطالبہ حکومت نے تسلیم کرلیا۔ لہٰذا اب صحابہ کرام اور اہل بیت عظامؓ کے گستاخ کو بھی سزا دی جائے۔ اس کے بغیر جھگڑا کبھی ختم نہیں ہوسکتا۔ اجلاس میں پہلی مرتبہ گلگت، اسکردو، آزاد کشمیر کے علاوہ ملک کے تمام حساس علاقوں کے بریلوی، دیوبندی، اہلحدیث اور جماعت اسلامی کے چالیس

نمائندوں نے شرکت کی۔ اختتام کے بعد گیارہ سفارشات مرتب کر کے حکومت کو بھیجی گئیں تا کہ کابینہ کی منظوری کے لئے انکوائری کا حصہ بنا دیا جائے۔ وزارت مذہبی امور کی گیارہ سفارشات تیار کی گئی ہیں۔ سفارشات کے علاوہ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی، شیخ الحدیث مولانا محمد شریف رضوی اور مولانا عبد التواب صدیقی پر مشتمل ایک تین رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی جو ایک ماہ کے اندر تمام قابل اعتراض کتابیں جمع کر کے آئندہ ہونے والے اجلاس میں پیش کرے گی۔

اہم نوٹ

ان سفارشات میں ''اتحاد بین المسلمین کمیٹی'' کا جو نام دیا گیا ہے، یہ صریحاً بددیانتی ہے۔ جب اس کمیٹی کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ اس وقت اس کا نام ''فرقہ واریت کے خاتمہ کی کمیٹی'' تھا۔ جب آخری سفارشات ترتیب دی گئیں تو نام تبدیل کر دیا گیا۔ یہ وزارت مذہبی امور کی طرف سے صریحاً کذب بیانی کے مترادف ہے۔ علاوہ ازیں سپاہ صحابہ کا نام جان بوجھ کر سفارشات سے نکالا گیا، حالانکہ پہلے اجلاس کی شق نمبر ۳ اور دوسرے اجلاس کی شق نمبر ۲ کا فیصلہ سپاہ صحابہ کی طرف سے پیش کردہ ''تاریخی دستاویز'' کی روشنی میں قابل اعتراض لٹریچر کی ضبطی اور مصنفین کو سخت سزا دینے کا مطالبہ کیا گیا تھا، مولانا فاروقی نے واضح کیا کہ سپاہ صحابہ شیعہ سنی تنازعہ کے خاتمہ کی کمیٹی کا نام ''اتحاد بین المسلمین کمیٹی'' رکھنے سے شدید اختلاف رکھتی ہے۔ کیونکہ ہمارے نزدیک شیعہ مسلمان نہیں۔ ہم آج بھی فرقہ واریت کے خاتمہ کی کمیٹی کے نام ہی سے اس کمیٹی کا تذکرہ کرتے ہیں۔

مولانا فاروقی کے موقف کی تائید اگلے صفحات میں آنے والے ان دنوں کے اخباری تراشوں سے ہوگی۔

مختلف اجلاسوں میں فرقہ واریت کے خاتمہ کی کمیٹی ''اتحاد بین المسلمین کمیٹی'' کی منظور کردہ ابتدائی تجاویز و سفارشات

(الف) فرقہ واریت کے خاتمہ کی کمیٹی (اتحاد بین المسلمین کمیٹی) کے اجلاس منعقدہ ۲۰/جنوری ۱۹۹۲ء کی ابتدائی سفارشات:

① ...... سب سے اوّل یہ کہ، ''زندہ رہو اور زندہ رہنے دو'' کے عالمگیر اصول پر عمل کیا جائے۔ ہر شخص اپنے اپنے مسلک پر قائم رہے اور کسی دوسرے کے مسلک پر تنقید نہ کرے۔ ہر شخص اپنے مسلک کا ''حسن'' بیان کرے اور دوسرے کے مسلک کی خامیاں تلاش نہ کرے۔ نہ

اپنی طرف سے کوئی سخت بات کہے۔ دوسروں کو موقع نہ دے کہ کوئی ناگوار بات کریں۔ "خذ ما صفا دع ما کدر" پر عمل کریں۔ دوسروں کی بات کو سننے کے لئے تحمل و برداشت پیدا کریں۔

۲...... مسلمانوں کے اتحاد کا مرکز اللہ تعالیٰ کی ذات اور حضرت محمد مصطفیٰ کی ذات ہے۔ اس لئے جملہ علمائے کرام اور دینی رہنماؤں کے اپنے افکار کو اسی نکتے پر مرکوز کرنا چاہئے اور ہر حال میں رسول مقبول، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آل اطہار اور اکابرین ملت کے احترام کا اہتمام کریں۔

۳...... صحابہ کرامؓ خلفاء راشدینؓ اور اہل بیتؓ عظام کے خلاف ہر قسم کے لٹریچر اور کتابوں پر فی الفور پابندی لگا کر ان کو فوراً ضبط کیا جائے۔

۴...... مساجد اور دینی اداروں میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال کو محدود کیا جائے اور ماسوائے اذان کسی بھی خطبہ یا تقریر یا بیان کو مسجد یا اس ادارے سے باہر نشر نہ کیا جائے۔ کیونکہ اس سے نہ صرف اختلاف کی فضا ابھرتی ہے بلکہ آس پاس رہنے والے بیمار اور طالب علموں کے امن وسکون میں بھی خلل پیدا ہوتا ہے۔

۵...... فرقہ وارانہ اختلافی مسائل کا جائزہ لینے اور اتفاق کی فضا پیدا کرنے کے لئے ایک سب کمیٹی تشکیل دی جائے جو اس مقصد کے لئے ٹھوس مثبت اور قابل عمل تجاویز تیار کرے اور ایک متفقہ ضابطہ اخلاق تیار کیا جائے۔

۶...... اتحاد بین المسلمین کمیٹیاں صوبائی، ضلعی اور تھانے کی سطح پر بھی قائم کی جائیں جو اپنے اپنے دائرہ کار میں اتحاد و اتفاق کی فضا قائم کرنے کے لئے کام کریں اور جو اختلافات پیدا ہوں ان کا سد باب کریں۔

۷...... فرقہ وارانہ اختلافات کو مٹانے کے لئے جو قوانین موجود ہیں ان کے عملی نفاذ کا اہتمام کیا جائے، قرارداد مقاصد اور علماء کرام کے متفقہ ۲۲ نکات پر عمل کو یقینی بنایا جائے۔

۸...... فرقہ وارانہ فضا پیدا کرنے میں جو اندرون اور بیرون ملک سازشیں ہو رہی ہیں ان کا سد باب کیا جائے۔

۹...... ملک کے تمام صوبوں میں مذہبی امور کی وزارتیں قائم کی جائیں اور ملک کے جملہ اوقاف کو وزارت مذہبی امور سے منسلک کیا جائے۔

⑩ ...... صحابہ کرامؓ اور اہل بیت عظام اور اکابرین امت کے دن سرکاری سطح پر تعطیل کی جائے اور ٹی۔ وی اور ریڈیو پر خاص طور سے اس سلسلے میں پروگرام نشر کئے جائیں جن میں تمام مکاتب فکر کی نمائندگی ہو۔

⑪ ...... ہماری دینی درسگاہیں مسلکی تبلیغ ترک کر کے تعمیر اخلاق کے لئے کام کریں گی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ دینی مدارس کے نصاب تعلیم میں تاریخ اسلامی اور بین الاقوامی روابط کو شامل کیا جائے اور عظمت اسلام، اسباب زوال امت، مغرب کی اخلاقی زبوں حالی، اشاعت اسلامی اور حالات حاضرہ جیسے موضوعات پر معلومات کو بھی نصاب کا حصہ بنایا جائے۔

فرقہ واریت کے خاتمہ کی کمیٹی کا دوسرا اجلاس

۲۰ر جنوری کے اجلاس کے فیصلہ کے بعد مولانا فاروقی نے ان اجلاسوں میں اپنی طرف سے پیش کی جانے والی شیعہ کی قابل اعتراض کتابوں کے عکسی حوالہ جات پر مشتمل "تاریخی دستاویز" جو ابتداء میں صرف ایک سو گیارہ 111 کتابوں کے دو سو چالیس ۲۴۰ صفحات پر مشتمل تھی۔ (اور بعد میں ڈیڑھ سال کی مزید کاوش کے بعد دو سو بتیس ۲۳۲ کتابوں کے چھ 6 ماہ میں تمام کتابوں کے اصلی نسخے جمع کیے گئے۔ حضرت مولانا محمد شریف آف بھکر (جمعیت علماء پاکستان) اور مولانا عبدالتواب اچھروی (جماعت اہل سنت) کی مشاورت سے مولانا فاروقی نے یہ تمام کتب ۲ر جولائی ۱۹۹۲ء کے اجلاس میں پیش کیں۔

اس پورے اجلاس میں تحیر و استعجاب پیدا ہو گیا۔ پہلی مرتبہ شیعہ لٹریچر کی سڑاند اور تعفن نے اہلسنت اور حاضرین کے پورے ماحول میں ارتعاش پیدا کر دیا۔ شیعہ لیڈر ریاض حسین نقوی اور وزارت حسین نقوی نے ۱۱۱ کتابوں کا آئینہ دیکھ کر پھر پینترا بدلا، تحریک جعفریہ کے دونوں نمائندوں نے کہا ہم اس لٹریچر کو نہیں مانتے۔ مولانا فاروقی نے کہا اس میں تو اصول کافی جیسی کتابیں بھی ہیں اور خمینی کا لٹریچر بھی موجود ہے۔ انہوں نے کہا کہ تحریک جعفریہ کے طرف سے کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی۔ مولانا فاروقی نے اسی وقت اجلاس میں اعلان کیا، تحریک جعفریہ شائع شدہ کتاب "صحیفہ انقلاب" خمینی کا آخری وصیت نامہ میرے ہاتھ میں ہے۔ آخری صفحہ پر "شائع شدہ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان" درج ہے۔ اس کے صفحہ ۴۶ پر خمینی نے کہا "آج کی ایرانی قوم اور اس کی کروڑوں کی آبادی حضور، حضرت علی اور صحابہ کرام کے دور سے افضل ہے۔" کتاب پیش ہوتے ہی تحریک جعفریہ کے نمائندوں

کی ہوائیاں اڑ گئیں۔ انہوں نے کہا جب ہم نے یہ کتاب شائع کی تھی ہمیں اس عبارت کا علم نہ تھا۔

مولانا عبدالستار نیازی نے کہا" تم غلط کہتے ہو، تمہارے بارے میں جو مواد سپاہ صحابہ نے پیش کیا ہے۔ اس سے بات ثابت ہوگئی ہے کہ یہ تمام کتابیں واقعی قابل اعتراض ہیں، واقعی تم صحابہ کرام کی گستاخی کے مرتکب ہو۔ کراچی کے ممتاز علم دین مولانا شاہ تراب الحق نے کہا" آج ہم پر یہ حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ سپاہ صحابہ کا موقف حقائق پر مبنی ہے۔ مولانا فاروقی نے جو کتابیں پیش کی ہیں وہ اصل ہیں، یہ تمام کتابیں جب تک موجود ہیں، شیعہ سنی تنازعہ ختم نہیں ہوسکتا، پہلے ان تمام کتابوں کو ضبط کرو یا برد کرو، ورنہ ہم سپاہ صحابہ کی تائید کے لئے ہر سطح پر آواز بلند کریں گے۔"

۲ر جولائی کے اجلاس کی یہ کارگزاری ایک طرف شیعہ کے لئے پیغام اجل کا کام دے رہی تھی۔ دوسری طرف حکمران پریشان تھے کہ اب تو سپاہ صحابہ کا مقدمہ ثابت ہو چکا ہے۔ اسی وقت اجلاس کے خاتمہ کا اعلان کرتے ہوئے مولانا عبدالستار نیازی صدر اجلاس نے کہا،" اب میرا صرف یہ کام ہے کہ میں سپاہ صحابہ کی طرف سے پیش کردہ تمام کتابوں کو ضبط کرا کر دم لوں گا۔ اگر میں کتابیں ضبط نہ کرا سکا تو وزارت مذہبی امور سے استعفیٰ دے دوں گا۔" (لیکن افسوس صد افسوس کہ مولانا نیازی بعد میں یہ دونوں کام نہ کر سکے)

بہر حال مولانا عبدالستار نیازی کی طرف سے کتابوں کی ضبطی اور مصنفین کو سزا دینے کی کوشش کی گئی، چنانچہ اوائل ۱۹۹۳ء میں انہوں نے حتمی سفارشات جو ۳۰ جنوری اور ۲ر جولائی ۱۹۹۲ء کے اجلاسوں کی سفارشات کا نچوڑ تھیں۔ وزیر اعظم نواز شریف کی خدمت میں پیش کیں۔ لیکن میاں نواز شریف...... تمام تر وعدوں کے باوجود اپنی ہی قائم کردہ "فرقہ واریت کے خاتمہ کی کمیٹی" کی سفارشات کو عملی جامہ نہ پہنا سکے۔ اور اس طرح حکومت کے کروڑوں روپے سے ملک بھر کے علماء و مشائخ کے قائم کردہ اجلاسوں اور سفارشات کو صرف ریکارڈ کا حصہ بنا دیا گیا...... یہ سفارشات نیازی کمیٹی کے نام سے آج بھی وزیر اعظم سیکریٹریٹ میں محفوظ ہیں۔

(ب) (فرقہ واریت کے خاتمہ کی کمیٹی) کے دوسرے اجلاس کی ابتدائی سفارشات

کمیٹی نے متفقہ طور پر درج ذیل سفارشات منظور کیں۔

①...... سب سے پہلے" زندہ رہو اور زندہ رہنے دو" کے عالم گیر اصول پر عمل کیا جائے۔ ہر شخص اپنے اپنے مسلک پر قائم رہے اور کسی دوسرے کے مسلک پر تنقید نہ کرے۔ ہر شخص اپنے مسلک کا "حسن" بیان کرے اور دوسرے کے مسلک کی خامیاں تلاش نہ کرے۔ نہ کوئی

ایسی بات کہے جو دوسروں کو ناگوار گزرے۔ دوسروں کی بات کو سننے کے لئے تحمل اور برداشت پیدا کرے۔

۲...... قومی سطح پر ایک ہسٹاریکل ریسرچ بورڈ قائم کیا جائے جو سنی اور شیعہ محققین اور علماء پر مشتمل ہو۔ صحابہ کرامؓ، خلفاء راشدینؓ اور اہل بیت عظامؓ کے بارے میں پیش کردہ متنازعہ لٹریچر فوراً ضبط کیا جائے اور مصنفین کو کڑی سے کڑی سزائیں (سزاءموت) دی جائیں۔

۳...... اتحاد بین المسلمین کمیٹی کا اجلاس مناسب وقفوں کے ساتھ باقاعدگی سے منعقد کیا جائے۔ نیز صوبائی و ضلعی و مقامی سطح ایسی اتحاد کمیٹیاں قائم کی جائیں جن کے اجلاس باقاعدگی سے ہوا کریں اور یہ کمیٹیاں اپنے اپنے علاقوں میں دورے کر کے عوام سے رابطہ مستحکم کریں اور اتحاد بین المسلمین کی فضا کو اجاگر کریں۔

۴...... اتحاد بین المسلمین کی فضا کو مستحکم کرنے کے لئے ممتاز علمائے کرام کے تاریخی ۲۲ نکات اور وزیر اعظم کے ایماء پر پچاس علمائے کرام کے مرتب کردہ ضابطہ اخلاق کو مشعل راہ بنایا جائے اور ہر سطح پر ان بنیادی اصولوں پر عمل کرایا جائے۔ وزارت مذہبی امور علمائے کرام کے بائیس نکات اور مذکورہ ضابطہ اخلاق کو شائع کرنے کا اہتمام کرے۔

۵...... فرقہ وارانہ اختلافات کو مٹانے کے لئے جو ملکی قوانین موجود ہیں حکومت ان کے عملی نفاذ کا اہتمام کرے۔

۶...... کمیٹی کے جملہ ارکان اس بات کا وعدہ کرتے ہیں کہ وہ فوری طور پر اپنے اپنے علاقوں میں جا کر عاشورہ محرم کے دوران امن وامان کے قیام کا اہتمام کریں گے اور بعد ازاں ان اصولوں پر عمل کریں گے جن سے امن وامان کی فضا مستقل بنیادوں پر قائم ہو۔

۷...... (فرقہ واریت کے خاتمہ کی کمیٹی) اتحاد بین المسلمین کمیٹی کے سابقہ اجلاسوں اور آج کے اجلاس میں منظور کی گئی قراردادوں پر مؤثر طور پر عمل درآمد کیا جائے تاکہ خاطر خواہ نتائج برآمد ہوں۔

۸...... ملک کے ممتاز علمائے کرام جو اتحاد بین المسلمین کے داعی ہوں انہیں پاکستان ٹیلی ویژن اور ریڈیو پر موقع دیا جائے کہ وہ اتحاد اسلامی کے موضوع پر تقاریر کریں اور لوگوں میں ذرائع ابلاغ کی وساطت سے اتحاد و اتفاق کی فضا ہموار ہو۔

۹...... دیواروں پر، ریل گاڑیوں میں، بسوں میں اور دیگر جگہوں پر فرقہ وارانہ اور دل آزار نعروں

اور عبارتوں کی تحریر پر فی الفور پابندی عائد کی جائے اور اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ ایسی عبارات آئندہ تحریر نہ ہوں۔

15 ...... (فرقہ واریت کے خاتمہ کی کمیٹی) اتحاد بین المسلمین کمیٹی کے اجلاس کی روداد اور اس کی سفارشات کو با قاعدہ شائع کیا جائے۔

اپریل ۱۹۹۳ء کو نواز شریف صاحب کی حکومت کا خاتمہ ہوا، اس کے بعد انہوں نے کہا، "اگر اب میں بحال ہوگیا تو عمل کراؤں گا"۔ بحالی کے بعد قائد سپاہ صحابہ نے پھر ایک اجلاس میں نواز شریف صاحب کو کمیٹی کی سفارشات پر عمل درآمد کے لئے کہا تو انہوں نے پھر وعدہ کیا...... پھر انہوں نے حکومت چھوڑ دی اور اس طرح شیعہ سنی تنازعے کا اصل حل نکالنے کی بجائے یہ سفارشات حکمرانوں کی عدم دلچسپی، بدنیتی اور عدم توجہی سے بالائے طاق رکھ دی گئیں۔

ہم انتہائی افسوس کے ساتھ یہ بات دھرا رہے ہیں کہ اگر وزیر اعظم نواز شریف صاحب مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید رحمہ اللہ کی تاریخی دستاویز کی تمام کتابوں کو اپنی قائم کردہ کمیٹی کی سفارشات کے مطابق ضبط کر لیتے اور مصنفین کے لئے سخت قانون پاس کر لیتے...... تو آج پاکستان میں شیعہ سنی تنازعہ اس حد تک نہ جاتا کہ روزانہ کسی نہ کسی جگہ لاشیں بکھر رہی ہیں۔ اور فسادات کا یہ سلسلہ دراز ہو رہا ہے۔ ان کتابوں پر پابندی کے بغیر اس تنازعہ کا خاتمہ ناممکن ہے۔ آج بھی ان سفارشات پر عمل کرا کے ہم آنے والے خوفناک حالات سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

کمیٹی کی منظور کردہ تجاویز وسفارشات پر مبنی حتمی رپورٹ

(1)...... سب سے اوّل یہ کہ "زندہ رہو اور زندہ رہنے دو" کے عالمگیر اصول پر عمل کیا جائے۔ ہر شخص اپنے اپنے مسلک پر قائم رہے اور کسی دوسرے کے مسلک پر تنقید نہ کرے۔ ہر شخص اپنے مسلک کا "حسن" بیان کرے اور دوسرے کے مسلک کی خامیاں نہ تلاش کرے۔ نہ اپنی طرف سے کوئی سخت بات کہے۔ دوسروں کا موقع نہ دے کہ وہ اکوئی ناگوار بات کریں۔ " خد ما صفا دع ماکدر" پر عمل کریں۔ دوسروں کی بات سننے کے لئے تحمل و برداشت پیدا کریں۔

(2)...... مسلمانوں کے اتحاد کا مرکز اللہ تعالیٰ کی ذات اور حضرت محمد مصطفیٰ کی ذات مبارک کی اطاعت سے عشق ہے۔ اس لیے جملہ علمائے کرام اور دینی رہنماؤں کو اپنے افکار و نظریات کو اسی نکتے پر مرکوز کرنا چاہیے اور ہر حال میں رسول مقبول، صحابہ کرامؓ، اہل بیت اطہارؓ اور اکابرین ملت کے احترام کا اہتمام کریں۔

(3)......آئندہ شائع ہونے والے ایسے اختلافی لٹریچر کا سد باب واحتساب کیا جائے۔ صحابہ کرامؓ، خلفاء راشدینؓ اور اہل بیت عظام کے خلاف تمام کتابیں فی الفور ضبط کی جائیں اور مصنف کو کڑی سے کڑی سزائیں دی جائیں۔

(4)......مساجد اور دینی اداروں میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال کو محدود کیا جائے اور ماسوائے اذان کی بھی خطبہ یا تقریر یا بیان کی آواز کو مسجد یا اس ادارے سے باہر نشر نہ کیا جائے کیونکہ اس سے نہ صرف اختلاف کی فضا ابھرتی ہے بلکہ آس پاس رہنے والے بیمار اور طالب علموں، عبادت گزاروں اور اوراد اشغال میں مصروف مسلمانون کے امن وسکون میں بھی خلل پیدا ہوتا ہے۔

(5)......فرقہ وارانہ اختلافی مسائل کا جائزہ لینے اور اتفاق واتحاد کی فضا پیدا کرنے کے لئے ایک سب کمیٹی تشکیل دی جائے جو اس مقصد کے لئے ٹھوس مثبت اور قابل عمل تجاویز تیار کرے اور ایک متفقہ اور تمام فرقوں کے لئے قابل قبول ضابطہ اخلاق بھی مرتب کیا جائے۔

ضابطہ اخلاق مندرجہ ذیل چیدہ چیدہ نکات پر مشتمل ہو:

(۱)...... مسلمانوں کے درمیان اتحاد واتفاق قائم کرنا۔

(۲)...... مختلف مکاتب فکر کے درمیان صلح، محبت، رواداری اور افہام وتفہیم کی فضا قائم کرنا اور خلوص نیت سے اس پر عمل کرنا۔

(۳)...... دوسرے مسالک کے اکابرین کا احترام کرنا۔

(۴)...... علماء، خطباء، اور مصنفین کی تقریروں اور تحریروں میں توازن واعتدال پیدا کرنے کے لئے کوشش کرنا۔

(۵)...... ایسے بیانات سے احتراز کرنا جن سے دوسروں کی دل آزاری ہوتی ہو۔

(۶)...... قول وفعل میں ہم آہنگی اور مطابقت پیدا کرنے کے لئے مل جل کر کام کرنا۔

(۷)...... ذرائع ابلاغ کو استعمال کر کے لوگوں کے درمیان اخوت وبھائی چارے کے لئے سعی کرنا۔

(۸)...... مسلمانوں کے مقامات مقدسہ کے احترام اور تحفظ کو یقینی بنانا۔ نیز اقلیتی فرقوں کے تحفظ اور ان کے مقامات مقدسہ کی حفاظت کرنے کے انتظامات کرنا۔

(۹)...... نوجوان اور جدید رجحانات رکھنے والے طبقے اور طلباء وطالبات کے مسائل معلوم کر کے ان کے اسلامی نقطہ نظر سے حل کے لئے تحقیقی بنیادوں پر ایسا لٹریچر مرتب کرنا جس سے وہ مستفید ہو سکیں۔

(۱۰)...... وقتاً فوقتاً وزارت مذہبی امور میں تمام مکاتب فکر کے علماء کا مجتمع ہو کر اپنی کارکردگی کا جائزہ لینا اور آئندہ کے لئے نئے اقدامات تجویز کرنا۔

(۱۱)...... ایسی مساعی جمیلہ کو عمل میں لانا جس سے عوام الناس میں علماء مشائخ کا اعتماد بحال ہو۔

(۱۲)...... جذباتی نعروں اور دل آزار خطبوں سے پرہیز کرنا۔

(۱۳)...... جمعۃ المبارک کے خطبوں میں ایسی تقریریں کرنا جن سے مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق میں مدد ملے۔

(۱۴)...... مسلکی تنازعات کو باہمی مشوروں اور افہام و تفہیم کے اصولوں کی روشنی میں طے کرنا۔

(۱۵)...... حکومت کو وقتاً فوقتاً ایسے مشورے دینا جن سے مسلمانوں کے درمیان محبت و یگجہتی پیدا ہو۔

(۱۶)...... پبلک پلیٹ فارم سے اپنے مخالفین کے خلاف طعن و تشنیع سے مکمل اجتناب کرنا۔

(۱۷)...... امہات المومنینؓ، صحابہ کرامؓ، اہلبیت اطہارؓ، اولیائے امت، تابعین، تبع تابعین اور تمام مسلمانوں کا ادب و احترام کرنا۔

(۱۸)...... دوسروں کے حقوق کی پاسداری اور اپنے فرائض کی بجا آوری میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا۔

(۱۹)...... قومی و ملکی معاملات و حالات میں تمام مکاتب فکر کے علماء کا کماحقہ متحد رہنا۔

(۲۰)...... پاکستان کی سالمیت و تحفظ اور اس کی ترقی کے لئے خلوص نیت سے کام کرنا۔

وطن عزیز میں بوجہ فرقہ واریت کشیدگی و افتراق و انتشار کا بھوت عنقریب اپنے مضرت رساں پنجے گاڑنے میں مصروف عمل ہے، جس سے ملت اسلامیہ کی وحدت و اتحاد کو زبردست خطرہ لاحق ہے اور پاکستان دشمن قومیں اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لئے وطن عزیز کی سالمیت اور آزادی کو داؤ پر لگانا چاہتی ہیں جبکہ دوسری طرف وزیر اعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان نواز شریف کی ولولہ انگیز قیادت ملک کو مختلف النوع بحرانوں سے نکال کر حقیقی اسلامی فلاحی مملکت بنا کر اسے اقوام عالم میں ایک ترقی یافتہ ممالک کی صفوں میں کھڑا کرنا چاہتی ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے اور تقاضائے وقت بھی کہ ملک میں امن و سلامتی، صلح و آشتی اور اسلامی رواداری کی فضا پیدا ہو اور ملک بھر سے فرقہ واریت طبقاتی اور گروہی جنگ و جدل کا خاتمہ ہو تا کہ نہ صرف اندرون ملک بلکہ بیرون ملک بھی قوم و ملک کا وقار بحال ہو اور ملک ترقی و خوشحالی کی شاہراہ پر گامزن ہو سکے۔

''یہ ضابطہ اخلاق آپ سب کے لئے ایک رہنما کا کام دے گا'' اس پر عمل کرنا اور دوسروں کو

اس پر عمل کرنے کی ترغیب دینا آپ کا اور ہم سب کا قومی اور دینی فریضہ ہے۔

(6) اتحاد بین المسلمین کمیٹیاں صوبائی، ضلعی، اور تھانے کی سطح پر بھی قائم کی جائیں۔ جو اپنے اپنے دائرہ کار میں اتحاد و اتفاق کی فضا قائم کرنے کے لئے کام کریں اور جو اختلافات پیدا ہوں ان کا سد باب کریں۔

(7)...... فرقہ وارانہ اختلافات کو مٹانے کے لئے جو قوانین موجود ہیں، ان کے عملی نفاذ کا اہتمام کیا جائے۔ قرار داد مقاصد اور ملت کے جلیل القدر ۳۳ علمائے کرام کے متفقہ ۲۲ نکات پر عمل کو یقینی بنایا جائے۔

(8) فرقہ وارانہ فضا پیدا کرنے میں جو اندرون و بیرون ملک سازشیں ہو رہی ہیں ان کا سد باب کیا جائے۔

(9)...... ملک کے تمام صوبوں میں مذہبی امور کی وزارتیں قائم کی جائیں اور جملہ اوقاف کو وزارت مذہبی امور سے منسلک کیا جائے۔

(10)......صحابہ کرامؓ اور اہلبیت عظامؓ اور اکابرین امت کے دن سرکاری سطح پر تعطیل کی جائے اور ٹی۔وی اور ریڈیو پر خاص طور سے اس سلسلے میں پروگرام نشر کیے جائیں جن میں تمام مکاتب فکر کی ترجمانی ہو۔

(11)...... ہماری دینی درسگاہیں مسلک کی مثبت و تعمیری تبلیغ کے ساتھ ساتھ اصلاح اخلاق کے لئے کام کریں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ دینی مدارس کے نصاب تعلیم میں تاریخ اسلام اور بین الاقوامی روابط کو شامل کیا جائے اور عظمت اسلام، اسباب زوال امت، مغرب کی اخلاقی زبوں حالی، اشاعت اسلامی اور حالات حاضرہ جیسے مضامین کو بھی کا حصہ بنایا جائے۔

تیسری انٹرنیشنل دفاع صحابہؓ و حق نواز شہیدؒ کانفرنس کراچی

۲۴ راپریل ۱۹۹۲ء کو نشتر پارک کراچی میں سپاہ صحابہ کے زیر اہتمام تیسری انٹرنیشنل دفاع صحابہؓ و حق نواز شہیدؒ کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ اس کانفرنس کے راستے میں حکومت سندھ کی طرف سے خوب روڑے اٹکائے گئے۔ لیکن بہر حال یہ کانفرنس نہایت شان و شوکت سے منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت حضرت خواجہ خواجگان مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم آف کندیاں شریف (امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت) نے فرمائی، جبکہ انسانوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر سے قائد محترم علامہ فاروقی شہیدؒ کے علاوہ مولانا سمیع الحق، مولانا اسفندیار خان، مولانا اسعد تھانوی، مولانا ضیاء القاسمی، مولانا محمد حنیف جالندھری، حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدری اور مولانا محمد اعظم طارق نے خطاب کیا، حضرت فاروقی

شہیدؒ کے خطاب کی چند جھلکیاں پیش خدمت ہیں۔

اس کانفرنس کے انعقاد کے سلسلے میں جن راستوں سے ہمیں گزرنا پڑا، وہ بڑے تلخ ہیں سندھ کی حکومت ایک مہینے سے پریشان ہے، بلکہ وفاقی حکومت پریشان ہے کہ اتنی بڑی کانفرنس کراچی میں ہوگی تو نیچے کی زمین اوپر آجائے گی۔ رافضیت کے قلعوں میں شگاف پڑ جائے گا، خمینی قبر میں ناراض ہوجائے گا۔ دنیا بھر کے شیعوں پر موت طاری ہوجائے گی۔ لیکن ان کو نہیں علم کہ یہ پاکستان ہمارا ملک ہے۔ یہ جائیداد ہماری ہے، سنی قوم کا سرمایہ یہ ملک ہے۔ اس کی املاک ہماری ہیں۔ اس کی تمام چیزیں ہماری ہیں اس کی عمارتوں کا تحفظ کرنا ہمارا فرض ہے۔ اس شہر اور ملک کی املاک کا تحفظ کرنا ہمارا فرض ہے۔ پروپیگنڈہ ایرانی ریڈیو کی طرف سے ہوتا ہے، حکومت پریشان ہوجاتی ہے۔ جھنگ میں ہم نے الیکشن لڑا ایرانی ریڈیو نے پروپیگنڈہ کیا کہ یہ غنڈوں کی جماعت ہے۔ تخریب کاروں کی جماعت ہے یہ دہشت گردوں کی جماعت ہے ...... اس پروپیگنڈے سے پاکستان کے اخبار نویس بھی متاثر ہوئے، بڑے بڑے مشائخ اور علماء بھی متاثر ہوئے۔ لیکن دنیا نے دیکھا کہ ایک لاکھ انسانوں نے جھنگ میں ہمیں ووٹ دیکر ثابت کردیا کہ سپاہ صحابہ ایک نظریے کی بنیاد پر، ایک مشن کی بنیاد پر، ایک تحریک کی بنیاد پر، ایک فکر کی بنیاد پر کام کررہی ہے۔

میرے بھائیو! وطن کے لئے، قوم کے لئے، بقا کے لئے، معیشت کے لئے، اپنے اقتدار کے لئے، اپنی کرسی کے لئے، اپنی ذات کے لئے جو جنگ لڑے اس کو سلام کرتے ہو، میں عائشہؓ کی جنگ لڑوں تخریب کار کہلاؤں، میں صدیقؓ کی بات کروں تخریب کار کہلاؤں، میں ابوبکرؓ کی ناموس کی بات کروں تخریب کار کہلاؤں، میں فاروق اعظمؓ کی بات کروں تخریب کار کہلاؤں۔ میری جنگ تو اپنی ذات کے لئے نہیں، کرسی کے لئے نہیں، سوئی گیس کے لئے نہیں، میری ذات، میرا مشن، میرا پروگرام صرف یہ ہے کہ اس ملک میں عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی نہ دی جائے، عمر رضی اللہ عنہ کو گالی نہ دی جائے، یہ جنگ میری نہیں، میرے قائد کی نہیں، یہ جنگ ہر مسلمان کی ہونی چاہئے، ہر مولوی کی، ہر پیر کی، ہر چوہدری کی ہونی چاہیے۔ جس ڈیپارٹمنٹ میں تم بیٹھے ہو اس ڈیپارٹمنٹ میں صحابہ کی یہ جنگ تمہیں لڑنا چاہئے۔ سپاہ صحابہ اس جنگ میں بریلوی، دیوبندی، اہل حدیث اور پوری قوم کو شریک کرنا چاہتی ہے۔ اس جنگ میں میرا قائد حق نواز قبر میں اتر گیا، ایثار القاسمی قبر میں اترا، عبدالصمد آزاد قبر میں اترا، میاں اقبال قبر میں اترا، صادق شاہ قبر میں اترا، پچاس جنازے اٹھا چکے ہیں۔ اسی صحابہؓ کی جنگ میں مجھے بھی قبر میں اترنا ہے۔ میرے اور قائد بھی شہادت کی آرزو لئے پھرتے ہیں۔ ہم سب کچھ لٹا دیں گے ابوبکرؓ

کی اس جنگ سے باز نہیں آئیں گے۔

میرے بھائیو ہم نے جب اس نصب العین کا پوری دنیا میں اعلان کیا تو ہمارے راستے میں رکاوٹیں ڈالی گئیں، اور کہا گیا کہ یہ فرقہ واریت ہے، ابوبکرؓ کو کافر کہنا فرقہ واریت نہیں کہلائی، عائشؓ کو طوائف کہا گیا ہے، کتابوں میں لکھا ہے، اور وہ کتابیں تیرے ملک میں تقسیم ہو رہی ہیں۔ سندھ کے گورنر صاحب، سندھ کے وزیراعلیٰ صاحب، کمشنر صاحب، ڈی آئی جی صاحب، ہوم سیکرٹری صاحب، چیف سیکرٹری صاحب! مجھے بتاؤ کراچی سے علی اکبر شاہ کی کتاب ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں لکھی گئی۔ اس کتاب کا نام ہے ''شیخ سقیفہ'' اس کتاب کے ٹائٹل پر ابوبکرؓ کا نام لکھ کر کتے کا فوٹو بنایا گیا۔ تم نے یہ کتاب بند نہیں کی، مصنف کو سزا نہیں دی۔ میں احتجاج کرتا ہوں، میرا جلسہ روکتے ہو۔ میں احتجاج کرتا ہوں، میرے غریب کارکنوں پر پابندیاں لگاتے ہو۔ میں احتجاج کرتا ہوں، قاری تاج محمد، حکیم طارق مدنی، حافظ احمد بخش ایڈووکیٹ اور محمد احمد مدنی کو تم ضمانتوں کا پابند بناتے ہو۔ نعوذ باللہ۔ ابوبکرؓ کے بارے میں یہ توہین کرنے پر تمہارا قانون حرکت میں کیوں نہیں آیا؟ کراچی سے کتاب چھپی ہے تم نے اس کے لئے کیا کیا؟ اس پر کیا اقدام کیے؟ بتاؤ تو سہی اگر تم یہ کتاب نہیں روکتے ہو یہ لٹریچر نہیں روکتے ہو، اس مصنف کو سزا نہیں دیتے ہو تو میں کھلے عام اس کتاب کے لکھنے والے کو کافر کہوں گا۔ بدمعاش کہوں گا، منافق کہوں گا، دجال کہوں گا، دنیا کا کالا کافر کہوں گا، گندہ کیڑا کہوں گا، فوج آئے تب بھی کہوں گا۔ پولیس آئے تب بھی کہوں گا۔ تختہ دار پر چڑھاؤ تب بھی کہوں گا۔ سندھ کے حکمرانو! مجھے بتاؤ، جی ایم سید نے عائشہ صدیقہؓ کو گالی دی تو اس پر تمہارا قانون کیوں حرکت میں نہیں آیا؟

میرے بھائیو! امریکا کا نیو ورلڈ آرڈر جب سے جاری ہوا اس وقت سے پاکستان یہ چاہتا ہے کہ ایران کو ساتھ ملا کر امریکہ کے نیو ورلڈ آرڈر کا مقابلہ کیا جائے۔ امریکہ کے نیو ورلڈ آرڈر کا آپ کیسے مقابلہ کریں گے کہ ایران نے افغانستان کے بارے میں وہ پالیسی اپنائی جو پالیسی امریکہ کی ہے۔ امریکہ کہتا ہے کہ ظاہر شاہ کو واپس لاؤ، ایران بھی کہتا ہے ظاہر شاہ کو واپس لاؤ۔ گلبدین حکمت یار کا انٹرویو چند ہفتے قبل پاکستان کے معروف ہفت روزہ ''تکبیر'' میں چھپ چکا ہے۔ جس میں حکمت یار نے کہا کہ بارہ سال تک ایران کی حکومت خفیہ طور پر کابل کے فوجیوں کو تیل فراہم کرتی رہی۔ اس انکشاف کے بعد ایران کی حکومت نے اس کی تردید نہیں کی، ابھی تازہ ترین جو ہدایت ایران کی اس ملک میں آئی ہیں وہ یہ ہیں کہ ایرانی حکومت کی وزارت خارجہ نے پاکستان کی وزارت خارجہ کو ایک مراسلہ لکھا ہے، جس میں اس نے کہا کہ سپاہ صحابہ کے سربراہ ضیاء الرحمٰن فاروقی نے ایران کے خلاف

تقریریں کی ہیں اور وہ چار تقریریں کراچی، لاہور، فیصل آباد، اور اسلام آباد کی بطور ثبوت کے انہوں نے پیش کی ہیں...... کہ اس سے پاکستان کے ساتھ ایران کے تعلقات خراب ہو جائیں گے۔ آپ اس کو روکو۔ چنانچہ وزارت خارجہ نے پنجاب حکومت کے ذریعے ایران کا یہ پیغام مجھے پہنچایا ہے۔ لیکن آپ میں اگر اخلاقی جرأت ہے تو آپ میرا پیغام بھی ایران حکومت کو پہنچائیں۔ میں نے اسے کہا کہ میں تمہارا پیغام اس وقت وصول کرونگا جب تم مجھ سے وعدہ کرو کہ تمہارا پیغام بھی ہم ایران تک پہنچائیں گے۔ چنانچہ چند دن پہلے لاہور گیا تو پنجاب حکومت کے ایک اعلیٰ افسر نے مجھ سے وعدہ کیا کہ میں آپ کا پیغام ایران حکومت تک پہنچاؤں گا۔ بتاؤ آپ کا کیا پیغام ہے۔ میں نے خمینی کا تمام لٹریچر نشان لگا کر پنجاب حکومت کو پیش کیا۔ وہ کتاب پیش کی جس کا نام کشف اسرار ہے۔ جس کے ۱۰۷ صفحے پر خمینی نے لکھا کہ "میں اس رب کو نہیں مانتا جس نے عثمانؓ جیسے بد قماش آدمی کو خلیفہ بنا دیا" اسی کتاب کے ۱۱۹ صفحے پر خمینی نے لکھا کہ "عمر اصلی کافر اور زندیق تھا۔" اسی کتاب کے ۱۱۵ صفحے پر خمینی نے لکھا کہ "ابوبکر سے بڑا قرآن کا دشمن کوئی نہیں تھا۔" اور میں نے اس کی کتاب "الحکومت الاسلامیہ" کا حوالہ بھی پیش کیا۔ جس کے ۴۰ صفحے پر خمینی نے لکھا کہ "ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء مل کر بھی بارہ اماموں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔" میں نے وہ پیغام پنجاب حکومت کو دیا ہے۔ تا کہ وہ ایران تک پہنچائیں۔ اور میں نے اس پیغام میں لکھا ہے کہ ایران کی حکومت یہ لٹریچر پاکستان میں بھیجے گی تو سپاہ صحابہ اس لٹریچر کے لکھنے والے کو کافر کہے گی۔ میں نے کہا جناب! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کافر لکھ کر آپ ہم سے توقع رکھیں کہ ہم خاموش ہو جائیں یہ نہیں ہوگا اور میں آج نشتر پارک کے اس عظیم اجتماع میں کہنا چاہتا ہوں جس میں مجھے یقین ہے کہ ایرانی ریڈیو کے نمائندے بھی موجود ہیں اور ایران کے گماشتے بھی میری تقریر سن رہے ہیں۔ اگر ایران کی حکومت کو اس بات پر تشویش ہے کہ میں خمینی کو اسلام کا علمبردار نہیں مانتا۔ خمینی کو اسلام کا ٹھیکیدار نہیں مانتا۔ تو میں آج اس عظیم اجتماع میں ایران کی حکومت سے کہنا چاہتا ہوں۔

ایران کے حکمرانو!...... جب تک ایران سے صحابہؓ کے خلاف ایک پرزہ بھی چھپے گا اور میری جماعت کا آٹھ سال کا بچہ بھی اس دھرتی پر موجود ہوگا تو وہ تمہیں کافر کہتا رہے گا...... ایران کی حکومت کو یہ میری کھلی پیشکش ہے۔

چوتھی انٹرنیشنل دفاع صحابہؓ وحق نواز شہیدؒ کانفرنس پشاور

۲۳ر اپریل ۱۹۹۳ء کو منعقد ہونے والی اس کانفرنس کی خاص طور پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ کڑکتی ہوئی دھوپ میں بغیر شامیانوں کے ہزاروں افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ جبکہ زیادہ تعداد شاہی باغ

میں لوگ درختوں کی چھاؤں میں بیٹھ کر جلسہ سنتے رہے۔ لوگوں نے اس بات کو خوب سراہا جب مولانا سمیع الحق صاحب نے اپنی تقریر میں یہ فرمایا کہ اگر مولانا فضل الرحمٰن صاحب کافر کافر شیعہ کافر کے نعرہ کی تائید کردیں تو وہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب سے تمام اختلافات بھلا کر ان کی قیادت میں کام کرنے کو تیار ہیں۔ قائدینِ سپاہِ صحابہ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی، مولانا محمد اعظم طارق اور دیگر قائدین کی آمد پر جلسہ گاہ میں لوگوں نے والہانہ انداز میں پُر جوش نعرے لگا کر استقبال کیا۔ خصوصاً مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید کی آمد پر تمام تر مجمع کھڑا ہو گیا۔ سکیورٹی کے انتظامات بڑے سخت تھے۔ کسی شخص کو بغیر تلاشی کے اندر نہ جانے دیا گیا۔ کانفرنس انتہائی پُر امن طور پر صبح دس بجے سے شام ساڑھے چھ بجے تک جاری رہی۔ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔ کانفرنس سے دو روز قبل پشاور کی انتظامیہ نے مقامی اور پنجاب سے آئے ہوئے سینکڑوں کارکن گرفتار کر لیے۔

مرکزی جنرل سیکرٹری محمد یوسف مجاہد نے پشاور پہنچ کر کمشنر کو فون پر کہا کہ آپ نے وعدہ کے مطابق کارکن رہا کرنے کی بجائے مزید گرفتار کر لیے ہیں۔ یہ میرا آخری رابطہ ہے، مجھے میرے کارکن چاہئیں ورنہ میں ان کے لئے خود کو گرفتاری کے لئے پیش کردوں گا۔ آخر پونے ایک بجے کارکن رہا ہو کر آنا شروع ہو گئے۔

نمازِ جمعہ شاہی باغ میں ہی شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف نے پڑھائی، جبکہ کانفرنس کے اختتام پر عصر کی نماز سعودی عرب سے تشریف لانے والے معزز مہمان فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب نے پڑھائی۔

کانفرنس سے مولانا محمد نواز بلوچ صدر سپاہِ صحابہ پنجاب، محمود اقبال جنرل سیکرٹری سپاہِ صحابہ پنجاب، مولانا محمد احمد لدھیانوی، مولانا مسعود الرحمٰن پشاور، مولانا غلام محمود صاحب اسلام آباد، بلوچستان کے صدر مولانا نیاز محمد، مولانا محمد صدیق اٹک، متحدہ عرب امارات کے مولانا محمد صدیق اعوان ہزاروی، قاری شعیب ندیم، مولانا عبدالمجید ہزاروی، مولانا عبدالقیوم حقانی، آزاد کشمیر کے مولانا لیاقت علی عثمانی، مولانا اللہ وسایا کراچی، مولانا سلطان محمود ضیاء ملتان، مرکزی صدر شیخ حاکم علی، مرکزی سیکرٹری جنرل محمد یوسف مجاہد، سندھ کے صدر علامہ علی شیر حیدری، جمعیۃ علماء اسلام کے امیر مولانا سمیع الحق، سپاہِ صحابہ کے نائب سرپرست اعلیٰ مولانا محمد اعظم طارق ایم این اے اور آخر میں قائد سپاہِ صحابہ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ نے خطاب فرمایا۔

آپ کے خطاب کی چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں:

فاروقی شہیدؒ کے خطاب کی چند جھلکیاں

''پشاور کے سنیو! یہ میرے ہاتھ میں خمینی کی کتاب ہے، دیکھو صاحب قلم لوگو، پیرو، مولویو، چوہدریو!! سپاہ صحابہ کو تشدد پرست جماعت کہنے والو! یہ خمینی کی کتاب ہے، ایران کی چھپی ہوئی کتاب ہے۔ اس کتاب کے ۱۱۹ صفحے پر خمینی نے لکھا کہ ''عمر اصلی کافر اور زندیق تھا'' (نعوذ باللہ) مسلمانو! مجھے بتاؤ، اس کتاب میں اس فاروق اعظمؓ کو کافر لکھا گیا، جس کو عیسائیوں نے یہ لفظ نہیں لکھا، یہودیوں نے یہ لفظ نہیں لکھا، سکھوں نے یہ لفظ نہیں لکھا، بلکہ جرمنی میں ایک ادارے نے عمر فاروقؓ پر ریسرچ کمیٹی بنائی ہے۔ اور سات ہزار کتابیں بیش زبانوں میں عمر فاروقؓ پر جمع کر کے اعلان کیا ہے کہ عمرؓ سے زیادہ انسانیت کو فلاح و بہبود دینے والا شخص روئے زمین پر نہیں گذرا، اور جرمنی کے اس ادارے نے جس کی سربراہ ایک عورت ہے، اس نے اپنے پہلے اعلان میں لکھا کہ عمرؓ نے ایک ایسی بات کہی کہ دنیا جب سے بنی ہے آج تک وہ لفظ کسی نے نہیں کہے۔ جو عمرؓ نے اپنے گورنر عمرو بن العاص سے کہے تھے۔ کہ اے عمروؓ! تو نے ان انسانوں کی پشت پر بلا وجہ کوڑے مارے ہیں، تو نے کب سے ان غریبوں کو غلام بنایا؟ ان کو تو اللہ نے آزاد پیدا کیا ہے''۔ جرمنی کے لیڈروں نے کہا کہ انسان بنیادی طور پر آزاد ہے، اس پر کوئی پہرہ نہیں ہوسکتا۔ یہ فلسفہ دینے والا فاروق اعظمؓ تھا۔ ایک عیسائی، ایک یہودی عمرؓ کے بارے میں یہ لفظ استعمال کرے، اور اسلام کا نام لے کر اقتدار پر آنے والا، جس کا ریڈیو کہے اسلام کا علمبردار ہوں، ٹی وی کہے اسلام کا علمبردار ہوں، وہ عمرؓ کو کہے کہ اصلی کافر اور زندیق تھا، اسی کتاب کشف اسرار کے ۱۰۷ صفحے پر پیغمبر کے دوہرے داماد حضرت عثمان غنیؓ کے بارے میں خمینی نے کہا، وہ عثمان غنیؓ جس کے نکاح میں پیغمبرؐ نے دو بیٹیاں دی تھیں اور باری باری دی تھیں اور نبی کی بیٹی جس کے نکاح میں آئے وہ اللہ کی وحی سے آتی ہے۔ اس کے بارے میں خمینی کہتا ہے، ''میں ایسے رب کو نہیں مانتا جس نے عثمانؓ جیسے بدقماش آدمی کو خلیفہ بنادیا''۔ مجھے آپ بتائیں یہ لٹریچر چھپ کر پاکستان میں تقسیم ہو تو ہمیں اس لٹریچر کے لکھنے والے کو مسلمان کہنا چاہیے یا کافر کہنا چاہئے؟ (کافر) مسلمانو! یہ کتاب ہے ''تحفہ حنفیہ''

CamScanner

چار سو علماء کی موجودگی میں مَیں نے یہ کتاب نواز شریف کو دکھائی۔ علماء کی چیخیں نکل گئیں یہ کتاب دیکھ کر۔ اس کتاب کے ۲۵۰ صفحے پر غلام حسین نجفی کہتا ہے۔ ہائے! اتنی بڑی گالی کوئی کسی دشمن کو بھی نہیں دیتا، جس کا باپ قتل کر دیا جائے وہ باپ کے قاتل کو بھی نہیں دیتا۔ اس کتاب کے ۲۵۰ صفحے پر غلام حسین نجفی اتنی بڑی گالی دیتا ہے کہ وہ لفظ اس اسٹیج پر پڑھے ہی نہیں جا سکتے۔ میں مفہوم بتانا چاہتا ہوں (معذرت خواہ ہوں) یہ کتاب میرے ہاتھ میں ہے، سپاہ صحابہ کو تشدد پرست کہنے والو! ابوبکرؓ وہ ہے جس کو پیغمبر علیہ السلام اپنے مصلے کا وارث بنائے، فاروقؓ وہ ہے جس کے بارے میں کہے کہ ''اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمرؓ کا سر اس لائق تھا کہ اس کے سر پر نبوت کا تاج رکھا جاتا۔ عثمان غنی کو پیغمبر اپنی بیٹیاں رشتے میں دے، اور یہ ملعون ان کے بارے میں یہ غلاظت لکھے۔ مسلمانو! مجھے بتاؤ! اس غلاظت کے بعد ہم کہاں جائیں؟ کس سے سوال کریں؟ کس کے سامنے واویلا کریں؟ کس کے سامنے روئیں کہاں دھاڑیں ماریں؟ کہاں آواز لگائیں؟ کس کی عدالت میں جائیں؟ کس کے سامنے پکاریں؟ تم حل بتاؤ اس میدان میں بتاؤ، مسلمانو! اس تحریر کے بعد جب یہ کتاب لکھنے والا موجود ہو، جب یہ کتاب لکھنے والا زندہ ہو، کتب خانہ موجود ہو مدرسہ موجود ہو، چھاپہ خانہ موجود ہو، مدرسہ موجود ہو، بتاؤ میں کیا کروں؟ روؤں یا نہ روؤں؟ چیخوں یا نہ چیخوں؟ میری عزت کا معاملہ ہوتا مجھے روک دیتے، پلاٹوں کی بات ہوتی مجھے روک دیتے، چوہدراہٹ کی بات ہوتی مجھے روک دیتے، صدیقؓ تو تیرا بھی ہے میرا بھی ہے، میرے بھائیو یہ کتاب جب وزیراعظم کے سامنے پیش کی تو ہم سے وعدے کیے گئے کہ کتاب کے مصنف کو تختہ دار پر چڑھائیں گے۔ لیکن آج دو سال ہو گئے، نہیں کچھ ہوا۔ تو غلام حسین نجفی نے تین مہینے پہلے یہ ایک اور کتاب لکھی ہے، یہ میرے ہاتھ میں کتاب ہے، کتاب کا نام ہے ''نص خلافت بلافصل'' اس کتاب کے ۲۲۶ صفحے پر یہ ملعون کہتا ہے کہ ابوبکر اور ابلیس کا ایمان برابر تھا...... (نعوذ باللہ) مسلمانو! ایران کے صدر نے پچھلے دنوں پاکستان کا دورہ کیا، مولانا اعظم طارق صاحب نے ایک یادداشت اس کو اسمبلی میں پیش کرنا تھی، لیکن حکومت نے مولانا اعظم طارق صاحب کو اسلام آباد سے گرفتار کر لیا تا کہ وہ تاریخی یادداشت پیش نہ کر سکیں۔ اس سے اگلے دن صدر ایران

نے بیان دیا کہ میں شیعہ سنی تنازعہ پر یقین نہیں رکھتا۔ میں نے جواب میں کہا کہ چلو یہ نیوٹرل آدمی ہے اسی سے فیصلہ کرالیں۔ پاکستان کے اخبارات میں مَیں نے پیش کش کی کہ ایران کا صدر اگر ان کتابوں پر اور شیعہ کے لٹریچر پر ثالثی کا کردار ادا کرے تو ہم اس کی بات ماننے کو تیار ہیں میں نے وہ ساری کتابیں یادداشت میں پیش کیں۔ ان کتابوں کا اخبارات میں حوالہ دیا، اب آپ بتائیں اگر ہم مخلص نہ ہوتے تو ایران کے صدر کو ثالث مانتے؟ ہم نے کہا چلو یہ جھگڑا ختم ہو، ایرانی صدر کہتا ہے کہ میں یہ جھگڑے نہیں کرتا، میں صحابہؓ کی توہین نہیں کرتا، تو چلو یہ خمینی نے ابوبکرؓ کر کافر لکھا ہے، آئے وہی فیصلہ کردے، جو وہ فیصلہ کرے ہمیں منظور ہے۔ اتنی بڑی پیش کش تو دنیا کا کوئی آدمی نہیں کرتا، کہ اپنے دشمن کے ایک آدمی سے کہے کہ تو ہی فیصلہ کر، میں نے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے کہا کہ تو ثالثی کردے۔ وزیراعظم کے پاس ہم چیخیں۔ صدر کے پاس ہم چیخیں۔ ایرانی صدر کو ہم نے یادداشت پیش کی اور اسے ثالث کا کردار ادا کرنے کو کہا۔ لیکن ہماری کسی بات کا جواب نہیں دیا گیا۔ اس کے ۸ دن بعد ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ ایران کے اہل سنت کے صدر، اہل سنت کے پیشواء مولانا مفتی احمد زادہ جن کو دس سال تک خمینی نے جیل میں رکھا وہ تڑپ تڑپ کر جیل میں شہید ہو گئے ہیں۔ لیکن ان کو آزادی نہیں ملی، ان کے لڑکے کو بھی مارا گیا۔ شام کے اندر تیس ہزار اہل سنت کو ذبح کیا گیا، ایران میں اہل سنت کو ذبح کیا جارہا ہے۔ میں آج اس اجتماع میں ایران اور شام کی حکومتوں سے کہتا ہوں کہ سپاہ صحابہ ایسا انقلاب لانا چاہتی ہے کہ یہ شام ابوبکرؓ نے فتح کیا تھا، اور ایران فاروق اعظمؓ نے فتح کیا تھا، سپاہ صحابہ یہ دونوں ملک تم سے واپس لے گی۔ دوسو نوے سال پہلے ایران سنیوں کا ملک تھا، چالیس ہزار علماء اسماعیل صفوی نے ذبح کر کے شیعہ سٹیٹ بنادیا۔ اور شام چار سو سال پہلے سنیوں کا ملک تھا، عرب کے تین ہزار علماء ذبح کر کے اس کو شیعہ سٹیٹ بنادیا گیا اور شیعو! تم سپاہ صحابہ کی بات کرتے ہو، اگر سپاہ صحابہ والے زندہ رہے، میں زندہ رہوں یا نہ رہوں، لیکن حق نواز نے جو سپاہ تیار کی ہے یہ پوری دنیا میں پھیلے گی اور پوری دنیا میں انقلاب برپا کر کے رہے گی"۔

شہادت امام حسین کانفرنس شکر گڑھ

۱۲ر محرم الحرام ۳ر جولائی ۱۹۹۳ء ہفتہ کا دن شکر گڑھ کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔ سپاہ صحابہ کے زیر انتظام یہ پہلی کانفرنس تھی۔ جس میں مرکزی قائدین تشریف لا رہے تھے۔ ۱۱ر جون کو ضلع بھر کے یونٹوں کا سربراہی اجلاس ہوا جس میں پروگرام کو فائنل کیا گیا۔ اور انتظامیہ سے پیشگی اجازت لی گئی۔ پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے ۱۰ مختلف کمیٹیاں تشکیل دی گئیں اور مرکزی کنٹرول روم کو چھ ٹیلی فون فراہم کیے گئے تا کہ تمام تازہ ترین صورتحال سامنے آتی رہے۔ اس کے بعد بڑے زور شور سے پروگرام کی تیاری شروع کی گئی اور ضلع بھر میں اشتہارات، بینر اور وال چاکنگ کی گئی۔ کارکن تیاری میں مصروف تھے کہ ۱۱ر جون کو ضلعی انتظامیہ نے مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی کے داخلے پر پابندی عائد کر دی۔ ساتھی بڑے پریشان ہوئے۔ مولانا صاحب سے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر میں زندہ رہا تو شکر گڑھ میں ہر حال پہنچوں گا۔ آپ تیاری جاری رکھیں۔

اسی دوران دس محرم کو ایک ذاکر نے حضرت عائشہؓ، سپاہ صحابہؓ اور اولیاء اللہ پر تنقید کی اور کیچڑ اُچھالنے کی ناپاک جسارت کی۔ جس کی وجہ سے شکر گڑھ کے تمام مسلمانوں کے جذبات بھڑک اٹھے اور اب ہر طرف ایک ہی شور تھا کہ پروگرام ہر حال میں ہونا چاہئے۔ اس جذبے کو دیکھ کر سپاہ صحابہ کے ساتھیوں نے حلف دیا کہ ہم جلسہ ضرور کریں گے اور شیعہ کا کفر مین چوک پر بیان کریں گے۔

مغرب کی نماز تک تمام تر انتظامات مکمل کر لیے گئے۔ لوگوں کی آمد اور جوش و جذبے کو دیکھ کر مسجد میں جگہ کم ہونے کی وجہ سے چوک بخاری سے لے کر چوک میلاد تک کلوز سرکٹ ٹی وی کے ذریعے کنٹرول کیا گیا تا کہ لوگ اطمینان کے ساتھ بیٹھ کر پروگرام کو سن سکیں۔ مسجد کی دائیں طرف امام بارگاہ تھی۔ اس لئے سلامتی کمیٹی نے سکیورٹی کے انتظامات اور زیادہ سخت کر دیے۔ اس کے بعد عشاء کی نماز کا وقت ہوا تو ہزاروں کی تعداد میں لوگ پہنچ چکے تھے۔ نماز کے بعد جلسہ گاہ کو مکمل طور پر خالی کرا لیا گیا اور اس وقفہ میں تمام ساتھیوں کو ڈیوٹیوں پر بٹھا دیا گیا۔ اور جلسہ گاہ کی مکمل تلاشی لی گئی۔ اور اس کے بعد تلاشی لے کر لوگوں کو جلسہ گاہ میں داخل ہونے دیا گیا۔ آدھے گھنٹے کے اندر اندر مسجد اور جلسہ گاہ بھر گئی۔ جلسہ گاہ میں جگہ کم ہونے کی وجہ سے لوگوں نے گلیوں سڑکوں اور دکانوں کی چھتوں پر بیٹھ کر پروگرام کو سنا۔

رات کے ساڑھے گیارہ بج چکے تھے اور مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی ابھی تک شکر گڑھ میں نہیں پہنچ سکے تھے۔ پولیس نے چالیس کے قریب ناکے لگا رکھے تھے اور سارے شہر کو گھیر رکھا تھا۔ تا کہ

فاروقی صاحب جلسہ گاہ میں نہ پہنچ سکیں۔ دشمنوں نے آخری ٹائم تک یہی پروپیگنڈہ کیا کہ فاروقی صاحب شکرگڑھ نہیں پہنچ سکتے اور اگر وہ پہنچ بھی گئے تو زندہ واپس نہیں جاسکتے۔ مگر کارکن مطمئن تھے کیونکہ انہیں اپنے قائد کی جرأت کا علم تھا۔ سب ساتھی اس تجسس میں تھے کہ قائد کس راستہ سے جلسہ گاہ میں داخل ہوتے ہیں۔ رات کے ٹھیک سواہ بارہ بجے قائد محترم پابندیوں اور رکاوٹوں کو توڑتے ہوئے ایک کارکن کے گھر پہنچ گئے۔ یہ خبر جب جلسہ گاہ میں پہنچی تو سارے مجمع میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ دوسری طرف انتظامیہ کو مولانا کی آمد کی اطلاع ملی تو انہوں نے اپنا سر پیٹ لیا۔

مولانا فاروقی شہید سپاہِ صحابہ شکرگڑھ کے سٹیج پر پہلی دفعہ تشریف لائے تھے۔ اس لئے لوگ ان کا مفصل خطاب سننے کے لئے بے چین تھے۔ مگر دس محرم کے حالات مولانا کے علم میں آچکے تھے۔ اس لئے مولانا نے کہا کہ آج خطاب نہیں ہوگا بلکہ احتجاج ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں کوئی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخی کرتا تو خدا بھی خاموش نہیں رہتا اور آج چودھویں صدی کا کافران کی شان میں گستاخی کرے تو ہم کیسے خاموش رہ سکتے ہیں۔ انہوں نے انتظامیہ سے کہا کہ تم نے پابندیاں لگائیں اور میں تمہاری پابندیاں پاؤں کی ٹھوکر سے اڑا کر یہاں پہنچا۔ انہوں نے کہا کہ یہ ہمارے مشن کا حصہ ہے۔

انہوں نے کہا کہ ۱۰ رمحرم کو یہاں ایک کتا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخی کر کے گیا ہے۔ اور انتظامیہ نے کوئی نوٹس نہیں لیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر اب بھی انتظامیہ نے کوئی نوٹس نہ لیا تو میری جماعت کا آٹھ سال کا بچہ بھی اسے ذبح کر ڈالے گا۔ جب قائد سپاہِ صحابہ نے اپنا خطاب ختم کیا رات کے تقریباً ۲ بج چکے تھے۔ خطاب کرنے کے بعد انہوں نے اخبار نویسوں سے بات چیت کی اور سپاہِ صحابہ کے پروگرام کو پیش کیا۔

شہداء اسلام کانفرنس بھا گٹانوالہ

۲۶ رجولائی ۱۹۹۳ء کو سپاہِ صحابہ تحصیل سرگودھا کے زیر اہتمام بھا گٹانوالہ میں شہدائے اسلام کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا جس میں خصوصی خطاب قائد محترم مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی کا طے ہوا۔

ڈپٹی کمشنر سرگودھا، اسسٹنٹ کمشنر سرگودھا اور ایس ایچ او تھانہ بھا گٹانوالہ نے شیعوں کے دباؤ پر کانفرنس ہر حال میں روکنے کا تہیہ کر لیا۔ سب سے پہلے ڈی سی سرگودھا نے فاروقی صاحب کی سرگودھا آمد پر پابندی عائد کر دی۔ اس کے بعد بھا گٹانوالہ میں کسی بھی جگہ پر کانفرنس کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔

۲۶ رجولائی کو سارا دن پولیس کی بسیں اور ویگنیں بھر بھر کر آتی رہیں۔ شام تک پولیس نے سرگودھا لاہور روڈ پر نو جگہ ناکہ بندی کر دی۔ سرگودھا لاہور جیسے مصروف روڈ پر آنے جانے والی ہر ویگن، بس، تانگے اور ریڑھیوں تک کی تلاشی لی گئی۔ مدرسہ فاروقیہ پولیس کے سخت گھیرے میں تھا۔ ایس ایچ او تھانہ کوٹ مومن نے جلسہ میں آنے والے تمام لوگوں کو راستے میں روک کر واپس کر دیا۔

رات کے سناٹے میں جبکہ مولانا عطاء الرحمٰن شہباز کی تقریر جاری تھی۔ فضاء "حق نواز کا دوسرا نام...... ضیاء الرحمٰن ضیاء الرحمٰن" کے نعروں سے گونج اٹھی۔ مورخِ اسلام، وکیل صحابہ، سرپرست اعلیٰ سپاہِ صحابہ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی جلسہ گاہ میں داخل ہو چکے تھے۔ آپ عام دروازے سے داخل ہوئے۔

آپ کے جوتے اور کپڑے کیچڑ آلود تھے۔ جونہی مجمع کی نگاہ ان پر پڑی تو مجمع بے قابو ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ جلسہ گاہ نعروں سے گونج اٹھی۔ کافی دیر تک لوگوں کے جذبات نہ سنبھلے۔ انتظامیہ کے خلاف زبردست نعرے بازی ہوئی۔ ادھر پولیس حیران تھی اور ہکا بکا جلسہ گاہ کے دروازے پر کھڑی تھی۔

قائد محترم خطاب کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ خطبہ کے بعد فرمایا کہ مجھے اسلام آباد میں مولانا اعظم طارق صاحب نے اطلاع دی کہ پولیس نے سخت ناکہ بندی کر رکھی ہے۔ اور آپ کو روکنے کے لئے ڈی سی نے سخت احکامات جاری کیے ہیں۔ میں شاید نہ آ سکتا لیکن ان پابندیوں کا سن کر میں شام پانچ بجے اسلام آباد سے روانہ ہوا۔ راستے میں تمام پابندیوں کو توڑ کر آپ کے پاس آ پہنچا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنا فرض پورا کیا ہے۔ اور پولیس نے اپنا فرض پورا کیا ہے۔ اگر ایک طاقت مجھے روکنے کا انتظام کیے ہوئے تھی تو ایک طاقت (اللہ تعالیٰ) مجھے لانے کا انتظام کیے ہوئے تھی۔ تم بتاؤ کون سی طاقت غالب رہی!!

تاریخی دستاویز کی اشاعت کے موقع پر دو اہم خطوط

۲۸ رستمبر ۱۹۹۱ء کو اس وقت کے وزیر اعظم نواز شریف کی زیرِ صدارت گورنر ہاؤس لاہور میں ہونے والے اجلاس میں قائد سپاہِ صحابہ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی نے شیعوں کی گستاخانہ عبارات پر مشتمل جو یادداشت پیش کی تھی، ۱۹۹۳ء میں اسے تاریخی دستاویز کے نام سے کتابی صورت میں شائع کیا گیا۔

اس موقع پر قائد سپاہِ صحابہ مولانا فاروقی نے دنیا بھر کے مسلم سربراہوں اور ایرانی صدر خامنہ ای اور دیگر شیعہ علماء و زعماء کے نام دو خط ارسال کیے، ان کی اہمیت کے پیش نظر یہاں شامل کیا جا رہا ہے۔

دنیا بھر کے مسلم سربراہوں اور اسلامی حکومتوں کے نام

''زیرِ نظر مجموعہ ''تاریخی دستاویز'' اسلام کے نام پر جنم لینے والے شیعہ فرقہ کے خلاف ایسی چارج شیٹ ہے جس کے بعد شیعہ کو مسلمان کہلانے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ جس گروہ کے عقائد یہ ہوں:

(۱) کلمہ طیبہ کے دو جز (الف) لا الہ الا اللہ (ب) محمد رسول اللہ کے بجائے پانچ اجزا ہیں۔
(الف) لا الٰہ الا اللّٰہ (ب) محمد رّسول اللہ (ج) علیّ ولی اللہ (د) وصی رسول اللّٰہ (ہ) خلیفتہٗ بلا فصل۔ (از کتاب اصول کافی) (از شیعہ مذہب حق ہے تا کتابل و صفحہ ۳۲۵،۳۲۴) (از ادیانِ عالم اور فرقہ ہائے اسلام کا تقابلی مطالعہ)

(۲) اصلی قرآن کی سترہ ہزار آیات ہیں اور موجودہ قرآن نامکمل ہے۔ (از اصول کافی)

(۳) بارہ (۱۲) اماموں کا رتبہ انبیاء سے بلند ہے۔ (از کتاب اصول کافی)

(۴) آنحضرت ﷺ کے بعد تین کے علاوہ تمام صحابہ کرام کافر و مرتد ہو گئے تھے۔
(از حیات القلوب جلد ۲ ص ۹۲۳) (از بحار الانوار جلد ہشتم)

یہ باتیں ان کی کتابوں کے عکسی آئینے میں موجود ہوں۔ اس کے بعد ان کو کسی طرح بھی مسلمان کہلانے کا کوئی حق حاصل نہیں۔

اس لئے دنیا بھر کے مسلم حکمرانوں، علماء اسلام، مفتیان عظام اور اسلامی مفکرین سے ہماری گزارش ہے کہ شیعہ چونکہ اپنے عقائد کفریہ قطعیہ یقینیہ کی بنیاد پر کافر و مرتد ہے، اس لئے انہیں مکمل طور پر اسلامی سوسائٹی سے خارج کر دیا جائے، جو شخص مذکورہ عقائد کے حاملین کو بھی مسلمان سمجھنے پر مصر ہے اسے خود اپنے آپ کو کافر تسلیم کر لینا چاہیے۔

یہ نہیں ہو سکتا کہ کلمہ طیبہ کے دو جز ماننے والا بھی مسلمان ہو، پانچ جز ماننے والا بھی مسلمان ہو۔ تحریف قرآن کا عقیدہ رکھنے والا بھی مسلمان ہو اور عدم تحریف کا متفقہ اسلامی عقیدہ رکھنے والا بھی مسلمان ہو۔ صحابہ کرامؓ کو اسلام کی مقدس شخصیات اور رہبر جماعت قرار دینے والا بھی مسلمان ہو اور انہیں کافر قرار دینے والا بھی مسلمان ہو۔

شیعہ کے عقائد کفریہ چونکہ ان کی کتابوں سے ظاہر ہو چکے ہیں اور دنیا بھر کے تمام شیعہ کی

متفقہ اور مسلم کتابوں کا عکسی آئینہ اس دستاویز میں پیش کیا جارہا ہے۔اس لئے ایسے عقائد رکھنے والا مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کے نزدیک لاریب کافر ہے۔

از

ابوریحان ضیاءالرحمٰن فاروقی

(رئیس العام سپاہ صحابہ)

اسی خط کے ساتھ ایک دوسرا خط بطورِ خاص شیعہ راہنماؤں کو روانہ کیا گیا، اس کی عبارت درج ذیل ہے:

دوسرا خط:

دنیا بھر کے شیعہ کے پیشواء جناب خامنہ ای، ایرانی حکومت اور دنیا بھر کے شیعہ زعما کے نام اہم خط

نحمده ونصلّی علٰی رسوله الكريم، والسلام علٰی من اتبع الهدٰی.

آنجناب کو اس وقت دنیا بھر میں شیعہ فرقہ کے نزدیک مرجع تقلید اور نائب امام کی حیثیت حاصل ہے۔چند ایک کو چھوڑ کر اکثریتی شیعہ آبادی آپ کو مسلمہ پیشوا اور مقتدا تسلیم کرتی ہے۔اس لئے ہم نے ضروری سمجھا کہ حقیقی اور مسلمہ کتابوں کا آئینہ پیش کر کے اسلام اور اہل اسلام کی طرف سے اتمام حجت کر دیا جائے۔

بحیثیت سپاہ صحابہؓ کے سربراہ میری ذمہ داری ہے کہ میں کسی مداہنت اور مساحت و مصلحت کے بجائے حقائق کا مکمل آئینہ آپ کے سامنے رکھ دوں۔آنجناب کی خدمت میں خصوصی طور پر گزارش ہے کہ زیر نظر مجموعہ "تاریخی دستاویز" میں شیعہ مذہب کی دوسو بتیس 232 کتابوں کا عکس پیش کیا گیا ہے۔اس مجموعہ کی جملہ کتب شیعہ مذہب کے ہاں مسلمہ حیثیت کی حامل ہیں۔

اس مجموعہ کی جملہ کتب کی روشنی میں عالم اسلام کے تمام مکاتب فکر کے نزدیک ایسے عقائد کا حامل قطعی طور پر مسلمان نہیں ہوسکتا۔آپ ایک ایسے ملک کے پیشوا اور سربراہ ہیں جو شیعہ اکثریتی آبادی کا ملک ہے۔اس موقع پر ہم آنجناب سے ضروری وضاحت کے طلبگار ہیں۔

کیا آپ ان کتابوں اور ان میں درج شدہ عقائد وافکار سے متفق ہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو آپ کو کسی طرح بھی مسلمان کہلانے کا کوئی حق حاصل نہیں! اگر آپ کا جواب نفی میں ہے تو

آپ پر لازم ہے کہ ان تمام کتب سے ایرانی ریڈیو، ٹیلی ویژن پر بیزاری کا اعلان کریں اور اصول اربعہ سمیت تمام کتب کو دریا برد کرنے کا اعلان کریں۔ "تاریخی دستاویز" کی اشاعت کے بعد اب تقیہ اور مداہنت کے تمام دروازے بند ہو چکے ہیں۔

دجل فریب اور جھوٹ کے دریچوں پر حقائق اور انکشافات کی روشنی چھا چکی ہے۔ اب یہ نہیں ہو سکتا کہ شیعہ کلمہ طیبہ، تحریف قرآن، عقیدہ امامت اور تکفیر صحابہ کے عقائد کا حامل بھی ہو اور وہ اپنے آپ کو مسلمان بھی کہلاتا رہے۔

سپاہ صحابہ آنجناب سے درخواست کرتی ہے کہ اگر آپ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے شیعہ سنی تنازعہ کا خاتمہ چاہتے ہیں یا اپنے آپ کو اسلامی برادری میں شامل رکھنا چاہتے ہیں تو آپ کو بہرصورت "تاریخی دستاویز" میں شامل تمام شیعہ کتب اور ان میں شامل عقائد سے بیزاری اور برأت کا اعلان کرنا ہوگا۔ راقم کو آپ کی وضاحت کا انتظار رہے گا۔

آپ کے جواب کا منتظر

ابو ریحان ضیاء الرحمٰن فاروقی

رئیس العام سپاہ صحابہ

جامعہ عمر فاروق الاسلامیہ سمندری، فیصل آباد (پاکستان)

......☆......

سنی شیعہ تنازعہ کے حل کے لئے صدر پاکستان کو پیش کیا جانے والا سات نکاتی امن فارمولہ

محترم جناب فاروق احمد لغاری صاحب صدر پاکستان

السلام علیکم!

۲ر فروری ۱۹۹۴ء کو اسلام آباد میں سینٹ کے الیکشن اور ملکی صورتحال پہ ہونے والی ملاقات میں آپ نے شدید اصرار کے ساتھ شیعہ سنی تنازعہ کے مستقل حل کے لئے فارمولا پیش کرنے کے لئے کہا تھا اس ملاقات میں وزیر اعلیٰ پنجاب میاں منظور احمد وٹو اور مولانا محمد اعظم طارق بھی موجود تھے۔ اگرچہ یہ ملاقات پہلے سے طے شدہ کسی خاص موضوع کے لئے نہیں تھی تاہم اس میں سب سے زیادہ بحث اس بات پہ ہوئی تھی کہ ملک میں بڑھتے ہوئے شیعہ سنی تنازعہ کو کیونکر کنٹرول کیا جائے۔ راقم کو

ایک گونہ اطمینان تھا کہ ملک کی ایک ایسی پارٹی، جس پر سیکولر اور آزاد خیال ہونے کا الزام ہے اس کی نہایت اہم شخصیت اور ملک کے سربراہ کی طرف سے اس حساس مسئلے کا شدید احساس کیا جا رہا ہے۔ اگرچہ آنجناب کے سچے مسلمان اور شریف النفس ہونے کے بارے میں مخالفین بھی ہم زبان ہیں تاہم شیعہ سنی تنازعہ کے حل کے لئے جس دکھ اور درد کا اظہار آپ نے فرمایا اسی جذبے کے تحت راقم نے چند سطور تحریر کی ہیں۔ اس مسئلے کے حل کے لئے ۲۸ ستمبر ۱۹۹۱ء کو گورنر ہاؤس لاہور میں مختلف مکاتب فکر کے چار سو علماء کی موجودگی میں اس وقت کے وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف کو بھی اپنی تجاویز پیش کر چکا ہوں، لیکن فقیر کی صدا کو درخور اعتناء نہ سمجھا گیا اور اس پہ خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی۔

مجھے امید ہے کہ ملک میں بڑھتی ہوئی کشیدگی اور شیعہ سنی کے سنگین اختلافات کے باوجود ہماری تجاویز اور امن فارمولا پر عمل کر کے ملک کے اہم مسئلے کے بارے میں کروڑوں عوام کے اضطراب کو دور کریں گے۔ صدر صاحب...... آنجناب اس حقیقت سے واقف ہیں کہ شیعہ سنی تنازعہ ۱۴۰۰ (چودہ سو) سال سے چلا آ رہا ہے اس موضوع پر ہر صدی اور ہر عہد میں مناظروں، مکالموں، مباحثوں اور مجادلوں اور تنازعات کی حد تک دھما چوکڑی قائم ہے۔

سقوطِ بغداد سے لے کر سقوطِ ڈھاکہ تک اور اسپین کے الزغل سے لے کر ابن علقمی تک صلاح الدین ایوبی سے لے کر نور الدین زنگی تک، مغلوں، فاطمیوں اور سلجوقیوں سے لے کر میروں اور مرہٹوں تک ہر دور میں اس تنازعہ نے امتِ مسلمہ کے ایک بڑے حصہ کا گریبان چاک کیا۔ حضرت عمر فاروق ؓ، حضرت عثمانؓ سے لے کر سلطان ٹیپو کی شہادت تک یہی قضیہ اصلی کرب اور حقیقی دُکھ بنا رہا۔ ایک طبقے کی طرف سے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ و صحابہ کرامؓ پر تنقید کے نشتر چلائے جاتے رہے۔ دوسرے طبقہ کی طرف سے حضرت علیؓ و حضرت حسینؓ و حضرت فاطمہؓ پر جوابی حملے نہیں کیے گئے بلکہ خلفاء ثلاثہ اور صحابہ کرامؓ پر تنقید کے زخموں کو دھوتے رہے۔ ان کی صفائی پیش کر کے صحابہ کرامؓ اور اہل بیت عظامؓ سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے رہے۔ ہمیں اس حقیقت کا اعتراف ہے اختلافات کے باوجود کسی دور میں بھی اہل سنت کے کسی گروہ نے نہ تو شیعہ کو اپنے ملک سے نکالنے کا مطالبہ کیا نہ ہی ان کے قتل عام کو جائز رکھا نہ ہی ان کے وجود کو ختم کرنے کی تحریک چلائی کچھ عرصہ پہلے تک تحریک پاکستان اور تحریک ختم نبوت میں شیعہ اور سنی مل کر کام کرتے رہے ہیں۔

اختلافات کی اس خلیج کو وسیع سے وسیع کرنے کے لئے سب سے زیادہ رول جس امر نے ادا کیا وہ ۱۱ رفروری ۱۹۷۹ء کا ایرانی انقلاب ہے، خمینی صاحب جو ایرانی قوم کے پیشوا اور اس انقلاب کے

بانی تھے۔انہوں نے اس انقلاب کو اسلامی انقلاب کا نام دیا، دنیا بھر میں حکومتی سطح پر اس انقلاب کے اسلامی اور محمدی ہونے کی پبلسٹی کرائی گئی۔ دنیا بھر کی مسلم مملکتوں کے بیشتر سکالروں اور علماء نے اس انقلاب کی تحسین کی۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد جب خمینی صاحب کی کتاب الحکومۃ الاسلامیہ شائع ہوئی اور اس کے ۱۳ زبانوں کے تراجم دنیا بھر میں پھیلائے گئے تو پورا عالم اسلام چونک اٹھا۔ کتاب مذکور کے ص ۱۴۱ پر خمینی صاحب نے تحریر کیا تھا:

''ہماری ضروریات دین میں یہ بات شامل ہے کہ ہمارے بارہ اماموں کے مرتبہ کو نہ کوئی نبی مُرسل پاسکا ہے نہ ہی رسولِ معظم اس مقام کو پہنچا ہے۔''

ظاہر ہے کہ دنیا بھر کے ڈیڑھ ارب مسلمانوں میں کسی فرقہ کے کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہ تھا بلکہ ہر مسلمان یہی عقیدہ رکھتا ہے کہ انبیاء سے برتر دنیا بھر میں کوئی مخلوق نہیں اس کے ساتھ ہی خمینی صاحب نے اپنی اساسی کتاب ''اصولِ کافی'' کئی زبانوں میں شائع کرائی جس میں واضح طور پر لکھا تھا:

''رتبۂ امامت بالاتر از رتبۂ پیغمبریست''

اس تحریر کے منظر عام پر آ جانے کے بعد اسلامی دنیا ششدر اور پریشان رہ گئی کہ جس عقیدہ کا ذکر انہوں نے کیا ہے اس کا تو اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ ۱۹۸۱ء میں کشف الاسرار شائع ہوئی۔ خمینی کی یہ کتاب اگرچہ پہلی مرتبہ ۱۹۳۵ء میں شائع ہوئی تھی لیکن انقلاب ایران کے بعد اسے دوبارہ طبع کرایا گیا۔ اس کتاب میں درج ذیل تصریحات کو دیکھ کر ایک مرتبہ پھر عالم اسلام میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔

(۱)...... ایسے خدا کو نہیں مانتے جو یزید و معاویہ و عثمان اور اس قبیل کے دیگر بدقماش قسم کے لوگوں کو امارت و حکومت سپرد کردے۔ (ص ۱۰۷)

(۲)...... قرآن میں تحریف ہوگئی جو قیامت تک کے لئے مسلمانوں کے لیے باعث شرم ہے جس بات پر یہود و نصاریٰ پر گرفت کرتے تھے وہ خود مسلمانوں سے ثابت ہوگئی۔ (ص ۱۱۴)

(۳)...... ابن خطاب جو اس دنیا سے چلا گیا کے کلام سے اصل کفر و زندقہ ظاہر ہو گیا جو قرآنی آیت کی مخالفت ہے۔ (ص ۱۱۹)

اندریں صورت سب سے پہلے ہندوستان کے معروف عالم دین مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ نے ایرانی انقلاب اور شیعیت لکھ کر اس نظریہ پر تنقید کی اور اسے خالص کفریہ نظریہ قرار دے کر خمینی صاحب کے اسلامی دعوؤں کو مسترد کردیا۔ لبنان سے ''جاء دور المجوس'' مصر سے ڈاکٹر فتحی کی

CamScanner

تصریحات شائع ہوئیں۔

ایک طرف دنیا بھر کے تمام اسلامی ملکوں میں خمینی انقلاب کو اسلامی قرار دینے پر شدید ردِ عمل ظاہر ہوا۔ اس بارے میں برصغیر کے تمام مکاتب فکر کے علماء اور سعودی عرب سمیت تمام اسلامی ملکوں کے مفتیان کے فتاویٰ جات میں خمینی کے انقلاب کو خالص شیعہ انقلاب قرار دے کر اس کی اسلامیت کے دعوے رَد کر دیے گئے۔

پاکستان میں ایرانی حکومت کی طرف سے ۱۳ عدد خانہ فرہنگ ہائے ایران قائم کیے گئے۔ کلچر اور ثقافت کے فروغ کے نام سے ان اداروں نے ملکی معاملات میں بری طرح مداخلت شروع کر دی۔ ہر سال ۱۱ر فروری کو ایرانی انقلاب کی تقریبات میں شرکت کے لئے مختلف لوگوں کو ایران لے جایا گیا۔ سفارت خانے کی طرف سے خمینی کے نظریات کے فروغ کے لئے اخبارات میں ہر سال لاکھوں روپے کے اشتہارات شائع کرائے گئے۔ شیعہ کو سفارت خانے کی طرف سے اسلحہ، روپیہ اور لٹریچر کی تقسیم کے تمام ریکارڈ توڑ دیے گئے۔

یونیورسٹیوں، کالجوں اور سکولوں میں خمینی کے لٹریچر کے بعد اسلام کی اصلی تصویر اور دینِ محمدی کا نورانی چہرہ تبدیل ہونے لگا۔ اسلام کے نام پر حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ کی تکفیر ہونے لگی۔ اسلام کے نام پر اماموں کا درجہ انبیاء سے بلند گردانا گیا۔ اندریں صورت علماء اور دین کے ورثاء کی طرف سے شدید ردِ عمل ظاہر ہوا۔ ایک طرف ایرانی حکومت کی دولت کی فراوانی، پاکستانی حکمرانوں کی دین اسلام سے بے راہروی اور خمینی کے نظریات سے عدم واقفیت ادھر ریڈیو، ٹیلی ویژن اور ذرائع ابلاغ میں خمینی کو اسلام کا ہیرو کہا گیا، دوسری طرف علماء کے پاس اس کے جواب کے لئے ریڈیو تھا، نہ ٹیلی ویژن۔ غیر اسلامی نظریات اسلام کے نام پر پھیل رہے تھے۔ زہر چینی کے غلاف میں عام کی جا رہی تھی۔

ان حالات میں خمینی کے غیر اسلامی افکار کی اشاعت کو روکنے کے لئے ۶ر ستمبر ۱۹۸۵ء کو قائد شہید مولانا حق نواز جھنگویؒ نے جھنگ میں سپاہِ صحابہ کی بنیاد رکھی۔ ابتداء میں حکومت کی طرف سے اس جماعت کے قیام اور مولانا حق نواز شہید کی سرگرمیوں پر شدید تنقید کی گئی۔ تاہم رفتہ رفتہ عوام کے ذہنوں تک بات اترنے لگی۔ حکمرانوں کی بڑی تعداد بھی سپاہِ صحابہ کے موقف پہ کان دھرنے لگی۔ مولانا حق نواز جھنگویؒ کی تقریر ہمیشہ دلائل و براہین سے مزین ہوتی تھی۔ ان کے تمام خطابات آج بھی کیسٹوں کی صورت میں موجود ہیں۔ انہوں نے اپنی تمام تقاریر میں سب سے زیادہ زور دلائل پر دیا۔"

شیعہ اور خمینی کے نظریات سے دلائل کی بنیاد پر اختلاف رکھتے تھے۔انہوں نے اپنی تقریر میں کبھی بیہودہ زبان استعمال نہیں کی۔وہ نہایت شائستہ اور صاف لہجے میں گفتگو کرتے تھے۔

ایرانی انقلاب کے بعد شیعہ کی طرف سے پاکستان میں صحابہ کرامؓ، خلفاء راشدینؓ کے خلاف لٹریچر کی بھرمار ہوگئی۔جامعۃ المنتظر لاہور کے صدر مدرس غلام حسین نجفی، کراچی کے عبدالکریم مشتاق، سرگودھا کے بشیر حسین بخاری، اشتیاق حسین جعفری، مقبول حسین ڈھکو، مولوی محمد اسماعیل، بشیر احمد ٹیکسلا، کاظم اثیر جاڑوی، حسین بخش جاڑا، اکبر شاہ کراچی کی طرف سے اس دوران خلفاء راشدینؓ کے خلاف ایسی ایسی کتابیں شائع ہوئیں جن میں صحابہ کرامؓ اور خلفاء راشدینؓ کو کافر، مرتد، منافق اور بدقماش تحریر کیا گیا۔خمینی حکومت کی طرف سے ان تمام مصنفوں کو کروڑوں روپے کی امداد فراہم کی گئی۔

ایرانی سفارت خانے کی رقم سے خمینی کا وصیت نامہ ''صحیفۂ انقلاب'' تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان کی طرف سے لاکھوں کی تعداد میں ہر گھر میں پہنچایا گیا، جس کے ص ۳۳ پر یہ عبارت تحریر ہے:

> ''میں پوری جرأت کے ساتھ یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ عصرِ حاضر میں ملتِ ایران اور اس کے لاکھوں عوام رسول اللہ ﷺ کے عہد کی ملت حجاز، امیر المومنینؓ اور حسین بن علی صلوات اللہ وسلامہ علیہما کے زمانہ میں کوفہ وعراق کی قوم سے بہتر ہیں۔یہ اہل حجاز ہیں کہ عہد رسول اللہ ﷺ میں مسلمین بھی آپ کی اطاعت نہیں کرتے تھے۔''

صدر مملکت! ان حالات میں آپ فیصلہ کریں اسلامی نظریہ پر قائم ہونے والے ملک میں ایسے لٹریچر اور تحریروں پر ردعمل ظاہر ہونا فطری امر نہ تھا؟

شیعہ کا اعتراض آپ نے بیان کیا تھا کہ وہ کہتے ہیں ہمیں جلسوں میں کافر کہا جا رہا ہے، آپ ہی فرمائیں جب اسلام کی مقدس شخصیات کو کھلے عام کافر تحریر کیا جائے، حکومت سالہا سال تک ان کتابوں کا نوٹس نہ لے اور ایرانی حکومت اس لٹریچر کی ترسیل جاری رکھے تو پھر اس کے جواب میں انکی تحریروں کے مصنفین اور عقائد رکھنے والوں کو کیا مسلمان کہا جائے گا؟ اگر لادین عناصر اور سیکولرز ہنوں کو اس آویزش سے کوئی دلچسپی نہ بھی ہو تو دینِ محمدی کے فدائی اور صحابہ کرامؓ اور خلفاء راشدینؓ کے ماننے والے تو بے حس نہیں ہو گئے!

دعویٰ یہ ہو کہ ہم اہل بیت عظامؓ کے غلام ہیں، مسلمان ہیں، اسلام کے علمبردار ہیں، مومن ہیں اور لٹریچر ایسا تحریر کریں کہ ''صحابہ کرام کافر و مرتد تھے، قرآن پاک تو شراب خور خلفاء نے تبدیل کر دیا تھا، اصلی قرآن غار میں امام مہدی کے پاس ہے، عمر اصلی کافر تھا، عثمان بدقماش تھا''۔

یہ فریب آخر کب تک چل سکتا ہے۔کب تک انتظامیہ کی یقین دہانیوں اور امن کمیٹیوں کی میٹنگوں کے ذریعے اسے چھپایا جا سکتا ہے۔کس دن تک یہ نظریات اسلام کا پیرہن اوڑھے رہیں گے؟ یا میثاقِ امن اور اتحاد بین المسلمین کے دعوے کب تک اس جارحیت پہ نقاب ڈالتے رہیں گے؟......اسلام اور کفر کب تک جمع ہوتا رہے گا؟......

محترم صدر صاحب! اگر پاکستان کے شیعہ یا ایرانی حکومت یہ چاہتی ہے کہ سپاہِ صحابہ ان پر تنقید نہ کرے اور انہیں برسرِ عام کافر نہ کہے یا شیعہ سنی تنازعہ پاکستان اور ایران سمیت دنیا بھر میں ہر جگہ طے پا جائے تو وہ ایسی تحریروں کی موجودگی میں یکسر محال ہے۔

شیعہ کیا ہر انسان جو بھی کوئی عقیدہ رکھے ہمیں اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ عیسائی، یہودی، ہندو یا سکھ پاکستان میں رہتے ہیں، اختلاف عقیدہ رکھنے سے نہیں بلکہ اختلاف یہ ہے کہ ہماری مسلمہ شخصیات کو کافر مرتد نہ کہا جائے۔خلافِ حقیقت آذان نہ بلند کی جائے۔تحریفِ قرآن کے عقائد نہ پھیلائے جائیں۔صحابہ کرامؓ کا نام لے لے کر انہیں دنیا کے سب سے بُرے لوگ نہ قرار دیا جائے۔ جب تک شیعہ کی طرف سے تکفیر کی یہ مشین چلتی رہے گی، گالیوں کا یہ طوفان برپا رہے گا، تنقید کے نشتر چلتے رہیں گے، تحریروں اور تقریروں میں اسلام کی بنیادوں پر کلہاڑا چلایا جاتا رہے گا اس پر اسی انداز میں ردِعمل بھی ہوتا رہے گا۔یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی کے سر پر اینٹ مار کر اسے رونے سے قانوناً روکا جائے اور چیخ و پکار بھی نہ کرنے دی جائے۔یہ لاجک اور فطرت کے خلاف ہے۔سب سے پہلے اینٹ مارنے والے کا ہاتھ روک دیں واویلا خود بخود بند ہو جائے گا۔

صدرِ مملکت! میری آنجناب سے گزارش ہے کہ آپ ایرانی حکومت سے چند اصولوں پر بات طے کریں، ہمارے اس دکھ کا اظہار ایرانی صدر علی اکبر ہاشمی رفسنجانی سے بھی کریں......وہ اپنے عقائد پر رہ کر اپنے ملک میں جو بھی کریں اپنے عقائد ہمارے اوپر نہ ٹھونسیں، ہماری مقدس شخصیات پر تنقید کے سارے دروازے بند کر دیں۔

(۱)...... شیعہ سنی تنازعہ کے حل کے لئے ایک اعلیٰ سطحی کمیشن کے ذریعے ایرانی حکومت کو اس بات پر قائل کریں کہ پاکستان کی اکثریتی آبادی کے عقائد سے متصادم لٹریچر ہمارے ہاں روانہ نہ کریں۔اس کے ساتھ ہی:

(۲)...... ایرانی سفارت خانے کو پاکستان میں اسلحہ اور روپیہ کی تقسیم سے روک دیں۔

(۳)...... پاکستان میں ناموسِ صحابہؓ و اہل بیت عظامؓ کو آئینی تحفظ دیں۔صحابہ کرامؓ خلفاء راشدینؓ اور

اہل بیت عظامؓ کی تکفیر کرنے والوں کو سزائے موت کا قانون پاس کریں۔

(۴)...... شیعہ کے ماتمی جلوسوں کو ان کے عبادت خانوں تک محدود کریں۔

(۵)...... ملک بھر میں لاؤڈ سپیکروں پر مکمل طور پر پابندی عائد کریں۔

(۶)...... تمام قابلِ اعتراض لٹریچر کو فی الفور ضبط کر کے مصنفین کے خلاف قانونی کاروائی کا اعلان کریں۔

(۷)...... سابقہ حکومت کے دور میں قائم ہونے والی فرقہ واریت کے خاتمہ کی کمیٹی کی سفارشات کی روشنی میں تمام شیعہ اور سنی کی طرف سے منتخب نمائندوں پر مشتمل اعلیٰ سطحی بورڈ تشکیل دیں جو باہمی اختلاف کی صورت میں مسئلہ کا حل پیش کرے۔

شیعہ کی طرف سے ایسا کلمہ وضع کیا گیا ہے جس کا خود ۱۲ اماموں کی کسی کتاب سے ثبوت نہیں۔ شیعہ کے عزاداری کے جلوس اگر مذہب کا حصہ ہیں تو یہ ایران میں کیوں نہیں نکلتے؟ اور جناب خامنہ ای ان ماتمی جلوسوں کی وجہ سے پاکستان میں شیعہ اور سنیوں کے سینکڑوں افراد موت کے منہ میں جا چکے ہیں۔ ہر سال پوری قوم، فوج اور پولیس دو ماہ تک جلوسوں کے اہتمام کے علاوہ کوئی کام نہیں کر سکتی۔ شیعہ کا عقیدۂ تحریفِ قرآن بھی عجائب روزگار میں سے ہے، اگر وہ چاہتے ہیں کہ انہیں کافر نہ کہا جائے تو اس کا واحد حل یہ ہے کہ عالمِ اسلام کی برگزیدہ شخصیات کی موجودگی میں وہ ہمیں اپنے اسلام کے بارے میں مطمئن کریں۔ کلمہ طیبہ کی تبدیلی، عقیدۂ تحریف قرآن، تکفیر صحابہؓ، عقیدۂ امامت کے بارے میں ہمارے اعتراضات کا جواب دیں۔ اگر اس سے کم درجے میں یعنی صرف قیامِ امن پر مستقل طور پر دونوں فریقین جیو اور جینے دو کے فلسفے پر عمل کرانا چاہتے ہوں تو گزشتہ سطور میں تحریر کیے جانے والے سات نکاتی فارمولا پر عمل کر کے روز روز کے تنازع پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آنجناب جیسا مرکزی شخصیت کا حامل صدقِ دل اور گہری لگن سے امن و عافیت کا کنول کھلانا چاہتا ہے تو پاکستان میں میرے نزدیک اس سے بہتر بنیادیں موجود نہیں ہیں۔ جس پر ہم قیامِ امن کی عمارت کو استوار کر سکیں۔ میری ان گذارشات پر غور کرنے اور گہری نظر سے ان عوامل کا جائزہ لینے کے لئے بریلوی، دیوبندی اور اہلحدیث علماء کرام کا اجلاس طلب کر کے میثاقِ امن کی بنیادوں پر نئے سرے سے بھی گفتگو ہو سکتی ہے۔ بعد میں اس اجلاس میں شیعہ زعماء کو بھی اعتماد میں لے کر اس خلیج کا فاصلہ کم کیا جا سکتا ہے۔

والسلام

ابوریحان ضیاء الرحمٰن فاروقی

پانچویں دفاع صحابہؓ وحق نواز شہیدؒ کانفرنس کوئٹہ

سپاہ صحابہ کے زیر اہتمام پانچویں آل پاکستان حق نواز شہیدؒ و دفاع صحابہؓ کانفرنس یکم جولائی ۱۹۹۴ء کو کوئٹہ میں منعقد ہوئی۔ سپاہ صحابہ بلوچستان نے کافی دن پہلے کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے اپنی توانائیاں صرف کرنا شروع کردی تھیں۔

قائدین سپاہ صحابہ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی، مولانا محمد اعظم طارق ایم این اے، حضرت مولانا عبدالمجید ہزاروی صاحب ایک روز قبل بذریعہ ہوائی جہاز کوئٹہ تشریف لائے۔ کوئٹہ ایئرپورٹ پر قائدین سپاہ صحابہ کا پرجوش استقبال کیا گیا۔

کوئٹہ انتظامیہ نے مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی اور مولانا محمد اعظم طارق کی قیام گاہ کا محاصرہ کرکے انہیں کانفرنس میں شرکت سے روک دیا۔ کانفرنس میں افواہ پھیل گئی کہ قائدین کو گرفتار کرلیا گیا ہے۔ جس پر زبردست اشتعال پھیل گیا۔ اسی اثناء میں صدر سپاہ صحابہ شیخ حاکم علی صاحب اپنی سرکاری گاڑی پر مولانا فاروقی صاحب اور مولانا محمد اعظم طارق صاحب کی قیام گاہ پر گئے اور وہاں جاکر مولانا محمد اعظم طارق کا لباس تبدیل کروایا اور ان کا لباس مولانا عبدالمجید ہزاروی کو پہنایا گیا۔ اور مولانا محمد اعظم طارق خود سادہ لباس میں ملبوس، کلاشنکوف ہاتھوں میں تھامے شیخ حاکم علی صاحب کے گن مین کے روپ میں پولیس کے محاصرے سے نکلنے میں کامیاب ہوگئے۔ اور کسی توقع کے بغیر جلسہ گاہ میں پہنچے تو حاضرین نے کھڑے ہوکر استقبال کیا اور خوشی میں زبردست نعرے بازی کی۔

کانفرنس میں درج ذیل قراردادیں پیش کیں۔

(۱) پاکستان کو سنی اسٹیٹ قرار دیا جائے۔

(۲) ناموس صحابہؓ و اہل بیتؓ بل قومی اسمبلی و سینٹ میں پاس کروایا جائے۔

(۳) خلفاء راشدین کے ایام پر سرکاری تعطیل کا اعلان کیا جائے۔

(۴) ملک بھر میں سپاہ صحابہ کے کارکنان پر قائم جھوٹے مقدمات ختم کئے جائیں۔

(۵) پاکستان میں ایرانی مداخلت ختم کرائی جائے اور ملک بھر میں ایرانی قونصل خانہ جات کی ملک دشمنی سرگرمیوں کا نوٹس لیا جائے۔

(۶) مولانا علی شیر حیدری کے سندھ میں داخلہ پر پابندی فی الفور ختم کی جائے۔

(۷) حج کے موقع پر سعودی عرب میں شیعہ کے داخلہ پر پابندی لگائی جائے۔

CamScanner

قرارداد کی منظوری کے بعد علامہ علی شیر حیدری صدر سپاہ صحابہ صوبہ سندھ کو خطاب کی دعوت دی گئی۔ تو اسی دوران فیصلہ ہوا کہ چونکہ انتظامیہ حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی صاحب کو جلسہ میں نہیں آنے دے رہی اور کوئٹہ انتظامیہ نے آل پاکستان حق نواز شہیدؒ و دفاع صحابہؓ کانفرنس کو ناکام بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تو مولانا محمد اعظم طارق صاحب نے اعلان کیا کہ چونکہ اب ساڑھے تین بج چکے ہیں اور ابھی تک انتظامیہ نے مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی صاحب کو جلسہ گاہ میں نہیں آنے دیا۔ لہٰذا اب زبردست احتجاجی جلوس نکالا جائے۔ اور جب تک مولانا فاروقی صاحب کو رہا نہیں کیا جاتا روڈ بلاک کر دیا جائے۔ اس پر مولانا محمد اعظم طارق صاحب کی قیادت میں شاہراہ سریاب پر تاریخی جلوس نکالا گیا اور تقریباً کئی میل تک لمبا جلوس، یوں معلوم ہوتا تھا کہ جھنگوی شہیدؒ کے پروانوں کا سیلاب آگیا ہے۔ جلوس کے شرکاء نے اپنے مطالبات کے حق میں زبردست نعرے لگائے۔ تقریباً پون گھنٹہ تک ٹریفک معطل رہی۔ آخر کار انتظامیہ نے مولانا فاروقی صاحب کو رہا کر دیا اور جلوس شاہوانی سٹیڈیم کے قریب دوبارہ جلسہ کی صورت اختیار کر گیا اور بقیہ نشست شاہوانی سٹیڈیم کے ساتھ والے گراؤنڈ میں منعقد ہوئی۔

مولانا علی شیر حیدری نے شیعوں کے نظریہ امامت پر ان کی کتب کے حوالہ جات پیش کئے جو کہ شیعوں نے امام مہدی کے متعلق اور دیگر اماموں کے متعلق نظریات گھڑے ہیں اور ان کی کفریہ عبارات کا پردہ چاک کیا۔ مولانا علی شیر حیدری کی تقریر کے بعد حضرت مولانا محمد اعظم طارق صاحب ایم۔ این۔ اے نائب سرپرست اعلیٰ سپاہ صحابہ نے خطاب کیا۔

آخر میں مولانا فاروقی صاحب نے ناموس صحابہؓ کے لئے ٹرین مارچ کرنے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے یوم شہادت کے موقع پر ہر سال پورے ملک میں پرامن احتجاجی جلوس نکالنے کا بھی اعلان کیا۔ اور کوئٹہ انتظامیہ کے رویہ کی مذمت کے طور پر طنز و مزاح کے انداز میں فرمایا:

> ''انتظامیہ نے کانفرنس کو روک کر اپنی بربریت کا مظاہرہ کیا۔ لیکن وہ ایک کانفرنس کو روکتے روکتے تین کانفرنسیں کرا بیٹھے۔ اب ہم تو ایک جگہ ڈگری کالج گراؤنڈ میں کانفرنس کرنا چاہتے تھے، اور تین بجے تک کانفرنس وہاں ہوئی۔ ان بے وقوفوں کو کسی نے نہیں بتایا کہ چلو یہیں کانفرنس رہنے دو، تین بجے تک ہو گئی ہے تو پانچ بجے تک ہو جائے، کوئی بات نہیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں دوسری جگہ بھی چلو اور چلو بھی جلوس کی

شکل میں۔ سپاہ صحابہ کو تو پاکستان میں کوئی چند قدم جلوس نہیں نکالنے دیتا، کہتے ہیں محرم میں جلسہ کرلو، جلوس نہ نکالو، تو انہوں نے کہا کہ ایک کی بجائے دوسری جگہ جاؤ اور دو میل لمبا جلوس نکال دو۔ کیوں؟ اللہ تعالیٰ کی مرضی۔ ادھر سے جلوس چلا، ادھر سے اللہ نے دھوپ کو ختم کر دیا، اللہ کو پتہ تھا وہاں شامیانے ہیں اور یہاں شامیانے نہیں ہیں، یہ مہمان صحابہؓ کے آرہے ہیں تو ان کے لئے بادلوں کو سائبان بنادیا...... اور پھر وہ دو میل لمبا جلوس نکلا کیوں؟ تا کہ بلوچستان کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہو کہ یہاں کے در و دیوار پر ابو بکرؓ و عمرؓ کے ترانے گونجیں اور شیعہ کے کفر کا اعلان پورے روڈ پر ہورہا ہے۔ اور پھر دو میل تک اعلان بھی شیعہ کے کفر کا ہوا۔ اور یہاں اور بڑی کانفرنس ہمیں مل گئی۔ یہ اس سے بھی بڑی ہے۔ کیونکہ راستے میں جو لوگ تھے انہوں نے کہا کہ اب تو ساری چیزوں کی چھٹی ہوگئی ہے۔ اس لئے میں ڈی سی صاحب کی مذمت نہیں کرتا، ان کو مبارکباد پیش کرتا ہوں، منتظم ہوں تو ایسے ہوں، کہ وزیر اعلیٰ کہتا ہے کانفرنس نہ ہو، لیکن ان کی عقلمندی نے تین کانفرنسیں کرا دیں۔"

شیعہ سنی فسادات کے خاتمے کیلئے وزیر داخلہ کی طرف سے بلائے گئے اجلاس میں شیعہ کا بائیکاٹ اور وزیر اعظم کی طرف سے ایرانی مداخلت کا اقرار

صدر پاکستان فاروق احمد لغاری کے حکم پر کراچی اور ملک بھر کی مذہبی نوعیت کے قتل و قتال کے باعث ۲۱ رنومبر ۱۹۹۴ء کو وفاقی وزیر داخلہ جناب نصیر اللہ خان بابر کی طرف سے ملک بھر کی تمام مذہبی جماعتوں کا اجلاس بلایا گیا۔ اسلام آباد میں ہونے والے اس اجلاس میں جمعیت علماء اسلام، جمعیت علماء پاکستان، سپاہ صحابہ اور مختلف اسلامی جماعتوں کے لیڈروں کو مدعو کیا گیا تھا۔ اجلاس کا ایجنڈا حسب ذیل تھا۔

۱۔ بڑھتے ہوئے شیعہ سنی فسادات کے خاتمے کے لئے تجاویز

۲۔ شیعہ سنی فسادات کے عوامل و مضمرات اور اس کے حل کا لائحہ عمل

۳۔ کراچی میں قیام امن کی تجاویز۔

مذکورہ بالا ایجنڈا کی روشنی میں ہر محب وطن پاکستانی (خواہ اس کا تعلق کسی بھی جماعت سے ہو) کی خواہش تھی کہ فوری طور پر ان مسائل کا حل نکال کر ملک میں ہم آہنگی اور امن وامان کی صورتحال

کو بہتر سے بہتر بنایا جائے۔ سپاہ صحابہ کے قائدین بھی مقررہ وقت پر پہنچ گئے تھے۔ یہ اجلاس قومی اسمبلی کے کمیٹی روم میں دوپہر ایک بجے شروع ہوا، اجلاس میں اسلامی جماعتوں کے نمائندوں کے علاوہ چاروں صوبوں کے چیف سیکرٹری اور ہوم سیکرٹری صاحبان بھی موجود تھے۔

شیعہ تنظیموں میں سے ایک بھی رکن اجلاس میں شریک نہ ہوا۔ حالانکہ ان ہی کی وجہ سے اجلاس بھی تاخیر سے شروع کیا گیا۔ مذکورہ ایجنڈے کی روشنی میں تمام مدعوین نے مختلف تجاویز پیش کیں، کارروائی کی لمحہ بہ لمحہ رپورٹ صدر مملکت کو پہنچائی جا رہی تھی۔ اجلاس میں سب سے زیادہ زور شیعہ سنی فسادات کے خاتمے پر دیا گیا۔ اس موقع پر قائد سپاہ صحابہ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی نے تجویز پیش کی کہ شیعہ سنی تنازعہ کے خاتمے کے لئے سابق وزیراعظم نواز شریف کے دور کی نیازی کمیٹی کی سفارشات جو وزارت مذہبی امور کے ریکارڈ میں موجود ہیں ان پر عمل کیا جائے۔

مولانا محمد اعظم طارق نے کہا شیعہ اور سنی دونوں طرف کے چوٹی کے لیڈر اپنی اپنی طرف سے ضمانت دیں کہ آئندہ کوئی کارروائی نہیں ہوگی۔ اجلاس میں شیعہ کے کسی نمائندے نے شرکت نہ کر کے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ حالات کو پرامن رکھنے اور ملک سے شیعہ سنی فسادات کے خاتمے میں وہ سنجیدہ نہیں۔

سپاہ صحابہ یہ سمجھتی تھی کہ ملکی صورت حال انتہائی تشویشناک ہونے کے سبب ایسے وقت میں سخت ترین مخالفوں کے ساتھ بھی قیام امن کے لئے مذاکرات کرنا ملکی مفاد میں ہے۔ تاہم شیعہ نے اجلاس کا بائیکاٹ کر کے جس ڈھٹائی اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ایران کی شہ پر پاکستان میں فسادات کرانے والا یہ گروہ جان بوجھ کر ملکی سلامتی سے کھیل رہا ہے۔

چنانچہ روزنامہ خبریں سمیت تمام قومی اخباروں میں 08.12.1994 کو یہ خبر شائع ہوئی کہ ایرانی وزیر داخلہ نے ایوانِ وزیراعظم میں وزیراعظم بے نظیر سے ملاقات کی، ملاقات میں پاکستان کی خفیہ ایجنسی آئی ایس آئی کے سربراہ بھی موجود تھے، ایرانی وزیر نے پاکستان میں ایرانی کلچرل سنٹروں اور سفارتکاروں کے عدم تحفظ پر تشویش کا اظہار کیا۔ اس پر وزیراعظم نے سخت لہجے میں کہا ایرانی سفارتخانہ کی طرف سے پاکستان میں بعض ایسی کارروائیاں ہو رہی ہیں جو انتہائی قابل مذمت ہیں۔ آپ تو سفارتخانہ کے ملازموں کی بات کر رہے ہیں۔ یہاں ایرانی سفارتخانہ پاکستان کی سلامتی سے کھیل رہا ہے۔ یہ پاکستان کی خفیہ ایجنسی کے سربراہ موجود ہیں ان سے پوچھیں کہ ایرانی قونصلر برائے کوئٹہ نے پاکستان میں ایک مخصوص فرقہ کے لوگوں کو کمانڈو ٹریننگ نہیں دی؟ جب ہم نے ٹریننگ

کرنے والے لڑکوں کو گرفتار کیا تو انہوں نے یہ اقرار کیا کہ ہم ٹریننگ کر کے پنجاب میں مخالفین کے خلاف کاروائیاں کرتے ہیں۔ ایرانی وزیر اس پر خاموش ہو گئے۔ وزیر اعظم پاکستان کی طرف سے اس وضاحت کے بعد سپاہِ صحابہ کا موقف ثابت ہو گیا کہ ایران پاکستان میں اسلحہ، روپیہ اور لٹریچر کے ذریعے فسادات کرا رہا ہے۔ حکومت کی طرف سے اس وضاحت کے بعد کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ عرصۂ دراز سے سپاہِ صحابہ ایرانی مداخلت پر احتجاج کر رہی تھی۔ ہمارا مطالبہ تھا کہ پاکستان میں کلچر کے فروغ کے نام پر قائم ہونے والے نصف درجن خانہ فرہنگ ایران کی کڑی نگرانی کی جائے۔ پاکستان میں شیعہ تنظیموں کی امداد بند کی جائے۔ اسلحہ اور لٹریچر کے فروغ کو فی الفور ممنوع قرار دیا جائے۔ اگر اس پر عمل ہو جاتا تو پاکستان میں شیعہ سنی فسادات کا خاتمہ ہو سکتا تھا۔

سیدنا صدیق اکبرؓ کانفرنس جوہر آباد

۲۷ر نومبر ۱۹۹۴ء کو سپاہِ صحابہ کے زیر اہتمام جوہر آباد شہر میں قائد مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی نے جلسہ عام سے خطاب کرنا تھا۔ جلسہ کی منظوری کے لئے ضلعی انتظامیہ سے سپاہِ صحابہ کے وفد نے مذاکرات کیے۔ ڈپٹی کمشنر خوشاب کسی صورت میں جلسہ کی اجازت دینے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ ضلعی صدر مولانا غلام یحییٰ فخری صاحب نے ڈپٹی کمشنر خوشاب کو یاد دلایا کہ ان کے اس وعدہ پر محرم میں مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی صاحب کا پروگرام مؤخر کر دیا گیا تھا کہ محرم کے بعد ضلع میں جس جگہ بھی پروگرام ہوگا میں اس کی اجازت دوں گا۔ لیکن ڈی سی صاحب کسی بات پر نہیں آ رہے تھے جبکہ سپاہِ صحابہ جلسہ کرنے پر مُصر تھی۔

بالآخر ڈپٹی کمشنر صاحب خوشاب نے مولانا کے داخلہ پر پابندی عائد کر دی۔ دو دن قبل پولیس سڑکوں پر کھڑی کر دی گئی۔ خوشاب پُل پر پولیس کا پہرہ لگا دیا گیا۔ خوشاب کے چاروں طرف پولیس کی بھاری نفری ہر آنے جانے والی گاڑیوں میں گھس آتی اور ہر باریش شخص کا شناختی کارڈ چیک کرتی۔ پابندی کی اطلاع مولانا فاروقی صاحب تک پہنچا دی گئی تھی۔

چنانچہ ۲۷ر نومبر کی تاریخ آ گئی۔ یہ صدیق اکبرؓ کانفرنس مدرسہ کاشف العلوم جوہر آباد میں ہونا تھی۔ آج انتظامیہ بوکھلاہٹ کا شکار تھی۔ عصر کے وقت تک جلسہ گاہ میں کوئی انتظامات نہ تھے۔ بالکل ایسے معلوم ہوتا تھا کہ یہاں کوئی جلسہ نہیں ہو رہا۔ پولیس بدحواس تھی۔ کبھی جلسہ گاہ کی طرف بھاگتی، کبھی سڑک پر کھڑی دکھائی دیتی۔ نمازِ عصر کے بعد انتظامات شروع ہو گئے تھے۔ نمازِ مغرب سے قبل بینرز، جھنڈے، روشنی اور سٹیج کے علاوہ سیکورٹی تک کے انتظامات مکمل ہو چکے تھے۔ مغرب کے بعد قافلوں کی آمد شروع ہو گئی۔

لوگ جوق در جوق پہنچ رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے جلسہ گاہ عوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر بن چکا تھا۔ جوہر آباد شہر میں یہ تاریخ ساز اجتماع تھا۔ ادھر انتظامیہ رکاوٹ بنی کھڑی تھی مگر رکاوٹوں کے باوجود تا حدِ نگاہ انسان ہی انسان نظر آ رہے تھے۔ جو اپنے محبوب قائد کے خطاب سننے کے لئے بے قرار تھے۔ نمازِ عشاء کے بعد کاروائی شروع کر دی گئی تھی۔ اس جلسہ کی صدارت سپاہِ صحابہ ضلع خوشاب کے سرپرست ملک شیر محمد ڈھڈی صاحب کر رہے تھے۔ جلسہ جاری تھا کہ اچانک تمام جلسہ گاہ کی لائٹیں آف ہو گئیں۔ بالکل اندھیرا چھا گیا۔ چند ہی منٹ بعد مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی سٹیج پر موجود تھے۔ جب لائٹیں آن ہوئیں تو لوگ مولانا فاروقی کو سٹیج پر دیکھ کر حیران رہ گئے کہ پابندی کا کیا بنا؟ تمام لوگ قائد کے استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے۔

فاروقی شہیدؒ نے بھرپور قوتِ استدلال کے ساتھ خطابت کا جادو جگایا۔ جوہر آباد کے باسیوں کو اس موقع پر آپ کے خطاب کی یاد مدتوں باقی رہے گی۔

دورۂ برطانیہ میں قاتلانہ حملہ اور وطن واپسی

فروری ۱۹۹۵ء میں حضرت فاروقی شہیدؒ نے چھٹی بار برطانیہ کا تبلیغی اور تنظیمی دورہ کیا۔ اس دورہ کے دوران آپ پر ۲۲ فروری لندن میں شیعوں نے قاتلانہ حملہ کر دیا، جس میں آپ شدید مضروب ہوئے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ سے ابھی کام لینا تھا اس لئے زندگی کی حفاظت فرمائی۔ اس قاتلانہ حملے کا سبب بظاہر یہ تھا کہ حضرت فاروقی شہیدؒ نے حضرت علی المرتضیٰ کے موضوع پر ایک مضمون روزنامہ جنگ لندن میں اشاعت کے لئے دیا۔ جب وہ شائع ہوا تو شیعوں کو بہت تکلیف ہوئی۔ غالباً اس مضمون میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خانہ کعبہ میں ولادت کو ایک اتفاقی امر ظاہر کرتے ہوئے اس کی فضیلت کی نفی کی گئی تھی۔ چنانچہ شیعوں نے روزنامہ جنگ کے دفتر جا کر ان سے باز پرس کی، معلوم ہوا کہ آج پھر مولانا فاروقی کا انٹرویو لیا جا رہا ہے، چنانچہ انہوں نے مولانا فاروقی کو اغوا کرنے کا منصوبہ بنایا اور لندن شہر کے ایک چوک میں گاڑی روک کر انہیں کھینچ کر باہر نکالنے کی کوشش کی۔ لیکن بیلٹ کی وجہ سے باہر نکالنے میں کامیاب نہ ہو سکے تو گاڑی کا راڈ نکال کر مولانا کے چہرے پر ضربیں لگانی شروع کر دیں۔ حتیٰ کہ مولانا بے ہوش ہو گئے۔ چونکہ کلمہ طیبہ ورد زبان تھا، تب انہوں نے سمجھا کہ یہ ختم ہو گئے ہیں۔ چنانچہ حملہ آور فرار ہو گئے اور مولانا کو لوگوں نے ہسپتال پہنچایا۔ جہاں انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں کئی روز زیر علاج رہے۔

اس قاتلانہ حملہ پر برطانیہ اور پاکستان میں جو احتجاج ہوا، وہ ایک علیحدہ موضوع ہے۔ لندن

ہسپتال سے فارغ ہوکر آپ سکاٹ لینڈ پہنچے، جہاں ختم قرآن کی ایک تقریب میں زخمی حالت میں خطاب کیا۔اس واقعہ کے بعد آپ ایک ماہ سے بھی کچھ زیادہ دن برطانیہ میں مقیم رہے اور ۲۵ مارچ کو وطن واپس تشریف لائے۔

جرنیل سپاہ صحابہ کی روپوشی اور بعد کے حالات

۲۲ر فروری ۱۹۹۵ء کو رمضان المبارک کے آخری ایام میں سپاہ صحابہ کے خلاف پنجاب حکومت نے ایک بڑا آپریشن کیا۔اس کا آغاز مولانا اعظم طارق کے گھر واقع جھنگ میں چھاپے سے کیا گیا۔اس چھاپے کا مقصد مولانا اعظم طارق نائب سرپرست سپاہ صحابہ اور رکن قومی اسمبلی کو گرفتار کرنا تھا۔قبل ازیں مختلف بیانات کے ذریعے صوبائی گورنر چوہدری الطاف (مرحوم) ہوم سیکرٹری پنجاب، ڈی آئی جی راولپنڈی اپنے مختلف اخباری بیانات کے ذریعے سپاہ صحابہ کے مرکزی قائدین خصوصاً مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی اور مولانا اعظم طارق اور عموماً ہر ضلع کے سرگرم عہدیداروں کی گرفتاریوں کا عندیہ دے چکے تھے۔جبکہ مولانا اعظم طارق کے متعلق سرکاری بیانات کے ذریعے یہ تاثر دیا گیا کہ وہ کھاریاں فائرنگ کیس سمیت بہت سے قتل کے واقعات میں ملوث ہیں۔جبکہ مولانا اعظم طارق نے ہر موقع پر اس کی تردید کی۔علاوہ ازیں انہوں نے جامعہ قاسمیہ فیصل آباد میں پریس کانفرنس کرتے ہوئے کہا کہ اگر مجھے یکطرفہ گرفتار کرنے کی کوشش کی گئی تو مزاحمت کی جائے گی اور میں گرفتاری نہیں دونگا۔بہر حال فرقہ وارانہ تشدد کے بڑھتے ہوئے واقعات کی آڑ میں حکومت پنجاب نے غیر اعلانیہ آپریشن شروع کر دیا۔مولانا اعظم طارق چھاپے کے وقت نکل گئے اور ۲۲ر فروری سے ۲۴ جون ۱۹۹۵ء تک تقریباً چار ماہ روپوش رہے۔

انہی ایام میں ملی یکجہتی کونسل کا وجود عمل میں آیا۔کونسل کی ایک ذیلی کمیٹی جس کے سربراہ جماعت اسلامی کے لیاقت بلوچ تھے کا اجلاس منصورہ میں ہوا۔جس میں جناب لیاقت بلوچ اور کونسل کے دیگر نمائندین نے ایک بات تقریباً طے کر لی تھی کہ کونسل کے پلیٹ فارم سے تمام جماعتیں وزیر اعلیٰ سے اگلے ہفتے ملاقات کر کے تمام جماعتوں کے نظر بند عہدیداروں اور کارکنوں کی رہائی کا مطالبہ کریں۔اور ساتھ ہی وزیر اعلیٰ سے مطالبہ کریں کہ مولانا اعظم طارق کے متعلق حکومت اپنی پالیسی بدلے اور مولانا اعظم طارق اپنی روپوشی ختم کر کے اپنے کارکنوں سے آملیں۔

ملی یکجہتی کونسل کا تیسرا اجلاس اور ضابطۂ اخلاق کی منظوری

۲۳۔اپریل ۱۹۹۵ء کو ملی یکجہتی کونسل کا تیسرا بھرپور اجلاس لاہور میں منعقد ہوا، جس میں ملی یکجہتی کونسل میں شامل تمام جماعتوں کی بھرپور نمائندگی موجود تھی۔ اس اجلاس میں ملک سے فرقہ واریت کے خاتمے کے لئے ایک ۱۷ نکاتی ضابطہ اخلاق طے کیا گیا۔ جس پر سپاہ صحابہ، تحریک جعفریہ اور سپاہ محمد سمیت تمام جماعتوں نے دستخط کر دیئے۔ اس ضابطۂ اخلاق کی شق نمبر ۴ حسب ذیل ہے۔

"عظمت رسولؐ، عظمت اہل بیت اطہارؓ، امام مہدیؓ، عظمت ازواج مطہراتؓ اور عظمت صحابہ کرامؓ اور خلفاء راشدینؓ ایمان کا جز ہے، اوران کی تکفیر کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے اوران کی توہین و تنقیص حرام اور قابل مذمت ہے اور تعزیرا جرم"۔

(ماہنامہ خلافت راشدہ ص ۱۳، محرم، صفر ۱۴۱۶ھ)

قارئین بنظر غائر اس عبارت کا مطالعہ فرمائیں تو اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ سپاہ صحابہ نے بحمد اللہ ملی یکجہتی کونسل میں شامل ہو کر اگر بالفرض کچھ کھویا بھی تھا تو اس شق کی منظوری اور اس پر شیعہ تنظیموں بالخصوص تحریک جعفریہ اور سپاہ محمد کے دستخط ہو جانے سے بہت کچھ پا بھی لیا۔ شیعہ نے اگرچہ بطور تقیہ ہی اس شق پر دستخط کئے ہوں تاہم دستخط ہو جانے کے بعد اس پر قائم رہنا ان کے حق میں پیغام موت اور سپاہ صحابہ کے لئے باعث فخر تھا۔ اور قائم نہ رہنا بھی ان کے حق میں باعث ذلت و خواری اور سپاہ صحابہ کے حق میں بہر حال فائدہ مند تھا کہ اس صورت میں سپاہ صحابہ دیگر تمام جماعتوں کی نظروں میں معتبر ٹھہرتی۔

چنانچہ اس شق کی برکات بہت جلد ظاہر ہوئیں۔ شیعہ تنظیمیں اوران کے راہنما اس پر دستخط کرنے کے بعد آپس میں بھڑ گئے۔ سپاہ صحابہ کو توڑنے اوران کے قائدین کو قتل کرنے کا منشور لے کر اٹھنے والی شیعہ تنظیم "سپاہ محمد" کا ایک راہنما علامہ مرید عباس یزدانی جو ملی یکجہتی کونسل کے مذکورہ اجلاس میں تقریر کے لئے کھڑا ہوا تو کئی گھنٹے مسلسل بولتا چلا گیا، اور بقول خود وہ "اجلاس پر چھا گیا تھا" سپاہ صحابہ کے قائدین نے نہایت ہی تحمل کے ساتھ اس کی تقریر سنی تھی، نتیجہ یہ نکلا کہ اسے ضابطۂ اخلاق پر دستخط کرنا پڑے چنانچہ

؎ لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

اجلاس سے واپسی پر پہلے پہل تو اس نے اپنی شعلہ بار تقریر کا پمفلٹ چھاپ کر اپنی روسیاہ قوم کو مطمئن رکھنے کی کوشش کی۔ لیکن بہت جلد ہی ڈھول کا پول کھلا اور تنظیم کے مرکزی سالار علامہ غلام رضا نقوی نے اسے تنظیم سے نکال باہر کیا۔ ردعمل کے طور پر مرید عباس یزدانی نے سینئر ہونے کے زعم

میں غلام رضا نقوی کو نکالا، جب دونوں ایک دوسرے کو نکال چکے تو نام نہاد سپاہ محمد، دو لخت ہو گئی۔ مرید یزدانی اپنا ساز و سامان لاہور سے باندھ کر اسلام آباد منتقل ہو گیا۔ جہاں پر غلام رضا نقوی نے اپنے بھانجے کے ہاتھوں اسے قتل کرا دیا۔

ملی یکجہتی کونسل کے اجلاس میں فاروقی شہیدؒ کی شرکت اور خطاب

ملی یکجہتی کونسل کا چوتھا اجلاس ۲۸، ۲۹ مئی ۱۹۹۵ء کو پشاور پرل کانٹی نینٹل ہوٹل میں منعقد کیا گیا۔ اس اجلاس کی میزبانی جماعت اسلامی کے ذمہ تھی۔ قائد محترم مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی ۲۸ مئی بعد ظہر ہری پور چمن پارک میں جلسہ عام سے خطاب کر کے ساڑھے نو بجے پشاور پہنچ گئے تھے۔ ملی کونسل کا سربراہی اجلاس جماعت اسلامی کے مقامی امیر کے مکان پر رات دس بجے شروع ہوا۔ اجلاس ضابطہ اخلاق کی چوتھی شق کے خلاف مرید عباس یزدانی کے غلط بیانات کی مذمت سے شروع ہوا۔ سربراہی اجلاس میں اس بات پر افسوس کا اظہار کیا گیا کہ مرید عباس یزدانی نے چند روز قبل بیان دیا تھا کہ خلفاء راشدین کو ہم نہیں مانتے۔ چند روز قبل انہوں نے پھر کہا کہ خلفاء راشدین کا لفظ شق نمبر ۴ میں بعد میں شامل کیا گیا۔ اس میں ہمارا مشورہ شامل نہیں تھا۔ اس بیان پر ۷ جون کو اسلام آباد میں قاضی حسین احمد کی صدارت میں ہونے والے ذیلی کمیٹی کے اجلاس میں مرید عباس یزدانی کی غلط بیانی اور سفید جھوٹ کی مذمت کی گئی۔

۲۸ مئی کے سربراہی اجلاس میں قیام امن اور شیعہ سنی تنازعات کے خاتمہ کے پائیدار حل پر غور کیا گیا۔ ۲۹ مئی کو پرل کانٹی نینٹل ہوٹل میں صبح دس بجے تمام جماعتوں کا بھرپور اجلاس ہوا۔ اجلاس کی صدارت مولانا شاہ احمد نورانی نے کی اس اجلاس میں مولانا فضل الرحمان پہلی مرتبہ خود شریک ہوئے۔ مولانا سمیع الحق نے سابقہ رپورٹ پڑھ کر سنائی، نئے دستور، کراچی، کشمیر کی صورتحال زیر بحث آئی۔

حضرت مولانا ضیاء القاسمی نے کہا بعض لوگ جان بوجھ کر کونسل کے فیصلوں سے انحراف کر رہے ہیں اگر یہی سلسلہ جاری رہا تو کونسل کو کسی دشمن کی ضرورت نہیں رہے گی۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے قائد سپاہ صحابہ کا نام پکارا تو آپ نے ۱۲ منٹ تک سپاہ صحابہ کا موقف واضح کیا۔ قائد محترم کی تقریر کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"۶ ستمبر ۱۹۸۵ء کو مولانا حق نواز شہیدؒ نے سپاہ صحابہ کی بنیاد رکھی، اس جماعت کا قیام ایرانی انقلاب کا نتیجہ تھا۔ جس کی وجہ سے صحابہ کرامؓ خلفاء راشدین کی تکفیر کی گئی تھی۔ یہ

سارا جھگڑا جس کے لئے آپ کو کونسل بنانے کی ضرورت ہوئی اسی وجہ سے پیش آیا، لیکن میں دیکھ رہا ہوں کونسل کے سربراہی اور تمام اجلاسوں میں اس اہم نکتے کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں جارہی ہے۔ آپ کشمیر بوسنیا اور فلسطین کی ہر وقت بات کرتے ہیں لیکن جس وجہ سے پانچ سالوں میں دونوں طرف سے ایک ہزار قتل ہو چکے ہیں، گھر گھر لڑائی پڑی ہے، شیعہ سنی فسادات کا رونا حکومت بھی رو رہی ہے اس کام کو ذیلی کمیٹی کے سپرد کر کے خاموش ہو کر بیٹھ گئے ہیں، میں صاف صاف کہہ دینا چاہتا ہوں، ہمیں ملی کونسل کی رکنیت کا کوئی شوق نہیں، نہ ہی ہم اخبارات کی خبروں، میڈیا کی اہمیت اور لوگوں سے داد وصول کرنے کے لئے آپ کے ساتھ آئے ہیں۔ ہمارا اولین مقصد صحابہ کرامؓ خلفاء راشدین کی تکفیر کو عملی طور پر روکنا ہے صرف ضابطہ اخلاق کی تیاری اور کاغذوں میں ان شقوں سے ہمیں مطمئن نہیں کیا جاسکتا"۔

قائد محترم نے مزید کہا:......

سپاہ صحابہ ملی کونسل میں کسی کے اسلام کا فیصلہ کرنے کے لئے نہیں آئی۔ ہم آج بھی پہلے والے موقف پر قائم ہیں، ہمیں مطمئن کیا جائے، اصل حقائق سے انحراف نہ کیا جائے، صحابہ کرامؓ، خلفاء راشدینؓ اور اہل بیت عظامؓ کے خلاف کتابیں چھپتی رہیں اور ہم خاموش ہو جائیں، یہ کبھی نہ ہوگا۔ میں مولانا نورانی، قاضی حسین احمد اور مولانا سمیع الحق سے اپیل کرتا ہوں کہ قابل اعتراض لٹریچر کا فیصلہ سب سے پہلے کیا جائے۔ ۲۰۰ کارکنوں کی شہادت جس مقصد کے لئے ہوئی اس کی تکمیل نہ ہو تو ہمارا کونسل میں رہنے کا کیا فائدہ؟ ایسے اتحاد اور کونسلیں پہلے بھی کئی مرتبہ بنی ہیں۔ خلفاء راشدینؓ پر ایمان نہ رکھنے والا کبھی مسلمان نہیں ہوسکتا۔ اس کے خلاف بیان بازی بند کرائی جائے۔ قائد محترم کی تقریر کے بعد نورانی صاحب نے اس کے فوری مداوا کا یقین دلایا۔ جس کے بعد قاضی حسین احمد نے ۷ جون کا اجلاس طلب کیا۔ اس اجلاس کے بعد جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی نائب صدر کی طرف سے عشائیہ دیا گیا جس میں قائدین نے شرکت کی۔

قاضی مظہر حسین صاحب کی بعض تنقیدات کی حقیقت

سپاہ صحابہ کی ملی یکجہتی کونسل میں مذکورہ کامیابی پر جہاں تمام دینی، سیاسی جماعتوں نے

اطمینان کا اظہار کیا، وہاں سدا کے بے اطمینان بعض بزرگوں نے اپنی سابقہ روش کے مطابق سپاہِ صحابہ کو کھلے لفظوں میں ہدفِ تنقید بنا کر بزعمِ خود "خدمتِ دین" کا فریضہ بھی سرانجام دیا۔ ان بزرگوں میں حضرت اقدس، قبلہ و کعبہ قاضی مظہر حسین صاحب سرفہرست ہیں۔ جنہوں نے حضرت امیرِ عزیمت شہیدؒ کی حیاتِ مستعار میں ہی سپاہِ صحابہ کو وقتاً فوقتاً اپنی قلمکوف کا ہدف بنائے رکھا تھا۔ پھر فاروقی شہیدؒ کی سرپرستی کے ابتدائی چار سالوں میں بھی اسی موضوع پر مشقِ سخن جاری رکھی، لیکن جونہی ۱۹۹۵ء میں "ملی یکجہتی کونسل" معرضِ وجود میں آئی تو گویا انہیں ماہنامہ حق چاریار کو پُر لطف بنانے اور اس کی سرکولیشن بڑھانے کے لئے تازہ مواد ملنے لگا جو کہ "کل جدید لذیذ" کی مکمل عکاسی کرتا تھا۔ ان دنوں ماہنامہ "حق چاریار" میں حضرت قاضی صاحب کا سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر قسط وار سلسلۂ مضامین چل رہا تھا، قاضی صاحب مرحوم نے اسے بیک قلم موقوف کر کے "ملی یکجہتی کونسل" اور بالخصوص سپاہِ صحابہ کی درگت بنانا شروع کر دی۔

قاضی صاحب کی بعض تنقیدی تحریروں کے بعد حضرت فاروقی شہیدؒ نے درج ذیل وضاحتی مضمون لکھا، ملاحظہ ہو!

ملی یکجہتی کونسل کا قیام، ضابطۂ اخلاق کی منظوری

۶ ستمبر ۱۹۸۵ء کو سپاہِ صحابہ کا قیام عمل میں آیا۔ امیرِ عزیمت مولانا حق نواز شہیدؒ نے اس عظیم جماعت کی بنیاد رکھی۔ قائد شہید کی شہادت (۲۲ فروری ۱۹۹۰ء) تک سپاہِ صحابہ کی نشاۃ اولیٰ کا دور تھا اس میں سپاہِ صحابہ کی آواز ملک بھر میں پھیلی، قائد شہید کی پے در پے گرفتاریوں اور شدید مصروفیات کے باوجود پورے ملک میں ایک نئے جذبے اور ولولے نے جنم لیا، ایرانی انقلاب (فروری ۱۹۷۹ء) کے نتیجے میں قائم ہونے والی سپاہِ صحابہ کے مشن کا پہلے دن سے مرکزی نقطہ کا ماحصل درج ذیل تھا:

"صحابہ کرامؓ، خلفاء راشدینؓ اور اہل بیتؓ کی تکفیر کرنے والا کافر اور خارج از اسلام ہے۔ صحابہ کرامؓ کے بارے میں ابلیس اور مرتد کے الفاظ استعمال کرنے والا غلیظ ترین کافر ہے۔"

اگرچہ شیعہ کے ساتھ مسلمانوں کے اختلافات کی کئی دوسری وجوہات بھی تھیں۔ کلمہ طیبہ کی تبدیلی میں پیش کی تاویل کئی شیعہ حلقوں کی طرف سے تو عقیدۂ تحریف قرآن کا پے در پے انکار ہوتا رہا، تاہم تکفیر و توہینِ صحابہ کے باب میں کلینی سے لے کر خمینی اور ان کے ہم نوا یک زبان تھے۔ شیعہ کی تمام بنیادی کتابوں میں کھلم کھلا صحابہ کرامؓ، خلفاء راشدینؓ کو کافر و مرتد تحریر کیا گیا تھا۔ سپاہِ صحابہ کے نام سے

ظاہر ہے کہ یہ جماعت قدسی الاصل محمدی جماعت کے فدائیوں اور رضا کاروں کی ناموس کے تحفظ کے لئے نبرد آزما ہے۔ مذکورہ نقطہ اولین کے فروغ کے لئے ۲۰۰ نوجوان جامِ شہادت نوش کر چکے ہیں۔ اس عنوان پر کسی قسم کا سمجھوتہ مصلحت بینی اور خاموشی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ عصر حاضر میں شائع ہونے والی شیعہ کی ۲۳۲ کتابوں میں صحابہ کرامؓ، خلفاء راشدینؓ اور اہلِ بیتؓ کی صریح طور پر تکفیر کی گئی ہے۔ ان کتابوں کے تصفیہ تک شیعہ کے کفر کے قول پر کوئی دوسری بات نہیں ہو سکتی۔

ضروری وضاحت

ہمارے بعض مہربانوں اور بہی خواہوں نے اعتراض کیا ہے کہ "ملی یکجہتی کونسل" میں شمولیت کا مفہوم یہ ہے کہ آپ اور شیعہ کی ملت ایک ہوگئی ہے اور یہ بات سپاہِ صحابہؓ کے سابقہ دعوؤں اور مشن سے انحراف ہے۔ اس پر ایک نہایت ہی قابلِ احترام مخدوم شخصیت نے اپنے مجلّہ میں سپاہِ صحابہ کے قائدین کی تقاریر کے اقتباسات شائع کر کے موجودہ طرزِ عمل کو اس کے سابقہ موقف کے منافی قرار دیا ہے۔ ہم اس سلسلے میں گزارش کرتے ہیں کہ ۲۸ ستمبر ۱۹۹۱ء کو وزیر اعظم نواز شریف نے جب ۴۰۰ علماء کی موجودگی میں ہمیں بلایا تھا۔ اس وقت بھی ایک کمیٹی "فرقہ واریت کے خاتمہ کی کمیٹی" کے نام سے قائم کی گئی تھی۔ پہلے ہی اجلاس میں مولانا عبدالستار نیازی نے (۲۰ جنوری ۱۹۹۲ء) کمیٹی کا نام "اتحاد بین المسلمین" رکھ دیا۔ ظاہر ہے ہمیں اس سے شدید اختلاف تھا۔ ہم نے اس پر احتجاج کیا کہ ہم تو شیعہ کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے یہ اتحاد بین المسلمین والکافرین ہے۔ لیکن ہمارے احتجاج کے باوجود نام تبدیل نہ ہوا۔ اور ہم نے ملک کے وسیع تر مفاد اور احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لئے احتجاج اور اپنی رائے محفوظ رکھتے ہوئے اس کمیٹی میں شرکت کی۔ اس وقت سے لے کر آج تک ہم اپنے موقف پر قائم ہیں۔ مذکورہ کمیٹی کی شمولیت نے ہمارے موقف کو تبدیل نہیں کیا نہ ہی ہم نے یہ نام رکھا نہ ہم اس کے حق میں تھے اور نہ اب ہیں۔ آج جبکہ کراچی سمیت سنی شیعہ فسادات کے حوالے سے ایک ہزار نوجوان موت کے گھاٹ اتر چکے ہیں۔ کوئی مسجد، عبادت گاہ بموں کے دھماکوں سے محفوظ نہیں، کوئی سنی عالم تنہا سفر نہیں کر سکتا۔ اس قتل و غارت کو روکنے اور قیامِ امن کے وسیع تر مفاد کے لئے ایک دفعہ پھر ہم اتمامِ حجت کے طور پر کونسل کے نام سے شدید اختلاف کے باوجود اپنے سخت ترین مخالفوں کے ساتھ ایک میز پر جمع ہوئے ہیں۔ یہ فورم سپاہِ صحابہ نے نہیں بلکہ ملک کی تمام مذہبی اور دینی جماعتوں نے قائم کیا ہے۔ ہمیں اور ہمارے مخالفین کو بحیثیت متحارب گروپ طلب کیا گیا ہے۔ ہم نے ان تمام زعماء کے سامنے اپنا موقف پیش کر دیا ہے۔ ضابطہ اخلاق کی تیاری "کسی اسلامی فرقہ کو کافر نہیں کہا جائے گا" کے لفظ پر

شیعہ کے تینوں گروپ بائیکاٹ کر چکے تھے، ان کا اصرار تھا کہ سرے سے ہمیں اسلامی فرقہ سمجھا ہی نہیں جا رہا۔ ''اسلامی فرقہ'' کی جگہ پر ''شیعہ سنی'' لکھا جائے۔ ہم نے اس کو تسلیم نہیں کیا۔ حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی نے فرمایا: یہ کونسل کسی کے اسلام کو ثابت کرنے کے لئے قائم نہیں ہوئی، انہوں نے مزید فرمایا کہ شیعہ کے خلاف ایک ہزار علماء کفر کا فتویٰ دے چکے ہیں وہ ان دو سطروں سے کیسے واپس ہوگا۔ شیعہ کو اگر اپنے اسلام پر اصرار ہے تو وہ کونسل کی لٹریچر کمیٹی کے سامنے اپنا اسلام ثابت کریں۔ چنانچہ چار گھنٹے کی بحث و تمحیص کے بعد مذکورہ الفاظ من وعن تحریر کیے گئے۔ اب اس لفظ نے ۲۹ مئی ۱۹۹۵ء کو ملی یکجہتی کونسل کے پشاور کے اجلاس میں بھی واضح کیا ہے کہ جب تک شیعہ کے عقائد پر مشتمل کتابوں اور تحریروں کا فیصلہ نہیں ہوتا اس وقت تک اس کونسل کی کوئی بنیاد نہیں۔ صحابہ کرامؓ، خلفاء راشدینؓ، ازواجِ مطہراتؓ کی تکفیر کرنے والوں اور ان کو کافر قرار دینے والے کے کفر پر دستخط کر کے اگرچہ شیعہ نے اپنے تمام پیش رو کلینی سے خمینی صاحب تک کو کافر تحریر کر دیا ہے لیکن جب تک تمام لٹریچر کے بارے میں وضاحت نہیں ہوتی شیعہ ان کتابوں کی تبدیلی، تکفیر صحابہ، تحریف قرآن، نظریہ امامت کے بارے میں تحریر شدہ کتابوں سے بیزاری کا اعلان نہیں کرتے اس وقت تک انہیں اسلام کا سرٹیفکیٹ نہیں دیا جا سکتا۔ ہم نے ملی یکجہتی کونسل میں نہایت مجبوری کے ساتھ احقاقِ حق، ابطالِ باطل اور قتل و فساد روکنے کے لئے شرکت کی۔ اس میں شمولیت کا مطلب سپاہِ صحابہ کے نظریہ اور مشن کی تبدیلی قرار دینا ملی یکجہتی کونسل کی پوری کاروائی سے عدمِ واقفیت کی دلیل ہے۔

ملی کونسل کے حوالے سے ایک بات کا یاد رکھنا ضروری ہے کہ اس کونسل کی حیثیت ایک امن کمیٹی کی ہے، ہم قیامِ امن کی خاطر اس میں شامل ہوئے ہیں۔ سخت ترین مخالفوں کے ساتھ امن کے معاہدوں کی تصدیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ بدر، جنگِ اُحد، جنگِ خندق جن لوگوں سے لڑی اور مختلف جنگوں میں ایک سو سے زائد صحابہ کرامؓ شہید ہوئے، بالآخر حدیبیہ کے موقع پر انہی کافروں سے پیغمبر اسلام نے معاہدۂ امن کیا اور قرآن نے اس معاہدہ کو فتح مبین قرار دیا۔ حالانکہ صحابہ کرامؓ کی ایک تعداد اس معاہدہ کی چند شقوں سے رائے کا دیانتدارانہ اختلاف بھی رکھتی تھی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل کے بعد تمام اصحابؓ نے اس میثاق کی نہ صرف تائید کی بلکہ اس پر عمل کر کے دکھایا۔ اسلام کی تاریخ میں جب بھی کسی دشمن سے معاہدہ ہوا وہ امن ہی کا معاہدہ تھا۔ معاہدوں کے ذریعے ہمیشہ جنگ بندی ہوتی ہے۔ عقیدے کی تبدیلی کا معاہدہ ۱۴۰۰ سال میں کبھی نہیں ہوا۔

CS CamScanner

سپاہِ صحابہؓ نے جن لوگوں سے اختلاف کیا اس اختلاف کے باعث فساد کا آغاز دوسری طرف سے ہوا۔ ہمارے ۲۰۰ کارکن شہید ہوئے دوسری طرف سے بھی کافی لوگ مارے گئے۔ اب اگر اختلاف رکھتے ہوئے صرف فساد کو روکنے کے لئے معاہدہ امن ہو تو یہ اسلام کی کس شق کے خلاف ہے۔ ظاہر ہے یہ معاہدہ تو مذکورا سوۂ رسول کے عین مطابق ہے۔

اس معاہدہ کو ہماری سابقہ تقاریر، مشنِ جھنگوی میں تبدیلی اور سابقہ دعوؤں سے انحراف قرار دینا بہت سطحی سوچ ہے۔ ہم اس معاہدہ سے اختلاف رکھنے والوں سے صرف یہ درخواست کریں گے کہ تعصب کی عینک اتار کر اسے ہماری وضاحت کے آئینہ میں دیکھیں تو حقیقت خود بخود آشکار ہو جائے گی۔

سپاہِ صحابہ کی شاندار کامیابی

سپاہِ صحابہ کے مرکزی نقطہ:

''صحابہ کرامؓ، خلفاء راشدینؓ، ازواجِ مطہراتؓ، اہل بیتؓ کی محبت جزوِ ایمان ہے ان کی تکفیر کرنے والا خارج از اسلام ہے''۔

پاکستان کی تمام مذہبی دینی جماعتوں اور شیعہ لیڈروں نے تسلیم کیا، یہ سپاہِ صحابہ کے مشن کی کامیابی نہیں؟ معترضین بتائیں کہ ۱۴۰۰ سالہ تاریخ میں کبھی اس مذکورہ نقطہ پر اس انداز میں اتفاق ہوا ہے؟ اصول کافی، تہذیب الاحکام، جلاء العیون اور کشف الاسرار کو ماننے والوں نے کبھی اس طرح تقیۃً ہی سہی اپنے اسلاف کے کفر پر دستخط کیے ہیں؟ پوری امت کے زعماء کے سامنے کبھی اہل سنت کے واضح موقف کو اس انداز میں تسلیم کیا گیا ہے؟ سپاہِ صحابہ کے موقف کی سچائی اور نصب العین کی عظمت کا یہ واضح ثبوت ہے کہ کھلے اجلاس میں شیعہ کو خلفاء راشدینؓ، صحابہ کرامؓ اور ازواجِ مطہراتؓ کی تکفیر کرنے والے کو کافر قرار دینا پڑا۔ اپنی ہی تحریروں کے خلاف مسلم اُمہ کا موقف تسلیم کرنا پڑا۔ کیا تاریخ اسلام میں پہلے بھی کبھی ایسا موقع آیا ہے کہ شیعہ نے ایسی کسی تحریر پر دستخط کیے ہوں، پوری قوم کے زعماء کی موجودگی میں اہل سنت کے اہم مطالبہ کو تسلیم کرنے پر سپاہِ صحابہ کی تحسین کی بجائے تنقید اور کیڑے نکالنا سوائے بغض وحسد کے کیا ہو سکتا ہے۔ ضابطۂ اخلاق کی کس تحریر میں سپاہِ صحابہؓ نے شیعہ کو مسلمان قرار دیا ہے؟ کس اعلان میں شیعہ کے خلاف سپاہِ صحابہؓ نے اپنے موقف سے رجوع کیا ہے؟ ۱۴۰۰ سالہ کی تمام شیعہ کتب میں صحابہ کرامؓ، خلفاء راشدینؓ، ازواجِ مطہراتؓ کی جن لوگوں نے تکفیر کی ہے ان کو ہم تو علی الاعلان آج بھی کافر کہتے ہیں، ان عبارتوں کو برحق سمجھنے والوں کو بھی کافر سمجھتے ہیں، اگر شیعہ نے بھی ان کو کافر تحریر کر دیا ہے تو یہ سپاہِ صحابہ کی کامیابی نہیں؟ اگر کوئی شیعہ آج ان تمام تحریروں

CS CamScanner

کا انکار کرتا ہے یا اس کے قاتلین کو کافر قرار دیتا ہے اور جواب میں ہم اس کے اس اقرار کو سراہیں تو کیا اس سے ہمارے موقف میں تبدیلی آ گئی ہے؟ جن چند عمائدین کو اس ضابطۂ اخلاق پر اعتراض ہے انہوں نے پوری زندگی صحابہ کرامؓ کی خدمت کے نام پر گزاری ہے، انہوں نے اپنے پورے دور میں کیا حاصل کیا ہے؟ اہل سنت کے کس کاز کو حکومت اور شیعہ سے منوایا ہے؟ تنقید و تنقیص کے نشتر چلا کر سپاہِ صحابہ سے نئی نسل کو برگشتہ کرنے کے لئے کون سا حربہ ہے جو انہوں نے اختیار نہیں کیا؟ اور اگر ۲۰۰ نوجوانوں نے اس کاز کے لئے جام شہادت نوش کیا تو اس پر بھی انہوں نے اعتراض کیا، کارکن جیلوں میں گئے تو اس پر بھی نقد کیا، سپاہِ صحابہ کو اسمبلی کے ایوانوں یا حکومتی لوگوں کے سامنے کبھی محدود کامیابی ہوئی تو یہ بھی ان سے برداشت نہ ہوا۔ اب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے یوم شہادت اور نئے اسلامی سال کے آغاز پر یکم محرم الحرام کی تاریخی تعطیل سپاہِ صحابہ نے کرائی تو ایک جملہ بھی تحسین کے لئے زبان سے نکالنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ جو وقت دشمن کے خلاف خرچ کرنا چاہئے، اس کا اکثر حصہ اپنوں پر ہی تنقید میں خرچ کیا گیا۔ بغض و عناد اور تعصب کا تو کوئی علاج نہیں، بعض مخلص لوگوں کی غلط فہمیوں کے خاتمہ کے لئے یہ وضاحت کر دی گئی ہے۔

اب ضابطہ اخلاق کا بغور مطالعہ کریں۔ ایک ایک لفظ کو جانچیں، جتنا کچھ ہوا نہ ہونے سے اسی کو بہتر سمجھیں۔ سپاہِ صحابہ کی طرف سے حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی کے کردار کی تعریف ہر اپنے پرائے نے کی ہے۔ انہوں نے اہل سنت کاز پر ترجمانی کا حق ادا کر دیا ہے۔ ملی کونسل کے پہلے اجلاس سے لے کر ضابطۂ اخلاق کی تیاری تک ہر جگہ انہوں نے اعلیٰ انداز میں سپاہِ صحابہ کا موقف پیش کیا۔ ہم آج بھی کہتے ہیں "ملی یکجہتی کونسل" کے نام پر اعتراض ہے اس کا نام قومی یکجہتی کونسل ہونا چاہئے۔ تاہم نام سے اختلاف کے باوجود ہم اپنے مشن کی تکمیل جیسے بڑے مفاد اور قتل و قتال روکنے اور امن و امان کے قیام کے لئے ملی کونسل میں شامل ہیں۔" (ماہنامہ خلافت راشدہ۔ محرم، صفر ۱۴۱۶ھ)

فاروقی شہیدؒ کی گرفتاری اور رہائی

اکتوبر ۱۹۹۴ء میں مولانا اعظم طارق سے انٹرویو اور سپاہِ صحابہ کے مکمل تعارف کے حوالے سے برطانوی نشریاتی ادارہ بی بی سی نے ایک طویل فلم تیار کی تھی۔ برطانوی ادارہ میں گھسے ہوئے ایران نواز شیعہ نے اس انٹرویو اور مثبت تقاریر کے اکثر حصے حذف کر کے مولانا اعظم طارق کے گن مینوں کا اسلحہ شو کر کے دنیا بھر میں سپاہِ صحابہ کو مسلح دہشت گردوں کی صورت میں پیش کرنے کی مہم چلائی۔ اگر یہ فلم مکمل طور پر ریلیز کی جاتی تو کسی کو اعتراض نہ تھا۔ لیکن اس میں بدترین کانٹ چھانٹ کر کے اکثر حصے

حذف کر دیے گئے۔ ۵۴ مرتبہ اس فلم کو مختلف مواقع پر دنیا کے سامنے پیش کیا گیا۔ قائد محترم حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ نے ۸راگست کو کراچی کمپنی اسلام آباد کے ہزاروں کے اجتماع میں بی بی سی سے مطالبہ کیا کہ وہ یہ پروپیگنڈہ بند کرے۔ اس جلسہ کے اگلے روز پھر یہ فلم دکھائی گئی۔ اس کے بعد قائد محترم نے راولپنڈی میں پریس کلب میں اس فلم کے خلاف پریس کانفرنس بھی کی۔ لیکن برطانوی نشریاتی ادارہ بی بی سی باز نہ آیا۔ چند نوجوانوں نے اشتعال میں آ کر بی بی سی کے دفتر کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا۔ یہ مظاہرہ انتہائی پُر امن تھا۔ تاہم آخری مرحلے میں چند لڑکوں نے دفتر میں جا کر توڑ پھوڑ کی جس کے نتیجے میں برطانوی نشریاتی ادارے سمیت دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ میں شور اٹھا۔ وفاقی وزیر داخلہ نے کرغزستان کے دورے پر گئی ہوئی وزیر اعظم سے اجازت لے کر قائد سپاہ صحابہ کی بھی گرفتاری کا آرڈر جاری کر دیا۔

جس روز قائد محترم کی گرفتاری ہوئی اس سے ایک روز پہلے قائد محترم کی طرف سے بی بی سی کے دفتر پر توڑ پھوڑ کی مذمت کی گئی تھی۔ قائد محترم نے کہا تھا بی بی سی سے اختلاف کے باوجود توڑ پھوڑ انتہائی قابل مذمت ہے۔ لیکن اس کے باوجود قائد محترم کی گرفتاری کا آرڈر جاری کر دیا گیا۔ ۲۵راگست شام کی خبروں میں بی بی سی نے گرفتاری کی خبر نشر کر دی۔ اس وقت قائد سپاہ صحابہ جڑانوالہ میں ایک سیرت کانفرنس سے خطاب کر رہے تھے۔ اگلے روز قائد محترم ازخود ڈی آئی جی فیصل آباد کے دفتر میں پیش ہو گئے اس موقع پر چیئرمین سپریم کونسل مولانا ضیاء القاسمی اور دیگر ضلعی عہدیدار بھی موجود تھے۔ اسی رات قائد محترم کو بذریعہ ہوائی جہاز اسلام آباد لایا گیا۔ نو روز تک آپ کو دن کے وقت تھانہ کوہسار اور رات کو مختلف مقامات پر رکھا جاتا۔ قائد محترم کی گرفتاری پر ملک بھر میں سخت احتجاج ہوا۔ چاروں صوبوں میں احتجاجی مظاہرے ہوئے۔ حضرت مولانا ضیاء القاسمی اور قائم مقام سرپرست اعلیٰ مولانا عبداللہ خان نے اسلام آباد میں مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس طلب کیا۔ مرکزی شوریٰ کے اجلاس میں قائد محترم کی گرفتاری کے خلاف ملک گیر احتجاج کا اعلان کر دیا گیا اور ہزاروں کارکن سڑکوں پر آ گئے۔ لاہور، فیصل آباد، جھنگ، راولپنڈی، ملتان، رحیم یار خان اور راجن پور میں تاریخی جلوس نکالے گئے۔ بی بی سی کے اسلام اور پاکستان دشمن رویہ کو ہر طبقہ نے ہدف تنقید بنایا۔

قائد محترم کا سات روزہ جسمانی ریمانڈ حاصل کیا گیا۔ لیکن تحریک کے اعلان کے دو روز بعد ۵ر ستمبر کو رہا کر دیا گیا۔ اس طرح قائد محترم نے اسلام آباد سے لاہور پہنچ کر ۶ر ستمبر کی دفاع صحابہؓ پاکستان کانفرنس میں شرکت کی۔

ایبٹ آباد میں پولیس سے آنکھ مچولی، گرفتاری اور رہائی

غالباً ۱۴؍ ستمبر کو آپ اسلام آباد سے براستہ بنوں ڈیرہ اسماعیل خان روانہ ہوئے۔ سخت پابندی کی وجہ سے لمبا راستہ اختیار کرنا پڑا۔ بنوں اڈے سے آپ کو خلیفہ عبدالقیوم اور کارکنوں نے اپنے ساتھ لیا اور آپ ڈیرہ اسماعیل خان خفیہ راستے سے تین میل پیدل چل کر پہنچے۔ پولیس کی سخت ناکہ بندی اور چیکنگ بھی ناکام رہی اور رحمت اللعالمین ﷺ کانفرنس سے آپ کا مفصل خطاب ہوا۔ تقریر کے بعد آپ رات کو ایبٹ آباد کی طرف روانہ ہو گئے۔ کیونکہ ایبٹ آباد میں بھی آپ پر پابندی تھی۔ اس وجہ سے خفیہ سفر کرتے ہوئے ایبٹ آباد کراس کر کے مانسہرہ سے آگے ڈھوڈیال اور جیوڑی کے مقامات پر تقاریر کیں۔ اس سفر میں ہی آپ نے مولانا عبدالبر شہید کی تعزیت بھی کی جو کہ دو روز قبل کراچی میں شہید کر دیے گئے تھے۔ یہ پروگرام حضرت سید غلام نبی شاہ جو کہ علاقے کی بزرگ ہستی ہیں اور سیاسی طور پر بھی بہت معروف شخصیت ہیں ان کے کہنے پر رکھے گئے تھے۔ دونوں پروگراموں کے بعد آپ کا رات کا پروگرام چونکہ پشاور تھا چنانچہ آپ مانسہرہ سے پشاور کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں تھانہ میر پور کی چیک پوسٹ پر آپ کو روک لیا گیا۔ محافظوں کو اسلحے سمیت حراست میں لے لیا گیا۔ آپ کو تھانہ میر پور لے گئے۔ ہمراہ مجسٹریٹ اور ایس ایچ او بھی تھے۔ تھانہ میر پور میں اے سی اور ایس پی بھی آ گئے۔ انہوں نے کہا کیونکہ آپ کا کل ایبٹ آباد شہر میں جلسہ ہے اور ہمیں آرڈر ہے کہ جلسہ میں آپ کی شرکت نہ ہو۔ لہٰذا آپ مہربانی فرما کر ایبٹ آباد سے باہر تشریف لے جائیں۔ کیونکہ جلسہ میں بھی ضروری شرکت کرنا تھی۔ اس لئے آپ فوراً اس بات پر راضی ہو گئے۔ اس کے بعد آپ کو ضلع بدر کر دیا گیا۔ آپ پشاور پہنچے، رات کے پچھلے پہر دوبارہ سفر کرتے ہوئے علی الصبح آپ اپنے وقت پر دوبارہ ایبٹ آباد داخل ہوئے۔ خفیہ مقام پر سارا دن گزارا۔ کیونکہ ہر طرف صبح سے ہی ناکے لگا دیے گئے تھے۔ ہر آنے والی گاڑی کو روک کر داڑھی والے شخص کو تلاش کیا جاتا رہا، لیکن آپ تو شہر میں داخل ہو چکے تھے۔ چنانچہ عین وقت پر آپ موٹر سائیکل کے ذریعے جلسہ گاہ پہنچے۔ اجتماع نے زبردست استقبال کیا اور ساتھ ہی بارش شروع ہو گئی۔ چنانچہ فوراً آپ کا خطاب شروع ہوا۔ سخت بارش میں ہزاروں کے اجتماع نے پُرسکون ہو کر خطاب سنا۔ انتظامیہ کی بھاری نفری نے جلسہ گاہ کو چاروں اطراف سے گھیرے میں لے رکھا تھا۔ چنانچہ اختتام جلسہ پر رخصت کے لئے آپ کے ساتھ ایک قافلہ روانہ ہوا۔ پولیس آگے پیچھے تھی۔ آٹھ دس گاڑیوں نے شہر سے باہر گھیرے میں لے کر قائد سپاہ صحابہ کو اپنے ساتھ چلنے کو کہا۔ تمام کارکنان نے احتجاج کیا کہ ہم بھی ساتھ جائیں گے۔ لہٰذا آپ کو اور کارکنان کو وہاں

قریبی تھانہ لے گئے جہاں سے کچھ دیر بعد آپ کو دوبارہ دوسری جگہ منتقل کیا گیا۔ یہاں قائد کی گرفتاری عمل میں آئی۔ ساتھ ہی آپ کے سیکرٹری حافظ مظہر اقبال کو بھی حراست میں لے لیا گیا۔ دیگر کارکنوں کو پولیس نے چیک پوسٹ پر روک لیا تھا۔ چنانچہ کارکنان نے دیر نہ کی اور تمام مساجد میں فوراً اعلانات کروا دیے۔ مولانا حبیب الرحمٰن جو کہ یہاں سرپرست ہیں، انہوں نے نمازِ مغرب کے بعد اپنے نمازیوں سے کہا چلو فوراً، سنتیں بعد میں آ کر ادا کریں گے۔ مہمان تھانہ میں بند ہے۔ مولانا حبیب الرحمٰن اور ان کے ساتھیوں نے تھانہ کا گھیراؤ کیا۔ دروازے کو زور سے پیٹا۔ آخر شاہراہِ قراقرم بند کر دی۔ شاہراہِ قراقرم بند کرنے کی دیر تھی کہ فوراً قائد سپاہِ صحابہ کو مجبوراً انتظامیہ نے رہا کر دیا۔ قائد سپاہِ صحابہ باہر نکلے تو کارکنوں نے پُر جوش نعروں سے استقبال کیا اور آپ اسلام آباد کی طرف روانہ ہو گئے۔

حافظ غلام یحیٰی کی شہادت

یہاں راستے میں ہی آپ کو خبر ملی کہ حافظ غلام یحیٰی کو پولیس نے اپنی حراست میں شہید کر دیا۔ پولیس نے حافظ غلام یحیٰی پر جھوٹے مقدمہ میں گرفتاری کی، پولیس کا کہنا تھا کہ حافظ غلام یحیٰی مشہور جاگیردار شاہنواز جو کہ ریاض حسین پیرزادہ ایم این اے کا والد ہے، اس پر فائرنگ میں ملوث تھا۔ جس جگہ فائرنگ ہوئی وہاں سے دو سو گولیوں کے خول برآمد ہوئے جو گولیاں شاہنواز ڈبہ پر چلائی گئی تھیں۔ اور کوئی گولی بھی گاڑی پر اور کسی آدمی کو نہ چھو سکی۔ یہ ایک ڈرامہ تھا جس کی بنیاد پر ڈبہ نے اپنے سیاسی حریفوں کو اس کیس میں پھنسایا۔ حافظ غلام یحیٰی نے خود گرفتاری پیش کی۔ پولیس نے جانبداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایس پی کے اشارے پر غلام یحیٰی کو شیعہ کے سپرد کیا۔ شاہنواز ڈبہ نے اپنے ڈیرے پر حافظ غلام یحیٰی پر تشدد کیا۔ شہید کو ۵۲ گھنٹے تک الٹا لٹکائے رکھا۔ لیکن شہید نے رسے پر لٹک کر بھی کافر کو کافر ہی کہا۔ حافظ نے جب پانی مانگا تو پیشاب پیش کیا۔ حافظ غلام یحیٰی نے کہا کہ میں اللہ کے حضور پیش ہونے جا رہا ہوں اور میں حافظِ قرآن ہوں، گندی زبان سے اللہ کے حضور پیش نہیں ہوں گا۔ شہید کے جسم پر ۱۸ ضربات تھیں۔ شہید جامعہ قاسمیہ فیصل آباد کا دورۂ حدیث کا طالب علم تھا۔ شہید نے آخری وقت تک اپنے مشن کو کفر کے قید خانے میں بھی بلند کیا۔ حضرت بلالؓ اور حضرت مصعبؓ کی یاد تازہ کر دی۔ بالآخر ۷ ارستمبر کو اسی عالم میں جامِ شہادت نوش کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

چنانچہ قائد محترم کو جب اس دلخراش واقعہ کا علم ہوا تو قائد محترم نے اسلام آباد کا پروگرام فوراً ملتوی کیا اور آپ جنازہ کے لئے روانہ ہوئے۔ جب آپ وہاڑی کے قریب تھانہ ماچھیوال کی حدود میں داخل ہوئے تو اس بھیڑیے نما ایس پی نے اپنا وار کیا اور قائد محترم کو چیک پوسٹ سے گرفتار کر کے

تھانہ ماچھیوال بند کر دیا گیا۔ راتوں رات کلاشنکوف کا کیس بنایا۔ آپ کے ہمراہ اسلم پہلوان، سیف الرحمٰن، حافظ مظہر اعوان تھے ان پر بھی مقدمات بنائے گئے۔ یہاں تک بس نہیں بلکہ سرکاری محافظوں سے بھی اسلحہ چھین لیا اور انہیں بھی تین روز تک تھانہ ماچھیوال میں ہی رہنا پڑا۔ اگلے ہی روز آپ کو سنٹرل جیل منتقل کر دیا گیا۔ جب یہ خبر پنجاب کے وزیر اعلیٰ عارف نکئی تک پہنچی تو انہوں نے فوراً سنٹرل جیل ملتان سپرنٹنڈنٹ سے رابطہ کر کے قائد محترم کو بلوایا اور ان سے معذرت کی اور انہوں نے کہا کہ مجھے اس بات پر بہت افسوس ہے کہ آپ کو میرے پوچھے بغیر گرفتار کیا گیا اور کمشنر ملتان کو کہا کہ فوراً علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی کو رہا کر کے مجھے رپورٹ دیں۔ چنانچہ اسی روز آپ کو سنٹرل جیل سے رہا کر دیا گیا۔ کیونکہ تمام مقدمات جھوٹے تھے۔ اسلحہ کے لائسنس بھی موجود تھے وزیر داخلہ کی طرف سے محافظوں کے رٹیز بھی موجود تھے، گرفتاری کا کوئی جواز بھی نہ تھا۔ ایس پی نے ذاتی انا پر قائد محترم کو گرفتار کرایا، بعدازاں حافظ غلام یحیٰ شہید کے قتل کے جرم میں ہائی کورٹ نے ایس پی وہاڑی کے خلاف پرچہ کے آرڈر کر دیے۔ رہا ہونے کے بعد اگلے روز آپ نے قیصر آباد جا کر حافظ غلام یحیٰ شہید کے گھر تعزیت کی۔

آخری گرفتاری

۲۰ رنومبر ۱۹۹۵ء کو قائدین سپاہِ صحابہ حضرت فاروقی شہیدؒ اور مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ کی گرفتاری عمل میں آئی۔ اس گرفتاری کا پسِ منظر خاصا طویل اور عمیق ہے۔ پیپلز پارٹی کی مؤنث حکومت خاصے عرصے سے سپاہِ صحابہ کے ایم این اے مولانا محمد اعظم طارق کی جراُتمندانہ سیاسی اور مذہبی سرگرمیوں سے نہ صرف خائف اور خفا تھی بلکہ خاصی سٹپٹائی ہوئی تھی۔ مولانا موصوف کی ایوانِ اسمبلی میں کی گئی فی البدیہہ تقریریں جن میں مولانا اکثر و بیشتر اربابِ اقتدار کو آڑے ہاتھوں لیتے رہے تھے، پھر وزیر اعظم بے نظیر کے روبرو مولانا موصوف کی بے باکانہ گفتگو، (جس کی تفصیل مولانا اعظم طارق شہید نے اپنی کتاب ''میرا جرم کیا ہے'' صفحہ ۲۴۷ پر رقم کی ہے) ، ۲۲ راگست ۱۹۹۴ء کو خود پر ہونے والے قاتلانہ حملہ کا قومی اسمبلی میں حکومتِ وقت کو ذمہ دار قرار دینا۔ وزیر داخلہ سے ایوانِ اسمبلی میں جھڑپیں، آصف زرداری سے گفتگو میں کھری کھری باتیں، پھر حکومت کی طرف سے ساتھ دینے کی یقین دہانی کی صورت میں دو کروڑ روپے، بے شمار مراعات اور ترقیاتی فنڈز کے لالچ کا راز فاش کرنا اس کے علاوہ اور بھی کئی سارے ''سیاسی جرائم'' اور پھر ۲۲ رفروری ۱۹۹۵ء سے روپوشی کے چار ماہ کے دوران مسلسل سات عدد سرکاری ایجنسیوں کا ناک میں دم کیے رکھنا وغیرہ...... حکومتِ وقت مولانا کی ان کمانڈو ٹائپ سرگرمیوں کی بناء پر قوم کے سامنے جس قدر خفت پہ خفت اٹھاتی چلی جا رہی تھی، اسی قدر

حکومتی ارکان کی انتقامی سوچ پروان چڑھ رہی تھی۔

۷ ستمبر کو حافظ یحییٰ شہیدؒ کی حاصل پور کے ظالم شیعہ جاگیردار شاہنواز ڈبہ (جو کہ حکومتی پارٹی کے ایم این اے ریاض حسین پیرزادہ کا باپ تھا) کے ڈیرے پر مظلومانہ شہادت کے بعد حاصل پور، خیر پور ٹامیوالی اور میلسی سے وہاڑی تک کے عوام میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی تھی اور شاہنواز ڈبہ کے ستائے ہوئے کسی مظلوم نے اس کے ڈیرے میں داخل ہو کر اسے ۱۶ نومبر کو قتل کر ڈالا۔ ڈبہ کے عرف سے مشہور ہونے والا یہ جاگیردار ریاست بہاولپور کے پورے علاقہ میں فرعون کا جانشین سمجھا جاتا تھا۔ اور قتل کے ۵۲، چوری اور ڈکیتیوں کے ۸۰ واقعات میں ملوث تھا اور دو درجن کے قریب مقدمات اس پر ضلع بہاولپور کے مختلف تھانوں میں قائم تھے۔ چونکہ حافظ یحییٰ شہید کے قتل کی ایف آئی آر میں شاہنواز ڈبہ کو ملزم نامزد کیا گیا تھا، تو جب ڈبہ قتل ہوا تو اس کے ایم این اے بیٹے نے ایف آئی آر میں انتقاماً قائد سپاہ صحابہ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ اور مولانا اعظم طارق کو بھی نامزد کر دیا۔ ڈبہ کے قتل کے بعد جب وزیر اعظم بے نظیر تعزیت کے لئے مقتول کے بیٹے ریاض پیرزادہ کے گھر موضع شیخ واہن پہنچیں تو قائدین سپاہ صحابہ کی فوری گرفتاری کا فیصلہ کیا گیا۔

ادھر ۱۸ نومبر ۱۹۹۵ء کو قائد سپاہ صحابہ حضرت فاروقی شہید رائے ونڈ کے تبلیغی اجتماع میں شرکت کے لئے سمندری سے روانہ ہوئے تو اتفاقاً ان کے پاؤں میں چوٹ لگ گئی۔ لاہور پہنچتے تک بایاں پاؤں پھول گیا۔ شیخ زائد ہسپتال سے پلستر کرانے کے بعد فاروقی شہیدؒ رائے ونڈ پہنچے اور پنڈال کے باہر ایک خیمہ نصب کر کے ساتھیوں نے بستر لگا دیے۔

اسی رات جبکہ حضرت فاروقی شہیدؒ پاؤں کی شدید تکلیف میں مبتلا تھے، انہیں موبائل فون پر سپاہ صحابہ کے ایک حلیف بریلوی عالم دین مولانا محمد عارف چشتی کی شہادت کی خبر ملی۔

اب یہاں سے گرفتاری تک کے واقعات حضرت کی زبانی ملاحظہ ہوں۔ فاروقی شہیدؒ اس غمناک شام کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قلبی ہیجان اور دماغی چبھن اس قدر زیادہ تھی کہ مجھے اپنی عادت کے مطابق اس المناک واقعہ نے نڈھال کر دیا۔ پوری شب ایک لمحہ نیند نہ آسکی۔ اگلے روز صبح مولانا اعظم طارق بھی یہاں آگئے۔ میرے پاؤں کی معذوری کے باعث فیصلہ ہوا کہ دوپہر کی اجتماعی دعا کے فوراً بعد مولانا اعظم طارق علامہ چشتی کے جنازہ میں شرکت کے لئے لاہور روانہ ہوں گے۔ خدا خدا کر کے اجتماع کے ہجوم سے ۸ گھنٹوں کے بعد نکل

سکا۔ یہ رات بھی علامہ چشتی کی جدائی کے دکھ میں بسر ہوئی ان کے ساتھ دو روز قبل ۱۷ نومبر کو یوم صدیق اکبر کے سیمینار میں ان سے ہونے والی آخری ملاقات کے عمدہ ولولوں اور اعلیٰ جذبوں کی ساری تصویر سامنے آ گئی۔

علامہ عارف چشتی کو سپاہ صحابہ کی حمایت اور اس عظیم مشن کی نواپردازی کی سزا دی گئی تھی۔ ان کی کاوش و جہد اور سنی علماء فورم کی قیادت نے صحابہ دشمنوں کی نیند حرام کر رکھی تھی۔ مولانا اعظم طارق نے ان کی نماز جنازہ اور تجہیز و تکفین میں شرکت کی اگلے روز یعنی ۲۰ر نومبر کو ہم سپاہ صحابہ صوبہ پنجاب کے ایک کنونشن میں فاروق اعظم سیکرٹریٹ شاہدرہ لاہور میں شریک ہوئے۔

علماء کونسل کے حافظ طاہر محمود اشرفی کی دعوت میں شرکت کے بعد ہم چنبہ ہاؤس پہنچ کر بستر استراحت پر دراز ہوئے۔ ابھی نصف گھنٹہ گذرا ہوگا کہ پولیس کی پندرہ بیس گاڑیوں نے پورے چنبہ ہاؤس کے تمام گیسٹ بلاکوں کو گھیرے میں لے لیا...... ایڈیشنل ایس پی لاہور نجف مرزا نے مجھے کہا مولانا اعظم طارق اور تمہیں ابھی ہمارے ساتھ چلنا ہے۔ مولانا اعظم طارق اور میں وضو کر کے فوراً ہمراہ ہو گئے۔ سب سے پہلے ہمیں تھانہ سول لائن لایا گیا یہاں سے ہماری کامیاب اور بلا مزاحمت گرفتاری کی اطلاع دینے اور اگلی منزل کی اطلاع حاصل کرنے پر دو گھنٹے صرف ہوئے۔ اس طرح تین بجے چار پولیس گاڑیوں کی نگرانی میں فیروز پور روڈ پر قافلہ روانہ ہوا۔ ہمیں ابھی تک کچھ پتہ نہ تھا کہ ہمیں کس مقدمہ میں گرفتار کیا گیا ہے نہ ہی یہ علم تھا کہ کہاں پہنچایا جا رہا ہے۔ جب رائے ونڈ روڈ پر چڑھے تو میں نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے ایک ڈی ایس پی سے منزل معلوم کی تو اس نے پہلے تو لاعلمی ظاہر کی پھر کہا ہمیں آپ کو ملتان پولیس کے حوالے کرنے کا حکم ہے وہاں بہاولپور پولیس آپ کی منتظر ہوگی۔ اب معلوم ہوا کہ ہمیں شاہنواز ڈبہ کیس میں مہمان بنایا گیا ہے......"

۲۱ر نومبر کو سپاہ صحابہ کے اسیر قائدین صبح دس بجے بہاولپور پہنچے، جہاں تھوڑی دیر بعد پولیس کی نصف درجن گاڑیوں کے جلو میں انہیں حاصل پور پہنچایا گیا۔ اس علاقہ کے تھانہ قائم پور میں ہی آپ کے خلاف شاہنواز ڈبہ کے قتل کا مقدمہ درج کیا گیا تھا۔ اس مقدمہ میں آپ دونوں حضرات کے علاوہ سپاہ صحابہ بہاولپور کے صدر مولانا غلام یٰسین، نائب صدر مولانا عبدالغنی اور مسلم لیگ کے مرکزی نائب

صدر اور سابق وفاقی وزیر سید تسنیم نواز گردیزی، اور مسلم لیگ تحصیل حاصلپور کے صدر شیخ عبد الرحیم شامل کیے گئے تھے۔ دونوں موخر الذکر مسلم لیگی حضرات مقتول شاہنواز ڈبہ کے سیاسی حریف بھی تھے۔ سید تسنیم نواز گردیزی قائدین سپاہ صحابہ کی گرفتاری سے ایک روز قبل ہی گرفتار کر کے یہاں لائے گئے تھے۔ تمام اسیران کو شام چار بجے چوہدری افضل اسسٹنٹ کمشنر حاصل پور کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ جہاں سے جسمانی ریمانڈ پر پولیس کی تحویل میں دے دیا گیا۔ قائدین نے نماز عصر عدالت ہی میں ادا کی۔ بعد ازاں حضرت فاروقی شہیدؒ کو تھانہ مسافر خانہ لے جایا گیا اور مولانا محمد اعظم طارق تھانہ سمہ سٹہ پہنچا دیے گئے۔ اور آئی جی پنجاب کے حکم پر ایس پی سی آئی اے بہاولپور چوہدری مسعود اقبال کی نگرانی میں تفتیش کا آغاز کر دیا گیا۔ ۲۰ر نومبر ۱۹۹۵ء سے ۱۸ جنوری ۱۹۹۷ء تک کا سارا عرصہ قید و بند میں گزرا، اس قید و بند کی ساری روئداد حضرت فاروقی شہیدؒ نے بالتفصیل "پھر وہی قید قفس" اور مولانا محمد اعظم طارق نے "روداد عشق و وفا" المعروف "میرا جرم کیا ہے" میں بیان کر دی ہے۔

ان دونوں مفصل رودادوں کی موجودگی میں میرا علیحدہ سے اس موضوع پر قلم اٹھانا ضروری اور مناسب نہیں۔ البتہ ریکارڈ درست رکھنے کی غرض سے چند ضروریات کا اندراج ہوگا۔

۳ر دسمبر ۱۹۹۵ء کو دونوں قائدین حوالاتوں سے نکال کر بہاولپور جیل کے سپرد کر دیے گئے۔ یہاں آپ کا ٹھکانہ بارک نمبر ۲۳ تھی۔ جہاں سپاہ صحابہ ضلع بہاولپور کے تمیں کے لگ بھگ اسیر راہنما و کارکنان آپ کے استقبال اور خدمت کے لیے موجود تھے۔ لیکن آپ کو صرف ۳ روز رکھا گیا۔ یہاں سے آپ ۶ر دسمبر کو سنٹرل جیل ملتان منتقل کر دیے گئے۔

حضرت فاروقی شہید رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے نہایت صاف ستھرا تحریری ذوق بھی عنایت فرمایا تھا۔ آپ جیسے ہی جیل پہنچے، آپ کا قلم حرکت میں آ گیا۔ جو کہ آپ کی شہادت کے روز تک حرکت میں رہا اور چھوٹی بڑی تقریباً دو درجن کتابیں منصۂ شہود پر آ گئیں۔ علاوہ ازیں جیل میں دیگر معمولات کیا تھے، اس کے بارے میں خود فاروقی شہید رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

جیل کے معمولات

"میں اس بات کو اللہ کا خاص احسان سمجھتا ہوں کہ اس نے جیل کے ۱۵ ماہ میں ہر گھڑی اپنے دروازے پر سجدہ ریز ہونے کی توفیق بخشی، جیلوں کی تبدیلی کے ایک دو مواقع کے علاوہ تہجد کے ساتھ نماز باجماعت، تلاوت قرآن پاک، اذکار و تحلیل کی پابندی رہی، عام طور پر اذانِ فجر سے پہلے ہی تمام تسبیحات مکمل کرنے کا معمول رہا جن کی تعداد ایک اور دو سو کے درمیان تھی۔ تلاوت قرآن اور حضرت

تھانویؒ کی مناجاتِ مقبول سے بھی فجر سے پہلے فراغت حاصل ہو جاتی۔ ہر جیل میں نمازِ فجر کے بعد راقم الحروف نے درسِ قرآن کا سلسلہ جاری رکھا، جس میں عام طور پر مسئلہ توحید، شانِ رسالت، شانِ صحابہ اور قصصِ انبیاء کا تذکرہ ہوتا۔ جملہ وظائف واذکار کی اجازت مرشدِ کامل حضرت مولانا خان محمد صاحب نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے سلسلہ نقشبندیہ کے مطابق ایک مکتوب میں عنایت فرمادی تھی۔ میں نے تمام جیلوں میں سپاہِ صحابہ کے اسیران کے لئے درج ذیل ہدایات جاری کی تھیں...... جن پر تا حال عمل جاری ہے۔

اسیران کے لئے معمولاتِ یومیہ

۱۔ نمازِ پنج گانہ اور تلاوتِ قرآن کی روزانہ پابندی

۲۔ تہجد و اشراق، چاشت و اوّابین کا اہتمام

۳۔ صبح شام کلمہ طیبہ، سبحان اللہ و بحمدہٖ استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ھو العلی العظیم کی ایک ایک تسبیح۔

۴۔ نمازِ فجر اور مغرب کے بعد ایک جگہ پر یاحی یا قیوم برحمتک نستغیث لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین ہر ساتھی گٹھلیوں کے ذریعے ایک ایک سو کی تعداد میں پڑھ کر اجتماعی دعا کی جائے۔

۵۔ گناہوں سے سچی توبہ، شعائرِ اسلام پر پابندی، غیر شرعی اور غیر قانونی امور سے اجتناب کریں۔ ناموسِ صحابہ کے تحفظ اور نفس سے احتساب کا روزانہ عہد کیا جاتا بسا اوقات کسی سخت پریشانی کے موقع پر سوالاکھ آیت کریمہ کا ختم بھی مختلف مواقع پر جاری وساری رہا۔ ہم نے ہر جیل میں سپاہِ صحابہ کے ناخواندہ ساتھیوں کی تعلیم کا اہتمام کرایا۔ ہر جگہ ماہانہ اجتماع اور ہفتہ وار درسِ قرآن شروع کیا۔

غیر مسلموں کا قبولِ اسلام

ملتان، لاہور، راولپنڈی کی جیلوں میں مجموعی طور پر ایک درجن کے قریب ہندو اور عیسائیوں نے ہمارے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا۔ قبولِ اسلام کے بعد انہیں دینی تعلیم سے ہم آغوش کرنے کے لئے ساتھیوں کی ڈیوٹی لگائی۔ انڈیا کے کئی ہندو، پاکستان کے کئی عیسائی مختلف دروس اور مواعظ سے اسلام کے آستانہ پر جھک گئے۔

ڈاکوؤں چوروں اور بدمعاشوں کی توبہ

مختلف جیلوں میں اگرچہ ہماری نقل وحرکت پر کڑی نگرانی تھی، ہماری سیکورٹی اور تحفظ کے نام پر ہر جیلر نے ہمیں اپنے اپنے متعلقہ احاطوں اور بلاکوں تک محدود کر رکھا تھا۔ تاہم ہمارے پاس

جیل کے مختلف قیدیوں کی آمد اور جمعہ کے خطبات کے باعث ہزاروں ڈاکوؤں، چوروں، بدقماشوں اور بے نمازوں کو توبہ کی توفیق نصیب ہوئی۔ اس سلسلے میں مولانا محمد اعظم طارق، لاہور میں قاری عبدالقیوم، مولانا مجیب الرحمٰن انقلابی کے دروس وخطابات کے قابلِ قدر اثرات سامنے آئے۔ ان نوجوانوں کی اثر انگیز تقریروں سے جیل کا سارا ماحول ہی اصلاح خانے میں تبدیل ہوگیا۔

اس سلسلے میں کوٹ لکھپت جیل کی کارگزاری سب سے نمایاں رہی توبہ کرنے والوں کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز ہوگئی۔

جیلوں میں سیرۃ رسول، شہادت عثمانؓ، شہادت فاروق اعظمؓ اور شہادتِ سیدنا حسینؓ پر تقریبات

ملتان اور لاہور کی جیلوں میں سپاہِ صحابہ کی طرف سے مختلف مواقع پر بڑی بڑی کانفرنسیں اور اجتماعات منعقد ہوئے۔ ان تقریبات میں قیدی شوق سے شریک ہوتے۔ اثر انگیز خطبات نے سال ہا سال سے محبوس لوگوں میں نیا دینی ولولہ پیدا کیا۔ کئی لوگوں کی زندگیاں بدل گئیں۔ صحابہ کرامؓ کے واقعات نے آوارہ مزاج لڑکوں کا رُخ بدل دیا۔

ہر جگہ ہمیں جیل حکام نے کسی متوقع جھگڑے کے خطرہ کے پیش نظر خوف اور ڈر کے سائے میں ان تقریبات کا موقع بہم پہنچایا لیکن جب تقریب منعقد ہوتی اور اصلاحِ عمل کے خطبات دلوں کو مسحور کرتے تو جیل حکام بھی سر دھنتے اور واضح طور پر اقرار کرتے کہ قیدیوں کی اصلاح کا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں۔ لیکن ہمارے قانون میں ایسی تقریبات اور اصلاحی اجتماعات کی گنجائش نہیں ہے۔

معصیت کاروں اور خدا کے نافرمانوں کے قلوب میں جب تک محمدی تعلیم کی روشنی نہ اترے گی اس وقت تک بے راہروؤں کو نیکی پر آمادہ کرنا ممکن نہیں۔" (پھر وہی قید قفس ص ۱۳۸ تا ۱۴۱)

ملتان سنٹرل جیل میں اسارت کے دوران آپ نے ملی یکجہتی کونسل کے قائدین کے نام ایک خط میں اپنی بے گناہی ثابت کی اور انہیں اپنے حق میں آواز بلند کرنے اور انصاف دلانے کو کہا۔ خط کی عبارت حسب ذیل ہے:

ملی کونسل کے قائدین کے نام مولانا فاروقی شہیدؒ کا خط

بعد از سلام مسنون...... مزاجِ اقدس بخیر!

مجھے اور مولانا محمد اعظم طارق کو ۲۱ نومبر ۱۹۹۵ء کی رات ڈیڑھ بجے چمبہ ہاؤس لاہور سے

گرفتار کر کے دوسرے روز دوپہر بہاولپور لایا گیا اور پیپلز پارٹی کے ایم این اے ریاض پیرزادہ کے والد شاہنواز پیرزادہ کے قتل کے مقدمہ میں حاصل پورا ے سی کی عدالت سے ریمانڈ لے کر ۱۴ روز تک تفتیش ایس پی، سی آئی اے بہاولپور چوہدری مسعود اقبال کی سربراہی میں چار رکنی ٹیم جس میں تین ڈی ایس پی اور دیگر پولیس افسران تھے نے کی۔ بحمداللہ اس تفتیش کے دوران پولیس کی ٹیم ہم پر کوئی جرم ثابت نہ کر سکی۔ کیونکہ ابھی تک نہ تو قتل کے اصل ملزمان کا کسی کو علم ہے اور نہ ہی ہمارا ایماء کسی بھی صورت میں ثابت کیا جاسکا ہے۔

وزیر داخلہ اور پنجاب حکومت نے ہماری گرفتاری پر کہا تھا کہ صرف پوچھ گچھ مقصود ہے اگر بے گناہ ہوں گے تو رہا کر دیں گے لیکن ۵ر دسمبر ۱۹۹۵ء کو ہمارے ریمانڈ کی مدت مکمل ہونے کے بعد ہمیں سنٹرل جیل بہاولپور منتقل کر دیا گیا اور پھر دو روز بعد وہاں سے ہمیں ملتان سنٹرل جیل بھیج دیا گیا ہے اور مقدمہ بھی ملتان کی خصوصی عدالت میں منتقل کر دیا گیا ہے۔

گذارش یہ ہے کہ مجھے سپاہِ صحابہ کا سرپرست اعلیٰ بنے ہوئے ٦ سال کا عرصہ ہو چکا ہے اس اثناء میں کئی جگہ شیعہ اور سنی حضرات قتل ہوئے۔ اس دوران یہ روایت بن گئی کہ بغیر ثبوت کے ایک درجن سے زائد قتل کے مقدمات میں میرا اور مولانا اعظم طارق کا نام دے دیا گیا۔ لیکن جب اصل ملزمان گرفتار ہوئے تو ان کی تفتیش سے ہماری ان واقعات سے لاتعلقی ثابت ہوتی چلی گئی اسی وجہ سے آج تک ہمیں کسی بھی کیس میں گرفتار کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔

دوسری طرف سپاہِ صحابہ کی طرف سے شیعہ لیڈر ساجد نقوی، افتخار حسین نقوی اور کئی دوسرے شیعہ راہنماؤں کے خلاف قتل اور ایماء کے درجنوں مقدمات درج ہیں خاص طور پر مولانا قاری سمیع اللہ جھنگوی شہید، مولانا قاری سیف اللہ خالد شہید، مولانا اعظم طارق پر قاتلانہ حملہ اور ان کے دو گن مینوں کی شہادت میں ملوث نامزد ملزمان اقراری ملزم کی حیثیت سے دندناتے پھرتے ہیں لیکن ان کی گرفتاری کی کوشش تک نہیں کی گئی۔ ٹھوکر نیاز بیگ لاہور کا غلام رضا نقوی مولانا اعظم طارق پر قاتلانہ حملہ سمیت ۴۲ قتل کے مقدمات میں اور ۱۸ ڈکیتیوں کے کیسوں میں مطلوب ہونے کے باوجود حکومت کی گرفت سے محفوظ ہے۔

حالیہ گرفتاریوں میں سپاہِ صحابہ کی پوری مرکزی قیادت کو گرفتار کیا گیا۔ مولانا اعظم طارق اور میرے سمیت مولانا عبداللہ خان مرکزی نائب صدر، مولانا سلطان محمود ضیاء مرکزی نائب صدر، علامہ شعیب ندیم مرکزی ڈپٹی سیکرٹری، شیخ محمد اشفاق مرکزی خازن اور صوبائی عہدیداران اور سینکڑوں

ڈویژن اور ضلعی عہدیداران گرفتار کیے گئے۔ لیکن دوسری طرف تحریک جعفریہ اور سپاہ محمد کے کسی مرکزی لیڈر کو ہاتھ تک نہیں لگایا گیا اور چند گنتی کے افراد کی گرفتاری سے خانہ پُری کی گئی۔ آپ ملی یکجہتی کونسل کے اعلیٰ ذمہ دار ہیں اور ہم بھی اس کونسل میں آپ کے ساتھ شریک ہیں۔ اس وقت ہم یکطرفہ حکومتی انتقام اور زیادتیوں کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ ایک طرف دو سو سے زائد نظر بندوں کی رہائی کا مسئلہ جو غالباً دو چار روز میں حل ہوتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ دوسری طرف ہمیں تھانہ میکلوڈ گنج بہاولنگر اور سرائے عالمگیر جہلم کے قتل کے مقدمات کے ساتھ ساتھ حالیہ شاہنواز پیرزادہ کے قتل کے مقدمہ میں ملوث کرنا ہے۔ ان مقدمات میں ہماری بے گناہی کے ثابت ہو جانے کے باوجود بھی ہماری گرفتاری ڈال دی گئی ہے۔ اگر ہماری طرح دوسری طرف کے لیڈر بھی گرفتار کر لیے جاتے تو ہم عدالت اور قانون کا سامنا کرتے جو گنہگار ہوتا سزا پاتا اور بے گناہ باعزت بری ہوتا لیکن چونکہ یہ سراسر یک طرفہ کاروائی صرف ہماری جماعت کے خلاف ہی شروع ہے، اس لیے آپ حضرات سے ہماری اپیل ہے کہ آپ ہمارے حق میں آواز بلند کرنے کے ساتھ ساتھ حکومتی مظالم اور انتقامی کاروائی کی مذمت کر کے اپنی مذہبی اور دینی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوں۔ ہم ایک مرتبہ پھر یہ واضح کرتے ہیں کہ ہمارا کسی بھی قتل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہمارا دامن صاف ہے اور ہم قتل و غارت گری کے حامی نہیں ہیں اور ہم نے کبھی کسی تخریب کار اور دہشت گرد کی حوصلہ افزائی کی ہے اور نہ ہی اس پر یقین رکھتے ہیں۔ ملی یکجہتی کونسل میں ہماری شرکت کا مقصد قیامِ امن اور قتل و غارت گری کی روک تھام کے لئے کوشش کرنا ہے لیکن صرف ہمیں ہی اس کی سزا کیوں دی جا رہی ہے۔

گذشتہ سال ۲۲ راگست ۱۹۹۴ء کو مولانا اعظم طارق پر قاتلانہ حملہ کے ملزم اور ان کے دو گن مینوں کے قاتل لاہور کے ۴۲ علماء اور کارکنوں کے خون سے ہاتھ رنگین کرنے والے دہشت گردکن کے اشاروں پر آگ وخون کی ہولی کھیل کر بھی قانون کی گرفت سے بالاتر ہیں؟ آخر اس یک طرفہ کاروائی کا مقصد یہ تو نہیں ہے کہ سپاہ صحابہ کو بھی مجبور کیا جا رہا ہو کہ وہ بھی قانون و انصاف کا رستہ ترک کر کے ہتھیار اٹھا کر مسلح جارحیت کے لئے تیار ہو جائے اور ملک کو مذہبی خانہ جنگی کی آگ میں دھکیل دیا جائے؟ امن پسند اور قانون کی بالادستی پر یقین رکھتے ہوئے بے گناہ راہنماؤں کی یک طرفہ گرفتاری اور سنگین مقدمات میں ان کو ملوث کرنے کی سازش کا رستہ ہموار کرنے کا آخر کیا مقصد ہے؟

خدارا! تشدد کی لہر کو روکیے۔ امن و امان کے دائمی اور مستقل قیام اور قومی و ملی مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ حضرات ہماری مدد فرمائیں۔ ہم آپ سے اپنی رہائی کی بجائے انصاف کے فیصلہ کی

توقع رکھتے ہیں۔ہمیں اُمید ہے کہ آپ اس سلسلہ میں حکومت کے ذمہ داران اور سربراہ لوگوں سے خود بات کر کے اپنے مذہبی فریضہ کو ادا فرمائیں گے۔

والسلام

ضیاء الرحمٰن فاروقی

۳۰رجنوری ۱۹۹۶ء کی شام کو قائدین سپاہِ صحابہ سنٹرل جیل ملتان سے کوٹ لکھپت جیل لاہور منتقل کر دیے گئے۔ جہاں ۳۱رجنوری سے ۳۰رجون تک تقریباً پانچ ماہ گزارے گئے۔اس عرصہ میں اوراد و وظائف کا سابقہ نظام بھی بحال رہا اور اشہبِ قلم بھی منزل کی جانب رواں دواں رہا۔اس کے علاوہ فارغ اوقات میں حضرت فاروقی شہید کی زندہ دلی اور ساتھیوں کے ساتھ جیل کی زندگی میں رہن سہن سے آگاہی کے لئے حضرت شہید رحمہ اللہ کی تحریر ملاحظہ ہو:

''جب ہم کوٹ لکھپت جیل میں پہنچے تو یہاں سپاہِ صحابہ پنجاب کے صرف تین عہدیدار تھے بعد میں قافلہ بڑھتا گیا اور کارواں بنتا گیا۔ہائیکورٹ کے آرڈر سے ہمارے تمام مقدمات جب لاہور منتقل ہوئے تو بہاولپور اور ملتان کی جیلوں سے ہمارے دوسرے مقدمہ دار بھی یہاں منتقل ہو گئے۔ حاصل پور، خیر پور، بہاولنگر کے سپاہِ صحابہ کے عہدیدار اور کئی معاون جو پولیس کے مظالم اور بے بنیاد کارروائیوں کا نشانہ بنے تھے وہ بھی ہمارے ساتھ ماخوذ تھے۔ادھر مشہور شاعر محسن نقوی کے قتل میں سپاہِ صحابہ لاہور کے جنرل سیکرٹری ہونے کے ناطے قاری عبدالقیوم بھی دھر لیے گئے تھے۔شادباغ کے مقدمہ کی غیر حاضری میں ضمانت منسوخ ہونے پر قاری عطاء الرحمٰن بھی ہمراہ تھے۔

سب لوگوں کے جمع ہونے کے بعد بڑی محفل جمنے لگی۔۸۰ سالہ علامہ غلام مرتضٰی (والد حافظ غلام یحیٰی شہید) کو دادا، ۵۵ سالہ حاجی عبدالمجید کو نانا، مولانا محمد شفیع عطار کو تایا، قاری عبدالقیوم کو پھوپھی، راقم کو باباجی، مولانا اعظم طارق کو جرنیل، ڈاکٹر منظور شاکر کو ماسی، محمود اقبال کو ماما مودا، مجیب انقلابی کو باجی کے الفاظ سے یاد کیا جاتا تو ساری محفل کشتِ زعفران بن جاتی۔لطیفوں پر لطیفے اور کہانیوں پر کہانیاں تراشی جاتیں۔لکھنے پڑھنے اور مطالعہ و تحقیق کے میرے کام میں خلل واقع ہوتا میں سیکورٹ کے نکڑ پر کرسی میز لے کر تنہا خامہ فرسائی کرتا، قلم کے شراروں سے قرطاس کے چہرے کو آلود کرتا رہتا۔وقفہ طعام و نماز بھی گپ بازی سے محفوظ نہ تھا۔کئی جھوٹے مقدمات

میں طارق بلو اور ان کے ۵ ساتھی ہارون بھٹی بھی مجلس میں براجمان تھے۔ یہ لوگ اپنے بلاک نمبر ۳ سے ہفتہ وار قلمی رسالہ ''چیچن'' نکالتے، اس کے مضامین اور مندرجات کی ایک ایک سرخی پر ہر آدمی لوٹ پوٹ ہو جاتا، چتوکی کے حافظ عبدالمجید جو اپنے کسی ذاتی کیس میں گرفتار تھے حافظ ٹی ٹی کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ ان کے لطائف سے ہر ساتھی محظوظ ہوتا، ان کی پے در پے جملہ بازی اور بذلہ سنجی سے ہر وقت انبساط کا سماں بندھا رہتا۔

ہمارے تمام رفقاء اور ہم خیال ساتھیوں کی تعداد تمیں سے متجاوز تھی، دن کے وقت ہم ایک دوسرے سے مل سکتے تھے۔ کھانا ایک ہی جگہ پکتا۔ تمام سامان کمرہ نمبر ا میں موجود ہوتا۔ وہاں سے ہر چیز تقسیم کی جاتی۔ قاری عبدالقیوم کو ہم نے جملہ انتظامات اور افسران سے ملاقات کا نگران مقرر کیا تھا۔ انہوں نے اپنی ذمہ داری کو نہایت خوش اسلوبی سے نبھایا اس سے پہلے محمود اقبال نگران تھے۔ اب وہ اور قاری عطاء الرحمٰن بھی ان کے معاون تھے۔ قاری صاحب ہماری عدم موجودگی میں ہفتہ کے روز بعد ظہر درس قرآن مجید اور جمعہ کے روز خطبہ کی ذمہ داری سے نہایت اعلیٰ انداز سے سبکدوش ہوئے تھے قیدیوں اور جیل کے تمام ساتھیوں نے ان کے درس وتقریر کی تعریف کی، مولانا مجیب الرحمٰن انقلابی ہماری خبروں اور مضامین کے نگران تھے۔ ڈاکٹر منظور احمد شاکر ڈاک کے نظام پر مامور تھے۔ جیل انتظامیہ کو ان سے کبھی کوئی شکایت نہ ہوئی۔ قیدیوں کے مختلف امور میں جب یہ لوگ انتظامیہ کو توجہ دلاتے تو عملہ ان سے تعاون کرتا۔ کوئی بات ان سے ممکن نہ ہوتی تو مولانا اعظم طارق اس کام کو نمٹاتے، میری باری سب سے آخر میں آتی جس کی نوبت پورے عرصہ میں ایک دو بار آئی ہوگی۔ ملتان کی طرح لاہور جیل میں بھی ہمیں بی کلاس دی گئی، اس کے مطابق کچا راشن، چارپائی، دو دو قیدی بطور مشقتی ہمیں ملے تھے۔ یہاں بے شمار قیدیوں کی خواہش تھی کہ وہ ہماری خدمت پر مامور ہوں لیکن ہر ایک کو موقع دینا ممکن نہ تھا۔ مجموعی طور پر ملک کی تمام جیلوں کے قیدیوں اور حوالاتیوں میں سپاہ صحابہ کے ساتھ ہمدردی کا رواج عام ہے۔ بطور سنی ہر مسلمان کی صحابہ کرامؓ، خلفاء راشدینؓ اور اہل بیت عظامؓ سے محبت و شگفتگی مسلمہ حقیقت ہے۔ عشق وعقیدت کے اس رشتہ نے ملتان، لاہور اور

راولپنڈی کی جیلوں میں قیدیوں کی اکثریت کو ہمارا ہم نوا بنا دیا تھا۔ ہم نے ہر جگہ کے حالات کے مطابق مشاہدہ کیا کہ یہاں کے ہزاروں نوجوان سپاہِ صحابہ کے موقف و مشن سے واقف تو کیا ہوتے انہیں کلمہ طیبہ اور اسلام کی بنیادی ضروریات اور ارکانِ دین ہی سے شناسائی نہیں۔ ہم نے ہر جیل میں تمام احباب کو قیدیوں کی اصلاح، ضروریاتِ دین کی تفہیم، ناظرہ قرآن کی تعلیم کا وسیع پیمانے پر کام شروع کیا، ہر جگہ ہمیں خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی۔ جو نوجوان دین کی بنیادی تعلیم سے واقف ہو جاتے انہیں صحابہ کرامؓ سے محبت وعقیدت کے لئے فضائل اعمال کا درس دیا جاتا۔ کوٹ لکھپت کے ابتدائی دنوں میں کبھی کبھار محفل نشاط جم جاتی۔ اقبال مشقتی کو خدا نے آواز کا عمدہ سحر عطا کیا تھا وہ نماز عشاء کے بعد غزلوں کا آغاز کرتا تو پوری مجلس مسحور ہو جاتی۔ مقدمات کے سارے غم غلط ہو جاتے۔ ہر سننے والا بے خود ہو جاتا۔

اقبال نے ہمیں احمد فراز، فیض احمد فیض، احمد ندیم قاسمی، ساغر صدیقی، عبدالحمید عدم کی غزلیں سنائیں، وہ ہر روز نئے انداز سے محفل قائم کرتا، کبھی گھڑا بجاتا، کبھی تارِ مضراب سے بے چین عاشقوں کو طمانیت بخشتا، کبھی آتشِ عشق کی چنگاری سلگاتا، کبھی رجزیہ اشعار سے ایمان میں حرارت پیدا کرتا۔ اقبال تھک جاتا تو امتیاز (مشقتی) نغمہ سرا ہوتا، اس کی نظمیں روح کو تازہ کرتیں۔ کبھی حافظ مطیع الرحمٰن شہید کے بھائی قاری عتیق الرحمٰن نعتوں اور ایمان پرور نظموں سے محفل کا رنگ ہی بدل دیتے۔ ان کی خوبصورت آواز نے دین و ایمان اور شریعت و ایقان کا چہرہ آشکار کر دیا۔ ان کے ترانوں سے پژمردہ دل حیاتِ تازہ کے سزاوار ہو گئے۔ ہم جونہی اقبال کو بلاتے وہ عشق کی گرمی اور پیار کی تپش سے ماحول کا رنگ ہی بدل دیتا۔ اقبال پاکستان اور بھارت کے گلوکاروں اور بڑے بڑے شاعروں کے کلام کا حافظ تھا۔ اس نے غمگین دلوں اور علیل روحوں کو فرحت و نشاط سے ہم آغوش کیا۔ اس کی آواز کا جادو حسن سلاست سے آراستہ تھا۔ اس کے الفاظ آبرو کے پیکر تھے۔ اس کا تخیل وسعتِ معانی سے معمور تھا۔ اس کے گلے کی گراری اُم حبیبہ اور نور جہاں کی آواز کا جادو جگاتی تھی کچھ افتادِ طبیعت اور کچھ فضا کا اثر ایسا تھا کہ کبھی کبھار غزلوں کا دور چلتا رہا۔ طبائع و مزاج آشفتہ سری اور شیفتگی کے ہچکولے کھاتے رہے۔ انس و محبت کا چراغ جلتا رہا، پیار و عشق کا کوچہ آباد

ہوتا رہا۔ عمدہ غزلوں اور اعلیٰ اشعار سے مجلسیں آباد رہیں۔"

کوٹ لکھپت جیل سے دوبارہ ملتان سنٹرل جیل واپسی

۳۰ رجون ۱۹۹۶ء کو قائدین کی پانچ ماہ تک گرفتاری کے دوران حکومت بار بار جتن کے باوجود سپاہ صحابہ سے کوئی مطالبہ نہ منوا سکی تو بار بار رہائی کی مشروط پیشکشوں کے استرداد کے بعد اچانک ۳۰ رجون ۱۹۹۶ء قائدین کو بذریعہ طیارہ دوبارہ ملتان سنٹرل جیل منتقل کر دیا گیا۔ جہاں بارک نمبر ۱۳ کا کمرہ نمبر ۴ آپ کا منتظر تھا۔

یاد رہے کہ اب تک کی ساری قید و بند کے دوران آپ کو کسی عدالت میں پیش کرنے کا حکومت نے رسک نہیں لیا تھا۔ اب شدید عدالتی دباؤ کے تحت پہلی مرتبہ حکومت نے یکم جولائی کو خصوصی عدالت کے جج آصف خان کے روبرو پیش کر دیا۔ جہاں آپ نے درج ذیل تحریری بیان پیش کیا:

محترم جناب......

سلام مسنون!

ہمیں چھ ماہ میں آنجناب کی بار بار طلبی کے باوجود آج پہلی مرتبہ آپ کی عدالت میں پیش کیا گیا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ خصوصی عدالتیں کوئی اختیار نہیں رکھتیں۔ میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ میرے ساتھ ۸۰ سالہ بزرگ حاجی غلام مرتضیٰ جوئیہ کو بھی شاہنواز ڈبہ کے قتل کا ملزم بنایا گیا ہے۔ ان کا نام نہ ایف آئی آر میں ہے نہ ہی کسی پولیس کی ضمنی میں انہیں ملزم تحریر کیا گیا ہے۔ ان کا معصوم لڑکا حافظ یحییٰ آپ ہی نے اپنی عدالت سے ۸ ر ستمبر ۱۹۹۵ء کو ایک جھوٹے مقدمہ میں ضمانت منسوخ کر کے پولیس کے حوالے کیا تھا۔ پھر ۱۷ ر ستمبر کو اسے میلسی پولیس نے تشدد کے ذریعے ہلاک کیا آپ نے آج تک پولیس سے نہ پوچھا کہ جو صحیح سالم حافظِ قرآن آپ لے کر گئے تھے وہ کہاں ہے۔ پھر آپ نے حافظ غلام مرتضیٰ کو کئی مرتبہ رہا کرنے کی یقین دہانی کرائی لیکن کسی بات پر عمل نہیں کیا۔

ہمیں صاف طور پر نظر آ رہا ہے کہ آپ ہمیں انصاف فراہم نہیں کر سکتے۔ آپ کا تعلق چونکہ حکمران پارٹی سے ہے اور بطور ایک جیالہ جج آپ ہمارے مدعی (جو پیپلز پارٹی کے ایم این اے ہیں) ان کے مفادات کا تحفظ کر رہے ہیں۔ آپ ہمیں کیا انصاف فراہم کر سکتے ہیں؟ ہم سمجھتے ہیں کہ آپ صرف زبانی جمع خرچ سے ہمیں ٹرخا رہے ہیں۔ نہ کوئی ضمانت منسوخ کرتے ہیں تاکہ اگلی عدالت سے رجوع کریں نہ ہی ضمانت منظور کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں انتہائی افسوس ہے کہ آپ خود غلام ہیں۔ بے نظیر کے غلام ہیں، حکمرانوں کے نوکر ہیں۔ ایک مظلوم، بے گناہ کو انصاف مہیا کرنا آپ کے بس کی

CS CamScanner

بات نہیں۔ عدالت کا یہ ایوان حکومتی اشاروں پر ناچ رہا ہے۔ ہمیں اس سے انصاف کی کوئی توقع نہیں۔

منجانب

ابوریحان ضیاء الرحمٰن فاروقی

مولانا محمد اعظم طارق

کوٹ لکھپت جیل میں اسارت کے دوران آپ نے اربابِ اقتدار کے نام ایک خط تحریر فرمایا، اس کی عبارت حسبِ ذیل ہے:

اربابِ اقتدار کے نام کھلا خط

☆...... میں حکومت اور عوام کے سامنے یہ بات رکھنا چاہتا ہوں کہ مذہبی تشدد اور قتل و غارت ملک و قوم کے لئے بیرونی حملوں سے بھی زیادہ نقصان دہ ہے۔

☆...... سب سے پہلے ۲۲ر فروری ۱۹۹۰ء کو ہمارے قائد مولانا حق نواز جھنگوی کو شہید کیا گیا۔ اس کے گیارہ ماہ بعد ہمارے ایم این اے مولانا ایثار القاسمی کو بھی گولی مار کر شہید کیا گیا۔ اس طرح مذہبی تشدد کا ایک لامتناہی سلسلہ چل نکلا، جس پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔ آج تک دونوں طرف سے جتنے لوگ مارے گئے ان کے قاتلوں کی گرفتاری، اس عام رجحان اور تشدد کی روایات کے خاتمہ کے لئے حکومت کی طرف سے کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی گئی۔ مذہبی ہم آہنگی کے لئے صرف محرم الحرام سے چند روز قبل امن کمیٹیاں قائم کی جاتی ہیں۔ ''ڈنگ ٹپاؤ'' پالیسی پر عمل کر کے چند ہی روز بعد شاید حکومت کو امن کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

☆...... شیعہ سنی تنازعہ کی بڑھتی ہوئی شدت کو کم کرنے کے لئے ایک بہت ہی عمدہ اور سنجیدہ کوشش میاں نواز شریف کی وزارت عظمٰی کے دور میں ہوئی جب ملکی سطح پر ''فرقہ واریت کے خاتمہ کی کمیٹی'' قائم کر کے میاں صاحب نے گورنر ہاؤس لاہور میں ۲۷ر ستمبر ۱۹۹۱ء کو ملک بھر کے تمام مکاتب فکر کے ۴۰۰ جید علماء کو مدعو کیا، یہاں سپاہِ صحابہ اور تحریک جعفریہ کے علاوہ ملک بھر کے سربرآوردہ جید علماء بھی شریک ہوئے۔ ہم نے میاں صاحب کے سامنے اختلاف کی اصل وجوہ اور تنازعہ کی شدت کے اصل عوامل کو ''تاریخی دستاویز'' کے نام سے پیش کیا۔ اس اجلاس میں وزیراعظم سمیت چاروں وزیروں کے علاوہ چیدہ چیدہ علماء بھی موجود تھے۔ میاں نواز شریف صاحب نے مسئلہ کی سنگینی کے پیش نظر مولانا عبدالستار نیازی وزیر مذہبی امور کی نگرانی میں تمام مکاتب فکر کے علماء اور دانشوروں پر مشتمل ایک ۳۰ رکنی کمیٹی تشکیل دی اس میں سپاہِ صحابہ کی طرف سے میں (راقم ضیاء الرحمٰن فاروقی) مولانا محمد ضیاء القاسمی اور

مولانا محمد اعظم طارق شریک تھے۔

☆...... ۲رجولائی ۱۹۹۲ء کو کمیٹی نے اپنی سفارشات وزیراعظم کو پیش کیں جن پر کئی ماہ تک کوئی عمل نہ ہوا۔ اگر فرقہ واریت کے خاتمہ کی کمیٹی کی سفارشات پر عمل ہو جاتا تو آج ملک کے حالات ہی کچھ اور ہوتے۔ بے نظیر حکومت کے قیام کے بعد ۱۹۹۴ء میں ہم نے اس حکومت سے دوبارہ نیازی کمیٹی کی سفارشات پر عمل درآمد کرنے کا مطالبہ کیا لیکن یہ مطالبہ بھی صدا بصحرا ثابت ہوا۔

☆...... وفاقی وزیر داخلہ نصیر اللہ بابر نے بھی شروع میں مرکزی سطح پر ایک اجلاس بلایا لیکن انتہائی افسوس کے ساتھ عرض ہے کہ اس میں دوسرے فریق کی عدم شرکت سے کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔

☆...... راقم نے ایک سال قبل صدر پاکستان جناب فاروق احمد خاں لغاری کو قیامِ امن کے لئے سات نکاتی فارمولا پیش کیا تھا، یہ فارمولا خود صدرِ محترم کے حکم کے مطابق تیار کیا گیا تھا انہوں نے ہماری پہلی ملاقات میں شیعہ سنی تنازعہ کی شدت کے خاتمہ کے لئے جب تعاون کے لئے کہا تو میں نے فوری طور پر اپنی جماعت کی طرف سے تعاون پیش کرتے ہوئے فارمولا بھیجا۔ یہ فارمولا کئی اخبارات سمیت ہمارے ماہنامہ خلافتِ راشدہ میں بھی شائع ہوا۔ اس پر عمل درآمد تو کیا ہوتا صدر صاحب کی طرف سے جواب ہی موصول نہ ہوا، اس کے بعد ملی یکجہتی کونسل کا قیام عمل میں آیا اس میں مولانا ضیاء القاسمی، مولانا سمیع الحق، قاضی حسین احمد کی کوشش کے ساتھ ہماری کوششوں کا بھی دخل ہے۔ ہم نے ہر سطح پر قیامِ امن کے لئے کونسل کے فیصلوں پر عملدرآمد کیا کچھ عرصہ بعد پھر تشدد کی لہر آئی۔ ہم آج بھی ہر سطح پر امن کے لئے حکومت سے تعاون کے لئے تیار ہیں۔

☆...... قیامِ امن کے تعاون کی پیش کش کے ساتھ ہم یہ بات بھی واضح کرنا چاہتے ہیں کہ سپاہِ صحابہ پاکستان اور دنیا بھر میں صرف ناموسِ صحابہؓ کے تحفظ اور غلبۂ اسلام کی جدوجہد کر رہی ہے اس کا نصب العین کسی قسم کے تشدد اور لاقانونیت کی اجازت نہیں دیتا، ہم پر تشدد کا الزام وہی لگاتا ہے جو ہمارے پروگرام سے واقف نہ ہو۔ ہم سمجھتے ہیں دینی تحریکوں کو تشدد اور لاقانونیت کے ذریعے کامیاب نہیں کیا جا سکتا، ہم پر بعض لوگوں کی طرف سے قتل وغارت کا الزام بے بنیاد ہے۔ صرف لاہور میں ہمارے ۴۲ علماء اور کارکن شہید ہوئے۔ قاری سمیع اللہ جھنگوی، قاری اللہ داد سے لے کر مولانا سیف اللہ خالد، طاہر کمبوہ اور علامہ عارف چشتی تک ہم نے کتنے جنازے اٹھائے۔ سانحہ مسجد احسان، سانحہ مسجد عثمانیہ، محمدیہ، مسجد شاہدرہ، سانحہ مسجد خدیجۃ الکبریٰ اور چھ دیگر مقامات پر ہمارے تین درجن سے زائد کارکن مارے گئے۔ ہم نے وٹو سمیت ہر حاکم کے آگے واویلا کیا۔ انتظامیہ کے تمام بڑے افسران سے میں خود

ملا، قاتلوں کی گرفتاری کا ہر فورم پر مطالبہ کیا، مولانا محمد اعظم طارق پر سرگودھا میں قاتلانہ حملہ ہوا، ان کے دو گن مین شہید ہوئے، آج تک ان کا قاتل بھی نہیں پکڑا گیا۔

☆...... سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب بھی ایسا واقعہ پیش آتا ہے اس کو مذہبی تنازعہ قرار دے کر انتظامیہ خاموش ہو جاتی ہے۔ قاتلوں کی گرفتاری نہ ہو تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ سنجیدہ اور پُر امن قیادت کے بار بار مطالبات کے بعد بھی کوئی بات نہ مانی جائے تو کس طرح امن قائم ہو سکتا ہے؟ حالیہ دنوں میں جو شیعہ حضرات مارے گئے ہیں حکومت کو ان کے قاتلوں کی گرفتاری کے لئے ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے۔ بلاتفریق تمام ملزم پکڑلیں تشدد کا رجحان ختم ہو جائے گا۔ شورکوٹ کے دو افراد کے قاتل کہاں ہیں، حکومت کیا کر رہی ہے؟ بے گناہوں کو گرفتار کرنے سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ ضلع بہاولپور کے جاگیردار میاں شاہ نواز کو ۱۵ رنومبر کو قتل کیا گیا۔ اس الزام میں مجھے اور مولانا اعظم طارق اور ڈبہ خاندان کے سیاسی حریف تسنیم نواز گردیزی اور شیخ عبدالرحیم کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ میں آج بھی حکومت کو پیش کش کرتا ہوں کہ ایماندار افسران کے ذریعے تفتیش کرائی جائے اگر ہم پر جرم ثابت ہو تو ہمیں برسرِ عام گولی ماردی جائے۔ ہمیں میاں شاہ نواز سے اختلاف ضرور تھا اس نے ہمارے کئی کارکنوں پر زیادتیاں کی تھیں، لیکن کسی آدمی کو اس اختلاف کے باعث قتل کرانے کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔

☆...... ڈھائی ماہ سے زائد عرصہ ہو چکا ہے ابھی تک میاں شاہ نواز کے اصل قاتل ہی کا علم نہیں ہوا ہمارا ایماء کیسے ثابت ہو گیا؟ پھر یہ روایت بن گئی ہے کہ جہاں بھی کوئی مخالف قتل ہوتا ہے اس میں ہمارا نام دے دیا جاتا ہے۔ حکومت بتائے کہ بعض ایسے واقعات ہوئے جن کے بعد میں قاتل بھی پکڑے گئے ان کیسوں کی ایف آئی آر میں بھی ہمارا نام درج کرایا گیا تھا۔ اصل قاتلوں کی گرفتاری کے بعد بھی جب تفتیش میں ہمارا ملوث ہونا ثابت نہ ہوا تو ہمیں ڈسچارج کر دیا گیا۔ لاہور میں ڈاکٹر محمد علی نقوی کے قتل کا افسوسناک واقعہ ہوا، اس میں مولانا اعظم طارق سمیت ہمارے کئی صوبائی عہدیداروں کا نام لکھا گیا۔ تین تین تفتیشی کمیٹیوں میں سے کسی نے انہیں ملزم قرار نہیں دیا، انہیں بے گناہ اس کیس میں ملوث کیا گیا۔ ہمارے مخالف لیڈروں پر بھی اسی طرح ۱۸، ۱۸ قتل کے مقدمات درج ہیں۔ انہیں گرفتار نہیں کیا گیا، صرف ہم پر زیادتی کہاں کا انصاف ہے؟ ہمارے ساتھ زیادتی بے نظیر صاحبہ کے خصوصی حکم سے ہو رہی ہے، ہم پوری دنیا کو بتانا چاہتے ہیں کہ ہم بے گناہ ہیں، حکومت بھی ابھی تک ہمیں گناہ گار ثابت نہیں کر سکی۔ ہمارے ساتھ انصاف کیا جائے۔ ہمیں حکومت کی مخالفت کے باعث انتقام کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔

☆...... دنیا کے تمام مسلمان جانتے ہیں کہ بے نظیر حکومت نے سپاہ صحابہ کے قائدین کو صرف سیاسی اختلاف کا نشانہ بنایا ہے ورنہ یہی مقدمات دوسرے مخالفین پر بھی ہیں انہیں کیوں نہیں پکڑا گیا؟ میرے پاس دنیا کے دور دراز ممالک سے لوگوں کی طرف سے خطوط آئے ہیں۔ پاکستان کی تمام مذہبی اور سیاسی جماعتوں نے پیغام بھیجے ہیں کہ ہم جانتے ہیں کہ قائدین سپاہ صحابہ بے گناہ ہیں، کئی علماء اور سیاسی وفود جب پنجاب حکومت کے افسران سے ملتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم بے بس ہیں، ہم نے پکڑا نہیں "اوپر بات کرو"۔ وہ کہتے ہیں سپاہ صحابہ کے لیڈروں کو بے نظیر کے خصوصی حکم سے گرفتار کیا گیا ہے۔

☆...... میں حکمرانوں سے سوال کرنا چاہتا ہوں تم نے آخر اللہ تعالیٰ کو بھی جواب دینا ہے۔ یہ حکومت ہمیشہ رہنے والی نہیں۔ اقتدار آنی جانی چیز ہے، کسی کو بے بنیاد الزام پر قتل کے مقدمات میں ملوث کرنا کہاں کا انصاف ہے؟ قیامت کے روز کیا جواب دو گے؟ ظلم کب تک کرو گے؟ سیاسی اور مذہبی اختلاف کا کیا مطلب یہ ہے کہ قتل کے مقدمات میں ملوث کر دو تو تم اور تمہارا اقتدار محفوظ رہ جائے گا؟ ہرگز نہیں، حقیقی اقتدار کا مالک پروردگار دیکھ رہا ہے۔ ہمیں اسی سے توقع ہے کہ وہ ہمارے ساتھ اپنے فضل وکرم سے ضرور انصاف کرے گا۔ ناموس صحابہؓ کا تحفظ اگر جرم ہے تو یہ جرم ہمیشہ کرتے رہیں گے۔

میرا یہ خط روزنامہ نوائے وقت لاہور میں بھی شائع ہوا۔ (بشکریہ ہفت روزہ "زندگی" و روزنامہ خبریں ۴ر مارچ ۱۹۹۶ء)

اخبارات و جرائد کے مدیران کے نام خط

محترم جناب...................... سلام مسنون!

امید ہے کہ آنجناب بخیریت ہوں گے، آپ کو معلوم ہوگا کہ سپاہ صحابہ ملک کی دینی اور مذہبی جماعت ہے۔ ۶ر ستمبر ۱۹۸۵ء کو یہ جماعت قائم ہوئی، اس کے دستور اور اغراض و مقاصد کے مطابق ہمارا مشن ناموس صحابہ کا تحفظ اور صحابہ کرامؓ کے خلاف شائع ہونے والے لٹریچر پر پُرامن احتجاج ہے، ہم نے ہر سال محرم کے موقع پر انتظامیہ سے ہر سطح پر تعاون کیا ہے۔ امن کمیٹیوں اور فسادات روکنے میں ہمارا کردار ساری قوم پر واضح ہے۔ ہمارا مقصد انتہائی پُرامن اور مثبت انداز سے اپنے مطالبات کی تکمیل ہے۔ ہم نے اسی ذریعہ سے یوم فاروق اعظمؓ یکم محرم الحرام پنجاب میں تعطیل منظور کرائی ہے۔

صرف لاہور میں ۴۴ افراد سپاہ صحابہ کے شہید ہوئے ہیں۔ لیکن ہم نے کبھی تشدد کا راستہ اختیار نہیں کیا۔ ڈیڑھ سال سے ہم پر یک طرفہ زیادتیاں ہو رہی ہیں۔ خود ہمیں بینظیر نے جھوٹے مقدمات میں گرفتار کر رکھا ہے لیکن ہم نے تشدد کی تلقین نہیں کی۔ بدقسمتی سے کچھ عرصہ سے ملک ایک

مرتبہ پھر مذہبی فسادات کی لپیٹ میں آ چکا ہے۔ اس موقع پر کمشنر سرگودھا کے قتل اور سانحہ میلسی جیسے واقعات رونما ہو رہے ہیں۔ انتہائی افسوس کے ساتھ عرض ہے کہ مذکورہ واقعات میں لشکر جھنگوی کی طرف سے ذمہ داری قبول کر لینے کے بعد آپ کے اخبارات اور بعض حلقوں کی طرف سے اسے خواہ مخواہ سپاہِ صحابہ کے کھاتے میں ڈالنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

انتہائی کوششوں اور کئی بے بنیاد کاروائیوں کے باوجود ابھی تک حکومت کسی بھی واقعہ میں ہم پر ایک بھی الزام ثابت نہیں کر سکی۔ جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ہم تشدد کی ہر کاروائی کے اسی طرح مخالف ہیں جس طرح آپ یا ملک کا کوئی دوسرا شہری ہو سکتا ہے۔

میں بحیثیت سربراہِ جماعت اور مولانا اعظم طارق بحیثیت نائب سربراہ ایسے واقعات کی شدید مذمت کرتے ہوئے اس سے کھلے طور پر برأت کا اظہار کرتے ہیں۔ ہم اپنے مشن اور مطالبات کی تکمیل کے لئے آئینی جدوجہد اور قانون کا راستہ اختیار کر چکے ہیں۔ قتل و غارت اور تشدد سے سپاہِ صحابہ کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ تمام واقعات بلاشبہ اہل سنت کے سینکڑوں بے گناہ افراد کے قتل عام اور حکومت کی طرف سے قاتلوں کو کھلی چھٹی دینے کا ردِ عمل ہو سکتا ہے۔ تاہم سپاہِ صحابہ اس کے باوجود تشدد اور دہشت گردی کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔

آنجناب سے گذارش ہے کہ اپنے ادارتی کالموں اور خبروں میں سپاہِ صحابہ کے ساتھ "لشکر جھنگوی" کی کسی کاروائی اور ذمہ داری کو منتھی نہ کریں۔ ہم کسی بھی غیر قانونی طریقہ کے خلاف ہیں۔ مرکزی حکومت کی بلا جواز زیادتیوں اور سپاہِ صحابہ کے خلاف ایک سال سے جاری شدہ یک طرفہ تین آپریشنوں اور گرفتاری کے انتقامی کاروائی کے باوجود کوئی غیر قانونی راستہ اختیار کرنے کے لئے تیار نہیں۔

آخر میں ایک بار پھر گزارش ہے کہ اپنے مطالبات کے لئے آئین کی بالادستی اور عدالتوں کے ذریعہ انصاف کے حصول پر یقین رکھتے ہیں۔ تشدد کی کاروائیوں کے ذریعہ ملزمان کے فرار کی بجائے عدالتی انصاف اور اپنے قاتلوں کو قانون کے ذریعہ سزا دلوانے اور اپنے مقدمات کا قانونی ذرائع سے خاتمہ چاہتے ہیں...... اندریں صورت ہمارا لشکر جھنگوی کی کسی کاروائی سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ خود اپنے فعل کے ذمہ دار ہیں۔ سپاہِ صحابہ کو ان کے کسی عمل یا ذمہ داری کے ساتھ شریک نہ کیا جائے۔

والسلام

ضیاء الرحمٰن فاروقی

کوٹ لکھپت جیل لاہور

۴؍اگست ۱۹۹۶ء کو ملتان سنٹرل جیل سے دونوں قائدین اڈیالہ جیل راولپنڈی منتقل کر دیے گئے۔ یہاں سے آپ نے ایک معرکتہ الآ راء خط صدر اور وزیراعظم پاکستان کے نام ارسال کیا۔ ملاحظہ ہو:

صدر اور وزیراعظم پاکستان کے نام دوسرا خط

(یہ خط اڈیالہ جیل راولپنڈی سے تحریر کیا گیا اور تمام قومی اخبارات کے علاوہ سپاہِ صحابہ کے ترجمان ماہنامہ خلافت راشدہ کی خصوصی اشاعت ستمبر ۱۹۹۶ء کے ادارتی کالموں میں بھی شائع ہوا بعد میں سپاہِ صحابہ کے بعض یونٹوں نے اسے اشتہار کی صورت میں بھی شائع کیا)

انتہائی افسوس ہے کہ چار ماہ کے وقفہ کے بعد ایک مرتبہ پھر پنجاب میں مذہبی حوالے سے قتل وغارت کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ ۵؍اگست کو کمشنر سرگودھا اور ۶؍اگست کو عبدالکریم مشتاق کے قتل کے بعد حکومت نے ایک مرتبہ پھر بے دریغ بے گناہ علماء اور دینی کارکنوں کی گرفتاریوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ابتدائی حکومتی اطلاعات میں دونوں واقعات کی ذمہ داری بغیر ثبوت اور گواہ کے حسبِ روایت سپاہِ صحابہؓ پر ڈال دی گئی ہے۔ چونکہ دوسری طرف دونوں افراد کا تعلق شیعہ فرقہ سے ہے اس لئے انتہائی اہم عہدوں پر براجمان گورنر پنجاب اور وزیراعلیٰ پنجاب نے بھی بغیر کسی ثبوت کے اور بغیر کسی ملزم کو گرفتار کیے سپاہِ صحابہ کے خلاف بیان داغ دیے ہیں۔ اگر خدانخواستہ قتل ہونے والوں کا تعلق اہل سنت یا بطورِ خاص سپاہِ صحابہ سے ہوتا تو نہ تو اس پر اتنا طوفان اٹھایا جاتا اور نہ گرفتاریوں ہی کا سلسلہ شروع ہوتا۔

حالیہ گرفتاریوں میں سپاہِ صحابہ کے ۲۰۰ سے زائد کارکنوں کو پنجاب بھر سے گرفتار کیا گیا ہے۔ گرفتار ہونے والے تمام افراد وہی ہیں جن سے حکومت نے محرم الحرام میں قیامِ امن کے لئے تعاون حاصل کیا تھا۔ یہ تمام افراد اپنے علاقوں میں قیامِ امن کے ذمہ دار تھے۔ ان میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جن پر کبھی بھی قابلِ اعتراض تقریر تک کا مقدمہ درج نہیں ہوا۔ ان کی بدقسمتی یہ ہے کہ یہ لوگ سپاہِ صحابہ کی پرامن جدوجہد اور مثبت پروگرام کے حامی ہیں۔ یہ لوگ ایک مذہبی جماعت کے تمام امور کو آئینی اور قانونی انداز سے عوام کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ جب بھی کوئی واقعہ رونما ہوتا ہے اس وقت کے لئے ایجنسیوں کی رپورٹوں کی روشنی میں جن جن افراد کا نام سپاہِ صحابہ کے معاونین، رفقاء داراکین اور عہدیداروں کی فہرست میں آ چکا ہے یا ان میں سے کئی لوگ جماعت سے وابستگی ختم کر کے علیحدہ ہو چکے ہیں۔ ان سب کو اس فہرست میں شامل کر لیا جاتا ہے۔

ڈیڑھ سال کے عرصہ میں تین مرتبہ یہ لوگ تین تین ماہ کے لئے جیلوں کی یاترا کر چکے ہیں۔ پنجاب حکومت نے وفاقی حکومت کے آرڈر پر پہلا آپریشن ۲۱ر فروری ۱۹۹۵ء کو شروع کیا، دوسرا

آپریشن بہاولپور کے زمیندار شاہنواز پیرزادہ جو پیپلز پارٹی کے ایک ایم این اے ریاض پیرزادہ کے والد تھے کے قتل پر میری اور مولانا اعظم طارق کی گرفتاری کے ساتھ ۲۱ر نومبر ۱۹۹۵ء کو کیا۔ تیسرا آپریشن اب اوائل اگست میں ہوا تو پھر پہلے والی فہرستیں کام آ گئیں۔ یہاں خصوصی طور پر گزارش ہے کہ آپ ملک کے مقتدر محکموں پر براجمان ہیں۔ جب بھی کوئی واقعہ پیش آتا ہے آپ فوراً ایک بیان (فرقہ واریت کے خلاف جہاد جاری رہے گا) کے نام سے داغ دیتے ہیں اور سپاہِ صحابہ کے پُرامن کارکنوں کی گرفتاری کا فیکس بھی تمام اضلاع کو روانہ کروا دیتے ہیں۔

لیکن انتہائی افسوس ہے کہ کبھی آپ نے قتل کے ان واقعات پر غور نہیں کیا، اصل ملزمان تک پہنچنے کی کوئی کوشش نہیں کی، بار بار بے گناہ لوگوں کو جیل میں بھیجنے کا آپ اب تیسرا تجربہ کر رہے ہیں، لیکن کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ایسے اقدامات کے باوجود ڈاکٹر محمد علی نقوی، محسن نقوی کا قتل کیوں ہوا۔ ساجد گیلانی کو کس نے مارا؟ ان تینوں افراد کے قتل پر گورنر، وزیر اعلیٰ اور ایس ایس پی لاہور علیحدہ علیحدہ پریس کانفرنسوں میں چار مختلف گروہوں کو قاتل قرار نہیں دے چکے؟ کیا قاتلوں میں سے اب تک کوئی ایک بھی گرفتار کیا گیا ہے؟

مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ آپ کا رویہ سپاہِ صحابہ کے ساتھ ہمیشہ معاندانہ رہا ہے۔ آپ نے سپاہِ صحابہ کے لاکھوں پُرامن کارکنوں اور اس کی قیادت کی مثبت جدوجہد پر غور ہی نہیں کیا۔ ہمارا مطالبہ صرف اور صرف یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ، خصوصاً خلفائے راشدینؓ اور اہل بیت عظامؓ کے خلاف پاکستان اور ایران میں شائع ہونے والے لٹریچر کا خاتمہ کیا جائے۔ اس کے مرتکبین کے خلاف سزا کا قانون بنایا جائے، تاکہ مذہبی اشتعال انگیزی کا سلسلہ مکمل طور پر ختم ہو جائے، اسی لئے میری جماعت کے رکن قومی اسمبلی مولانا اعظم طارق نے موجودہ ایوان میں بھی ناموسِ صحابہؓ و اہل بیتؓ بل پیش کیا ہے۔ ہم نے میاں نواز شریف کے دور میں انہیں ۲۸ ستمبر ۱۹۹۱ء کو ''تاریخی دستاویز'' پیش کر کے قابل اعتراض لٹریچر کی نشاندہی کر کے اس کو روکنے کے لئے ایک مرتبہ پہلے بھی مثبت کوشش کی تھی، ہم آج بھی اتنی ہی کوشش کے ساتھ مثبت جدوجہد کے لئے عدمِ تشدد کی راہ پر گامزن ہیں۔ حکمرانوں نے ہر مذہبی فساد کو ہماری جماعت کے پُرامن کارکنوں کے سر تھوپنے کے لئے بھونڈا طریقہ اختیار کیا ہے۔

ہم نے ہمیشہ واویلا کیا کہ ہم قتل و غارت کے خلاف ہیں، آپ ہی بتائیں ۲۱ر نومبر ۱۹۹۵ء کو ہماری گرفتاری کے بعد آپ نے بہاولپور اور لاہور سے ہمارے جتنے بھی کارکن گرفتار کیے دو ایک پر آپ کی ایجنسیوں نے تین تین ماہ تک تشدد کیا، آپ کے افسران نے ہر ایک کو ہمارا نام لینے اور ہمیں

ملوث کرنے کے عوض رہا کرنے کی پیشکش کی، لیکن آپ بتائیں کیا کسی ایک ذریعہ سے بھی آپ کو میرے یا مولانا اعظم طارق کے ملک بھر کے کسی واقعہ میں ملوث ہونے، یا کسی کو قتل پر اُکسانے کی شہادت ملی ہے؟ ہم آج بھی کہتے ہیں کہ کسی جوڈیشنل انکوائری کے مطابق اگر ہم یا ہماری جماعت کا کوئی ذمہ دار کارکن کسی بھی قتل میں ملوث ہوا تو اسے کھلے عام تختہ دار پر لٹکا دیا جائے۔ ہم قتل وغارت پر یقین نہیں رکھتے، ہماری جدوجہد پُرامن ہے۔ ہم قانونی ذرائع سے اپنے مطالبات منوانا چاہتے ہیں، ہمیں لاقانونیت، دہشت گردی اور تخریب کاری سے کوئی سروکار نہیں۔ میں نے ۱۹۹۴ء کے اوائل میں صدر فاروق احمد خان لغاری کی موجودگی میں اسلام آباد میں اس وقت کے وزیراعلیٰ میاں منظور احمد وٹو کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہا تھا کہ لاہور میں قاری سمیع اللہ جھنگوی شہیدؒ سمیت ہمارے ۲۶ کارکن شہید ہو چکے ہیں، دوسری طرف کا ایک ملزم بھی گرفتار نہیں ہوا، قاتل نامزد ہیں اور دندناتے پھر رہے ہیں اگر آپ نے ہمیں انصاف نہ دیا تو حالات میرے کنٹرول میں نہیں رہیں گے۔ میری جماعت کے کئی کارکن میرا گریبان پکڑ رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ ہمیں مروا رہے ہیں، ہمیں کچھ نہیں کرنے دیتے، میں نے لغاری صاحب سے کہا کہ اگر یہ لوگ باغی ہوگئے تو پھر میری کوئی ذمہ داری نہ ہوگی لیکن افسوس کہ ان کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ پھر کچھ لوگ ہم سے باغی ہوکر ریاض بسرا گروپ سے جا ملے وہ شیعہ کی طرح ہمارے بھی مخالف ہوگئے۔ اس کے بعد قاری سیف اللہ خالد شہید ہوئے، قاسم چوہدری کا سر کاٹ کر بے دردی سے ذبح کیا گیا، طاہر کمبوہ، قاری اللہ داد تونسوی، قاری طاہر، سانحہ چوبرجی کوارٹر گراؤنڈ لاہور کے شہداء کا خون پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ ہمارے قاتل کہاں ہیں۔

مولانا اعظم طارق پر ۲۲ راگست ۱۹۹۴ء کو سرگودھا میں قاتلانہ حملہ ہوا، اس میں راکٹ لانچرز چلائے گئے۔ ان کے دو گن مین شہید ہوئے، آپ تمام نے مولانا اعظم طارق کو فون کر کے قاتلوں کی گرفتاری کا یقین دلایا، لیکن ان قاتلوں میں سے آج تک کوئی بھی گرفتار نہیں کیا گیا۔ ہمارے ساڑھے تین سو کارکن شہید ہو چکے ہیں۔ صرف لاہور ہی کو لے لیں کہ جہاں کے کسی بھی شہید کے قاتلوں کو نہیں پکڑا گیا۔ آپ کی حکومت نے ہمارے جن قاتلوں کے دس دس لاکھ روپے انعام مقرر کیے وہ کہاں ہیں؟ آپ کا قانون کہاں ہے؟ جب گرفتاریوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے تو یہاں بھی صرف سپاہ صحابہ کو پکڑا جاتا ہے۔ یہ بے انصافی اور ظلم کب تک جاری رہے گا؟

پھر جب ہم ملی یکجہتی کونسل میں شامل ہوئے تو اس نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ اور ایک گروہ نے ہم سے علیحدگی اختیار کر کے ہمارے خلاف کام شروع کر دیا۔ ظاہر ہے جب ایک جماعت کے ۴۴

افراد صرف لاہور میں شہید کر دیے گئے ہوں اور ایک کا بھی قاتل پکڑا نہ گیا ہو اور سارے قاتل ٹھوکر نیاز بیگ میں چھپے بیٹھے ہوں، آپ دو تین جعلی آپریشنز کے ذریعہ ان کے حوصلے بلند کر چکے ہوں تو پھر دوسری طرف سے آپ کیا توقع رکھیں گے۔

میں جنازے اٹھا اٹھا کر تھک گیا ہوں۔ ہر لاش پر میرے کارکنوں نے میرے خلاف نعرے لگائے، مجھے مولانا حق نواز جھنگوی اور کارکنوں کا قاتل قرار دے کر مشنِ جھنگوی سے پہلو تہی کرنے والا کہا گیا، کارکنوں کے پے در پے قتل اور شہادتوں کے بعد ہمارے ناراض کارکنوں سے آپ اور کیا توقع رکھ سکتے ہیں؟

پھر آپ نے دیکھا کہ ان لوگوں نے ریاض بسرا کی قیادت میں ''لشکر جھنگوی'' نام سے علیحدہ گروپ بنایا۔ انہوں نے چار ماہ پہلے پوری حکومت کو وارننگ دی کہ ہمارے کارکنوں کے قاتلوں کو گرفتار کرو۔ وہ خط ہمیں جیل میں موصول ہوئے، آپ کے تمام دفتروں میں وہ خطوط گئے، تمام اخبارات میں شائع ہوئے۔ آپ نے اس کے جواب میں کیا کیا؟ ان خطوط کا نوٹس لیا؟ اگر کمشنر سرگودھا اور لاہور میں قتل کے واقعات ہوئے تو انہوں نے لاہور کے پریس ریلیز میں جو وہاں کے اخبارات میں شائع ہوا اس قتل کی ذمہ داری قبول کر لی۔ آپ پھر بھی سپاہِ صحابہ کے بے گناہ اور پُرامن لوگوں کو گرفتار کر کے کیسے امن قائم کر لیں گے۔ ایسی بوگس اور من گھڑت کارروائیوں سے آپ ایک طرف مقتولین کے ورثاء کو دھوکہ دے رہے ہیں اور دوسری طرف اصل ملزمان کو ایک مرتبہ پھر فرار ہونے کا موقع فراہم کر رہے ہیں۔ آپ سپاہِ صحابہ کی قیادت سمیت تمام پُرامن اور آئینی جدوجہد کرنے والے لوگوں کو تو جیلوں میں بند کر دیں اور جن لوگوں نے ان واقعات کی ذمہ داری قبول کی، نہ ان کے کسی مطالبے پر غور کریں، نہ ایسے واقعات کے اصل عوامل کا جائزہ لیں نہ اصل ملزمان پر ہاتھ ڈالیں۔

مجھے بتائیں جس مقدمہ میں آپ نے مجھے اور مولانا اعظم طارق کو جیل میں ڈال رکھا ہے اس میں ہمارا کوئی جرم ثابت ہوا ہے؟ جس طرح وزیر اعظم و وزیر داخلہ پر راولپنڈی کے جماعت اسلامی کے کارکنوں، لاہور مسلم لیگ کے جاوید اشرف اور کراچی میں الطاف حسین کے بھائی اور بھتیجے کے قتل کا الزام ہے اسی طرح ہم پر الزام لگا کر بغیر ثبوت اور بغیر کسی گواہ کے جیل میں رکھ کر آپ کس انصاف کا دعویٰ کر رہے ہیں؟ ہم پر تو دو تین مقدمات ہیں جبکہ دوسری طرف ہمارے مخالفین پر ۱۸،۱۸ قتل کے مقدمات درج ہیں۔ آپ ان کو گرفتار کیوں نہیں کرتے؟

کیا آج پاکستان کے چودہ کروڑ اور دنیا کے تمام مسلمانوں کو نظر نہیں آ رہا کہ آپ صرف

سپاہِ صحابہ سے انتقام لے رہے ہیں، کیا ہماری مخالف تنظیم کے عہدیداروں پر قاری سمیع اللہ جھنگوی سے لے کر قاری سیف اللہ خالد شہید تک ۴۴ قتل کے مقدمات درج نہیں؟ ان کو کیوں پکڑا نہیں جاتا۔ یک طرفہ ٹریفک چلا کر آپ کس طرح انصاف اور قیامِ امن کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟ ایک طرف تو ساری قیادت جیلوں میں بند ہو اور دوسری طرف قاتلوں اور اشتہاری ملزموں سے وی آئی پی سلوک کیا جا رہا ہو، ایک طرف آپ ایک مخصوص فرقہ کے ڈویژنل آفیسر کو تین تین سال سے ایک ہی جگہ تعینات کر کے اس کے دفتر اور کوٹھی کو مخصوص سرگرمیوں کا اڈہ بنائے رکھیں، دوسری طرف عبدالکریم مشتاق ۵۵ کتابوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر و مرتد تحریر کرے۔ تب بھی آپ سمجھیں گے کہ اس سے کسی کے جذبات مجروح نہیں ہوں گے، اس پر مستزاد یہ کہ اسلام آباد کی ایک اعلیٰ شخصیت در پردہ ہمارے قاتلوں کو تحفظ اور امداد دے رہی ہو، ہم ایک عرصہ سے چیخ رہے ہیں کہ ناموسِ صحابہؓ و اہل بیتؓ بل منظور کر کے قابلِ اعتراض لٹریچر کے مرتکبین کو سزا دلوائیں، اس پُرامن جدوجہد کی تو آپ کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں۔ میں نے صدر پاکستان کو ۱۹۹۴ء کے آغاز میں سات نکاتی فارمولا پیش کیا تھا۔ اس پر عمل درآمد تو کیا ہوتا اس کا جواب تک موصوف نے دینا گوارہ نہیں کیا۔

میں ایک مرتبہ پھر آپ کو ملک کی سلامتی و استحکام کا واسطہ دے کر کہوں گا کہ یک طرفہ ٹریفک بند کریں۔ قابلِ اعتراض لٹریچر کا خاتمہ کریں۔ اشتعال انگیز کتابوں کو ختم کریں۔ جہاں بھی قتل ہو اس کے اصل ملزمان کو گرفتار کریں، صرف ایک ہی جماعت کو نشانہ نہ بنائیں۔ پُرامن جدوجہد کرنے والوں کو بار بار گرفتار کر کے ہمارے باغی نہ بنائیں۔ ظلم و ستم کی چکی میں پسنے والوں کو تشدد اور لاقانونیت کی طرف نہ دھکیلیں۔ ملی یکجہتی کونسل سے ہمیں بہت اُمیدیں تھیں لیکن ان لوگوں نے اپنے اصلی مقصد کو ثانوی حیثیت دے دی ہے۔ یہ لوگ مذہبی ہم آہنگی پر دیگر مسائل کو ترجیح دینے لگے ہیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ کونسل کے مخلص اور نیک دل لیڈر بھی سپاہِ صحابہ کے خلاف ہونے والی یک طرفہ کاروائی پر خاموش ہیں۔ ایک قرارداد کے علاوہ انہوں نے کچھ نہیں کیا ہے۔ جب تک یکطرفہ مظالم کا سلسلہ جاری رہے گا، جب تک صحابہ کرامؓ کے خلاف لٹریچر کا مکمل خاتمہ نہیں ہوتا، جب تک پُرامن جدوجہد کرنے والوں اور لاقانونیت کرنے والوں کے بارے میں حکمرانوں کی سوچ تبدیل نہیں ہوتی اس وقت تک ایسے واقعات کو روکنا مشکل ہوگا۔ کمشنر سرگودھا کے واقعہ کی تفتیش میں قتل کے موقع پر ان کے پاس ایک ہندو مدن لال کی موجودگی اور ''را'' کے ایجنٹوں کی لاہور سے حالیہ گرفتاریوں پر بھی غور کرنا چاہئے۔

میں آخر میں پوری قوم کے سامنے ایک مرتبہ یہ بات پھر دہراؤں گا کہ سپاہِ صحابہ خالص

مذہبی اور دینی جماعت ہے۔ اس پر تشدد کا الزام سفید جھوٹ ہے، حکمران مذہبی فسادات کے خاتمہ میں مخلص نہیں، یہ دونوں طبقوں کو لڑا کر اپنی ڈگڈگی بجانا چاہتے ہیں۔ اگر یہ لوگ دونوں فریقوں سے انصاف کریں تو ایسے واقعات کبھی رونما نہ ہوں۔

قوم کے وسیع تر مفاد اور ملکی استحکام کے لئے آج بھی ہر فورم پر ہم قیامِ امن کی جدوجہد کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہیں۔ سپاہ صحابہ کے ساتھ زیادتی اور ظالمانہ رویہ ایران کی شہہ پر اختیار کیا گیا ہے۔ موجودہ حکمران پاکستان کو ایران کی کالونی بنانا چاہتے ہیں۔ ایک مخصوص فرقہ کو ایرانی اسلحہ، ایرانی روپیہ اور ایرانی لٹریچر سے لیس کر کے وہ خود ملک کو آگ اور خون میں ڈبونا چاہتے ہیں، اس کا نتیجہ ملک اور قوم کے حق میں بہتر نہیں ہو سکتا۔ اگر خدانخواستہ مذہبی فسادات کی آگ بھڑکی تو حکومت کی یکطرفہ زیادتی کی پالیسی ہی اس کی ذمہ دار ہوگی۔ ساری دنیا دیکھ رہی ہے کہ ایک طرف کی قیادت ۹ ماہ سے بغیر کسی جرم اور قصور کے کبھی بہاولپور، کبھی لاہور، کبھی ملتان، کبھی راولپنڈی کی جیلوں میں بند ہے اور دوسری طرف کے قاتل آصف زرداری کی آغوش میں پرورش پا رہے ہیں۔ کھلی زیادتیوں اور ناقابلِ فراموش مظالم پر آپ کس طرح قیامِ امن کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟ مذہبی فسادات کو روک کر قومی ہم آہنگی پیدا کرنے کے دعویداروں کو سب سے پہلے بلاتفریق انصاف مہیا کرنا چاہئے، ایک ہی جماعت کو بار بار ظلم و زیادتی کا نشانہ نہیں بنانا چاہئے۔ جو ہمارے ساڑھے تین سو کارکن شہید ہوئے ہیں وہ بھی اسی ملک کے شہری تھے۔ ان کی جانوں کی حفاظت بھی آپ کے ذمہ تھی۔ آپ ان کے قاتل کیوں نہیں پکڑتے، ان کو انصاف کیوں نہیں دیتے، اگر آپ کے پاس ان سوالات کا کوئی جواب ہے تو آیئے ہم سارے اختلافات چھوڑ کر ملکی سلامتی کی خاطر آپ کو قیامِ امن کے لئے ہر قسم کے تعاون کی یقین دلاتے ہیں۔ ۱۴ اگست کو کراچی میں سپاہ صحابہ سٹوڈنٹس کی ریلی پر دہشت گردوں کی فائرنگ سے ۱۲ معصوم نوجوانوں کی شہادت اور تا حال ایک بھی ملزم کی عدم گرفتاری سے حالات کیسے درست ہو سکتے ہیں؟؟

ابوریحان ضیاء الرحمٰن فاروقی

سرپرست اعلیٰ سپاہ صحابہ۔ اڈیالہ جیل راولپنڈی (پاکستان)

دوبارہ کوٹ لکھپت جیل منتقلی اور شہادت کا سفر

دسمبر ۱۹۹۶ء کے پہلے عشرہ میں ایک مرتبہ پھر آپ کو اڈیالہ جیل سے کوٹ لکھپت جیل لاہور منتقل کر دیا گیا۔ اسی دوران صدر پاکستان جناب فاروق لغاری کے ہاتھوں بے نظیر کا تختہ الٹ جانے کے بعد قومی انتخابات کا ڈول ڈالا جانے لگا تھا۔ سپاہ صحابہ اس مرتبہ ''مسلم اتحاد'' کے نام سے سیاسی

CamScanner

پلیٹ فارم تشکیل دے کر اس کے ذریعے الیکشن لڑنے کا فیصلہ کر چکی تھی۔ جھنگ کی قومی وصوبائی نشتوں سے حسب سابق مولانا اعظم طارق اور کبیروالہ ضلع خانیوال کے عوام کے پرزور اصرار پر پہلی مرتبہ حضرت فاروقی شہیدؒ نے بھی الیکشن میں حصہ لینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ انتخابات تین فروری کو منعقد ہو رہے تھے جبکہ قضاء وقدر قائدین سپاہ صحابہ کے بارے میں کچھ اور فیصلہ کر چکی تھی۔ جس کی کسی کو خبر نہیں تھی اور وہ فیصلہ ۱۸ جنوری کو سیشن کورٹ لاہور کے احاطہ میں سنایا جانا تھا۔

دھماکہ سے ایک روز قبل قومی اخبارات میں ایرانی ڈپٹی اسپیکر کا بیان

تہران (اے ایف پی) ایران نے پاکستان پر زور دیا ہے کہ اہل تشیع پر تشدد میں مصروف انتہا پسند گروپوں کو لگام دی جائے۔ ایران کی سرکاری خبر رساں ایجنسی ارنا کے مطابق ایرانی پارلیمنٹ کے ڈپٹی سپیکر حسن روحانی نے پاکستان کے وزیر خارجہ صاحبزادہ یعقوب سے مذاکرات کے حوالے سے بتایا ہے کہ ہم نے اسلام آباد سے مطالبہ کیا ہے کہ پاکستان میں انتہا پسند گروپوں کو مزید قابو میں رکھا جائے اور انہیں اہل تشیع کے قتل سے روکا جائے۔ حسن روحانی نے کہا کہ یہ گروپ پاکستان کی سلامتی اور مسلمانوں میں اتحاد کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ ایجنسی پریس نے ''ارنا'' کے حوالے سے یہ خبر دیتے ہوئے پنجاب خصوصاً لاہور اور ملتان میں شیعہ راہنماؤں کے قتل کے حالیہ واقعات کا حوالہ دیتے ہوئے یاد دلایا ہے کہ ایران نے ماضی میں بھی انتباہ کیا تھا اور پاکستان میں انتہا پسند سنی تنظیم ''سپاہ صحابہ'' کا خاص طور پر ذکر کیا تھا۔ ایران نے سپاہ صحابہ کا تعلق جنوب مشرقی ایران میں اہل تشیع کے خلاف سرگرمیوں سے بھی جوڑا ہے۔

پاکستان پریس انٹرنیشنل کے مطابق صاحبزادہ یعقوب نے کل صبح تہران میں ایرانی صدر ہاشمی رفسنجانی سے ملاقات کی۔ اس موقع پر صدر رفسنجانی نے ایران اور پاکستان کے درمیان مختلف رشتوں کا حوالہ دیا اور کہا کہ دونوں ملکوں کے تعلقات اتنے مضبوط ہیں کہ کسی مسئلہ یا علاقائی معاملہ سے متاثر نہیں ہو سکتے۔ ہاشمی رفسنجانی نے دونوں ملکوں کے وزراء خارجہ کے مذاکرات میں نظریات کی ہم آہنگی پر مسرت کا اظہار کیا اور پاکستان کی آزادی کی ۵۰ ویں سالگرہ پر مبارکباد دی اور اس کی تقریبات منانے میں مدد اور تعاون کی پیشکش کی۔

ایران کے وزیر خارجہ علی اکبر ولایتی نے پاکستان کے وزیر خارجہ صاحبزادہ یعقوب خان کا

خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ ایران پاکستان سے اپنے تعلقات کو اپنی خارجہ پالیسی کا اہم ستون سمجھتا ہے۔ انہوں نے دونوں ملکوں کے درمیان مختلف شعبوں میں بڑھتے ہوئے تعلقات پر اطمینان کا اظہار کیا۔

دھماکہ والے دن ایرانی ڈپٹی سپیکر کے جواب میں قائدین سپاہ صحابہ کا بیان

لاہور (پ ر) سپاہ صحابہ کے رہنماؤں مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی اور مولانا محمد اعظم طارق نے اپنے ایک مشترکہ بیان میں ایرانی ڈپٹی سپیکر حسن روحانی کے بیان کی شدید مذمت کرتے ہوئے الزام لگایا کہ پاکستان میں شیعہ سنی فسادات کا ذمہ دار ایران ہے۔ کوٹ لکھپت جیل سے جاری کردہ بیان میں انہوں نے کہا کہ ایرانی انقلاب سے پہلے پاکستان میں ۴۰ برس تک کوئی شیعہ سنی فساد برپا نہیں ہوا تھا۔ آج اگر ایران پاکستان میں اپنے کلچرل سنٹر، اسلحہ اور امداد بند کردے تو فسادات کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔ مولانا اعظم طارق نے کہا کہ پاکستان کے مذہبی فسادات سے متعلق دستاویزی ثبوت قومی اسمبلی میں پیش کر چکے ہیں۔ ادھر جمعیت علماء اسلام (ف) لاہور کے سیکرٹری اطلاعات حافظ ندیم شہزاد نے ایرانی ڈپٹی سپیکر حسن روحانی کے بیان کو پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت قرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا ایرانی ڈپٹی سپیکر کے بیان سے نہ صرف مذہبی منافرت بڑھے گی بلکہ لوگوں کے دلوں میں شکوک وشبہات بھی بڑھیں گے۔ حافظ ندیم شہزاد نے مطالبہ کیا کہ حکومت پاکستان کو ایران کے ڈپٹی سپیکر کے بیان کا نوٹس لینا چاہیے۔“

یہ اخباری بیان تمام قومی اخبارات میں ۱۸ جنوری ۱۹۹۷ء کو شائع ہوا، اور یہ وہی تاریخ ہے جس تاریخ کو قائد سپاہ صحابہ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی نے اپنی زندگی کا آخری روزہ رکھا، آخری معمولات سرانجام دیئے اور پھر اٹھ کر رزم گاہ شہادت کو سرخرو کرنے چل دیئے۔

شہادت سے تدفین تک آنکھوں دیکھا حال

جناب انجینئر طاہر محمود لکھتے ہیں:

۸ر رمضان المبارک کی صبح حسب معمول فاروقی صاحب نے تہجد کی نماز ادا کی۔ ۱۵ ماہ کی اسیری کے دوران صرف ایک مرتبہ تہجد کی نماز نہ پڑھ سکے۔ جس کا آخری دم تک انہیں افسوس رہا۔

بہت زیادہ ذکر واذکار، تلاوت کلام پاک کے علاوہ تصنیف وتالیف ان کا معمول تھا۔ تمام رات جاگتے تھے۔ صبح فجر کی نماز کے بعد آرام کرتے۔ حسب معمول صبح تقریباً نو بجے اٹھے تو بہت زیادہ خوش نظر آرہے تھے۔ سپاہ صحابہ حاصل پور کے ایک کارکن سیف الرحمٰن جسے ڈبہ قتل کیس میں بے گناہ ان کے ساتھ ملوث کیا گیا۔ اس نے سوٹ وغیرہ استری کر کے فاروقی صاحب کو دیا تو انہوں نے خلاف معمول سیف سے کہا، ''آج تم نے کپڑے صحیح استری نہیں کئے'' جس پر سیف الرحمٰن نے کہا لائیں حضرت دوبارہ استری کر دیتا ہوں۔ فاروقی صاحب نے کہا نہیں ٹھیک ہیں۔ تیاری کے بعد پولیس سکواڈ کا انتظار کرنے لگے۔ قائدین کی سیشن کورٹ آمد سے قبل منیر احمد بھٹی ایڈووکیٹ، راؤ خلیل احمد خاں ایڈووکیٹ عدالت میں پہنچ گئے تھے۔ گیارہ بجے تک قائدین تشریف نہ لائے۔ تو میں راؤ خلیل احمد خاں ایڈووکیٹ کو ساتھ لے کر سول جج میاں غلام حسین کی عدالت میں قائدین کی ضمانت کی پیشی کے لئے چلا گیا۔ ہم بارہ بجے سیشن کورٹ واپس پہنچے تو پولیس کی گاڑیاں قائدین کو لے کر عدالت کے احاطہ میں پہنچ چکی تھیں۔ جونہی مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی اور مولانا اعظم طارق پولیس کی نفری کے حصار میں گاڑی سے اتر کر عدالت کی طرف جانے لگے تو قریب کھڑے موٹر سائیکل میں نصب انتہائی طاقتور بم سے ریموٹ کنٹرول کے ذریعے دھماکہ کر دیا گیا۔ جس سے ہر طرف قیامت برپا ہوگئی۔ پورے احاطہ میں اندھیرا چھا گیا۔ انسانی اعضاء روئی کے گالوں کی طرح فضاء میں بلند ہوتے ہوئے نظر آئے۔ درجنوں پولیس اہلکار آگ کی لپیٹ میں آہ وبکا کرنے لگے۔ دھماکہ اس قدر شدید تھا کہ انسانی ٹانگیں، ہاتھ اور سر جا بجا بکھر گئے۔ ہلاک ہونے والے افراد کی انتڑیاں باہر نکل آئیں۔ انسانی جسموں کے چیتھڑے اڑ گئے۔ جس سے موقع پر موجود لوگ مردہ برہنہ جسموں پر اخبارات کے کاغذ دے کر ڈھانپتے رہے، ہر جگہ خون ہی خون تھا۔ مرنے والوں کے سارے جسم جل گئے تھے۔ بعض پولیس اہلکاروں کی ٹوپیاں اور جسمانی اعضاء قریب ہی درختوں کی ٹہنیوں پر اٹک گئے۔ دفعتاً اللہ اللہ کی آواز بلند ہوئی۔ یہ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی کی آواز تھی۔ زخمی کارکنوں کی توجہ اس آواز کی طرف ہوئی تو فاروقی صاحب بڑی کوشش کے بعد اٹھ کر بیٹھ گئے۔ ان کی دونوں ٹانگیں پھیلی ہوئی تھیں۔ تب انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ خداوند کریم کے حضور پھیلا دیئے اور بلند آواز سے کہا ''یا اللہ مجھے تیرا فیصلہ منظور ہے، یا اللہ میں تیری رضا پہ راضی ہوں۔ میری قربانی قبول فرما'' یہ آخری الفاظ تھے، جو قائد سپاہ صحابہ نے ادا کئے اور لیٹ گئے اسی لمحے ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ ۱۳ کے قریب پولیس اہلکار قائد سپاہ صحابہ حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی، سپاہ صحابہ کے کارکن قاری عزیز الرحمٰن آف لاہور، حافظ عطاء الرحمٰن آف پنڈی

بھٹیاں شہید اور روزنامہ ''خبریں'' کے فوٹو گرافر زیڈ اے شاہد شہید اور مولانا اعظم طارق سمیت ۲۵ کے قریب افراد شدید زخمی ہو چکے تھے۔

بم دھماکہ کے بعد پولیس اور تمام ایجنسیاں حرکت میں آ گئیں۔ ہسپتالوں میں ہنگامی حالت کا اعلان کر دیا گیا۔ بے شمار ایمبولینس شہداء اور زخمی کارکنوں کو ہسپتالوں میں پہنچاتی رہیں۔ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی کو بھی پولیس موبائل کے ذریعے میو ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں پہنچا دیا گیا۔ ڈاکٹروں کی ایک ٹیم مسلسل کوشش کرتی رہی۔ لیکن قائد سپاہِ صحابہ کا سانس بحال نہ ہو سکا۔ آخر کار تقریباً ایک بجے ان کی شہادت کی تصدیق کر دی گئی۔ یہ خبر سپاہِ صحابہ کے کارکنوں کے لئے قیامت سے کم نہ تھی۔ سینکڑوں کارکن ہسپتال کے باہر جمع ہو چکے تھے۔ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی کی شہادت کی خبر دنیا بھر کے میڈیا، ٹی وی، ریڈیو پر نشر ہونے لگی۔ ہر طرف کافر کافر شیعہ کافر، ظالمو جواب دو خون کا حساب دو، فاروقی تیرے خون سے انقلاب آئے گا'' کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ مولانا محمد اعظم طارق اور دیگر زخمیوں کو ایمرجنسی وارڈ میں داخل کر دیا گیا۔ زخمیوں کو خون دینے کے لئے نوجوانوں کی قطاریں لگ گئیں۔ مولانا اعظم طارق کی صحت مندی کے لئے ہر کارکن دعائیں مانگ رہا تھا۔ جھنگ سے شیخ حاکم علی، سمندری سے مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید کے بھائی حاجی محمد طیب، فاروقی صاحب کے صاحبزادے ریحان اور عثمان لاہور کے لئے روانہ ہو چکے تھے۔ قریباً چار بجے مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید، قاری عزیز الرحمٰن شہید، قاری عطاء الرحمٰن شہید کی لاشیں پوسٹ مارٹم کے لئے روانہ کر دی گئیں۔ شروع میں مولانا اعظم طارق سے قائد فاروقی کی شہادت کو خفیہ رکھنے کی کوشش کی گئی، لیکن جب فاروقی صاحب کے بھائی شفاء الرحمٰن بخاری ملاقات کے لئے پہنچے، انہوں نے مولانا اعظم طارق سے کہا فاروقی صاحب خیریت سے ہیں۔ یہ بات کہنے کی دیر تھی کہ مولانا اعظم طارق پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور کہا کہ ''مجھے پتہ چل چکا ہے کہ میرا قائد مجھے چھوڑ گیا ہے، لیکن میں گھبرانے والا نہیں ہوں، دشمن کو یہ بات جان لینی چاہئے کہ میں اپنے قائد کا مشن پورا کروں گا۔ اس کے لئے میری آپ سب بھائیوں سے درخواست ہے کہ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید رحمہ اللہ کو ہمارے قائد حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ میری خواہش ہے کہ ہم اپنے قائد کے ساتھ اکٹھے قیامت کے دن اٹھیں گے''۔

اس وقت مولانا اعظم طارق کا انداز اتنا جذباتی اور والہانہ تھا کہ فاروقی صاحب کے بھائی اس درخواست کو رد نہ کر سکے اور انہوں نے مولانا اعظم طارق کے حکم پر مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی کو مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے مزار کے ساتھ دفن کرنے پر اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا۔ پھر اسی وقت مولانا

محمد اعظم طارق کے حکم پر اعلان کر دیا گیا کہ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی کی نماز جنازہ ۹ر رمضان المبارک بمطابق ۱۹ر جنوری کو صبح نو بجے مسجد شہداء لاہور، دوپہر ایک بجے سمندری اور شام ۵ بجے جھنگ میں ادا کی جائے گی اور تدفین جامعہ محمودیہ جھنگ میں مولانا حق نواز شہیدؒ کے پہلو میں ہوگی۔

پوسٹ مارٹم رپورٹ کے مطابق مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی کو زیادہ چوٹیں نہیں آئی تھیں، بلکہ ایک چھوٹا سا ذرہ دائیں طرف سے جسم میں داخل ہو کر دل میں پیوست ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ کا تمام جسم اللہ کے خاص فضل و کرم سے بالکل محفوظ رہا۔ غسل کے وقت ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی خاص روشنی کی لہریں فاروقی شہید کے چہرے سے نکل رہی ہوں۔ چہرہ کھلتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ میت رات بھر ہسپتال میں رہی صبح چار بجے غسل دیا گیا۔

صبح نو بجے سے پہلے ہی ہزاروں لوگ نماز جنازہ کے لیے مسجد شہداء پہنچ چکے تھے۔ ایک خاص بات جو ہر انسان نے محسوس کی کہ قائد فاروقی کی شہادت کے وقت پورے لاہور میں ہلکی ہلکی بوندا باندی ہونے لگی، ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے آسمان بھی رو رہا ہے۔ بوندا باندی کا سلسلہ نماز جنازہ کے بعد تدفین تک جاری رہا۔ یہ ایک ایسی روایت ہے، جو مولانا حق نواز جھنگوی کی شہادت سے شروع ہوئی۔ مولانا جھنگوی شہیدؒ کی شہادت کے وقت بھی آسمان سے بوندا باندی شروع ہو گئی تھی۔ اس کے بعد مولانا ایثار القاسمی کی شہادت پر بھی بوندا باندی کا سلسلہ جاری رہا اور سپاہ صحابہ کے اہم شہداء کے اہم شہداء کے جنازوں پر بوندا باندی کا سلسلہ نہیں ٹوٹا تھا، اور مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی کی شہادت پر پورے پنجاب میں شہادت سے قبر میں اتارنے تک بوندا باندی کا سلسلہ جاری رہا۔ مال روڈ پر اسمبلی ہال کے سامنے چوک میں مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید، قاری عزیز الرحمٰن شہید آف لاہور، قاری عطاء الرحمٰن شہید آف پنڈی بھٹیاں کی نماز جنازہ کے لئے تین ایمبولینسوں میں میتیں صبح نو بجے مسجد شہداء پہنچیں تو سپاہ صحابہ کے ہزاروں کارکن انتہائی جذباتی انداز میں نعرے لگانے لگے۔ نوجوان، بزرگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ مال روڈ پر تمام دکانیں اور کاروبار مکمل طور پر بند تھا۔ زیادہ رش کی وجہ سے نماز جنازہ مسجد شہداء کی بجائے شاہراہ قائد اعظم فیصل چوک میں ادا کی گئی۔ امامت کے فرائض حضرت مفتی محمد عیسیٰ صاحب نے ادا کیے۔ شاہراہ قائد اعظم پر سپاہ صحابہ کے مظاہرے اور جلوس کے دوران کئی کارکن بے ہوش ہو گئے اور رقت آمیز مناظر بھی دکھائی دیے۔ خصوصی طور پر شیخ حاکم علی جب پہلی بار تقریر کے لئے آئے تو ان پر بُری طرح رقت طاری ہو گئی۔ وہ تقریر کرنے کی بجائے رونے لگے۔ ان کے منہ سے یہ بول نکلے، ساتھیو! قائد کا آخری دیدار کر لو بعد میں یہ موقع نہیں ملے گا۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی پورے

مجمع کی چیخیں نکل گئیں۔

شیخ حاکم علی کو مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی کے بڑے صاحبزادہ ریحان محمود نے دلاسہ دیا۔ اس اجتماع سے سپاہِ صحابہ لاہور کے صدر مولانا مسعود الرحمٰن عثمانی، مولانا محمد احمد مجاہد، محمد ابوبکر فاروقی اور دیگر علماء نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی کا کسی کے ساتھ ذاتی جھگڑا نہیں تھا۔ انہوں نے سیدہ عائشہ کی عظمت کا تحفظ کرتے ہوئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا ہے۔ مقررین نے کہا جب مولانا حق نواز جھنگوی شہید کا جنازہ اٹھا تھا تو آسمان رو رہا تھا۔ آج قائد فاروقی کا جنازہ جارہا ہے تو آسمان پھر رو رہا ہے۔ سپاہِ صحابہ کے راہنماؤں کے قتل میں ہمسایہ ملک کا ہاتھ ہے۔ ہم نے ایف آئی آر درج کرادی ہے اگر قاتلوں کو گرفتار نہ کیا گیا تو ہم خود انتقام لیں گے۔ شیخ حاکم علی نے مطالبہ کیا کہ ایران کی پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کے پیشِ نظر ایران سے سفارتی تعلقات ختم کیے جائیں۔ میں گذشتہ رات مولانا محمد اعظم طارق کے ساتھ تھا جو شدید زخمی ہیں، لیکن ان کا عزم جوان ہے۔ انہوں نے میرے ساتھ عہد کیا ہے کہ ہمیں مولانا حق نواز جھنگوی اور مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ کے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا ہے۔ اس کے بعد مولانا محمد اعظم طارق کا ریکارڈ شدہ کیسٹ سنایا گیا، جس میں انہوں نے کہا کہ کارکنوں کو چاہئے کہ وہ صبر و تحمل کا مظاہرہ کریں۔ ہمیں ابھی بہت کام کرنے ہیں۔ انہوں نے کارکنوں کو ہدایت کی کہ وہ توڑ پھوڑ نہ کریں۔ کسی قسم کی اشتعال انگیزی سے گریز کریں۔ اگر ایسا ہوا تو ان کو سخت تکلیف پہنچے گی۔ کارکنوں کو خصوصی طور پر چاہئے کہ وہ احتجاج کرتے ہوئے پُرامن رہیں، کیونکہ ہم نے اس سازش کو بے نقاب کرنا ہے۔ جس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ہمسایہ ملک ایران نے منصوبہ بنایا ہے۔ پاکستان میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو من مانی کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ پاکستان ہمارا اپنا ملک ہے، ہم اس کے چپے چپے کے محافظ ہیں۔ ہم اللہ کے دین شریعت اور وطن کے تحفظ کے لئے ایک تو کیا ہزاروں جانیں قربان کردیں گے۔ مولانا مسعود الرحمٰن عثمانی نے کہا رونا دھونا ہمارا شیوہ نہیں ہے۔ ہم نے بدلہ لینا ہے۔ صرف لاہور میں سپاہِ صحابہ کے ۴۵ علماء کو شہید کیا گیا جن کا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔ بعدازاں گیارہ بجے مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید کی میت ایمبولینس کے ذریعے سمندری روانہ کردی گئی۔ قریباً دو بجے میت سمندری پہنچی تو شہر بھر میں کہرام مچا ہوا تھا۔ تمام کاروباری ادارے مکمل طور پر بند تھے۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ رہائش گاہ کے اردگرد جمع ہو چکے تھے۔ لوگ صبح ہی سے فاروقی شہیدؒ کی میت کا انتظار کررہے تھے۔ جب میت مولانا کی رہائش گاہ پر لائی گئی، کئی عورتیں رش کی وجہ سے بے ہوش ہوگئیں۔ سمندری میں بھی

ہلکی ہلکی بارش جاری رہی۔ اس موقع پر مولانا فاروقی شہیدؒ کے بچوں، بیوہ، بھائیوں اور والدہ صاحبہ کا صبر و تحمل قابلِ دید تھا۔ مصائب کا اتنا بڑا پہاڑ ٹوٹنے کے باوجود یہ لوگ صبر و تحمل کی تصویر بنے ہوئے تھے۔ نہ چیخ و پکار نہ آہ و بکا، نہ بَین نہ سینہ کوبی، بلکہ یہ سب اہل خانہ تمام لوگوں کو صبر کی تلقین کر رہے تھے۔ ایک موقع پر ایک کارکن دھاڑیں مار کر رونے لگا تو مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید رحمہ اللہ کے بڑے بیٹے ریحان محمود نے اس کو دلاسہ دیتے ہوئے کہا کہ آپ روتے کیوں ہو؟ میرے والد آپ کے قائد تو شہید ہوئے ہیں اور شہید زندہ ہوتے ہیں۔ زندوں کو رویا نہیں جاتا۔ یہ منظر دیکھ کر سب لوگ رشک کرنے لگے کہ قائد شہید نے اپنے گھر والوں کی تربیت کتنے احسن طریقے سے کی ہے کہ وہ لوگ نہ خود روتے ہیں اور نہ رونے دیتے ہیں بلکہ ہر آنے والے کو صبر و تحمل کی تلقین کرتے ہیں۔

رہائش گاہ سے میت غلہ منڈی کے وسیع گراؤنڈ میں لے جائی گئی۔ جہاں پر ہزاروں لوگ پہلے ہی جمع ہو چکے تھے۔ نماز جنازہ تبلیغی جماعت کے رہنما مفتی زین العابدین نے پڑھائی۔ آسمان پر بادلوں کی وجہ سے اندھیرا سا چھا گیا تھا۔ عین اس وقت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی کے چہرے پر روشنی کی شعاعیں بلند ہوتی ہوئی نظر آئیں جو آسمان کی بلندیوں تک جا رہی تھیں۔ اس منظر کا مشاہدہ سینکڑوں لوگوں نے کیا۔ سپاہِ صحابہ کے مرکزی قائدین مولانا ضیاء القاسمی، مولانا علی شیر حیدری سمیت ملک بھر سے کارکنوں اور عقیدت مندوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ سمندری کے تمام بازار، دکانیں، سرکاری و نیم سرکاری دفاتر مکمل طور پر بند رہے۔

سمندری میں مولانا فاروقی کا نماز جنازہ سمندری کی تاریخ میں سب سے بڑا اجتماع تھا۔ مولانا فاروقی کی سمندری کی عوام میں مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہر طبقہ کے لوگ افسردہ تھے۔ حتیٰ کہ عیسائی نوجوان اور بوڑھے روتے ہوئے نظر آئے۔ مولانا فاروقی شہیدؒ کی نماز جنازہ میں آخری دو قطاریں سمندری کے عیسائیوں کی تھیں۔ جنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ نماز جنازہ میں شرکت کی۔

مولانا فاروقی شہیدؒ کی میت تقریباً چار بجے دوبارہ ایمبولینس کے ذریعے جھنگ کی طرف روانہ ہوئی۔ تاہم غلہ منڈی سے روانہ ہوتے وقت لوگ دیوانہ وار ایمبولینس کے پیچھے بھاگتے رہے۔ جب میت گوجرہ پہنچی تو سڑک کے دونوں طرف میلوں لمبی قطاروں میں لوگ انتظار کر رہے تھے۔ گوجرہ کے بازار اور دکانیں مکمل طور پر بند تھے۔ سپاہِ صحابہ کے سینکڑوں کارکن ایک جلوس کی شکل میں ایمبولینس کے آگے نعرے لگاتے ہوئے چلنے لگے۔ گوجرہ کے بازاروں میں بہت بڑا جمِ غفیر جمع ہو چکا تھا۔ ایسا منظر بن گیا کہ:

؎ عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

سمندری سے روانگی کے وقت سینکڑوں بسیں، کاریں، موٹر سائیکل جلوس میں شامل ہو چکے تھے۔ جس میں مولانا محمد ضیاء القاسمی اور مولانا علی شیر حیدری سمیت بڑے علماء بھی شامل تھے۔ گوجرہ شہر میں مکمل ہڑتال کی وجہ سے تمام دکانیں اور کاروباری مراکز بند تھے۔ شام کو افطاری کے لئے راستے سے ہی کھجوریں وغیرہ لے لی گئی تھیں۔ گوجرہ اور جھنگ کے درمیان افطاری کا وقت ہوا تو قافلہ رُک گیا۔ کسی نے آواز دی کہ "قائد فاروقی نے بھی کل سے روزہ رکھا ہوا ہے، ان کی افطاری کیسے ہوگی؟" قائد شہید کا جنازہ جب جھنگ کی حدود میں داخل ہوا تو سینکڑوں گاڑیاں، سائیکل، موٹر سائیکل سوار استقبال کے لئے موجود تھے۔ لوگ دیوانہ وار پیدل ایمبولینس کے پیچھے بھاگنے لگے۔ شہر میں مکمل سناٹا طاری تھا۔ نمازِ جنازہ کے لئے گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول کی وسیع گراؤنڈ کا انتخاب کیا گیا تھا۔ میت جب اسلامیہ ہائی سکول پہنچی تو لوگوں کا جم غفیر بے قابو ہو گیا۔ ملک بھر سے سینکڑوں گاڑیوں میں لوگ جھنگ پہنچے ہوئے تھے۔ ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی۔ رش کے باعث ایمبولینس سے قائد شہید کی میت باہر نہیں نکالی جا سکتی تھی۔ ڈرائیور نے تین چار مرتبہ گاڑی کو آگے اور پیچھے کیا کہ کثیر تعداد کے باعث لوگوں کا ایک انچ پیچھے ہٹنا محال تھا۔ پھر سپاہِ صحابہ کے کارکن ایمبولینس کو ایک گلی کے اندر لے گئے اور گلی کے نکڑ پر ناکا لگا دیا جس سے میت باہر نکالنے کی جگہ ملی۔ یہ جھنگ کی تاریخ کا سب سے بڑا اجتماع بن گیا تھا۔ سپیکر سے اعلان ہوا کہ قائد شہید کی نماز جنازہ مولانا منظور احمد چنیوٹی پڑھائیں گے۔ رش کے باعث سٹیج سے لوگوں کا پیچھے ہٹنا مشکل تھا۔ جس کی وجہ سے اسٹیج کے قریب باقاعدہ صفیں نہ بن سکیں۔ جب میت کو دوبارہ ایمبولینس میں رکھا جانے لگا تو لوگ مشتعل ہو کر ایمبولینس پر ٹوٹ پڑے۔ جس سے ایمبولینس کے شیشے ٹوٹ گئے۔ جس کے باعث فاروقی شہید کی میت کو دوبارہ ایمبولینس میں رکھا گیا اور مشتعل نوجوان چارپائی کو اٹھا کر بہت بڑے جلوس کی شکل میں جامعہ محمودیہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جامعہ محمودیہ پہنچ کر میت کو عام دیدار کے لئے رکھا گیا۔ اسی دوران مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ کے چھوٹے بھائی محمد عابد جو کہ پانچ سال سے سعودی عرب میں مقیم تھے ان کا فون آ گیا کہ میں پاکستان پہنچ چکا ہوں میری آمد تک تدفین نہ کی جائے۔ تقریباً ساڑھے گیارہ بجے مولانا فاروقی شہیدؒ کے بھائی فیصل آباد ایئرپورٹ سے سیدھے جامعہ محمودیہ جھنگ پہنچ گئے۔ ان کی آمد کے بعد بارہ بج کر دس منٹ پر مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید کو مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ اور مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ کے پہلو میں قبر میں اتارا گیا۔ مولانا فاروقیؒ کے تمام بھائی، بیٹے اور دیگر رشتہ دار اور سینکڑوں کارکن موجود تھے۔

CamScanner

ALHAIDRI MEDIA CELL

الحیدری

الحیدری میڈیا سیل

CS CamScanner

جرنیلِ سپاہِ صحابہ، مردِ آہن

مولانا محمد اعظم طارق شہید رحمۃ اللہ علیہ

صدر ملتِ اسلامیہ پاکستان

تاریخ شہادت: ۶/اکتوبر ۲۰۰۳ء

CamScanner

عزم کی تاریخ میں اِس طور سے زندہ ہے تُو

ظفر اقبال ظفرؔ ایڈووکیٹ۔شجاع آباد

تُو کہ اسمِ ناز تھا اعظم عجب طارق عجب
لکھ گیا اپنے لہو سے حوصلے کی شِق عجب
قابلِ تحسین تیرا کام تیرا ولولہ
کفر کے ایواں میں تیرے نام سے تھا زلزلہ
تُو کہ ناموسِ صحابہؓ کا علمبردار تھا
ترجمانِ دینِ حق تھا اِک جری کردار تھا
تُو نے قائم جرأتِ اسلاف کا رکھا بھرم
زخم کھا کر بھی نہیں لرزاں ہوئے تیرے قدم
تیرے اندازِ عمل کی میں حکایت کیا کہوں
کس طرح چھایا رہا تیری عزیمت کا فسوں
حق نوازؒ ، ایثارؒ و فاروقیؒ تھے جس پر گامزن
تھی اُسی راہِ شہادت کے لئے تیری لگن
عزم کی تاریخ میں اِس طور سے زندہ ہے تُو
کارواں کے راستے کا نجمِ تابندہ ہے تُو
دین کی بنیاد ہے ناموسِ اصحابِ رسولؐ
مٹ نہیں سکتا کبھی اعظمؒ ترا حرفِ اصول
بُجھ نہیں سکتی کسی صورت تری شمعِ حیات
خونِ شہداء سے سدا روشن رہے گی کائنات

CamScanner

ولادت باسعادت

جرنیل سپاہِ صحابہؓ مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ ۱۰ر شوال ۱۳۸۰ھ بمطابق ۲۸ر مارچ ۱۹۶۱ء بروز منگل صبح چک نمبر 111/7R تحصیل چیچہ وطنی ضلع ساہیوال میں حاجی فتح محمد صاحبؒ کے گھر پیدا ہوئے۔ پورے خاندان میں حاجی صاحب کے ہاں لمبی مدت کے بعد بیٹا پیدا ہونے پر انتہائی خوشی کا اظہار کیا گیا اور غریبوں میں خیرات تقسیم کی گئی۔ عزیزوں کو ہدیے دیے گئے اور نام محمد اعظم رکھا گیا۔

چیچہ وطنی کے گاؤں چک نمبر 111/7R میں آپ کے چند گھر آباد ہیں، اور آپ کے خاندان کی ۱۱۰۰ ایکڑ کے لگ بھگ زمین ہے، جس میں سے ۲۲ ایکڑ آپ کے والد محترم کے نام تھی جو بعد ازاں مولانا محمد اعظم طارق، مولانا محمد عالم طارق مدظلہٗ اور دو بہنوں کے نام تقسیم ہوئی۔ اگر چہ آپ کے خاندان کو پورے علاقے میں مولوی کہا جاتا ہے کیونکہ ہجرت کے بعد اس گاؤں میں آتے ہی جامع مسجد کی تعمیر اور مدرسہ انوار الاسلام کی داغ بیل ڈالنے کے باعث بچوں کے حفظِ قرآن اور ابتدائی دینی تعلیم دینے کے سلسلہ کے باعث علاقہ کے ہزاروں بچے اس مدرسہ کے شاگرد اور سینکڑوں حفاظِ کرام اس مدرسہ کے فیض یافتہ ہیں۔ یاد رہے کہ آپ کا خاندان روایتی مولوی نہیں بلکہ درمیانے درجے کا زمیندار ہے۔ اپنے خاندان میں باضابطہ سب سے پہلے عالمِ دین ہونے کا شرف آپ دونوں بھائیوں کو حاصل ہے، پھر باقی رشتہ داروں کو۔

آپ کا بچپن مذہبی گھرانے میں پیدا ہونے کے باعث شروع سے ہی مذہبی رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ آپ کی والدہ خود بھی دینی تعلیم سے آراستہ تھیں۔ انہوں نے آپ کو پڑھنا لکھنا سکھایا اور ابتداءً عالمِ دین بننے اور تعلیم حاصل کر کے دین کی خدمت کا شوق ذہن میں پختہ کر دیا تھا۔

تعلیم...... آغاز سے تکمیل تک

آپ نے اپنے آبائی مدرسہ "انوار الاسلام" سے پرائمری تک اردو، حساب وغیرہ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ قرآن مجید حفظ کیا، پھر ۱۹۷۷ء میں دار العلوم ربانیہ میں ابتدائی فارسی اور چھٹی جماعت تک اردو کی تعلیم حاصل کی۔ وہاں آپ کے مشہور استاد شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد صاحب تھے جنہوں نے فارسی کی کتاب پندنامہ پڑھائی، اور اس سے قبل تیسیر المبتدی پڑھائی۔ حافظ مفتی شیر محمد صاحب نے فارسی کی چھٹی و ساتویں جماعت کی کتاب پڑھائی اور حرکۃ الانصار کے مولانا محمد امین صاحب سے

آپ نے خوش خطی سیکھی۔ اور اردو کی چھٹی جماعت کی کتاب پڑھی۔ ۱۹۷۸ء میں چیچہ وطنی میں مدرسہ تجوید القرآن میں مولانا محمد ارشاد صاحب، پیر جی عبدالعلیم شہیدؒ، اور مولانا پیر جی عبدالحفیظ صاحب سے ابتدائی عربی، صرف ونحو کی ابتدائی کتب اور گلستان بوستان و مالابد منہ فارسی کی کتب پڑھیں۔ فروری ۱۹۷۹ء میں مولانا اعظم طارق، مولانا محمد عالم طارق اور آپ کے بھانجے مولانا محمد طاہر صاحب تینوں کی شادیاں اکٹھی ہوئیں۔ یہ سال بھی آپ نے چیچہ وطنی میں تعلیم حاصل کرنے میں گزارا۔ ۱۹۸۰ء میں چنیوٹ جامعہ عربیہ میں داخلہ لیا۔ جہاں پر مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ سے علم وراثت کی کتاب سراجی کے ساتھ ساتھ قادیانی مذہب کے خلاف مناظرہ پڑھا اور مولانا احمد شیر صاحب، مدینہ یونیورسٹی کے فاضل مولانا عبداللطیف صاحب، ومولانا عبدالرب تونسوی صاحب اور مولانا عبدالغفار صاحب سے عالم عربی کا کورس اور درسِ نظامی کی درمیانی کتب پڑھیں۔ ۸۱/۱۹۸۲ء دو سال تک جامعہ عربیہ نعمانیہ کمالیہ میں مولانا محمد اختر صدیقی، مولانا محمد ارشاد، مولانا محمد حسین صاحب فاضل دیوبند سے فقہ، تفسیر، ادب، حدیث، منطق، فلسفہ کی کتب درسِ نظامی موقوف علیہ تک مکمل کیں اور ۱۹۸۳ء میں جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی سے دورۂ حدیث مکمل کیا۔

دورۂ حدیث شریف میں بخاری شریف وترمذی شریف مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن ٹونکی صاحبؒ سے پڑھیں، مسلم شریف وفاق المدارس پاکستان کے صدر مولانا محمد ادریس صاحبؒ، ابوداؤد شریف مولانا بدیع الزمان صاحب اور طحاوی شریف وابن ماجہ شریف مولانا سید مصباح اللہ شاہ صاحب سے پڑھیں، اور تعلیمی سال کے آخر میں وفاق المدارس کا امتحان امتیازی نمبروں میں پاس کیا۔

مولانا محمد اعظم طارق بچپن ہی میں تقریر کے شوق کے باعث دینی اور مذہبی کتب کا مطالعہ کرنے کے اس قدر عادی ہو گئے تھے کہ حفظ قرآن کریم کے دور ہی میں اپنی مسجد کی لائبریری سے تاریخ اسلام کی تمام کتب اور مقررین کے لئے تصنیف کردہ اکابر علماء کی کئی کتابیں، اردو تفاسیر اور احادیث کی اردو شرح والی کتب کا وافر مقدار میں مطالعہ کر چکے تھے۔ پھر گاؤں کے ماحول میں بریلوی، دیوبندی کی تفریق کے پیش نظر شرک وبدعت اور دیگر اختلافی مسائل پر شائع ہونے والی تحقیقی کتب دور دور سے منگوا کر بالاستیعاب پڑھتے اور شیعہ کے عقائد ونظریات پر بھی کئی کتب کا مطالعہ کیا آپ کے والد حاجی فتح محمد صاحب نے مطالعہ کے اس شوق کی تکمیل میں اس قدر تعاون کیا کہ مہنگی سے مہنگی کتب آپ کی فرمائش پر منگوانے کے لئے کبھی رقم کی کمی نہ آنے دیتے۔ درس نظامی کے ایام میں یہ شوق اس قدر بڑھ گیا کہ آپ کی اپنی ذاتی لائبریری سینکڑوں کتب اور نادر علمی شاہکاروں کا خزینہ بن چکی تھی۔

دورانِ تعلیم مرزائیوں سے مناظرے

۱۹۸۰ء میں جامعہ عربیہ چنیوٹ میں داخلہ لینے کا مقصد ہی یہ تھا کہ سفیر ختم نبوت حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی مدظلہٗ کی شاگردی اختیار کر کے اسلام دشمن طبقوں کے خلاف علمی میدان میں خود کو دلائل سے آراستہ کیا جائے۔ چنانچہ حضرت چنیوٹی صاحب نے ان کے شوق کو دیکھتے ہوئے انہیں خصوصی طور پر اجازت دے دی کہ وہ جس روز بھی جامعہ میں موجود ہوں آپ علامہ خالد محمود صاحب کی کتاب ''خاتم النبیین'' میرے پاس لے کر آ جایا کرو اور اس میں ختم نبوت کے عنوان پر جمع کردہ احادیث کو حفظ کر کے سنایا کرو۔ چنانچہ اس طرح حضرت اقدس کی خدمت میں بیٹھ کر قادیانیت کے خلاف بہت کچھ سیکھتے اور ختم نبوت کے عنوان پر بیش بہا علوم حاصل کرنے کا موقع مل گیا۔ جب کہ درس نظامی کے باضابطہ تمام اسباق باقی ساتھیوں کے ساتھ جاری تھے۔ انہی دنوں میں مولانا چنیوٹی مدظلہٗ کے مشورہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات مبارکہ کے عنوان پر مرزا غلام احمد قادیانی کی تصنیفات کے جواب میں تحریر کی گئی مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی کی تصنیف ''شہادت القرآن فی حیات عیسیٰ علیہ السلام'' کا مطالعہ شروع کر دیا۔ چونکہ یہ کتاب اس قدر نایاب تھی کہ بمشکل اس کا ایک نسخہ ملا تو صرف آٹھ دنوں کے اندر اندر باقی تمام تعلیمی مصروفیات جاری رکھتے ہوئے اس کتاب کو اول تا آخر اپنی کاپی پر نقل کر لیا۔ ان دنوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے عنوان پر ربوہ میں جا کر جامعہ احمدیہ کے پروفیسروں سے خوب مناظرے ومباحثے بھی کرتے رہے۔ اس سال آپ نے ربوہ کے کتب خانوں کو کنگھال ڈالا اور مرزائیوں کی ہر وہ کتاب جس کے کسی ایک حوالہ کی ضرورت ہوتی تھی خرید لیتے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی کی اسی (۸۰) سے زائد تصنیفات کے ساتھ ساتھ مرزا بشیر الدین، نورالدین وغیرہ کی جملہ تصنیفات بھی آپ نہ صرف خرید چکے تھے بلکہ بالاستیعاب ان میں سے اکثر کا مطالعہ کر چکے تھے۔

ربوہ میں مرزائیوں سے ایک اہم مناظرہ

ایک مرتبہ جامعہ احمدیہ کے پروفیسروں کے ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی کے حق میں ان کی طرف سے پیش کردہ حدیث کی مشہور کتاب ''دار قطنی'' کے اس حوالہ پر جس میں فرمایا گیا کہ ''ہمارے مہدی کی دو نشانیاں ہیں کہ رمضان کی پہلی شب میں چاند گرہن ہوگا اور نصف رمضان میں سورج گرہن ہوگا'' مناظرہ طے ہوگیا۔ چنانچہ آپ ڈھیروں کتب تاریخ، انسائیکلوپیڈیا آف برٹینیکا اور لغت کی کتب وکتب تفاسیر واحادیث لے کر جامعہ احمدیہ میں اپنے درجنوں ساتھیوں سمیت پہنچ گئے۔ مرزائیوں کے

پروفیسروں اور اسٹوڈنٹس کا اژدھام تھا۔ مرزائیوں کا موقف تھا کہ اس حدیث کی روشنی میں مرزا غلام احمد قادیانی کی تائید میں چاند رمضان المبارک کی ۱۳ اور سورج رمضان المبارک کی ۲۸ تاریخ کو گرہن ہوا ہے۔ مولانا کا موقف تھا کہ حدیث میں چاند کو پہلی شب میں گرہن لگنے اور سورج کو نصف رمضان یعنی پندرہ رمضان میں گرہن لگنے کا ذکر ہے۔ تو مرزائیوں نے کہا چونکہ قاعدہ یہ ہے کہ چاند گرہن ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخوں میں ہی ہوتا ہے، سورج ہمیشہ ۲۷، ۲۸، ۲۹ تاریخوں میں گرہن ہوتا ہے۔ لہٰذا چاند کے تیرہویں اور سورج کے اٹھائیسویں تاریخ کو گرہن ہونے سے ہمارا موقف ثابت ہوتا ہے۔ تو مولانا نے انسائیکلوپیڈیا آف برٹینیکا کے حوالہ سے یہ ثابت کر دیا کہ گذشتہ چودہ صدیوں میں اس طرح رمضان المبارک کی تیرہویں تاریخ میں چاند، اٹھائیسویں تاریخ میں سورج کم از کم ایک درجن سے زائد مرتبہ گرہن ہو چکے ہیں اور ساتھ ساتھ یہ بھی ثابت کر دیا کہ ان اوقات میں فلاں فلاں لوگ مہدی ہونے کے دعوے دار بھی تھے تو پھر آپ کو انہیں بھی مہدی مان لینا چاہئے۔ اس مناظرہ کی آڈیو کیسٹ بھی خفیہ طور پر تیار کر لی گئی تھی۔ جس کا جب مرزائیوں کو علم ہوا تو وہ بوکھلا کر رہ گئے۔ انہی ایام میں مولانا ربوہ کی مشہور و معروف احمد یہ لائبریری میں بھی گئے۔ یہ لائبریری واقعی نادر کتب اور لاکھوں کی تعداد میں قیمتی کتب کا ایک ایسا ذخیرہ ہے کہ جس کی مثال پاکستان میں بہت کم پائی جاتی ہے۔ مرزائیوں کی جو کتب اس وقت نایاب تھیں مثلاً سیرت المہدی وغیرہ ان کا وہاں لائبریری میں جا کر مطالعہ کیا اور مطلوبہ حوالہ جات کے فوٹوسٹیٹ بنوائے۔

چودھویں صدی کا اختتام اور آپ کا ربوہ میں خطاب

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ ”احادیث صحیحہ پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ وہ چودھویں صدی کے سر پر پیدا ہوگا“ تو لہٰذا میں چودھویں صدی کے شروع میں آ چکا ہوں مجھے مہدی تسلیم کر لیا جائے۔ اس حوالہ پر حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی مدظلہ نے بار بار مرزائیوں کو چیلنج کیا کہ مرزا کے دعویٰ کے ثبوت میں احادیث صحیحہ یعنی صحیح احادیث تو دور کی بات ہے، صرف ایک ضعیف حدیث ہی پیش کر دو جس میں چودھویں صدی کا ذکر ہو۔ اسی طرح مرزائیوں کی طرف سے یہ پروپیگنڈہ بھی عام تھا کہ ”بس چودھویں صدی آخری صدی ہے“۔ لہٰذا اگر مرزا صاحب مہدی نہیں ہیں تو پھر اب اور کس نے آنا ہے۔ چنانچہ چودھویں صدی کا اختتام مرزائیت کی موت کے مترادف تھا۔ اس لئے حضرت چنیوٹی صاحب مدظلہ نے اس عنوان پر بڑے بڑے اشتہارات اور لٹریچر شائع کرا کر مرزائیوں کو دعوتِ فکر دی کہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ مرزا قادیانی کا اپنے بارے میں کہنا کہ

"احادیث میں آیا ہے کہ امام مہدی آخری صدی کا مجدد ہوگا" اب اس صدی کے اختتام سے روز روشن کی طرح جھوٹ ثابت ہو رہا ہے۔

چنانچہ ۲۸/ذوالحجہ ۱۳۹۹ھ کو جمعہ کے روز مولانا اعظم طارق اپنے کئی ساتھیوں کے ہمراہ ربوہ اسٹیشن پر قائم محمدی مسجد میں جمعہ پڑھنے کے لئے گئے تو اتفاق سے مجلس تحفظ ختم نبوت کے جمعہ کے خطیب مولانا خدا بخش نہ پہنچ سکے تو مسجد کے امام قاری شبیر احمد عثمانی نے مولانا کو کہا کہ وہ تقریر کردیں۔ مولانا نے تقریر کرتے ہوئے مرزائیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ آج میں لاؤڈ سپیکر پر تمہارے شہر میں آکر تمہیں بتانے آیا ہوں کہ کل شام کا سورج چودہویں صدی کے آخری لمحات کو سمیٹتا ہوا غروب ہوجائے گا اور دنیا والوں کو یہ پیغام دے جائے گا کہ مرزائیت کے یہ دعوے اور نعرے کہ چودھویں صدی آخری صدی ہے، سفید جھوٹ کی طرح عیاں ہو جائیں گے۔ لہٰذا اس صدی کے اختتام پر یا تو تمہیں مرزا غلام احمد قادیانی کو جھوٹا مدعی مہدی تسلیم کرلینا چاہئے یا پھر کم ازکم سورج کے غروب ہونے کے ساتھ ساتھ خود بھی ڈوب کر مرجانا چاہئے تاکہ یہ صدی تمہارے لئے واقعی آخری ثابت ہو۔

دوسرے روز آپ نے جامع مسجد احرار کے خطیب مولانا اللہ یار ارشد صاحب کی خواہش پر احرار مسجد میں رات کو جلسہ کا پروگرام بنایا اور اس میں اپنے ساتھیوں سمیت شریک ہوکر مرزائیوں کی کتب کے حوالے پڑھ پڑھ کران کے اسی دعویٰ کو بیان کیا کہ چودھویں صدی آخری صدی ہے۔ اور پھر کہا کہ چودہویں صدی کا سورج غروب ہو چکا ہے۔ اب پندرہویں صدی کا سورج طلوع ہونے والا ہے اب ہمارا دعویٰ اور اعلان یہ ہے کہ اس صدی میں مرزائیت کا نام ونشان دنیا سے مٹ جائیگا۔

پندرہویں صدی کا پہلا جمعہ اور آپ کا شیعہ کے گڑھ رجوعہ میں خطاب

"رجوعہ" نامی قصبہ چنیوٹ کی تحصیل میں فیصل آباد روڈ پر واقع ہے جو شیعہ جاگیرداروں کا گڑھ اور تمام شیعہ کی سیاسی ومذہبی تنظیموں کے ہیڈ کوارٹر کا درجہ رکھتا ہے۔ اتفاق سے وہاں سے چند سنی نوجوان جامعہ عربیہ میں آئے کہ ہمیں وہاں جمعہ پڑھانے کے لئے کوئی نڈر اور بے باک قسم کا آدمی دیں کیونکہ وہاں کوئی بھی مولوی جانے کو تیار نہیں ہے۔ مولانا کے استاد مولانا احمد شیر صاحب نے (جو خود بھی شیعیت پر بہت گہرا مطالعہ رکھتے ہیں) آپ کو تیار کیا تو آپ نے حامی بھر لی۔ چنانچہ ۵ محرم کو آپ رجوعہ کے قصبے میں داخل ہوئے تو چاروں طرف سے شیعہ غنڈوں اور عوام نے جو کہ سیاہ لباس پہنے ہوئے تھے آپ کو حیرت سے دیکھنا شروع کردیا۔ جب آپ مسجد میں گئے تو وہاں کا پیش امام آپ کے پاس آیا اور اس نے آپ سے کہا کہ آپ چند نوجوانوں کے کہنے پر آتو گئے ہیں لیکن آپ کو معلوم

ہی نہیں ہے کہ آپ کہاں آ گئے ہیں۔ یہاں تو اس سے قبل ایک عالم دین کو خلفاء راشدینؓ کے نام لینے پر قتل کر دیا گیا تھا۔ وہ زار و قطار روتے ہوئے وہاں کے ظلم و جبر کی داستان سنا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ آپ تقریر نہ کریں اور واپس چلے جائیں۔ ادھر مولانا بھی طالب علمی اور جوانی کے جوش میں تھے انہوں نے کہا اب میں آ گیا ہوں تو جمعہ کی تقریر تو ضرور کروں گا۔ چنانچہ آپ نے تقریر شروع کی، مسجد میں سنیوں سے زیادہ سیاہ لباس والے شیعہ جمع ہو چکے تھے۔ آپ نے حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت اور صحابہ کرامؓ کی سیرت کو بیان کیا۔ جب آپ نے جمعہ کی نماز سے سلام پھیرا تو چاروں طرف سیاہ لباس والے شیعہ لوگوں کو کھڑے پایا۔ امام مسجد اور سنی نوجوانوں نے آپ کو ہمراہ لے کر جلدی جلدی وہاں سے نکالا اور ویگن پر سوار کرا کر اس وقت تک کھڑے رہے جب تک ویگن اس علاقہ سے نکل نہیں گئی۔

بعد میں معلوم ہوا کہ اس علاقہ کے شیعہ جاگیرداروں نے اپنے ڈیروں پر بلوا کر سنی نوجوانوں پر نہ صرف تشدد کرایا بلکہ آئندہ کے لئے سختی سے اعلان کر دیا کہ اس مسجد میں کوئی خطیب باہر سے آ کر تقریر نہیں کرے گا۔

مولانا اکثر کہا کرتے تھے کہ پندرہویں صدی کا پہلا جمعہ شیعہ کے گڑھ میں پڑھانے سے میرا دل یقین سے کہتا تھا کہ اب اس صدی میں شیعہ کے خلاف کام کرنے کی ضرورت ہے۔ حالانکہ اس وقت سپاہ صحابہ کا دور دور تک نام و نشان بھی نہ تھا۔

عملی زندگی کا آغاز

فارغ التحصیل ہونے کے بعد کراچی میں اپنے اخیافی بھائی مولانا محمد احمد مدنی کے مدرسہ جامعہ محمودیہ مدنیہ میں درسِ نظامی کی تدریس اور جامعہ کی نظامت کی ذمہ داریاں نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیں، درس نظامی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اس علاقہ کے شہری بچوں کو دینی تعلیم کی طرف راغب کرنے پر توجہ دی۔ جس سے سکول و کالج کے سٹوڈنٹس میں قرآن مجید حفظ کرنے کا جذبہ بیدار ہوا۔ کراچی میں اس کے ساتھ ساتھ جامع مسجد صدیق اکبرؓ میں خطابت کا آغاز کیا، تو نوجوانوں کے ایک حلقہ کا دائرہ دن بدن وسیع ہوتا چلا گیا۔

جمعیت نوجوانانِ اہل سنت کا قیام

شروع شروع میں جو نوجوان آپ کے ہم آواز ہو کر حقوقِ اہلسنت کے لئے کام کرنے پر آمادہ ہوئے انہیں ہمراہ لے کر جمعیت نوجوانانِ اہل سنت کے نام سے ۱۹۸۲ء میں کام شروع کیا۔ ان

کی اکثریت کا تعلق علاقہ مسلم ٹاؤن، بفرزون، لطیف نگر اور نیو کراچی سے تھا۔ چنانچہ انہی نوجوانوں کی محنت سے ۱۹۸۵ء کے الیکشن میں اس علاقہ سے آپ کے ماموں مجاہد تحریک نظام مصطفیٰ مولانا محمد زکریا صاحب (مرحوم) صوبائی الیکشن میں کامیاب ہوئے۔ جمعیت نوجوانانِ اہل سنت کے اغراض و مقاصد تقریباً تقریباً وہی تھے جو سپاہ صحابہؓ کے ہیں۔ آپ کے کام کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ ہر جمعہ کو بعد نماز جمعہ ایک تربیتی پروگرام ہوتا تھا جس میں عقائد شیعہ میں سے کسی ایک باطل عقیدہ کا مکمل جائزہ شیعہ کی مستند اور اہم کتب کی روشنی میں پیش کیا جاتا تھا اور باضابطہ چھوٹے چھوٹے فوٹو سٹیٹ اشتہارات کے ذریعہ مساجد میں یہ تشہیر کی جاتی کہ آئندہ جمعہ فلاں مسجد میں شیعہ کے عقائد و نظریات اور شیعہ کی ناپاک سازشوں کو طشت از بام کرنے کے لئے تربیتی نشست ہوگی۔

مولانا حق نواز شہیدؒ کی کراچی آمد

۱۹۸۳/۸۴ء میں جرنیل سپاہ صحابہؓ نے کراچی میں دورہ حدیث کی تکمیل کی اور پھر کراچی ہی میں جامعہ محمودیہ مدنیہ بفرزون میں تدریس اور جامع مسجد صدیق اکبرؓ ٹن چورنگی میں خطابت شروع کی۔

۱۹۸۵ء کے غیر جماعتی انتخابات میں نارتھ کراچی کے علاقہ سے مولانا اعظم طارق کے ماموں ممتاز عالم دین مولانا محمد زکریا (مرحوم) نے ایم پی اے کی سیٹ کا الیکشن جیتا تو ان دنوں کراچی میں لسبیلہ کے مقام پر مولانا حق نواز شہید کا جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں مولانا زکریا صاحب (مرحوم) نے صدارت کرنا تھی۔ چنانچہ آپ ان کے ہمراہ جب جلسہ گاہ پہنچے تو مولانا جھنگوی "شکوہ جواب شکوہ" کے عنوان سے ایک بے مثال لاجواب خطاب کر رہے تھے اور جلسہ میں شیعہ کا لٹریچر پیش کر کے بتایا کہ کراچی و لاہور کے کئی مصنفین نے حضرات صحابہ کرامؓ کے خلاف دریدہ دہنی کرتے ہوئے تبرابازی کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ چنانچہ آپ کی تقریر کے بعد میزبان کے گھر پر مولانا حق نواز شہید سے سلام دعا ہوئی اور کچھ دیر آپ کی مجلس میں بیٹھنے کا موقع ملا۔ جس میں مولانا جھنگویؒ نہایت ہی پُرسوز اور درد بھرے انداز میں مولانا اعظم طارق کے ماموں مولانا زکریا صاحب مرحوم کو کراچی سے شائع ہونے والی کتب دکھاتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ آپ اس کے خلاف اسمبلی میں آواز اٹھائیں۔ چونکہ مولانا محمد زکریا صاحب بھی تنظیم اہل سنت پاکستان کے مرکزی نائب صدر اور سنی اتحاد پاکستان کے سربراہ تھے انہوں نے بڑی توجہ اور کامل انہماک کے ساتھ مولانا کی باتیں سنیں اور تعاون کا یقین دلایا۔ اس ملاقات میں مولانا اعظم طارق کو یہ احساس اور شدت سے ہوا کہ پاکستان میں اردو زبان میں کثیر تعداد میں بغیر کسی روک ٹوک کے اصحاب رسولؐ و ازواج مطہراتؓ کی توہین و تنقیص پر لٹریچر شائع ہو رہا ہے۔

جب کہ آپ خود اس سے قبل جمعیت نوجوانانِ اہل سنت سے کام کر رہے تھے لیکن شیعہ کے قدیم عربی، فارسی لٹریچر و کتب سے اپنا موقف ثابت کیا کرتے تھے۔ مولانا زکریا صاحب کے ہمراہ مل کر انہوں نے اس وقت کے صوبائی وزیر مذہبی امور حافظ محمد تقی اور دیگر وزراء کے سامنے بھی کئی مرتبہ اس لٹریچر کو پیش کر کے اس پر پابندی کا مطالبہ کیا۔

جمعیت نوجوانانِ اہلسنّت کا سپاہِ صحابہ میں ادغام

امیر عزیمت علامہ حق نواز جھنگوی سے اس مختصر ملاقات کے بعد مولانا محمد اعظم طارق کو شیعیت کا لٹریچر خرید کر پڑھنے اور بنیادی کتب شیعہ جمع کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ چند ہی روز بعد آپ کے پاس شیعہ لٹریچر کا بہت مواد جمع ہو گیا۔ اور بڑی بڑی شیعہ کتب کا بالاستیعاب مطالعہ کر کے قابلِ اعتراض مقامات پر نشان لگائے۔ اگرچہ اس کے بعد ۶ ستمبر ۱۹۸۵ء کو جھنگ میں سپاہِ صحابہ قائم ہو چکی تھی۔ لیکن کراچی میں اس کی آواز اس وقت پہنچی جب ۱۰ فروری ۱۹۸۶ء کو جھنگ میں تاریخی دفاعِ صحابہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں پورے ملک سے جید علماء کرام، پاکستان کی تمام جماعتوں کے سربراہ جمعیت علمائے اسلام، اشاعت توحید و سنت، تنظیم اہل سنت کے ممتاز زعماء شریک ہوئے۔ اس کانفرنس میں جن جید علمائے کرام نے شرکت فرمائی ان میں حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہٗ، امیر مجلس تحفظ ختم نبوت۔ مولانا عبدالستار تونسوی، مولانا فضل الرحمٰن صاحب، مولانا صاحبزادہ قاضی احسان الحق صاحب، اشاعت التوحید والسنۃ راولپنڈی، مولانا عبدالستار توحیدی، مولانا قاری نورالحق قریشی صاحب، مولانا امیر حسین شاہ گیلانی اور سینکڑوں علماء کرام نے شرکت کی۔ دفاعِ صحابہ کانفرنس میں لاکھوں فرزندانِ توحید نے شرکت کی۔ کانفرنس اہلِ سنت کے کاز، مشن، پروگرام کے لئے روشنی کا مینار ثابت ہوئی۔ جس کے اثرات پورے پاکستان میں مرتب ہوئے اور مختلف مقامات پر سپاہِ صحابہؓ کے دفاتر کھلنے لگے اور سپاہِ صحابہ کو پورے پاکستان میں پذیرائی حاصل ہونے لگی۔ اس کانفرنس کے بعد مولانا حق نواز جھنگویؒ کی طرف سے صوبہ سندھ کے صدر نامزد ہو کر قاری جمشید اقبال کراچی پہنچے۔

قاری جمشید اقبال نے بتایا کہ مولانا حق نواز جھنگوی شہید ماہ اپریل میں تین روزہ دورہ پر کراچی تشریف لا رہے ہیں۔ اس وقت مولانا محمد اعظم طارق جمعیت نوجوانان اہل سنت کے پلیٹ فارم سے باضابطہ رد رافضیت کے عنوان پر کام کر رہے تھے۔ چنانچہ تمام ساتھیوں سے مشورہ کے بعد قاری جمشید اقبال صاحب کی معرفت اپنی مسجد جامع مسجد صدیق اکبرؓ میں فقہ حنفیہ کانفرنس کے نام سے جلسہ منعقد کیا۔ فقہ حنفیہ کانفرنس کے عنوان سے الگ اشتہار شائع کروا کر جلسہ کی تیاریاں شروع کر دی گئیں۔

یوں پہلی مرتبہ مولانا جھنگوی جماعت کے مرکزی جنرل سیکرٹری نسیم صدیقی، مولانا زاہد سعید بھٹہ، و دیگر احباب سمیت جماعتی دورہ پر کراچی تشریف لائے پہلے روز بعد از نمازِ عشاء لیاقت آباد (لالو کھیت) میں ان کا جلسہ ہوا۔ دوسرے روز مولانا محمد زکریا صاحب ایم پی اے (مرحوم) کی زیر صدارت مسجد صدیق اکبرؓ میں (جو اس وقت عارضی اور کچی بنیادوں پر استوار اور سیمنٹ کی چادروں کی چھت پر مشتمل تھی) فقہ حنفیہ کانفرنس کی کاروائی شروع ہوئی۔ مولانا حق نواز جھنگوی سے قبل ان کے نوجوان جماعتی عہدیداروں نے پُر جوش اور ولولہ انگیز تقاریر سے کانفرنس کو خوب گرمایا اور اس کے بعد مولانا محمد لقمان علی پوری کا خطاب شروع ہوا۔ اور کانفرنس کے آخر میں شہید قائد مولانا جھنگوی کا خصوصی خطاب ہونا تھا۔

جب مولانا محمد لقمان علی پوری خطاب فرما رہے تھے۔ مولانا جھنگوی شہیدؒ، مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ کے گھر جو کہ مسجد کے متصل تھا تشریف لے آئے اور خورد و نوش سے فارغ ہو کر آپ کی مطالعہ کی الماری کی طرف اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک ایک کر کے کتب کا صفحہ صفحہ پڑھنا شروع کیا، ادھر جب آپ مسجد سے انہیں لینے کے لئے گھر پر آئے تو مولانا کو مطالعہ میں مصروف پایا۔ مولانا نے آپ کو دیکھتے ہی پہلا سوال یہ کیا...... آپ نے یہ تمام کتب پڑھ کر نشانات لگائے ہیں یا کسی کی کتب سے دیکھ کر خاص خاص حوالہ جات انڈر لائن کیے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ بحمد اللہ میں نے تمام کتب پڑھ کر قابلِ اعتراض مقامات پر نشان لگائے ہیں۔ مولانا جھنگویؒ نے فرمایا کہ مجھے آپ سے بہت اُمیدیں وابستہ ہیں، اگر آپ سپاہِ صحابہ میں شامل ہو کر کام کریں تو یقیناً اللہ تعالیٰ آپ سے بڑا کام لے گا۔ اس کے بعد آپ مسجد میں چلے آئے۔ تو مولانا کو دعوتِ خطاب دینے کے لئے جب آپ اسٹیج پر آئے تو آپ نے جمعیت نوجوانان اہلسنّت کو ختم کر کے سپاہِ صحابہ میں مدغم کرنے کا اعلان کیا۔

اس کانفرنس کے دوسرے ہی روز مولانا کو اپنا تیسرا پروگرام ملتوی کر کے بذریعہ ہوائی جہاز فوری جھنگ جانا پڑا جہاں کسی اہم سرکاری میٹنگ میں ان کی شمولیت ضروری تھی۔ تاہم دوسرے روز مولانا جھنگوی شہیدؒ نے باضابطہ گلشنِ اقبال میں مسجد معاذ بن جبلؓ کے متصل قاری جمشید اقبال صاحب کی نگرانی میں صوبائی دفتر کا افتتاح کر کے سابقہ جمعیت نوجوانانِ اہلسنّت کے تمام ساتھیوں کو سپاہِ صحابہؓ کے مشن کو آگے بڑھانے کے لیے نہایت دل سوزی اور دردمندی کے ساتھ آمادہ کرتے ہوئے مختصر خطاب بھی کیا۔

مولانا حق نواز شہیدؒ کے دورۂ کراچی کے بعد تقریباً ایک سال تک باضابطہ نہ تو تنظیم کا کام شروع کیا جا سکا اور نہ ہی ان سے کوئی خاص رابطہ ہوا۔ تاہم ۱۸ر جون ۱۹۸۷ء کو شجاع آباد (پنجاب)

میں منعقد ہونے والے ایک جلسہ کا اشتہار آپ کے پاس کراچی پہنچا۔ جس میں آپ کو بھی مدعو کیا گیا تھا اور مولانا جھنگوی شہیدؒ کا بھی نام تھا۔ چنانچہ مولانا سے ملاقات کے شوق میں اور جماعتی کام کے لئے ہدایت لینے، ضروری امور پر مشورہ کے لیے آپ نے پنجاب کا سفر کیا۔ ملتان پہنچ کر معلوم ہوا کہ مولانا کو چند روز قبل گرفتار کرلیا گیا ہے۔ چنانچہ اس رات کو شجاع آباد میں جلسہ سے خصوصی خطاب آپ کا ہوا۔

دوسرے روز ۱۹ر جون ۱۹۸۷ء کو ''سانحہ لیہ'' پیش آیا۔ اور آپ نے واپس کراچی پہنچ کر اس پر زبردست احتجاجی مظاہرہ کیا۔ اور مولانا جھنگوی شہید کی رہائی کے ساتھ ساتھ سانحہ لیہ کے ملزمان سرکاری اہلکاران کے خلاف کاروائی کے مطالبے کیے گئے۔

مولانا اعظم طارق کا اغوا اور انسانیت سوز مظالم

۱۷ راگست ۱۹۸۷ء میں سپاہِ صحابہ کراچی کے زیر اہتمام بیت اللہ شریف میں ایرانی گماشتوں کی تخریب کاری اور بے حرمتی کے خلاف ایک زبردست احتجاجی مظاہرہ کا پروگرام ترتیب دیا گیا۔ جس کے پوسٹر پر ہاتھیوں کی تصاویر بنا کر اگلے ہاتھی پر خمینی کو سوار کر کے بیت اللہ کی طرف حملہ کے ارادہ سے جاتے ہوئے دکھایا گیا تھا اور بڑی سرخی میں لکھا ہوا تھا:

''خبردار! مسلمانو ابرہہ کا جانشین ایران کا خمینی بیت اللہ کے تقدس کو پامال کرنا چاہتا ہے۔''

کراچی میں سپاہِ صحابہؓ کا ابتدائی دور تھا اور پوسٹر چسپاں کرنے کے لئے ۱۷ راگست کو رات کئی موٹر سائیکل سوار پارٹیاں اپنے اپنے علاقوں میں روانہ ہوئیں۔ مولانا محمد اعظم طارق اور ان کے ہمراہ قاری خالد محمود (مرحوم) موٹر سائیکل پر لسبیلہ سے صدر تک کے علاقے میں پوسٹر لگانے کے لئے روانہ ہوئے۔ واپسی پر رات دو بجے رضویہ سوسائٹی کے سامنے تین موٹر سائیکلوں پر سوار حملہ آور شیعہ نوجوانوں نے انہیں پکڑ لیا اور اٹھا کر رضویہ سوسائٹی دفتر ''اہل بیت'' میں لے گئے، خوب تشدد کا نشانہ بنایا مگر کسی شخص کے فون پر اطلاع کئے جانے کے بدولت پولیس نے چھاپہ مار کر دونوں ساتھیوں کو زخمی حالت میں وہاں سے برآمد کرلیا۔ تیسرے روز ۲۰ راگست کو زبردست احتجاجی مظاہرہ ہوا۔ جس پر پولیس نے لاٹھی چارج کیا اور ملکی اخبارات میں پولیس تشدد کی تصاویر شائع ہوئیں۔ مولانا جھنگوی شہیدؒ نے سنٹرل جیل ملتان میں یہ اخبارات پڑھے اور کراچی کی تنظیم کی سرگرمیوں پر مسرت کا اظہار فرمایا۔

امیرِ عزیمت شہیدؒ کا تیسرا دورۂ کراچی اور فقید المثال استقبال

مولانا جھنگویؒ کو ۹ ماہ تک ملتان، میانوالی اور دیگر جیلوں میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنے

کے بعد رہائی نصیب ہوئی۔ جامعہ مدنیہ لاہور میں پہلا خطبہ جمعہ دیا۔ لاہور میں مولانا محمد اعظم طارق صاحب نے رہائی پر مبارکباد دی اور کراچی کے دورہ کی دعوت دی۔ چنانچہ کراچی میں مولانا کے استقبال کی تیاریاں شروع ہو گئیں اور جماعتی پروگرام ترتیب دیے گئے۔ ایک پروگرام حیدرآباد میں بھی رکھا گیا۔

پروگرام کے مطابق کراچی ایئرپورٹ پر مولانا جھنگوی شہیدؒ کا فقید المثال استقبال کیا گیا۔ اور ایئرپورٹ پر ہی استقبالیہ جلسہ ترتیب دے کر مولانا کو خطاب کی دعوت دی۔ اس موقع پر قریباً پونے دو سال کے بعد جب مولانا محمد اعظم طارق کی مولانا جھنگویؒ سے ملاقات ہوئی اور آپ نے اپنا تعارف کروایا تو مولانا بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اخبارات کے ذریعہ جیل میں آپ کی سرگرمیاں پڑھیں مگر مجھے یاد نہیں آ رہا تھا کہ مولانا اعظم طارق کون ہے؟ کیونکہ سابقہ ملاقات ابتدائی اور نہایت مختصر اور سرسری تھی۔

ایئرپورٹ پر ہونے والے جلسہ کو مولانا جھنگوی شہیدؒ آخری دنوں تک بہت یاد کرتے رہے۔ فرمایا کرتے تھے جب انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر سپاہ صحابہؓ کے پرچم لہرا رہے تھے اور میں تقریر کر رہا تھا تو مجھے جماعت کی اس درجہ مقبولیت اور کامیابی پر نہایت مسرت ہو رہی تھی۔

کراچی کے جلسوں سے فارغ ہو کر بذریعہ ہوائی جہاز حیدرآباد تشریف لے گئے۔ مولانا کے ساتھ مولانا اعظم طارق بھی تھے۔ مولانا جھنگویؒ کے ساتھ جہاز میں مولانا اعظم طارق کا پہلا فضائی سفر تھا دوسرا فضائی سفر مولانا کے جنازہ کے لیے کراچی سے ملتان تک ہوا۔ حیدرآباد کا جلسہ بھی کامیاب رہا اور کراچی میں تو مولانا جھنگویؒ کے جلسوں نے ایک فضا قائم کر دی کہ جماعت کا نام اور مولانا کے اخباری بیانات پوری دنیا میں پڑھے جانے لگے۔

بعد کے اڑھائی سالوں میں مولانا جھنگویؒ نے کراچی کا کم از کم چھ مرتبہ دورہ کیا۔ کراچی کے ساتھیوں نے بارہا اصرار کیا کہ آپ کراچی میں مستقل سکونت اختیار کر لیں۔ تاکہ دنیا بھر میں مشن کے پرچار کا آسانی سے مرحلہ طے ہو سکے۔ لیکن مولانا نے ہر مرتبہ جھنگ کے عوام کی محبت اور وہاں کے جاگیردارانہ نظام میں جکڑے ہوئے مظلوموں کی نجات اور مرکز سپاہ صحابہ کے استحکام کے لیے جھنگ میں رہ کر ہی کام کرنے کو ترجیح دی۔ کراچی میں آپ کی آواز حق اتنی مؤثر ثابت ہو چکی تھی کہ کئی دوسری تنظیموں اور دیگر اہلسنت مکاتب فکر حتیٰ کہ مکتب اہلحدیث کے نامور اداروں نے مولانا جھنگویؒ کے اعزاز میں استقبالیہ پروگرام ترتیب دیے۔

صوبائی جنرل سیکرٹری کے لئے نامزدگی

۱۹۸۸ء تک آپ کراچی ڈویژن کے جنرل سیکرٹری کے طور پر سرگرمی کے ساتھ جماعت کا

کام کرتے رہے اور کراچی کے چاروں اضلاع میں ایک سو کے لگ بھگ یونٹوں کا قیام عمل میں لانے میں کامیاب ہوگئے۔ اسی اثناء میں امیر عزیمتؒ نے کراچی وحیدرآباد اور اندرون سندھ کے کامیاب دورے کیے تو مولانا اعظم طارق آپ کے ہمراہ تھے۔ چنانچہ امیر عزیمتؒ نے آپ کو صوبہ سندھ کے لئے جنرل سیکرٹری نامزد کردیا تاکہ اندرون سندھ میں کام کو آگے بڑھایا جائے۔ صوبائی جنرل سیکرٹری نامزد ہونے کے بعد آپ نے نواب شاہ، بھکر، میرپور، کوٹری، حیدرآباد، کھپرو وغیرہ شہروں کا دورہ کر کے ضلعی سطح پر جماعت کی باڈیوں کی داغ بیل ڈالی۔

مولانا ایثار القاسمی کی شہادت اور آپ کی جھنگ منتقلی

سپاہ صحابہؓ کے ساتھ 1986ء سے وابستہ ہوکر کراچی کی سطح پر پھر سندھ کی حدود تک کام کرنے کی ذمہ داری امیر عزیمت کی زندگی کے آخری لمحات تک نبھانے کا سلسلہ جاری رہا۔ مولانا حق نواز جھنگویؒ آپ کی شہادت کے بعد گو کہ مولانا اعظم طارق کو مرکزی ڈپٹی سیکرٹری منتخب کرلیا گیا تھا لیکن ان کی تنظیمی سرگرمیوں کا محور کراچی اور سندھ رہا۔

10 جنوری 1991ء کو جرنیل سپاہ صحابہ مولانا ایثار القاسمی ایم۔این۔اے کی شہادت کے بعد جو خلاء پیدا ہوگیا تھا اسے پر کرنے کے لئے 20 جنوری 1991ء کو جامعہ فرقانیہ کوھاٹی بازار راولپنڈی میں مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوا۔ جس میں مولانا اعظم طارق یا مولانا علی شیر حیدری صاحب کے لئے حضرت قاسمی شہیدؒ کی جانشینی کا منصب سنبھالنے پر رائے شماری ہوئی اور حیرت انگیز بات یہ تھی کہ ان دونوں حضرات میں سے کوئی بھی اپنے آپ کو منصب کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہ سمجھتا تھا لیکن ان کے انکار ہی کو ان کی لیاقت کی دلیل بنالیا گیا۔ دونوں حضرات میں سے ہر ایک نے اپنا ووٹ دوسرے کے حق میں استعمال کیا تاکہ اس منصب پر میری بجائے وہ آجائے۔ قرعہ انتخاب چونکہ مولانا اعظم طارق کے حق میں نکل آیا تو انہوں نے یہ شرط عائد کردی کہ مجھے کراچی چھوڑنے پر مجبور نہ کیا جائے۔

جھنگ والوں کا خلوص اور والد کے تاثرات

جب تک جھنگ نہیں آئے تھے تو یہ سب باتیں تھیں۔ لیکن جب جھنگ والوں نے انہیں پیار، خلوص، محبت اور چاہت سے اپنالیا تو پھر وہ کیسے انہیں چھوڑ کر کسی اور طرف جاسکتے تھے۔ پھر تو کہنے لگے کہ زندگی مشن جھنگوی کی امانت ہے اور جسم سرزمین جھنگ کی امانت ہے۔

والد نے کہا "جب تک کوئی مجاہد میدان جنگ میں نہیں اترتا اس وقت تک اس کے پاس سوچنے سمجھنے اور کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنے کا جواز ہوتا ہے۔ لیکن جب وہ میدان کارزار میں اتر آئے تو پھر اسے فرار کی راہ اختیار نہیں کرنی چاہیے۔ لہٰذا اب تم ڈٹ جاؤ اور کسی بات کی فکر نہ کرو۔ زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ جس ذات برحق نے پہلے تمہارے اغواء کرنے والوں کے نرغہ سے جان بچائی اور گولیاں مارنے والوں کے عزائم کو ناکام بنایا وہ ذات اب بھی تمہاری حفاظت کرے گی۔"

نائب سرپرست اعلیٰ منتخب ہو کر انہوں نے ابھی جھنگ میں قدم بھی نہیں جمایا تھا کہ 25 جنوری کو جھنگ سٹی میں مختار شاہ نامی شیعہ کے قتل کا واقعہ پیش آ گیا۔ مدعی فریق نے اس کی ایف آئی آر میں مولانا کا نام بھی لکھوا دیا کہ یہ قتل ان کے ایماء پر ہوا ہے۔ اس مقدمہ سے ان کی ضمانت ساڑھے آٹھ سال بعد ہوئی۔

امیر عزیمت ؒ کا پہلا یوم شہادت

22 فروری 1991ء بانی سپاہ صحابہؓ امیر عزیمت مولانا جھنگوی کا پہلا یوم شہادت تھا۔ 10 جنوری 1991ء کو ممبر قومی اسمبلی و نائب سرپرست اعلیٰ سپاہ صحابہؓ مولانا ایثار القاسمی کی شہادت کے اندوہناک سانحہ کے بعد 20 جنوری کو راولپنڈی میں منعقدہ مجلس شوریٰ کے اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ کانفرنس کا انعقاد اب 2 جون کو کیا جائے گا۔ تاہم 22 فروری کو لاہور میں حق نواز شہیدؒ سیمینار کا اہتمام کیا جائے۔

چنانچہ 22 فروری کو فلیٹیز ہوٹل لاہور میں ایک سادہ مگر پروقار سیمینار کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں ممتاز مذہبی سکالروں، علماء کرام، صحافی حضرات، سیاستدانوں اور مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کے اہم راہنماؤں نے بھرپور شرکت کی۔

عمرہ کے لئے پہلا سفر

کراچی ڈویژن کے عہدیدار راشد بھائی کے ہمراہ عمرہ کے پہلے سفر پر جانے کا پروگرام بنا تو اس پہلے سفر میں مولانا کی کیفیات ہی کچھ اور تھیں۔

مولانا کہتے ہیں کہ بارگاہ رسالت میں جذبات کی زبان سے عقیدت و محبت کا اظہار کرنے کے بعد آپ کے سفر و حضر دنیا و قبر کے ساتھی حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی بارگاہ میں پہنچا تو قلب و دماغ میں ایک عجیب انقلاب برپا ہو گیا۔ کبھی خیال پیدا ہوتا کہ امیر عزیمت سے لے کر آج

تک کے شہیدوں کے خون کا نذرانہ پیش کر کے اپنی عقیدت کا اظہار کروں۔ کبھی یہ خوف سوار ہو جاتا کہ کہیں روضہ کے اندر سے آواز نہ آ جائے "باہر کتے ہماری مقدس قباؤں کو نوچنے اور ہمارے مقام کی طرف منہ کر کے بھونکنے میں مصروف ہیں اور تم یہاں کیا کرنے آئے ہو؟"

پہلی عظیم الشان انٹرنیشنل حق نواز شہیدؒ کانفرنس

2 جون کو اسلام آباد میں ایک عظیم الشان انٹرنیشنل کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس کی دو نشستیں ہوئیں جن میں قائد جمعیت مولانا سمیع الحق، سینٹر حافظ حسین احمد، ممبر قومی اسمبلی مولانا علی اکبر، ممبر قومی اسمبلی عطاء محمد قریشی، سیّد امیر حسین گیلانی، مولانا علی شیر حیدری، مولانا محمد حنیف جالندھری، مولانا بشیر احمد گولڑوی نے پہلی نشست میں شرکت کی اس نشست کا آخری خطاب کرنے کی سعادت مولانا اعظم طارق نے حاصل کی۔

جھنگ میں مرکزی مجلس عاملہ کا اجلاس

انٹرنیشنل حق نواز شہیدؒ کانفرنس کی زبردست کامیابی کے بعد 22 جون 1991ء کو مسجد حق نواز شہیدؒ کی چھت پر سپاہ صحابہؓ کی مرکزی مجلس عاملہ اور جھنگ کے ممتاز علماء کرام، خطباء عظام اور تاجران شہر و معززین کا ایک نمائندہ اجلاس ہوا۔ جس میں ملکی صورت حال کا جائزہ لیا گیا اور جھنگ کے موجودہ مخصوص حالات پر گفت وشنید ہوئی۔

6 رمئی کو جھنگ کے ایڈیشنل جج میاں عبداللطیف کی طرف سے مولانا حق نواز شہیدؒ کے چار نامزد قاتلوں میں سے طاہر حسین اور محمد نواز کو سزائے موت اور فیض اللہ عرف کا کابلی و کاظم حسین کو عمر قید کی سزا سنائے جانے پر اطمینان کا اظہار کر لیا گیا۔ تاہم اس بات پر سخت تشویش کا اظہار کیا گیا کہ حکومت نے اصل سازشی عناصر اور ایف۔ آئی۔ آر میں نامزد شیعہ لیڈروں اور جھنگ کے جاگیرداروں کو نہ صرف شامل تفتیش تک نہیں کیا گیا بلکہ ان کے خلاف کسی قسم کی بھی کاروائی نہیں کی گئی۔ ان تمام امور کے بعد اجلاس کے اہم ایجنڈے پر بحث و تمحیص شروع ہو گئی ایجنڈا یہ تھا کہ مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ کی شہادت سے خالی ہونے والی قومی اسمبلی و صوبائی اسمبلی کی سیٹوں پر ہمارے امیدوار کون ہوں گے۔ قومی اسمبلی کی سیٹ پر نامزدگی کے لئے ہر طرف سے مولانا اعظم طارق کا نام آ رہا تھا۔ احباب کے سخت اصرار اور جھنگ کے مخصوص حالات کے تقاضہ کے پیش نظر انہیں ان کا مطالبہ ماننے پر راضی ہونا پڑا اور کراچی چھوڑ کر جھنگ چلے آئے۔

مولانا خود ذاتی طور پر 1988ء میں افغانستان کے جہاد میں شریک ہوئے۔ 1990ء کے آخری مہینوں میں خوست کے محاذ جنگ پر وقت گزارنے کا موقع بھی مل چکا تھا۔ اس لئے قلبی طور پر افغانستان کے جہاد سے ایک تعلق اور رشتہ استوار تھا۔ 1991ء میں جب خوست فتح ہو گیا تو حرکۃ المجاہدین کے امیر مولانا فضل الرحمٰن خلیل اور کمانڈر عبدالجبار کی خصوصی دعوت پر افغانستان کے تین روزہ دورے کا پروگرام تشکیل دیا گیا۔ پہلے روز مولانا کا استقبال ''یاور'' کی مشہور فوجی چھاؤنی میں بڑے پرتپاک انداز سے ہوا۔ سینکڑوں مجاہدین نے فضا میں اللہ اکبر کے فلک شگاف نعرے بلند کرنے کے ساتھ ساتھ راکٹ لانچر داغ کر اور کلاشنکوف کے برسٹ نکال کر کیا۔ استقبال کے اس انداز سے ہی یہ بات عیاں ہو رہی تھی کہ میدان جہاد میں غازی کی اذان اور ہے اور مسجد میں ملا کی اذان اور ہے۔

بقول اقبال ؎

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن
ملا کی اذاں اور ہے مجاہد کی اذاں اور

11 جولائی کو جب یہ قافلہ بنوں پہنچا تو روزنامہ جنگ لاہور کے پہلے صفحہ پر سب سے اوپر یہ سرخی ان کا خیر مقدم کر رہی تھی ''حکومت پنجاب نے محرم سے قبل مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی اور مولانا اعظم طارق سمیت سپاہ صحابہؓ کے مرکزی راہنماؤں کو گرفتار کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے اور گرفتاریاں آئندہ چوبیس گھنٹوں میں شروع ہو سکتی ہیں۔'' قائدین سپاہ صحابہؓ کا فیصلہ یہی تھا کہ خواہ کچھ بھی ہو ہمیں واپس جھنگ پہنچنا چاہیے۔ کیونکہ 11 جولائی کو مولانا اعظم طارق نے چنیوٹ میں شہداء مدینہ کانفرنس میں اور حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ نے چک جھمرہ میں شان علی المرتضیٰؓ کانفرنس میں خطاب کرنا تھا۔ طے پایا کہ ڈیرہ اسماعیل خان سے آگے کا سفر حلیہ بدل کر بس کے ذریعہ کیا جائے تاکہ جھنگ پہنچنے میں رکاوٹ نہ ہو۔ مولانا فاروقی نے مولانا اعظم طارق سے فرمایا کہ میری آج طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ آپ چک جھمرہ کا جلسہ نمٹائیں اور وہاں تقریر کر کے چنیوٹ چلے جائیں۔

گرفتاری سے رہائی تک

مولانا چنیوٹ کی طرف روانہ ہوئے تو چنیوٹ سے قریباً دو کلومیٹر باہر پولیس نے راستہ کی ناکہ بندی کر رکھی تھی اور موقع پر مجسٹریٹ ٹوانہ صاحب موجود تھے۔ انہوں نے مولانا اعظم طارق کو روکا اور کہا کہ

آپ کے ضلع جھنگ میں داخلہ پر پابندی ہے۔

انہوں نے مولانا کو چاروں ساتھیوں سمیت اپنے نرغے میں لے کر مکوں، ڈنڈوں اور ٹھڈوں کی بوچھاڑ کر دی۔ پھر انہیں حوالات میں بند کر دیا۔ تیسرے روز جھنگ جیل میں شام کے وقت لا کر بند کر دیا گیا۔ ابھی جھنگ جیل میں جماعتی ساتھیوں کے ہمراہ ہنسی خوشی دو دن ہی گزرے تھے کہ ملازم نے آ کر کہا آپ کو ڈیوڑھی میں طلب کیا گیا ہے۔ اور باہر لا کر جیل کی گاڑی میں بند کر دیا اور گاڑی شہر سے نکل کر فیصل آباد کی طرف دوڑنا شروع ہو گئی۔ مولانا اعظم طارق کو فیصل آباد جیل کے نیوسیل میں لا کر خطرناک قیدیوں، ڈاکوؤں اور قاتلوں کے پاس بند کر دیا گیا۔ ایک ماہ یہاں گزار کر 12 اگست کو ضمانت پر رہا ہوئے۔

کراچی روانگی اور جھنگ میں اقبال حسین کی شہادت

ابھی تک چونکہ مولانا کے بیوی بچے کراچی ہی میں رہائش پذیر تھے۔ اس لئے اسی شام بذریعہ ہوائی جہاز کراچی روانہ ہو گئے۔ فیصل آباد سے رہا ہو کر 12 اگست 91ء کو کراچی پہنچے۔ ابھی ایک روز ہی گزرا تھا کہ اگلی شب آٹھ نو بجے انہیں فون پر اطلاع ملی کہ جھنگ کے ممتاز سماجی سیاسی اور تاجر راہنما میاں اقبال حسین صاحب جو کہ 10 جنوری کو ضمنی الیکشن میں سپاہ صحابہؓ وانجمن تاجران کے مشترکہ امیدوار تھے۔ جھنگ میں ٹوبہ روڈ پر افسر کالونی کے گیٹ پر شہید کر دیئے گئے ہیں۔ میاں صاحب کی شخصیت شرافت، غریب پروری، دینی مدارس کی سرپرستی اور سپاہ صحابہؓ کے اسیران کے لئے تعاون اور خیر کے کام میں ہمیشہ پیش قدمی کے لحاظ سے ایک انفرادی شان رکھتی تھی۔

دفاع صحابہؓ و پاکستان کانفرنس پر حملہ

لاہور میں ۶ ر ستمبر ۱۹۹۱ء کو دفاع صحابہؓ و پاکستان کانفرنس پر بموں سے حملہ کر دیا گیا جس سے سپاہِ صحابہؓ کے چار کارکن جامِ شہادت نوش کر گئے! رات کے بارہ بجے تھے کہ خوف و ہراس میں مبتلا جلسہ کے شرکاء ادھر ادھر بھاگنے میں مصروف، زخمیوں کی چیخ و پکار، شہیدوں کے جسم کے لوتھڑے اور وجود کے کپڑے ٹیوب لائیٹس کی کرچیاں اور جلی ہوئی قناتیں فضاء کو مزید سوگوار اور وحشت ناک بنائے ہوئے تھیں۔ مولانا اعظم طارق نے اسٹیج پر پہنچتے ہی میکروفون اپنے ہاتھ میں لیا اور منتشر مجمع سے مخاطب ہوئے:

''سپاہ صحابہؓ کے ساتھیو! کارکنو اور سپاہیو! آپ کا بھائی محمد اعظم طارق آپ سے مخاطب

ہے۔ آپ جہاں جہاں ہیں فوراً واپس لوٹ آئیں۔ ہم دوبارہ جلسے کا آغاز کرنے والے ہیں تا کہ دشمن کو معلوم ہو جائے کہ اصحابؓ رسولؐ کے سپاہی آج بھی میدان احد کا نقشہ پیش کر سکتے ہیں کوئی ساتھی خوفزدہ نہ ہو۔"

اس وقت نہ جانے مولانا کی اس آواز میں کیا تاثیر پیدا ہو گئی تھی کہ جس کے کان میں آواز پہنچی وہ فوراً بھاگتا ہوا جلسہ میں پہنچ گیا اور جلسہ دوبارہ شروع ہو گیا۔ شہیدوں کی نعشوں اور زخمیوں کو چند ذمہ دار احباب کے ذریعے ہسپتال میں پہنچا دیا گیا۔

اگلے دن لاہور میں دوپہر بارہ بجے کے قریب چار کارکنوں کے جنازے ایک ساتھ جب مال روڈ پر رکھے گئے تو ہر آنکھ اشکبار تھی۔ اسی دوران جھنگ سے اطلاع ملی کہ بھکر روڈ پر دشمنان صحابہؓ نے پانچ علماء کرام کو شہید کر دیا ہے، ان علماء کرام میں جھنگ کے بزرگ عالم دین فاضل دیوبند سید صادق حسین شاہ، مولانا رشید احمد مدنی، حاجی عزیز الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر دو علماء شامل تھے، چنانچہ لاہور میں شہداء کے جنازہ سے فارغ ہوتے ہی آپ جھنگ پہنچے اور شہید ہونے والے علماء کی نماز جنازہ پڑھائی۔

والد ماجد کا انتقال

ابھی آپ غم واندوہ کی اسی کیفیت میں تھے کہ ۹ ستمبر کی صبح کو ایک اور جانگداز سانحہ پیش آ گیا۔ صبح کے وقت مولانا اعظم طارق کو فون پر اطلاع ملی کہ ان کے والد صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون" والد صاحب کی وفات کا صدمہ بھی طبیعت پر گراں تھا۔ دوبارہ جھنگ آ کر احباب کی بلدیاتی الیکشن مہم میں شریک ہونے کو مشن اور کاز کے لئے چیلنج سمجھ کر سرانجام دینا شروع کیا۔

قومی وصوبائی اسمبلی کا الیکشن

6/فروری 1992ء کے دن قومی وصوبائی اسمبلی کے لئے کاغذات نامزدگی داخل کرانے کے لئے جھنگ کے معززین وعوام اور کارکنوں کی ایک بڑی تعداد مسجد حق نواز شہیدؒ میں جمع ہو چکی تھی دن گیارہ بجے مسجد سے جلوس روانہ ہوا اور پیدل ایڈیشنل جج کی عدالت میں پہنچا جو اس انتخابات کے ریٹرننگ آفیسر مقرر ہوئے تھے۔ حکومتی امیدوار شیخ محمد یوسف وحاجی انتظار حسین نے مسلم لیگ کا ٹکٹ ملنے کے بعد بڑی تیزی سے الیکشن کمپین کا آغاز کیا۔ لاہور سے آٹھ صوبائی وزراء نے جھنگ میں صوبائی وزیر اختر بھروانہ کی کوٹھی اور ریسٹ ہاؤسز میں ڈیرے ڈال کر الیکشن مہم کو اس طرح شروع کیا کہ

بیک وقت چار چار پانچ پانچ پجارو گاڑیاں لینڈ کروزر ہر روڈ پر نکل پڑتیں۔ انہی دنوں 20 فروری کو وزیر اعلیٰ پنجاب غلام حیدر وائیں صاحب بھی جھنگ میں انتخابی جلسہ سے خطاب کرنے آدھمکے۔ مگر جب وزیر اعلیٰ ھیلی کاپٹر سے اترے تو انتظامیہ کے افسران وصوبائی وزراء یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے کہ مائی ہیر کی پکی کالونی کے مکانوں پر سپاہ صحابہؓ کے پرچم ہی پرچم لہرا رہے تھے۔ وائیں صاحب نے یہ دیکھ کر کہا کہ تم کہتے تھے کہ جھنگ میں ہمارا بڑا زور ہے مگر سارے گھروں پر جھنڈے سپاہ صحابہؓ کے لہرا رہے ہیں۔

اس پر خوشامدی طبقہ کے افراد نے کہا! نہیں جناب یہ صرف پکی کالونی کے چند لوگ سپاہ صحابہؓ کے ساتھ ہیں پورا شہر تو ہمارے ساتھ ہو چکا ہے لیکن وزیر اعلیٰ کی یہ غلط فہمی اور وزراء کی خوش فہمی جلسہ میں خطاب کے دوران اس وقت دور ہوگئی جب جلسہ میں شریک افراد نے تیری آواز میری آواز حق نواز حق نواز، سنیوں کا وزیر اعظم طارق اعظم طارق اعظم کے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔

دھاندلی کا حکومتی منصوبہ

جب اس سازش کی بھنک قائدین کے کانوں میں پڑی بلکہ اس سازش میں شریک ایک شخص نے سودے میں پورا حصہ نہ ملنے پر قائدین سپاہ صحابہؓ کو آگاہ کر دیا تو مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی ؒ نے بلدیہ گراؤنڈ میں ہونے والے ایک بڑے جلسہ میں اعلان کر دیا کہ پانچ لاکھ لے کر دھاندلی کرنے والے سن لیں! ہم تمہاری اس سازش کے نتیجے میں اگر نقصان سے دو چار ہوئے تو پھر تمہارے جنازے پڑھنے والا کوئی نہ ہوگا اس تقریر کی گونج آناً فاناً سازشی افراد تک جا پہنچی۔ انہوں نے راتوں رات بیعانہ واپس کر کے قائدین کو پیغام بھجوایا کہ ہمیں معاف کر دیا جائے۔

الیکشن میں فتح

4 مارچ کی صبح ہی سے مولانا اعظم طارق کو پابند کر دیا گیا کہ آپ اب آرام کریں۔ قائد سپاہ صحابہ حضرت فاروقی نے خود جھنگ سٹی کے دفتر میں ڈیرے ڈال دیئے۔ جھنگ کے عوام صبح ہی سے ووٹ ڈالنے کے لئے پولنگ اسٹیشنوں کا رخ کرنے لگے۔ ووٹنگ شروع ہونے سے قبل ہی پولنگ بوتھوں پر بڑی بڑی لائینیں لگ چکی تھیں اور نہایت جوش وخروش کے ساتھ فوج کی نگرانی میں ووٹ کاسٹ کرنے کا عمل شروع ہوگیا۔

رات دس بجے تک اکثر علاقوں سے نتائج آچکے تھے جس کے مطابق قومی اسمبلی کی سیٹ سات ہزار سے زائد اور صوبائی اسمبلی کی سیٹ پندرہ ہزار سے زائد ووٹوں سے جرنیل محترم جیت چکے تھے۔

دورۂ متحدہ عرب امارات

کچھ عرصہ بعد مولانا متحدہ عرب امارات روانہ ہو گئے۔ 15 اپریل 1992ء کو دبئی ایئرپورٹ پر جب پہنچے تو کثیر تعداد میں علماء کرام زعماملت اور سپاہ صحابہؓ کے جیالے کارکنوں نے والہانہ استقبال کیا۔ 22 اپریل کو آخری پروگرام میں تربیتی نشست کے عنوان پر جامع مسجد الرفاعہ میں خطاب ہوا۔ 23 اپریل کو دن کے گیارہ بجے دبئی ایئرپورٹ پر الوداع کہنے کے لئے سپاہ صحابہ متحدہ عرب امارات کے عہدیدار حضرات اور کارکن اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود کثیر تعداد میں حاضر تھے۔

قومی اسمبلی میں حلف اور پہلا خطاب

3 مئی کو قومی اسمبلی کے اجلاس میں شریک ہو کر بطور رکن اسمبلی حلف اٹھانے کا مرحلہ آن پہنچا۔ سپیکر کے ساتھ ساتھ مولانا نے حلف کی عبارت دہرانا شروع کی سپیکر نے جب کہا "اور میں پاکستان کے آئین و قانون کا پابند رہوں گا" تو مولانا نے کہا اور میں پاکستان کے اس آئین و قانون کا پابند رہوں گا جو قرآن و سنت کے مطابق ہوگا۔ ان اضافی کلمات کے سنتے ہی اسمبلی میں ایک دم سناٹا چھا گیا۔ تاہم مولانا کے حلف کو صحیح تسلیم کر لیا گیا۔

مولانا کی تقریر اس قدر پر جوش اور مؤثر تھی کہ ایک ایک جملہ پر ارکان اسمبلی ڈیسک بجا رہے تھے اور حکومتی وزراء انگشت بدنداں تھے کہ اس شخص نے پہلے روز ہی اسمبلی میں تہلکہ برپا کر دیا ہے۔ مولانا نے اپنی تقریر میں کہا: "جناب سپیکر! میں جس سیٹ سے کامیاب ہو کر آیا ہوں ایوان جانتا ہے اور آپ بھی جانتے ہیں کہ یہ مولانا ایثار القاسمی شہید رحمہ اللہ کی شہادت سے سیٹ خالی ہوئی تھی۔ اور وہ 10 جنوری 1991ء کو شہید ہو گئے تھے۔ لیکن مجھے یہ بڑے دکھ کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ مولانا کی شہادت کے بعد سے سوا سال تک بلاوجہ اس سیٹ پر الیکشن نہیں کرائے گئے اور جان بوجھ کر عوام کو نمائندگی سے محروم رکھا گیا۔ مولانا ایثار القاسمی اس وقت ایم۔ این۔ اے بھی تھے۔ ایم۔ پی۔ اے بھی تھے جھنگ کی عوام سوا سال تک اپنے دونوں نمائندوں سے محروم رہی اور بجائے اس کے کہ اس کو نمائندگی دی جاتی۔ اس کے مقابلے میں لاشوں کے تحفے دیئے گئے۔ سربازار علماء کو شہید کیا گیا اور ایک سال کے عرصے میں ہمارے ۵۰ سے زائد کارکن شہید کیے گئے۔ میں سب سے پہلے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ آخر کیا وجہ تھی کہ سوا سال تک حکومت وہاں الیکشن نہیں کرا سکی، اور اگر حالات کو بہانہ بنایا جاتا ہے تو سوال یہ ہے کہ جو حکومت سوا سال تک ایک شہر کے حالات کنٹرول نہیں کر سکتی تو اسے کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ کہے کہ ہم اس ملک میں

حکومت کرتے ہیں۔"

قومی اسمبلی میں مشن سپاہ صحابہؓ کی پہلی آواز

12 رمئی کو قومی اسمبلی میں مولانا کی اس پہلی تقریر جس میں گستاخ صحابہؓ کی حقیقت اور حکومت کی اسلام کے وعدوں سے انحراف پر بات کی گئی۔ تقریر کا کچھ حصہ پیش خدمت ہے۔"جناب سپیکر! یہ آج مجھے صبح لیٹر ملا ہے، بھکر میں F.I.R کاٹی گئی ہے کہ اس مہینے کی 9 تاریخ کو بھکر ایک ماسٹر نے سکول کی تعلیم دیتے ہوئے پیغمبر اسلام پر توہین آمیز جملے کستے ہوئے کہا کہ "اللہ کے رسولؐ اپنی بیویوں کے پاس اس طرح جاتے تھے جس طرح کوئی مینڈھا بکریوں کے پاس جاتا ہے۔" (معاذ اللہ) اور اس کے ساتھ ساتھ اس نے سیّدہ عائشہ صدیقہؓ اور اصحابؓ رسولؐ پر توہین آمیز جملے کسے ہیں، جناب! یہ ایک F.I.R کی بات نہیں ہے۔ اس ملک اس وقت 350 کتابیں موجود ہیں جو لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو کر آج مارکیٹوں میں منظر عام پر آئی ہوئی ہیں اور ہم نے بار بار حکومت کو اس کی طرف متوجہ کیا۔ ہمیں کہا جاتا ہے کہ تم دہشت گرد ہو، تم تخریب کار ہو، اگر ولی خاں والے حضرات غفار خاں کے خلاف کوئی بات نہیں سنتے، انہیں کوئی دہشت گرد نہیں کہتا اور کوئی شخص اپنے کسی محسن کے خلاف کوئی بات نہیں سنتا۔ اسے کوئی دہشت گرد نہیں کہتا اور اگر ہم کہیں کہ پیغمبرؐ کے صحابہؓ کے ناموس کا تحفظ ہونا چاہیے۔ ان کے خلاف گالی گلوچ کا دروازہ بند ہونا چاہیے تو اسے دہشت گردی کہا جاتا ہے تو میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں سب سے بڑا دہشت گرد ہوں۔ جناب محترم! آج اس ملک میں پیغمبرؐ کے صحابہؓ کے لئے کوئی قانون نہیں ہے۔ جو کتا چاہے بھونکتا چلا جائے، بڑے بڑے غیر ملکی لیڈر اسلام کے نام پر (سپیکر:۔ یہ کتا غیر پارلیمانی لفظ ہے) اگر کوئی صحابہؓ کے خلاف بھونکتا ہے تو وہ کتے سے بھی بدتر ہے۔"

مولانا کی اس تقریر نے قومی اسمبلی میں تہلکہ مچا دیا۔

شمالی علاقہ جات میں بدامنی کے مسئلہ پر آپؒ کا اسمبلی میں خطاب

جولائی ۱۹۹۲ء میں گلگت میں شیعہ سنی فسادات میں فریقین کو سخت جانی و مالی نقصان سے دوچار ہونا پڑا، مورخہ ۴ راگست کو قومی اسمبلی کے ایوان میں ان فسادات پر بحث کی گئی۔ اس موقع پر آپؒ نے جو یادگار تقریر کی اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو:

"مجھے اس بات پر بڑی حیرت ہے کہ حکمران برائی کے درخت کی جڑیں نکالنے کی بجائے اس کی شاخوں کو تراشتے رہتے ہیں۔ جب تک اس برائی کے درخت کو ہم نہیں

اکھاڑ پھینکتے، شاخ آج ایک کاٹیں گے پھر دوسری نکل آئے گی۔ کل دوسری کاٹیں گے، تیسری نکل آئے گی۔ یہ مسئلہ شمالی علاقہ جات کا نہیں ہے۔ شیعہ سنی کا مسئلہ ایک بین الاقوامی مسئلہ ہے اور پاکستان کے اندر خاص طور پر یہ بڑی اہمیت کا حامل مسئلہ ہے۔ آج آپ شمالی علاقہ جات پر بحث کریں۔ کل آپ جھنگ کے حالات پر بحث کریں گے۔ پرسوں کبیر والا پر کریں گے، ترسوں لاہور پر کرلیں گے۔ یہ مسئلہ بڑا اہم ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اختلاف مذہب اور سیاست کا ہر ملک میں ہے۔ لیکن اختلافات باعث مذمت نہیں۔ فسادات باعث مذمت ہیں، کہ فساد کیوں ہوتا ہے؟ لڑائی کیوں ہوتی ہے؟ اب اختلافات مسلمانوں کے مابین بھی ہیں۔ مسلمانوں کے مقابلے میں عیسائی ہیں، ہندو ہیں، سکھ ہیں، یہ سب ہیں سب بستے ہیں، کوئی فساد نہیں ہے، دوستی ہے۔ ایک دوسرے کا تعاون کرتے ہیں۔ لیکن پاکستان یا دوسرے ملکوں میں شیعہ سنی اتحاد اور اتفاق سے کیوں نہیں بستے؟ تو اس میں اصل یہی بات ہے دیکھنے کی۔ جو یہاں سرکاری اجلاسوں میں بھی زیر بحث آئے کہ وہ کون سے عوامل ہیں؟ وہ کون سی وجوہات ہیں کہ جن کی وجہ سے یہ اختلافات فسادات کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔

جناب والا! وہ واقعی ایسی ہیں کہ جب تک ان کا راستہ بند نہ کر دیا جائے اور جب تک فساد کا باعث بننے والی چیزوں پر پابندی عائد نہ کر دی جائے اور ہم سرکاری وسائل بروئے کار لا کر جب تک قوتِ بازو سے اس چیز کو نہیں روکیں گے تو یہ فسادات کا دروازہ بند نہیں ہوگا۔ اب میں کہتا ہوں کہ جب سرعام لاؤڈ سپیکر پر ایک دن میں تین مرتبہ حضرت صدیق اکبر، سیدنا فاروق اعظم، سیدنا عثمان غنی (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ کوئی خلیفہ نہیں تھے۔ وہ کوئی خلافت راشدہ نہیں۔ ہم نہیں مانتے، بس خلیفہ پیغمبر اسلام ﷺ کے بعد ایک ہی تھے۔ وہ بھی بغیر فاصلے کے۔ جب تین صحابہ ؓ کی خلافت کو بلافصل کے لفظ سے کاٹ کر رکھ دیا جائے گا اور لاؤڈ سپیکر پر تین صحابہ کی خلافت کو جھٹلایا جائے گا، پھر مسلمان مر تو سکتا ہے لیکن اپنے پیغمبر ﷺ کے صحابہ کی خلافت کا انکار ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔ اگر پاکستان میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ میں صدر محترم کی صدارت نہیں مانتا، وزیر اعظم کو وزیر اعظم نہیں مانتا، میں عدلیہ کو عدلیہ نہیں مانتا اور ایسا کہنے والے کے خلاف قانون حرکت میں آتا ہے۔

لیکن جہاں روزانہ ہر شہر، ہر گاؤں، ہر دیہات میں علی الاعلان یہ کہا جاتا ہے "اَشْهَدُ اَنَّ عَلِیًّا وَلِیُّ اللّٰهِ وَصِیُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَخَلِیْفَتُهٗ بِلَا فَصْل" کیا مطلب کہ تاریخ اسلام کا کھلم کھلا انکار ہے۔ حضور ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد بغیر فاصلے کے خلیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ اتنا کہنا، یہ اتنا بڑا جھوٹ ہے، اور اتنا بڑا دجل ہے۔

(سپیکر) مولانا صاحب! اصل موضوع پر بات کریں متنازعہ باتیں نہ کریں۔

(مولانا) یہ متنازعہ باتیں ہیں؟ نعوذ باللہ! تین صحابہ رضی اللہ عنہم کی خلافت اگر متنازعہ ہے......

(سپیکر) دوسرے مسلک کے لوگ بھی بیٹھے ہیں، تو بات بڑھ جائے گی۔

(مولانا) میں بات بڑھانا نہیں چاہتا۔

(سپیکر) شمالی علاقہ جات کی طرف رہیں۔

(مولانا) آپ درخت کی شاخوں کی طرف آ رہے ہیں۔ آپ ایک دن بحث کا نکالیں۔ اور میں یہاں تک کہتا ہوں، ساجد نقوی اور دوسرے جو اس اسمبلی کے ممبر نہیں ہیں، ان کو بھی اجازت دیں کہ وہ بھی کھلے عام اپنا موقف اسمبلی کے سامنے رکھیں کہ آپ کو اہل سنت کی طرف سے کیا تکلیف ہے؟ وہ جو تکلیف کہیں گے، جو ان کے جذبات مجروح کرنے والی چیز ہوگی، ہم اس سے رک جائیں گے۔ ہم کہیں گے کہ ہمارے جذبات فلاں چیز سے مجروح ہوتے ہیں تو وہ اس سے اجتناب کرنے کا عہد کریں۔

(سپیکر) مولانا صاحب بات ختم کریں۔

(مولانا) شمالی علاقہ جات کے بارے میں یہ عرض کروں گا کہ وہاں ہمارے محترم وفاقی وزیر مذہبی امور حضرت مولانا عبدالستار نیازی صاحب مدظلہ العالی کی قیادت میں ایک وفد آپ روانہ کریں۔ وہ وفد جائے، وہاں جا کر ان کے کچھ معاشی مسائل ہیں، مذہبی مسائل بھی ہیں۔ ان کو وہ جمہوری حقوق حاصل نہیں ہیں جو پاکستان میں مجھے اور آپ کو حاصل ہیں۔ اور ان کے ساتھ بھی بہت سی پرابلمز (Problems) ہیں۔ جب تک وہ تمام کی تمام نہیں سنی جاتیں اس وقت تک ان کے مسائل حل کرنے میں کوئی پیش رفت نہیں ہو سکتی اور پھر خاص طور پر اس علاقے میں ایک بات تو طے کر لی جائے کہ غیر ملکی مشنریاں سرگرم عمل ہیں، جو کروڑوں روپیہ خرچ کر رہی ہیں اور

جہاں مسلمان بچے جائیں تو ان کو مفت تعلیم ملتی ہے اور سہولتیں ملتی ہیں وہ جائیں گے اپنا عقیدہ اور نظریہ بیچ کر چلے آئیں گے۔اس کے لئے تو یہ طے کر لینا چاہئے کہ جو غیر ملکی مشنریاں سرگرم عمل ہیں ان پر فوری طور پر پابندی لگائی جائے۔ ہمارے بچے غریب سکول میں پڑھ لیں، ہمارے بچے چٹائی پر بیٹھ کر پڑھ لیں۔لیکن ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ وہ ایئر کنڈیشنڈ سکولوں میں جائیں اور دولتِ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔ پھر کل وہی غیر ملکی مشنریاں اس کو دوسرا اسرائیل بنا دیں اور پھر وہ پاکستان کی سالمیت کے لئے ایک بہت بڑا مسئلہ بن جائے۔شکریہ جناب سپیکر

پہلا سفر حج

الیکشن میں شاندار کامیابی، انٹرنیشنل حق نواز شہیدؒ کانفرنس کے بخیر وخوبی انعقاد اور جھنگ کی صوبائی اسمبلی کی سیٹ پر حاجی عابد حسین کے بلا مقابلہ منتخب ہونے کے بعد قائد سپاہ صحابہؓ علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ چیئرمین سپریم کونسل مولانا محمد ضیاء القاسمی کے ہمراہ مولانا اعظم طارق نے پروگرام بنایا کہ بارگاہ ایزدی میں سجدہ شکر بجالانے کے لئے ہمیں حج کے مبارک سفر کی تیاری کرنی چاہئے۔اس وفد میں مولانا محمد حنیف جالندھری، مفتی عبدالقوی ملتانی بھی شامل ہو گئے۔سعودیہ پہلے تو مولانا سمیع الحق صاحب اور ان کے ہمراہ مولانا عبدالقادر آزاد خطیب بادشاہی مسجد لاہور اور ان کے دیگر علماء ساتھی بھی وزارت حج کے مہمان بن کر ہمارے ساتھ ہی قیام پذیر تھے۔اس سفر میں مولانا ابوالحسن علی ندوی، مولانا اسعد مدنی اور ہندوستان کے کئی اکابر علماء کرام کی زیارت کا موقع ملا۔اکثر حضرات سپاہ صحابہؓ کی جدوجہد سے واقف تھے اور قائدین کی تقاریر کیسٹوں کے ذریعہ سن چکے تھے۔مولانا اعظم طارق کو دیکھ کر حیران ہو کر کہتے کہ آپ کی کیسٹیں سن کر ہم سمجھتے تھے کہ بہت بلند قامت اور عمر رسیدہ قسم کے لوگ ہوں گے۔لیکن آپ تو بالکل جوان ہیں۔

گولیوں کی بارش میں پیغمبر انقلاب کانفرنس سے خطاب

سپاہ صحابہؓ فیصل آباد کی طرف سے 17 ستمبر کو دھوبی گھاٹ کے وسیع پارک میں پیغمبر انقلاب کانفرنس منعقد کرنے کا پروگرام ترتیب دیا گیا۔ پورے شہر بلکہ ڈویژن بھر میں اس کی خوب تیاریاں کی گئیں کیونکہ دھوبی گھاٹ میں کانفرنس کا انعقاد اس لحاظ سے چیلنج تھا کہ ایک تو شیعہ کا مرکزی امام باڑہ اس پارک کے بالمقابل ہے۔ دوسرے اتنے بڑے تاریخی پارک میں کانفرنس کو کامیاب

بنانے کے لئے کم از کم پچاس ہزار افراد کی ضرورت تھی ورنہ کانفرنس ناکام قرار پاتی۔ بعد نماز عشاء کانفرنس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ رات کو جب مولانا اعظم طارق اسٹیج پر پہنچے تو پارک کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اسٹیج پر زبردست سیکورٹی کے انتظامات تھے۔ قریبی شیعہ کے مرکزی امام باڑہ میں مسلح افراد نے مورچہ لگا لیا اور لاؤڈ سپیکر کھول کر بار بار اعلان کیا کہ آج اگر اس کانفرنس میں ہمارے خلاف کوئی تقریر ہوئی تو ہم گولی چلانے سے دریغ نہیں کریں گے دوسری طرف پولیس اور انتظامیہ کا رویہ جانبدارانہ ہو چکا تھا وہ نہ تو ان کا لاؤڈ سپیکر بند کرا رہی تھی اور نہ ہی وہاں سے مسلح افراد کو ہٹا رہی تھی۔

مولانا اعظم طارق نے کہا کہ آپ لوگ اپنے انتظامات بھی رکھیں پھر جو بھی ہوا دیکھ لیں گے۔ اس دوران اسٹیج سیکرٹری نے مولانا اعظم طارق کی تقریر کا اعلان کر دیا اور لوگوں نے کھڑے ہو کر پر جوش نعروں سے استقبال کیا۔

مولانا اعظم طارق نے تقریر شروع کی انقلاب مصطفویؐ کا تعارف کرایا اور بتایا کہ اسلامی انقلاب فتح مکہ کی طرح پر امن ہوتا ہے۔ ایرانی انقلاب خونی اس لئے بنا کہ اس کا انقلابی راہنما ایک متعصب شخص تھا۔ جس نے عوام اہل سنت کے ساتھ تو زیادتیاں اپنا مذہبی فریضہ جان کر کرنا ہی تھیں۔ خود صحابہ کرام کو بھی معاف نہیں کیا۔" چنانچہ جرنیل محترم نے خمینی کی طرف سے حضرت عمر فاروقؓ کو "معاذ اللہ" کافر و زندیق قرار دینے کا حوالہ پیش کیا۔ اس حوالہ کا پیش کرنا تھا کہ عوام نے خمینی پر لعنت شروع کر دی۔ عوامی نعروں کی آواز بلند ہوتے ہی شیعہ کے امام باڑہ سے اچانک گولیوں کی آواز نے فضا کا سینہ چھلنی کر دیا اور کلاشنکوفوں کے برسٹ چلنا شروع ہو گئے۔ فائرنگ اس قدر شدید تھی کہ پوری کانفرنس میں ہلچل برپا ہو گئی اور لوگ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ مولانا اعظم طارق نے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے کہا: "آج آپ لوگوں نے یہ ثابت کرنا ہے کہ آپ اصحابؓ رسولؐ کے پیروکار اور سپاہی ہیں۔ آپ بیٹھ جائیں۔ ہم آج دشمن کو بتا دیں گے کہ برستی گولیوں میں بھی حق کہنے اور سننے والے موجود ہیں۔" یہ کہنا تھا کہ تمام مجمع اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ مولانا نے تقریر کا سلسلہ پھر شروع کر دیا۔ یہ منظر دیکھ کر شیعہ غنڈوں نے سیدھی فائرنگ شروع کر دی۔ جس سے اسٹیج کی پشت پر کھڑے ہوئے درختوں کے پتوں اور شاخوں سے گولیاں گزرنے لگیں۔ جرنیل محترم کے گن مینوں نے مولانا کے گرد حلقہ بنا لیا۔ آپ نے انہیں دھکا دے کر ہٹاتے ہوئے کہا کہ آپ لوگ ایک طرف ہٹ جائیں بلکہ دوران تقریر ہی ایک دو گن مینوں کو جو مولانا کے بہت ہی قریب آ چکے تھے، تھپڑ بھی رسید کر دیئے کہ پیچھے کیوں نہیں ہٹ رہے ہو۔ تقریر موسلا دھار بارش کی طرح جاری تھی اور دشمن کی فائرنگ بھی میدان جنگ کا منظر پیش کر رہی تھی۔

جب شیعہ جارحیت کا سلسلہ رکنے کے بجائے بڑھتا ہی چلا گیا اور پولیس اپنی ڈیوٹی چھوڑ کر راہ فرار اختیار کر گئی تو ادھر سے جوابی کارروائی کا آغاز ہوا اور گن مینوں کے اسلحہ کے دہانوں سے آگ اگلنا شروع کر دی۔ بس چند منٹ کے بعد ہی دوسری طرف سے خاموشی ہو گئی۔

مولانا اعظم طارق کی تقریر کے بعد قائد سپاہ صحابہؓ کی ولولہ انگیز تقریر ہوئی۔ ان کی تقریر کے شروع میں کچھ فائرنگ ہوئی لیکن پھر جب قائد محترم نے للکار کر فرمایا کہ شیعو! اب اگر تمہاری طرف سے فائرنگ ہوئی تو پھر میں اپنے مسلح ساتھیوں کو اجازت دوں گا کہ تمہارا بندوبست کریں۔ اس کے بعد پھر نہ صرف یہ سلسلہ رک گیا بلکہ غنڈے امام بارہ چھوڑ کر بھاگ نکلے کیونکہ مولانا کے گن مینوں میں سے ایک ساتھی کی فائرنگ سے امام باڑہ کو بجلی فراہم کرنے والا ٹرانسفارمر اڑ گیا تھا۔ جس سے امام باڑے میں تاریکی چھا چکی تھی۔ اندھیرے کی پیداوار نے تاریکی میں راہ فرار اختیار کر کے اپنی قدیم سنت کو زندہ کر دیا۔

بہاولپور سے اسلام آباد تک کارواں کا سفر

5 فروری بعد نماز عشاء بہاولپور کی جامع مسجد الصادق کے عظیم الشان جلسے سے فراغت کے بعد مولانا اعظم طارق کی قیادت میں کارواں روانہ ہوا اور 6 فروری کی صبح لودھراں، جلہ ارائیں، بستی ملوک کے راستے 2 بجے دوپہر ملتان پہنچا۔ یہ کارواں ملتان سے قادر پور راں، کبیر والہ، خانیوال کے راستے میاں چنوں پہنچا۔ 7 فروری کی صبح کو کارواں میاں چنوں سے روانہ ہوا۔

چیچہ وطنی میں کاروان ناموس صحابہؓ کا بے مثال استقبال کیا گیا۔ یہ کارواں ہڑپہ، ساہیوال، یوسف والا کے راستے اوکاڑہ پہنچا۔ اوکاڑہ پہنچنے پر دو میل تک سپاہ صحابہؓ کے سینکڑوں مقامی کارکن قائدین کی گاڑیوں کے ساتھ دوڑتے رہے۔ دوپہر کا کھانا اوکاڑہ میں تناول کرنے کے بعد کاروان جھنگ براستہ سمندری روانہ ہوا۔

8 فروری صبح دس بجے ایئرپورٹ چوک پر کاروان ناموس صحابہؓ کا سپاہ صحابہ فیصل آباد نے استقبال کیا۔ فیصل آباد سے سرگودھا روانگی پر کماپور کے قریب شیعہ نے ایک منظم سازش کے تحت کاروان پر فائرنگ کر دی جس سے سپاہ صحابہؓ وہاڑی کے ایک کارکن جاوید اقبال شدید زخمی ہو گئے۔

فیصل آباد سے کاروان براستہ چنیوٹ، چناب نگر (ربوہ) سے ہوتا ہوا سرگودھا پہنچا۔ 9 فروری صبح کاروان براستہ پنڈی بھٹیاں، سکھیکی منڈی، خانقاہ ڈوگراں، فاروق آباد شیخوپورہ پہنچا۔

شیخوپورہ سے کوٹ عبدالمالک کے راستے کاروان لاہور پہنچا۔ رات کے قیام کا پروگرام جامعۃ المنظور الاسلامیہ صدر میں طے تھا۔ 10 فروری صبح کاروان گوجرانوالہ کے لئے روانہ ہوا۔ مقامی پولیس نے راوی کے پل پر کاروان کی جامہ تلاشی شروع کر دی۔ لیکن کسی قسم کا ناجائز اسلحہ برآمد نہ کر سکنے کے باوجود مولانا اعظم طارق کے پانچ گن مینوں کو لائسنسی اسلحہ سمیت گرفتار کر لیا۔ مولانا نے مذکورہ گن مینوں کی رہائی تک کاروان کو پل پر ہی رکنے کا اعلان کر دیا۔ جس سے ٹریفک کا زبردست مسئلہ پیدا ہو گیا۔ تب پولیس مذکورہ کارکنوں کو رہا کرنے پر راضی ہوگئی کاروان مریدکے، کامونکی، موڑ ایمن آباد کے راستے گوجرانوالہ پہنچا۔ کاروان کے گجرات پہنچنے سے قبل ہی مقامی پولیس نے چناب کے پل پر کاروان کے استقبال کے لئے آئے ہوئے نوجوانوں، بچوں، بوڑھوں پر اندھا دھند لاٹھی چارج شروع کر دیا۔ جب مولانا کی گاڑی پل پر پہنچی تو پولیس نے پہلے تو گاڑی کو روکا پھر جانے کا اشارہ کیا۔ مولانا اعظم طارق کی گاڑی آگے چل پڑی تو پولیس نے باقی گاڑیاں روک کر تلاشی لینا اور کارکنوں کی گرفتاری کرنا شروع کر دی۔ مولانا محمد نواز بلوچ شاعر انقلاب طاہر جھنگوی سمیت 200 سے زائد سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا۔ تشدد کے باوجود سپاہ صحابہؓ کے جیالے رواں دواں رہے اور باقی ساتھی کھاریاں پہنچ گئے۔ کھاریاں پولیس نے بھی گجرات پولیس جیسا کارنامہ دکھایا۔ ہزاروں کارکنوں کو زخمی کرنے کے باوجود پولیس نے 300 کارکن گرفتار کر لئے۔ مولانا اعظم طارق نے اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کیا تو پولیس کے افسران نے کہا کہ ہمیں صرف کاروان کو سبوتاژ کرنے کا حکم ہے آپ کو گرفتار کرنے کا نہیں۔ کارکن ایک دوسرے سے بڑھ کر گرفتاریاں پیش کر رہے تھے لیکن پولیس حکام کہہ رہے تھے کہ ہم اتنے آدمی کہاں لے کر جائیں گے۔

10 فروری کی رات جہلم پہنچنے پر کاروان کا پرجوش استقبال کیا گیا اور عظیم الشان ناموس صحابہؓ کانفرنس منعقد ہوئی۔ سپاہ صحابہؓ کے جیالے تمام رکاوٹوں کے باوجود راولپنڈی پہنچ گئے۔ 12 فروری کو راولپنڈی سے اسلام آباد کی طرف روانہ ہوئے۔ کوہاٹی بازار سے فیض آباد چوک تک مقامی پولیس کی ایک درجن سے زائد گاڑیاں استقبالی جلوس کے ساتھ رہیں۔ راولپنڈی کی تاریخ کا بہت بڑا جلوس بن گیا۔ فیض آباد چوک پر سپاہ صحابہؓ اسلام آباد کے راہنماؤں نے کاروان کا استقبال کیا اور بہت بڑے تاریخی جلوس کی صورت میں اسلام آباد کی شاہراہوں سے گزرتے ہوئے لال مسجد پہنچے۔ لال مسجد پہنچ کر 5 فروری سے شروع ہونے والا کاروان ناموس صحابہؓ مولانا اعظم طارق کے آخری خطاب پر

اختتام پذیر ہوا۔

وزیراعظم میاں نواز شریف سے ملاقات

21 رجون کو قائد سپاہ صحابہؓ مولانا فاروقی شہیدؒ کی قیادت میں میاں نواز شریف کے ساتھ پانچ رکنی وفد کی ملاقات ہوئی۔ انہیں ناموس صحابہؓ کی اہمیت سے آگاہ کیا اور خمینی کی تصنیفات وشیعہ لٹریچر کے حوالے پڑھ کر سنائے گئے تو وہ پریشان ہو گئے اور کہنے لگے: ”مجھے تو اس بات کا علم ہی نہیں تھا کہ شیعہ اس قسم کی باتیں بھی لکھ سکتے ہیں۔

وفد نے کہا کہ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ ایسا مؤثر قانون ہونا چاہئے۔ جس سے ان کی گستاخ زبانیں اور قلم خاموش ہو جائیں۔ انہوں نے پرزور انداز میں کہا یہ کام تو بہت ضروری ہے اور آپ کا مطالبہ بالکل بجا ہے۔

ملاقات کے دوران سپاہ صحابہ کے قائدین نے وزیراعظم کی توجہ اس جانب مبذول کرائی کہ حکومت اگر فرقہ واریت کے خاتمہ میں مخلص ہے تو سپاہ صحابہ کا پیش کردہ تحفظ ناموس صحابہؓ واہل بیت بل فوراً منظور کیا جائے۔ انہوں نے شیعوں کی کافی ایسی کتب دکھائیں جن پر صحابہ کرام خصوصاً خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی تکفیر کی گئی تھی اور ان کی زبردست توہین کی گئی تھی۔

وزیراعظم یاد دلایا گیا کہ اس سے قبل ۲۸ دسمبر ۱۹۹۱ء کو سو سے زائد کتب کے اقتباسات کی فوٹو کاپیوں پر مشتمل ایک فائل پیش کی گئی تھی اور وہ تمام کتب ضبط کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ حکومت کی طرف سے وفاقی وزیر مذہبی امور مولانا عبدالستار خان نیازی کی سربراہی میں جو فرقہ واریت کے خاتمہ کیلئے کمیٹی بنائی گئی اس نے بھی اس بات کی سفارش کر دی تھی کہ وہ تمام کتب ضبط کر لی جائیں لیکن حکومت نے اب تک کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا۔ وزیراعظم اس روز پیش کی گئی کتابوں کی بعض تحاریر پر بڑے حیران ہوئے۔

قومی اسمبلی میں شہادتِ حسینؓ کے حوالے سے خطاب

۱۹۹۳ء میں صدر پاکستان غلام اسحٰق خان اور وزیراعظم میاں نواز شریف کے درمیان شدید اختلافات پیدا ہو گئے، کافی عرصہ تک دونوں طاقتوں میں چوہے بلی کا کھیل جاری رہا، تا آنکہ ۱۸ راپریل کو غلام اسحاق خان نے قومی اسمبلی توڑ کر میاں نواز شریف کو گھر بھیج دیا۔ غلام اسحٰق خان نے یہ قدم اٹھانے سے قبل جن اہم سیاسی شخصیات سے مشورہ کیا تھا، ان میں مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ

سرفہرست تھے۔ (تفصیلات کیلئے دیکھئے "میرا جرم کیا ہے؟" ص ۲۰۰)

نواز شریف نے صدر کے اس اقدام کے خلاف سپریم کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹایا، نتیجۃً ۲۶ رمئی کو دوبارہ ان کی حکومت بحال ہوگئی۔

عدالتِ عالیہ سے حکومت کی بحالی کے بعد ۲۹ رجون ۱۹۹۳ء بمطابق ۸ رمحرم الحرام، نواز شریف حکومت نے قومی اسمبلی اور سینٹ کا مشترکہ اجلاس طلب کرلیا۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ صدر غلام اسحٰق خان کے مؤاخذہ کی تحریک پیش کرکے ان سے جان چھڑائی جائے۔ لیکن تلاوت کلام پاک سے جونہی اجلاس کا آغاز ہوا تو اپوزیشن کی بڑی جماعت پیپلز پارٹی کے سندھ سے آئے ہوئے شیعہ ممبران اسمبلی نے اجلاس ملتوی کرنے کا مطالبہ کردیا۔ ان کا موقف یہ تھا کہ چونکہ آج ۸ محرم ہے اور یہ سوگ کے دن ہیں، لہٰذا فوری اجلاس برخاست کیا جائے تاکہ ہم اپنے علاقوں میں جاکر غمِ حسینؓ مناسکیں۔ اس موقع پر مولانا محمد اعظم طارق شہید کھڑے ہوئے اور جونہی تقریر کا آغاز کیا، ایوان میں سناٹا چھا گیا...... تقریر ملاحظہ ہو!

"جناب سپیکر!

سب سے پہلے خوشی کی بات ہے کہ آج ہمارا سارا کا سارا ہاؤس اللہ کے فضل سے حسینی ہے۔ ہر بات سے اختلاف ہوسکتا ہے۔ لیکن کیا آج ہم ایک قرارداد نہ پیش کردیں کہ آج کے بعد جو طرزِ حکومت، جو اندازِ زندگی، جو اسلوب اور روشن نقوش حضرت حسین ﷺ نے چھوڑے ہیں، ہم ان سے انحراف کرکے کمیونزم، سوشلزم اور باقی ازم جو ہم نے بنائے ہوئے ہیں، ان پر لعنت بھیجتے ہیں اور ان سے نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ آج چلو اس بات پر تو قرارداد پاس کریں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے عظیم مقصد کے لئے قربانی دی۔ لیکن آج مقاصد کی طرف کوئی نہیں دیکھتا۔ صرف اپنے مفاد کے حصول کے لئے نام لئے جاتے ہیں۔ پہلی بات مذہبی طور پر میں عرض کرنا چاہوں گا۔ شہادت نعمت ہے یا مصیبت؟ اگر شہادت مصیبت ہے تو رویا جائے گا، ماتم کیا جائے گا، پیٹا جائے گا اور اگر شہادت نعمت ہے تو خراج تحسین پیش کیا جائے گا۔ شہادت نعمت ہے اور شہید زندہ ہوتا ہے۔

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

تو میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ یہاں سے کیوں نہ شروع کریں۔ آج طے کرلیں کہ شہادت کے دن سے پہلے سوگ منانا ہے یا بعد میں؟ پہلے منانا ہے تو کتنے دن پہلے منانا شروع کریں؟ اور بعد میں کتنے دن بعد تک لے جانا ہے؟ اسلام کی تاریخ شہیدوں کے خون سے رنگین ہے۔ کیا تاریخ

اسلام میں صرف ایک ہی امام مظلوم حضرت حسین ؓ ہیں؟ نہیں! آپ کو اسی تاریخ میں یہ مظلوم بھی نظر آئے گا کہ جس کے درِ اقدس پر حضرت حسن ؓ اور حضرت حسین ؓ پہرہ دیتے رہے۔ جو چالیس دن تک پیاسے رہ کر پیغمبر ﷺ کے شہر میں چوالیس ۴۴ لاکھ مربع پر حکمران جب حضرت عثمان ؓ شہید ہوئے تھے۔ آج اس دن عید منائی جاتی ہے۔ کیوں ہوا اجلاس اس دن جس دن حضرت عثمان ؓ کی شہادت کا دن تھا؟ کیوں ہوا اجلاس یکم محرم کو جو یکم محرم امام حریت حضرت فاروق اعظم ؓ کی شہادت کا دن ہے؟ کیوں ہوا اجلاس اسی ہاؤس میں اس دن کو جو ۲۱ رمضان المبارک جناب حضرت علی المرتضیٰ ؓ کی شہادت کا دن ہے؟ کیوں ہوا اجلاس ۲۲ جمادی الثانی کو جو ۲۲ جمادی الثانی حضرت صدیق اکبر ؓ کی وفات کا دن ہے؟ اور کیوں ہوا اجلاس اس دن جس دن پیغمبر ﷺ کے فرمان کے مطابق سیدالشہداء حضرت حمزہ ؓ کی شہادت کا دن ہے؟ جن کو تمام شہیدوں کا سردار آپ نے نہیں، میرے پیغمبر ﷺ نے کہا تھا۔ ان شہیدوں کے ایام پر اجلاس کیوں ہوئے؟ آؤ آج طے کرو کہ ہم تاریخ اسلام کے ان عظیم شہیدوں کی شہادت پر اجلاس نہیں کریں گے یا پورے ملک میں تعطیل کریں گے۔ اور اگر ان شہیدوں کی شہادت پر اجلاس کیا جائے گا تو پھر تمہیں یہ اپنا انداز طریقہ کار بھی بدلنا پڑے گا۔

یہ کیا جمہوریت ہے؟ آج ہم باقی سنی لوگوں کے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔ ہمارے دل میں چھریاں چلتی ہیں کہ جب فاروق اعظم ؓ کی شہادت کا دن ہوتا ہے کوئی پوچھنے والا نہیں، حضرت عثمان ؓ کی شہادت کا دن ہوتا ہے کوئی پوچھنے والا نہیں اور دوسری بات اگر آپ تاریخ اسلام دیکھیں تو کوئی دن بھی شہادت سے خالی نہیں نظر آئے گا۔ چھٹی کیجئے گھروں کو چلتے ہیں سارے دن تو شہیدوں کے دن ہوتے ہیں۔

کیا شہیدوں نے ہمیں چھٹی کرنا سکھایا ہے؟ شہیدوں نے ہمیں درد دیا ہے۔ آیئے دس محرم کو اجلاس رکھیے اور یہاں بیٹھ کر فیصلہ کیجئے کہ حسین ؓ جس عظیم مقصد کے لئے تو نے جان دی ہے ہم تیرے عظیم مقصد یعنی اسلام کے لئے، اسلام کے خلاف جو سازشیں اٹھائی گئیں، جو اسلام کے خلاف کسی انداز سے کوئی سازش سامنے آئے گی تو ہم اس کا بیڑہ غرق کر کے دم لیں گے۔ ہم انہیں کیفر کردار تک پہنچا کر دم لیں گے۔ یہ عزم اسی ہال میں دس محرم کو کرنا چاہتے ہیں۔ اسی ہال میں دس محرم کو یہ اجلاس ہو، اور ہم فیصلہ کریں کہ حسین ؓ نے ہمیں رونے کے لئے نہیں چھوڑا۔ حسینؓ نے پیٹنے کے لئے نہیں چھوڑا۔ کیا بات ہے کہ آج حضرت حسین ؓ کا نام وہ لیتے ہیں جنہیں نمازیں نصیب نہیں، قرآن کی تلاوت نصیب نہیں، آج سیدہ زینبؓ اور سیدہ ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی بات وہ کرتے

ہیں جن کے رات کی تاریکی میں جنازے اٹھے اور تمہارے دن کے اُجالے میں بال بکھرے رہتے ہیں۔
کیا تعلق ہے؟ کیا نسبت ہے؟ کیا تعلق ہے ان عظیم شخصیات سے؟ ان سے تعلق ہے تو آج طے کرنا ہو گا۔ تو آیئے میں قرارداد پیش کرتا ہوں کہ اس ملک میں قرآن وسنت اسلام، پیغمبر کی وراثت جس کے لئے امام حسین رضی اللہ عنہ نے جان دی تھی، ہم اس کے خلاف کوئی آواز نہیں سنیں گے۔ ہم اس کے خلاف کوئی قانون برداشت نہیں کریں گے۔ ہم اس کے خلاف کسی کو کوشش کرنے کی جرأت نہیں دیں گے۔

یہ حسینیت ہے اور اگر نام حسین رضی اللہ عنہ کا لیا جائے، رشوت عام ہو، نام حسین رضی اللہ عنہ کا لیا جائے شراب کا دور چلے، نام حسین رضی اللہ عنہ کا لیا جائے فحاشی عام ہو، نام حسین رضی اللہ عنہ کا لیا جائے بے حیائی ہو، نام حسین رضی اللہ عنہ کا لیا جائے رات کو شباب و کباب کی محفلیں جمیں...... یہ حسینی نہیں ہیں، یہ یزیدی ہیں۔ ان کا حسین رضی اللہ عنہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ حسین رضی اللہ عنہ سے تعلق اسی کا ہے جو حسین رضی اللہ عنہ کے کردار کو اپناتا ہے۔

شکریہ جناب سپیکر!!

اس تقریر کا نتیجہ یہ نکلا کہ پیپلز پارٹی اور اس کے شیعہ ارکانِ اسمبلی اجلاس ملتوی کرانے میں ناکام ہو گئے۔ حکومت نے اجلاس جاری رکھنے کی قرارداد پیش کی جس کے حق میں ۱۴۵ جبکہ مخالفت میں صرف ۷ ووٹ آئے۔

قومی اسمبلی نے ناموس صحابہؓ و اہل بیتؓ بل منظور کرلیا

جولائی 1993ء کے پہلے عشرہ میں پرائیویٹ ڈے کے موقع پر ناموس صحابہؓ و اہل بیتؓ بل ایجنڈا کے شروع میں آ گیا۔ چنانچہ اسمبلی کی کاروائی ضابطہ کے مطابق جب ایجنڈا کی اس شق تک پہنچی تو سپیکر قومی اسمبلی گوہر ایوب نے بل اسمبلی میں پیش کرنے کے لئے کہا۔ مولانا اعظم طارق نے اپنی نشست پر کھڑے ہو کر بل کی عبارت پڑھی جو حسب ذیل ہے۔

ناموس صحابہؓ و اہل بیتؓ ترمیمی بل

مجموعہ تعزیرات پاکستان اور مجموعہ ضابطہ فوجداری 1898ء میں مزید ترمیم کرنے کا بل۔

چونکہ یہ قرین مصلحت ہے کہ بعد ازیں ظاہر ہونے والی اغراض کے لئے مجموعہ تعزیرات پاکستان (ایکٹ نمبر ۴۵ بابت ۱۸۶۰ء) اور مجموعہ ضابطہ فوجداری (ایکٹ نمبر ۵ بابت ۱۸۹۸ء) میں مزید ترمیم کی جائے۔

لہٰذا حسب ذیل قانون وضع کیا جاتا ہے:

۱۔ مختصر عنوان اور آغاز نفاذ:۔ (۱) ایکٹ قانون فوجداری (ترمیمی ایکٹ ۱۹۹۲ء کے ناموس صحابہؓ واہل بیتؓ کے نام سے موسوم ہوگا)۔

۲۔ ایکٹ نمبر ۴۵ بابت ۱۸۶۰ء میں دفعہ ۲۹۸ الف کی ترمیم:۔ مجموعہ تعزیرات پاکستان (ایکٹ نمبر ۴۵ بابت ۱۸۶۰) میں، دفعہ ۲۹۸ الف میں، الفاظ دونوں قسموں میں سے کسی قسم کی ایسی سزائے قید دی جائے گی جس کی میعاد تین سال تک ہوسکتی ہے یا سزائے جرمانہ دی جائے گی یا ہر دو سزائیں دی جائیں گی۔ الفاظ ''موت یا عمر قید کی سزا دی جائے گی۔'' بدل دیئے جائیں گے۔

۳۔ ایکٹ نمبر ۵ بابت ۱۸۹۸ء (ایکٹ نمبر ۵ بابت ۱۸۹۸) جدول ۲ میں دفعہ ۲۹۸ الف سے متعلقہ اندراج ہیں، کا نمبر ۵، ۷ اور ۸ میں موجودہ الفاظ کی بجائے علی الترتیب الفاظ ''نا قابل ضمانت'' موت یا عمر قید اور کورٹ آف سیشن بدل دیئے جائیں گے۔ بلاشبہ پاکستان میں فرقہ واریت کا تدارک قومی یک جہتی اور امن کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ اس جرم سنگین کی سزا ایک فتنہ کو روکنے کے لئے نا کافی ہے۔ لہٰذا دفعہ ۲۹۸ الف کی سزا بہت کم ہے یعنی ۳ سال یا صرف جرمانہ اور اس جرم کی سزا میں اضافہ لازمی ہے۔

محمد اعظم طارق، ممبر انچارج

اس پر سپیکر نے کہا ایوان کثرت رائے سے اس بل کو منظور کرتا ہے اور...... مزید غور کے لئے قائمہ کمیٹی کے سپرد کیا جاتا ہے۔ چونکہ اس بل کے کچھ مراحل ابھی باقی تھے۔ جن میں کوئی رکاوٹ بھی نہیں تھی۔ لیکن چند روز بعد ہی میاں نواز شریف نے خود اسمبلی تحلیل کر دی۔ جس سے وہ ایوان ہی ختم ہو گیا جس نے آگے چل کر اس کام کو مکمل کرنا تھا۔

پاکستان ٹیلی ویژن پر ''الیکشن آور'' میں خطاب

مولانا اعظم طارق کے ٹیلی ویژن کے خطاب کو بہت ہی سراہا گیا اور خصوصاً جب صحافی حضرات نے سپاہ صحابہؓ پر فرقہ واریت کے حوالے سے عائد ہونے والے الزامات کے حوالہ سے سوالات کئے تو جماعت کا مؤقف مولانا نے اس انداز سے بیان کیا کہ پاکستان کے وہ طبقات جو سپاہ صحابہؓ کے بارے میں منفی پروپیگنڈے کا شکار ہو کر اس جماعت سے نفرت کرتے تھے وہ بھی بہت زیادہ مطمئن ہوئے۔ اس خطاب کے حوالہ سے اعلیٰ طبقوں میں سپاہ صحابہؓ کو ایک بلند مقام نصیب ہو گیا۔

جھنگ کا الیکشن

1993ء کے الیکشن میں جھنگ کی سیٹ پر مولانا اعظم طارق کے مقابلہ میں مسلم لیگ نے کوئی امیدوار کھڑا نہ کیا تاہم جو لوگ جھنگ میں سپاہ صحابہؓ کے ہر حال میں مخالف رہنے کی قسم کھائے ہوئے تھے۔ انہوں نے شیخ اقبال کو آزادانہ حیثیت سے الیکشن میں حصہ لینے کے لئے تیار کر لیا۔ ادھر نواب امان اللہ سیال پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر کھڑے ہو گئے۔ ترقیاتی کاموں کے ساتھ ساتھ قومی اسمبلی میں ناموس صحابہؓ بل کے حوالہ سے جدوجہد کے باعث عوام میں الیکشن کی فضاء ہمارے حق میں تھی۔ جھنگ کی قومی کے علاوہ صوبائی اسمبلی کی سیٹیں جیت لی گئیں جس سے سپاہ صحابہؓ کا مورال اور بلند ہو گیا۔

وزیراعظم بے نظیر سے پہلی یادگار ملاقات اور کھری کھری باتیں

ایک روز اسمبلی کے اندر وفاقی وزیر خالد کھرل خان نے مولانا کی نشست پر آئے اور کہا کہ محترمہ وزیراعظم صاحبہ آپ سے بات کرنا چاہتی ہیں۔ آپ وہاں سامنے ان کی نشست کے متصل دوسری نشست پر آ جائیں۔ مولانا نے جواب دیا کہ اس طرح ساتھ والی نشست پر بیٹھ کر ملاقات کرنا کم از کم میرے لئے ممکن نہیں ہے۔ اگر وہ ملاقات کی خواہش مند ہیں تو وزیراعظم ہاؤس کا وقت طے کر لیں۔ اگلے روز جب مولانا اعظم طارق وزیراعظم ہاؤس پہنچے تو ایک بڑے کمرے میں بے نظیر صاحبہ سے ملاقات میں درج ذیل بات چیت ہوئی۔

محترمہ بے نظیر صاحبہ..........مولانا آپ نے نہایت کم عمری میں سیاست کا یہ سفر کیسے طے کیا ہے اور آپ کی جماعت بھی بڑی تیزی سے مقبول ہوئی ہے۔

مولانا اعظم طارق..........دراصل ہمارا مؤقف اس قدر حقیقت اور سچائی پر مبنی ہے کہ جو ہر شخص کو آسانی سے سمجھ آ جاتا ہے۔ ہم نظام خلافت راشدہ کا نفاذ چاہتے ہیں۔

محترمہ بے نظیر صاحبہ..........میں بھی اسلام کی خدمت کرنا چاہتی ہوں۔ آپ میرا تعاون کریں۔

مولانا اعظم طارق..........پھر آپ استعفیٰ دے دیں کیونکہ اسلام میں عورت کی حکمرانی جائز نہیں اور جو خدمت آپ اسلام کے دائرہ کار میں رہ کر سکتی ہیں وہ کریں۔

محترمہ بے نظیر صاحبہ..........مولانا اسلام میں تو وسعت ہے اتنی سختی نہیں ہے۔

مولانا اعظم طارق..........اسلام میں تو کیا کسی آسمانی شریعت میں اللہ نے کوئی نبی عورت نہیں بنائی اور کسی نبی کا خلیفہ عورت نہیں بنی اور شیعہ مذہب میں بھی پہلا امام حضرت علیؓ کو مانا گیا ہے۔ حضرت

فاطمہؓ کو نہیں۔

محترمہ بے نظیر صاحبہ.........نہیں میں شیعہ نہیں ہوں۔ میں حنفی سنی ہوںؑ۔ میرے والد بھی حنفی سنی تھے۔

(مولانا فرماتے ہیں میں حنفی سنی کا دعویٰ سن کر حیران رہ گیا) ہاں میری والدہ اور آصف شیعہ ہیں۔

مولانا اعظم طارق.........شیعہ سنی کا تو نکاح نہیں ہوسکتا ہے۔

محترمہ بے نظیر صاحبہ.........مولانا آپ ایسی بات نہ کریں ہمارے تو بچے بھی ہیں۔

مولانا اعظم طارق.........دراصل شیعہ کے عقائد اہلسنت سے بالکل مختلف ہیں۔ اب آپ خود سوچیں کہ ایران کے خمینی صاحب نے اپنی کتاب میں حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کو کافر وزندیق لکھا ہے تو وہ خود کیسے مسلمان ہوسکتا ہے۔ اس طرح شیعہ صحابہ کرامؓ پر تبرا کرتے ہیں۔ عقیدہ امامت کے پیروکار ہیں جسے اہلسنت کفر سمجھتے ہیں۔

محترمہ بے نظیر صاحبہ.........اگر خمینی صاحب نے یہ باتیں کی ہیں تو بہت غلط کیا ہے۔ وہ لوگ (یعنی حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ) تو بڑے اچھے لوگ تھے۔ ویسے بھی خمینی کو Like (پسند) نہیں کرتی ہوں کیونکہ اس کی وجہ سے عالم اسلام میں آپس میں لڑائی شروع ہوگئی تھی۔ اس ملاقات سے اگلے روز قومی اسمبلی میں آصف زرداری مولانا کے پاس آئے اور کہا آپ نے بی بی کو کیا کہا ہے؟ مولانا نے حیرت سے پوچھا کیا بات ہوئی ہے؟ کس بارے میں پوچھ رہے ہیں؟ تو اس نے جواب دیا کہ آپ نے کہا کہ تمہارا نکاح نہیں ہوا ہے۔ مولانا نے کہا کیا آپ شیعہ نہیں ہیں؟ تو زرداری بولے کہ ہاں میں شیعہ ہوں مگر میں تبرا نہیں کرتا ہوں۔ میں اہل بیتؓ کی محبت میں شیعہ ہوا ہوں حالانکہ میرا والد اور خاندان سنی ہے۔ مولانا نے کہا ایک بات تو آپ نے تسلیم کرلی کہ شیعہ تبرا کرتے ہیں شیعہ کے کفر کے اور بھی کئی اسباب ہیں۔

حکومت کی طرف سے ناموس صحابہؓ بل کی مخالفت اور مولانا کا سپیکر کی کرسی پر قبضہ

1994ء جون کو "پرائیویٹ ڈے" کے موقع پر ناموس صحابہؓ بل اسمبلی کے ایجنڈے میں تیسرے نمبر پر آیا ہوا تھا۔ چنانچہ جب پہلے اور دوسرے نمبروں پر کارروائی مکمل ہوچکی تو اب سپیکر اسمبلی کی ذمہ داری تھی کہ وہ اعلان کرتے "اب ایجنڈا نمبر تین کی کارروائی شروع ہوتی ہے"۔ "مولانا اعظم طارق اٹھ کر بل پیش کریں۔" مولانا کو اٹھ کر بل کی عبارت پڑھنا تھی۔ پھر سپیکر کی طرف سے ایوان میں بل پیش کرکے اس پر رائے شماری کرائی جاتا تھی اگر ایوان میں موجود ممبران کی سادہ اکثریت اسے منظور کرلیتی تو قانون سازی کا ایک مرحلہ مکمل ہوجاتا تھا۔

اس وقت ایوان میں صورت حال یہ تھی کہ مسلم لیگ کی طرف سے ناموس صحابہؓ واہل بیتؓ بل پر دستخط کرنے والے اکثر ارکان اور دینی جماعتوں کے نمائندے تو موجود تھے ہی خود پیپلز پارٹی کے وہ نمائندے بھی موجود تھے جنہوں نے اس بل پر دستخط کئے ہوئے تھے جبکہ بل پر دستخط نہ کرنے والے ارکان اسمبلی اجلاس میں موجود ہی نہ تھے کیونکہ انہوں نے اس انداز میں بل کی حمایت کا یقین دلایا تھا کہ ہم نہ مخالفت کریں گے اور نہ حمایت۔

حکومت کے لئے یہ مرحلہ بڑا دشوار گزار تھا خصوصاً وزیر قانون و پارلیمانی امور سید اقبال حیدر جو کہ خود ایک متعصب شیعہ ہیں۔ اس صورت حال پر سخت پریشان ہو گئے کیونکہ انہیں نتیجہ صاف نظر آ رہا تھا۔ چنانچہ قبل اس کے کہ سپیکر کی کرسی پر موجود ایوان چلانے والے ڈپٹی سپیکر سید ظفر علی شاہ جو اس بل کے ذاتی طور پر مخالف تھے مولانا کو بل کی عبارت پڑھنے کا کہتے۔ اقبال حیدر صاحب نے چلا چلا کر کہنا شروع کر دیا کہ جناب سپیکر اسلام آباد میں پانی کی کمی ہے۔ لہٰذا میری تجویز ہے کہ آپ پانی کی قلت کے مسئلہ پر بحث کی اجازت دیں اور تقاریر شروع کرائیں۔ ڈپٹی سپیکر صاحب بھی ان کی اس بات کی تائید کرتے ہوئے نظر آئے تو مولانا سمیت اپوزیشن مسلم لیگ کے ڈپٹی اپوزیشن لیڈر گوہر ایوب صاحب پختون خواہ پارٹی کے پارلیمانی لیڈر محمود خان اچکزئی جماعت اسلامی کے پارلیمانی لیڈر مظفر احمد ہاشمی جمعیت علماء اسلام کے راہنما مولانا عبدالغفور حیدری اور کئی دوسرے ارکان پارلیمنٹ اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور بلند آواز میں پرزور مطالبہ کرنے لگے کہ ایجنڈا کے مطابق مولانا محمد اعظم طارق کو بل پڑھنے کا موقع دیا جائے۔

ڈپٹی سپیکر صاحب نے موقع کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے اولاً تو قائل کرنے کی کوشش کی کہ آئندہ ہفتہ تک اس مسئلہ کو مؤخر کر دیا جائے۔

وفاقی وزیر یہی رٹ لگا رہے تھے کہ بس آپ پانی کی بحث شروع کرائیں۔ اب سپیکر صاحب نے کہا کہ اگر آپ لوگ وزیر موصوف کی تجویز تسلیم نہیں کریں گے تو میں اجلاس برخواست کر دوں گا۔ مولانا نے کہا کہ ہم تو اسمبلی کے ضابطہ اور اصول کے مطابق اسمبلی چلانے کی بات کر رہے ہیں اور آپ ایک شخص کی غلط اور بے اصول ضد پر بے جا حمایت کئے جا رہے ہیں۔ آپ انہیں حکم دیں کہ وہ خاموشی سے بیٹھیں اور اسمبلی کی اگلی کاروائی شروع کریں۔

ڈپٹی سپیکر نے یہ اعلان کر دیا کہ اجلاس برخواست کیا جاتا ہے اور کرسی سے اٹھ کر پچھلی دیوار میں لگے دروازے سے باہر نکل گئے۔

یہ اجلاس غیر اصولی طور پر ختم کیا گیا تھا لہٰذا کوئی رکن بھی اجلاس کی صدارت کر کے کاروائی دوبارہ چلا سکتا تھا۔ چنانچہ مولانا خود سپیکر کی کرسی پر پہنچ گئے اور اعلان کیا "اسمبلی کا اجلاس شروع کیا جاتا ہے۔" اس پر سب ارکان اسمبلی ڈیسک بجاتے ہوئے بیٹھ گئے مولانا نے ناموس صحابہ بل کی عبارت پڑھی اور کہا جو اس کی حمایت میں ہیں "ہاں" کہیں ہر طرف سے ہاں ہاں کی آوازیں بلند ہوئیں پھر مولانا نے کہا جو اس کی مخالفت میں ہیں "ناں" کہیں تو سوائے وزیر موصوف کے کسی نے "ناں" نہ کہا تو مولانا نے کہا بل پاس کیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی اجلاس برخواست کیا جاتا ہے۔

مولانا سپیکر کی کرسی سے نیچے اترے تو ارکان اسمبلی نے آگے بڑھ کر انہیں بل پاس ہونے کی مبارک باد دی۔ دوسرے روز اخبارات نے اس واقعہ کو شہ سرخیوں کے ساتھ شائع کیا۔

میری دیوانگی قائم ہے وہیں پر اب تک
ورنہ ہر رنگ میں انسان بدل جاتا ہے

شیعہ کتب کی نمائش اور حکومت کے ناپاک عزائم کا ذکر

جنوری ۱۹۹۵ء میں مولانا شہیدؒ برطانیہ کے دورے پر تشریف لے گئے۔ یہ رمضان المبارک کے دن تھے۔ برطانیہ کے مسلمانوں نے آپ کا پُر تپاک استقبال کیا۔ ڈیوز بری مسجد میں افطاری کے موقع پر حاجی یاسین صاحب نامی میزبان نے آپ کو مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی کتاب "تاریخ دعوت وعزیمت" ہدیہ کی۔ وطن واپسی کے دوران جہاز میں آپؒ نے مذکورہ کتاب کا مطالعہ کیا۔ امام اہل سنت حضرت احمد بن حنبلؒ کی سوانح حیات نے آپ کو اس قدر متاثر کیا کہ آپ نے واپسی پر کسی لگی لپٹی کے بغیر تمام تر مصلحتوں سے بے نیاز ہو کر ملک کے اندر فتنہ وفساد اور قتل وغارت کا سبب بننے والا شیعی لٹریچر قومی اسمبلی میں پیش کرنے اور اس کے خلاف اعلانِ جنگ کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ فروری ۱۹۹۵ء میں قومی اسمبلی میں کی گئی آپ کی یہ تقریر یادگار رہے گی۔ اس تقریر کے بعد بے نظیر حکومت کا عتاب آپ پر ٹوٹا اور مصائب وآلام کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔ جس کی تفصیلات "میرا جرم کیا ہے؟" میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

ے میں اردو میں ش

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم، جناب سپیکر!

صدارتی خطاب اپنی نوعیت کا ایک بہت ہی اہم خطاب ہوتا ہے۔ جس میں حکومت کی کارکردگی، حکومت کی پالیسیاں، حکومت کے ماضی کے کارناموں کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ حکومت کے لئے صدارتی خطاب میں مستقبل کے واسطے تجاویز اور اسی طرح ان کی نیک تمناؤں اور آرزوؤں پر

جی خطاب ہوتا ہے۔ میں اپنا وقت ضائع کیے بغیر صدر مملکت کے خطاب کے اس حصے کو جس میں انہوں نے (یہ میرے پاس ان کا خطاب ہے اس کے صفحہ دس پر) فرقہ واریت کے بارے میں بڑی پریشانی کا اظہار کیا ہے اور واقعی اس وقت فرقہ واریت ہمارے ملک کا بڑا ہی حساس مسئلہ ہے۔ اس سے بڑھ کر اور اس کی حساس نوعیت کیا ہو سکتی ہے کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ روزانہ درجنوں کی تعداد میں لوگ اس کی بھینٹ چڑھ رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ مسئلہ اس وقت ہماری دسترس سے باہر کیوں ہوتا چلا جا رہا ہے اور ہم اسے کیوں نہیں حل کر پا رہے؟

جناب والا!

میں سمجھتا ہوں ہم اس مرض کی اصل تشخیص نہیں کر پا رہے ہیں اور جب تک کسی مرض کی تشخیص نہ کی جائے اس وقت تک اس کا علاج ناممکن ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مذہبی اختلافات صدیوں سے ہیں اور شاید صدیوں تک رہیں گے۔ مذہب کا اختلاف ہو، سیاست کا اختلاف ہو، قوم کا اختلاف ہو، زبان کا اختلاف ہو، یہ ایک قدرتی امر ہے۔ اختلاف باپ بیٹے کی سوچ میں بھی ہو سکتا ہے۔ الیکشن میں بھی ہوتا ہے۔ اختلاف نہ باعث تشویش ہے نہ اختلاف پریشانی کی بات ہے۔ باعث تشویش فساد ہے کہ لڑائی نہ ہو۔ لڑائی دو ملکوں کے درمیان ہو تب بھی تشویش ہے، دو مذہبوں کے درمیان ہو تو تب بھی پریشانی کا باعث ہے۔ دو بھائیوں کے درمیان میں تب بھی پریشانی کا باعث ہے۔ تو میں عرض کروں گا کہ ہمیں اس بات کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیے کہ مذہبی اختلافات ختم ہو جائیں، یہ ناممکن بات ہے۔ اگر ہمارے ملک میں شیعہ سنی مذہبی اختلافات ہیں تو یہ صدیوں سے ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ نہ یہ ممکن ہے کہ شیعہ سنی ہو جائے اور نہ یہ ممکن ہے کہ سنی شیعہ ہو جائے۔ ہاں فساد نہیں ہونا چاہیے۔ جس طرح ہمارے ملک میں مسلمان اور عیسائی، مسلمان اور ہندو، مسلمان اور سکھ کے علاوہ دوسرے مذاہب ہیں، اس طرح مختلف مذاہب کے لوگ ہمارے ملک میں موجود ہیں اور آپس میں بھائیوں کی طرح رہتے ہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ شیعہ اور سنی آپس میں اختلاف کی بنا پر آپس میں کیوں لڑ رہے ہیں؟ ان میں لڑائی کے اسباب کیا ہیں؟ ان میں جو ایک دوسرے کی طرف سے جارحیت پیدا ہو چکی ہے اس کی وجہ کیا ہے؟

ایرانی فساد پرور لٹریچر کی نقاب کشائی

جناب والا!

میں آپ کی موجودگی کا احترام کرتے ہوئے نام نہیں لوں گا لیکن حقائق بیان کرنا چاہتا ہوں
تاکہ صحیح مرض کی تشخیص ہو سکے۔ ہمارے ایک پڑوسی ملک میں ایک انقلاب برپا ہوا (وہ انقلاب اسلام کا
تھا یا نہیں تھا...... میں اس بحث میں بھی نہیں جاتا) پاکستان میں بھی اس کی راہیں ہموار کرنے اور اس
انقلاب کے اثرات چھوڑنے کی کوشش کی گئی اور اس پڑوسی ملک نے ایسا مواد، ایسا لٹریچر، ایسی کتابیں
اور اس ملک کے ریڈیو، ٹی وی نے ایسے پروگرام، ایسی تقاریر شائع کرنا شروع کیں کہ جس سے یہاں پر
اور پوری دنیا میں عوام اہلسنت کے جذبات بڑی شدت کے ساتھ مجروح ہوئے۔ اس ملک میں
انقلاب لانے والی شخصیت نے اس ملک کے سرکاری پریس پر جو کتابیں شائع کیں وہ اس وقت میرے
ہاتھ میں ہیں۔ یہ اس ملک کی انقلابی شخصیت کی اپنی تصنیف ہے۔ "کشف اسرار" اس کا نام ہے۔ یہ
فوٹو بھی نظر آ رہا ہے کس کا ہے، آپ سب جانتے ہیں۔ یہ وہاں سے شائع ہو کر یہاں تقسیم ہو رہی ہے۔
اخبار میں اشتہار شائع ہوتا ہے۔ ہمارے ملک کے منسٹر (وزیر) باضابطہ جا کر ایسی کتب کی تعارفی
تقریب کا افتتاح کرتے ہیں اور یہ کتابیں تقسیم ہو رہی ہیں۔ کتاب کا نام آپ نوٹ کر لیں۔ یہ کتاب
یہاں عام تقسیم ہو رہی ہے۔ اس پر کوئی بین نہیں ہے۔ "کشف اسرار" کتاب کا نام ہے۔ پڑوسی ملک
سے چھپ کر آئی ہے۔ اس میں خلفاء راشدینؓ، اہل بیت عظامؓ، حضرت خالد بن ولیدؓ اور اسی طرح
صحابہ کرامؓ کے خلاف بہت زیادہ بدزبانی اور بہت زیادہ بدکلامی کی گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں جب تک یہ
کتاب اس ملک میں آتی رہے گی یہاں کی عوام کے جذبات مجروح ہوتے رہیں گے۔

اس طرح جناب یہ دوسری کتاب ہے "ولایت فقیہہ" یہ بھی اسی شخصیت کی لکھی ہوئی ہے
وہیں سے چھپ کر آئی ہے۔ اس میں سارے انبیاء علیہم السلام کی توہین کی گئی، عقیدۂ ختم نبوت کی نفی کی
گئی، حضرت ابو ہریرہ ﷺ جو ہماری قریباً ۱۵۵۰۰ احادیث کے راوی ہیں ان کو سنگین گالیاں دی گئیں۔
گستاخی کی گئی۔ ہمارے یہاں جو منسٹر ہیں (خالد کھرل وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات) یہ کتاب بھی
ان کی موجودگی میں مفت تقسیم کی گئی۔ یہ خمینی کی کتاب ہے اور یہ بھی اسی کی ہے۔ انہوں نے اپنے
مرنے سے چند روز پہلے یہ وصیت نامہ لکھا تھا۔ یہ ہمارے ملک میں اردو میں شائع کی جا رہی ہے۔ یہ
اصل فارسی میں تھی۔ یہ اردو ترجمہ ہے۔ جس میں سارے صحابہ کرام ﷺ کی توہین کی گئی اور ان کے
بارے میں کہا گیا ہے کہ آج کی جو ہماری قوم ہے یہ ان سے بہت زیادہ بہتر ہے۔ اس کتاب کا نام
"صحیفہ انقلاب" ہے، یہ کتاب ہے جو تقسیم کی گئی۔ اسی طرح جناب اتنی بڑی بڑی کتابیں جن کا سائز
آپ دیکھ رہے ہیں کہ بارہ بارہ سو صفحات کی کتاب ہے۔ اس کتاب کا نام "حق الیقین" ہے۔ یہ بھی

اسی ملک سے شائع ہو کر آئی ہے اور اس کتاب کے صفحات پر نہ قرآن مجید کو بخشا گیا ہے نہ حضور ﷺ کی گھر والیوں کو معاف کیا گیا ہے۔ نام لے لے کر اہل بیت عظام، ازواج مطہرات، صحابہ کرامؓ کو وہ کچھ کہا گیا ہے، معاذ اللہ! جو عام آدمی بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ یہ کتاب حق الیقین ہے۔ اسی طرح یہ کتاب بھی مفت تقسیم ہوئی ہے وہاں۔ اس کتاب کا مصنف ہے "ملا باقر مجلسی" جو مر چکا ہے۔ یہ کتاب ہے "جلاء العیون" یہ بھی اس ملک سے آئی ہے۔ یہ پرچیاں میں نے لگائیں۔ میں اسے نہیں پڑھتا، اس طرح یہ کتاب بھی اس ملک سے آئی ہے، اس کتاب کا نام ہے "عین الحیات" یہ بھی مفت تقسیم ہو رہی ہے۔ اس کتاب میں بھی حد سے زیادہ توہین ہے۔ یہ تو اس ملک کی باتیں ہیں۔ اس کے علاوہ سینکڑوں کتابیں اس ملک کے جو ذمہ دار سرکاری عہدیداران آتے ہیں صدر ہو یا دوسرے ہوں، ہمارے ملک کے بعض نجی ادارے، پرائیویٹ ادارے وہ انہیں اعزاز یئے دیتے ہیں، استقبالئے دیتے ہیں اور ہم حکومت کی ایسی پالیسی سے بالکل متفق ہیں اور ہم تائید کرتے ہیں کسی غیر ملکی سرکاری مہمان کو یہاں نجی پرائیویٹ مذہبی اداروں میں مہمان بننے کی اجازت نہیں دینی چاہئے۔ وہ یہاں آ کر نجی اداروں کے مہمان خصوصی بن کر ان کی سپورٹ کر کے ایسی موشگافیاں چھوڑ کر اپنے ملکوں میں واپس چلے جاتے ہیں جس کی وجہ سے ہمارے ملک میں مذہبی منافرتیں پھیلتی ہیں۔ ہمارے ملک میں مذہبی لڑائیاں ہوتی ہیں۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ ایسے تمام ملکوں کو، کوئی بھی ملک ہو، کوئی اسلامی ملک ہو کوئی غیر اسلامی ملک ہو، ہماری حکومت کے لئے ضروری ہے کہ وہ پابندی لگائے اور اس طرح تمام جماعتوں کے اکاؤنٹ چیک کیے جائیں۔ جن جماعتوں کو غیر ملکی رقوم مل رہی ہیں۔

(سپیکر) مولانا صاحب، آپ کے پانچ منٹ باقی ہیں۔

جناب والا! ایک بجے میری بات شروع ہوئی ہے، ابھی میرے دس منٹ باقی ہیں۔ پانچ منٹ آپ نے خود گفتگو کی ہے، اس لئے 1:25 پر آپ مجھے روک سکتے ہیں۔ آپ اپنے سیکرٹری سے پوچھ لیجئے۔ ایک بجے میں نے گفتگو شروع کی ایک بجکر گیارہ منٹ میں سے پانچ منٹ میرے ہو گئے۔

(سپیکر) مولانا، پانچ منٹ آپ کے ہو گئے۔ ایک منٹ آپ نے اور لے لیا۔

تو جناب والا!

میں اس لئے یہ عرض کر رہا ہوں یہ جو خون بہہ رہا ہے، یہ جو قتل عام ہو رہا ہے یہ کیا ہے؟ یہ منافرتیں کہاں سے پھیلیں؟ یہ جذبات کہاں سے مجروح ہوئے؟ یہ ایک دوسرے کی دشمنیاں کہاں سے آئیں؟ اب یہ جو میں نے حوالے دیئے ہیں اور آپ کے فرمان کے مطابق میں نے ایک عبارت بھی

نہیں پڑھی، میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر میں ایک حوالہ پڑھ دیتا یہاں آگ لگ جاتی۔ لیکن جو لوگ یہ بھیج رہے ہیں، ان لوگوں کو اگر آپ نہیں روکیں گے ہماری حکومت نہیں روکے گی اور ہم ان سب کے بارے میں صدر صاحب کو وزیر اعظم صاحب اور ملک کے اعلیٰ عہدوں پر جو لوگ ہیں مطلع کر چکے ہیں، بار بار مطلع کر چکے ہیں لیکن شاید ان کے بس میں نہیں ہے۔ شاید یہ ملک کسی اور ملک کی کالونی بن گیا ہے اور شاید دوسرے ملک اسے اپنا ایک نجی کارخانہ سمجھتے ہیں جو چاہیں ہمارے ملک میں کرتے چلے جائیں تاکہ ہمارے ملک کے اندر ہنگامہ اور فساد ہو۔

پاکستان میں ایرانی لابی کی کارستانیاں

تو میں نے عرض کیا تھا، جناب والا!

کہ لاہور میں ایک ادارہ ہے۔ اگر آپ منع فرماتے ہیں تو میں اس کا نام بھی نہیں لیتا۔ ایچ بلاک۔ ماڈل ٹاؤن میں ایک ادارہ ہے۔ جس میں ان سرکاری غیر ملکی مہمانوں کو اعزازیے دیئے جاتے ہیں۔ اس ادارے نے اب تک ۵۰ کتابیں شائع کی ہیں۔ یہ ایک کتاب اس ادارے کی میرے پاس ہے۔ "دوسم مسموم" کے نام سے یہ کتاب، شاہ صاحب توجہ فرمائیں، یہ کتاب تقریباً ۴۴۰ صفحات کی ہے۔ یہ میں ابھی دکھا رہا تھا، اس کتاب کے ۴۲۸ صفحے پر حضرت عمرؓ کے بارے میں وائٹ پیپر شائع کیا گیا ہے۔ ۱۰۰ نمبر لگائے گئے ہیں۔ ۱۰۰ نمبر لگا کر سو گالیاں دی گئی ہیں۔ جس ادارے میں یہ غیر ملکی سرکاری مہمان آتے ہیں، ۱۰۰ گالیاں اس کتاب میں نمبر لگا کر ایک دو تین اسی طرح سو گالیاں دی گئی ہیں۔ یہ بھی اسی ادارے نے شائع کی ہے "حقیقت فقہ حنفیہ"۔ اس میں حضور پاک ﷺ کے خاندان کو، آپ ﷺ کی ازواج مطہراتؓ کو وہ ننگی گالیاں دی گئی ہیں کہ جن کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ کسی عام انسان کے بارے میں بھی ایسی زبان درازی نہیں کی جا سکتی۔

جناب والا!

اس طرح کراچی میں ایک کتاب شائع ہوئی ہے۔ اس کا ٹائٹل اتنا بھیانک ہے کہ ٹائٹل کے اوپر حضرت ابو بکرؓ کا نام لکھ کر معاذ اللہ نیچے ایک بہت بُرے جانور کی تصویر دی گئی ہے۔ اس کا مصنف کراچی سے مسلسل کتابیں شائع کر رہا ہے۔ اس کتاب کا نام "شیخ سقیفہ" ہے۔ اس طرح اور کتابیں ہیں۔ یہ بھی (ایک اور) اسی طرح لاہور سے شائع ہوئی ہے۔ اسی ادارے سے، اس میں اتنی غلیظ گالیاں دی گئی ہیں۔ اس وقت تک جو کتابیں یہاں میرے پاس ہیں، جو کتابیں مارکیٹ میں آ چکی ہیں۔ ان کی تعداد پانچ سو (۵۰۰) سے زیادہ ہے۔ پانچ سو (۵۰۰) کے لکھنے والے ۵۰ سے زائد

بڑے مصنف ہیں۔ جن میں پاکستان سے تعلق رکھنے والوں کی تعداد ۳۰ سے زیادہ ہے۔ وہ کتابیں بڑے بڑے اداروں سے شائع ہو کر جب مارکیٹ میں آتی ہیں، آپ جانتے ہیں کہ رشدی (ملعون) نے ایک کتاب لکھی تھی وہ بھی یورپ میں بیٹھ کر لکھی تھی تو پوری دنیا سراپا احتجاج ہو گئی تھی۔ میرا دعویٰ ہے جو کچھ ان کتابوں میں ہے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ رشدی کی کتاب میں وہ کچھ نہیں ہے۔ رشدی کی کتاب میں وہ غلاظت نہیں ہے۔ یہ لڑائی پیدا کرنے کی بات نہیں ہے؟ تو کیا ان کتابوں کے خلاف احتجاج کرنا فرقہ واریت ہے؟ لیکن ہوا کیا؟ اس کفر کا راستہ روکنے کی بجائے، ان کے لکھنے والوں کی زبانیں کاٹنے اور قلم توڑنے کی بجائے اور ایسی کتابوں کو بین کر کے ان کی نشر و اشاعت پر پابندی لگانے کی بجائے، ایسے پریس حکومت کی تحویل میں لینے کی بجائے آج ان کی ملکی سپورٹ بھی ہو رہی ہے، غیر ملکی طور پر بھی ان کو سپورٹ کیا جا رہا ہے اور جب بھی کسی حکومت نے اس کے خلاف احتجاج کیا ہے، تو الٹا اس حکومت کو معذرت کرنا پڑی کہ ہم سے بڑی غلطی ہو گئی۔ آئندہ آپ جو کچھ مرضی کرتے چلے جائیں۔ ہم ان کو ہاتھ بھی نہیں لگائیں گے۔ یہ لاڈلے بیٹے بنا کر پالے جا رہے ہیں اور لاڈلے بیٹوں کی طرح انہیں پروان چڑھایا جا رہا ہے۔ جب آپ سانپ کو دودھ پلائیں گے، جب اپنے ملک میں رشدی پالیں گے تو پھر غازی علم الدین بھی پیدا ہوں گے۔ جو ان راجپالوں کو کیفر کردار تک پہنچائیں گے۔ پھر غیرت اور حمیت کے متوالے بھی اس ملک میں آئیں گے جو اپنی جان دے دیں گے لیکن اس کفر کو پھیلنے اور پھولنے کا موقع نہیں دیں گے۔ آپ جانتے ہیں کہ مذہبی مسئلہ بڑا احساس ہوتا ہے۔ یہاں کوئی عام آدمی کی عزت کے خلاف کوئی بات ہو جائے جیسا ابھی آپ دیکھ رہے تھے کہ سپیکر صاحب کو کہا جا رہا تھا کہ آپ کے خلاف یہ آرٹیکل لکھا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہماری ایک ذات تو کیا لاکھوں اور کروڑوں جانیں ان مقدس شخصیات کے پاؤں کی خاک پر قربان ہو سکتی ہیں جن کے بارے میں یہ بکواسات کی جاتی ہیں اور غلاظت بکی جاتی ہے۔ ہمیں سب سے پہلے ان کا راستہ روکنا چاہئے لیکن کوئی اس طرف نہیں آ رہا ہے۔ اس کو کوئی سننے کو تیار نہیں۔ یہ بات کہاں سنائیں جبکہ آپ بھی سننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

حکومت ہمارے اور دشمنوں کے بارے میں تحقیقات کرے

جناب والا!

اب میری تجاویز ہیں۔ میں ٹائم بھی دیکھ رہا ہوں۔ میری تجاویز ہیں کہ ملک میں جو مذہبی فسادات مسلسل ہیں، انہیں ختم کیسے کیا جائے؟ میری پہلی تجویز یہ ہے کہ ملک میں اس وقت مذہبی عنوان

CamScanner

پر دو جماعتیں آپس میں لڑ رہی ہیں، ایک جماعت کو سپاہ صحابہ کے عنوان سے لوگ جانتے ہیں جس کا میں ذمہ دار ہوں۔ ایک جماعت کو لوگ تحریک جعفریہ کے نام سے جانتے ہیں۔ دونوں نے ایک دوسرے کے سینکڑوں آدمی قتل کر دیئے ہیں۔ سب سے پہلے میرا رضا کارانہ مطالبہ ہے، اپنے ایم۔ این۔ اے ہونے کے باوجود اپنی جماعت کے ذمہ دار ہونے کے باوجود میں رضا کارانہ طور پر اپنے آپ کو، اپنی قیادت کو حکومت کی تحویل میں دینے کے لئے تیار ہوں وہ ہمیں پکڑے، اپنی تحویل میں لے کر ہماری تحقیقات کرے، ہمارے بینک اکاؤنٹ چیک کرے، ہماری جماعت کی آمدن چیک کرے اور جو الزامات ہمارے اوپر فریق مخالف نے لگائے ہیں ہم سب الزامات کے بارے میں اپنی تحقیقات کرانے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن حکومت اسی طرح اس طبقے کے ذمہ داروں کو بھی گرفتار کرے۔ اگر وہ بھی رضا کارانہ طور پر گرفتاری دے دیں تو وہ بھی ہمارے الزامات کا جو کارکنوں کے قتل کے ہوں یا ہمارے الزامات غیر ملکی مداخلت کے ہوں یا ہمارے الزامات ان کتابوں کے بارے میں ہوں جواب دیں۔ ان سے پوچھ گچھ کی جائے تا کہ یہ محسوس ہو سکے کہ قانون سے بالاتر کوئی نہیں ہے۔ پاکستان کی گورنمنٹ کسی کی دم چھلا نہیں ہے۔ پاکستان کی گورنمنٹ ایک مضبوط اور خود مختار گورنمنٹ ہے اور اس سے پتہ چل جائے گا اور میں آج کہتا ہوں کہ میں تو رضا کارانہ طور پر گرفتاری دینے کے لئے تیار ہوں، آپ ان کی گرفتاری کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ اس لئے کہ ان کے پیچھے اتنی بڑی بڑی قوتیں اور ملک ہیں کہ آپ اگر ان کی طرف میلی آنکھ سے دیکھیں گے تو فوراً آپ شرمندگی سے اپنی آنکھ کو نیچا کر لیں گے۔

جناب والا!

دوسری میری تجویز یہ ہے، دونوں طرف سینکڑوں قتل کے مقدمات ہیں۔ قتل کے مقدمات میں، ۳۰۲ میں جو ملزمان نامزد کیے گئے ہیں، ان ملزمان کے بارے میں دونوں جماعتوں کو کہا جائے کہ یہ ملزمان کی فہرست ہے۔ آپ ان ملزموں کو حکومت کی تحویل میں دے دیں۔ جو ملک کا وفادار ہوگا، جو محب وطن جماعت ہوگی حکومت کے طلب کردہ آدمی حکومت کے ہاتھ میں دے گی۔ اگر فریق مخالف اس بات کے لئے تیار ہو میں اسمبلی میں شورٹی (Surety) دیتا ہوں کہ جو میرا کارکن، میرا عہدیدار حکومت کو کسی مقدمے میں مطلوب ہے، میں رضا کارانہ طور پر حکومت کے حوالے کرنے کے لئے تیار ہوں۔

مذہبی شخصیات کی توہین پر سزا کا قانون بنایا جائے

جناب والا! میری تیسری تجویز یہ ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ دونوں جماعتوں کے ذمہ داران کو بٹھا کر یہ بات طے کی جائے کہ آپ بھی اہل بیت کو مانتے ہیں ہم بھی اہل بیت کو مانتے ہیں۔ آپ یہ بتلائیں کہ اگر کوئی آپ کے مذہب کی مقدس شخصیات کی توہین کرے تو اس کی کیا سزا ہونی چاہیے؟ ہم سے پوچھئے کہ جو ہماری مذہبی مقدس شخصیات کی توہین کرے اس کی کیا سزا ہونی چاہیے؟ جن سزاؤں پر ہم اتفاق کرلیں حکومت ان سزاؤں کو یہاں سے قانون کی شکل دلوائے تاکہ نہ کوئی ان کی مقدس شخصیات کی توہین کرسکے نہ ہماری مقدس شخصیات کی توہین کرسکے اور یہ گستاخی کا دروازہ مستقل بنیادوں پر بند ہوجائے۔ (مجھے پتہ ہے آپ مجھے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ جناب والا میری نظر گھڑی کی طرف ہے۔)

جناب محترم!

میری آپ سے التماس ہے کہ یہ وہ بنیادی چیزیں اور بنیادی نکات ہیں جن پر اتفاق کیے بغیر اس ملک میں مذہبی فسادات کا خاتمہ ناممکن ہے اور میں یہ بھی تجویز پیش کروں گا کہ حکومت کراچی میں مساجد کے تحفظ کے لئے اپنی ذمہ داری کو پورا کرے۔ اگر خانہ خدا میں کوئی آدمی تراویح میں قرآن نہیں سن سکتا، اگر مسجد میں کوئی نماز نہیں پڑھ سکتا، اگر مسجدوں میں بھی امن نہیں ہے تو پھر امن کہاں ملے گا؟ مسجد تو جائے امن تھی، امن کی پناہ گاہ تھی۔ آج مسجدوں کو بھی بدامنی میں تحویل کرکے وہاں گولیوں کی بوچھاڑ کردی جاتی ہے اور خاص طور پر تبلیغی جماعت کی مسجدوں میں اور جو بیچارے کسی کو کچھ بھی نہیں کہتے۔ یہ بیچارے اپنا کام کرتے ہیں۔ ان کی مساجد پر فائرنگ کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے۔ سوال یہ ہے آخر اتنی لاقانونیت ہورہی ہے۔ کوئی ایک ملزم بھی نہیں گرفتار ہورہا۔ کوئی ایک بھی اریسٹ (Errest) نہیں کیا جارہا۔ کسی ایک پر بھی ہاتھ نہیں ڈالا جارہا۔

(سپیکر) مولانا صاحب، اس کو Complete کریں۔

شکریہ جناب! ویسے بھی اذان ہونے والی ہے، پانچ منٹ کے بعد آپ کس کو ٹائم دیں گے، میں دو چار تجاویز پیش کردیتا ہوں۔

(سپیکر) جی میں بلاتا ہوں ابھی جناب افضل خان صاحب......

ٹھیک ہے!

جناب والا! میں آپ کی وساطت سے حکومت سے یہ مطالبہ کر رہا ہوں کہ اس ایوان کی ایک کمیٹی بنا دی جائے وہ با اختیار کمیٹی ہو، جس طرح سینٹ میں بنائی گئی ہے۔ یہ نئی بات نہیں ہے ایسی کمیٹی سینٹ میں بنائی گئی ہے۔ اس ایوان کی کمیٹی ہو وہ کمیٹی دونوں طبقوں کے ذمہ داروں کو بلائے اور ان سے کہے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ چودہ سو سال پرانے اختلاف کی بنیاد پر آپ ایک دوسرے سے نبرد آزما ہیں۔ وہ کمیٹی دونوں کی بات سنے۔ جس نتیجے پر وہ کمیٹی پہنچے، جو رپورٹ وہ کمیٹی حکومت کو دے، ہم من و عن اس کمیٹی کی تجاویز پر پابندی کرنے کو تیار ہیں۔

لیکن جناب والا! میں آپ کو بتلا رہا ہوں، آج ریکارڈ پر یہ بات لا رہا ہوں۔ کل میں نے بتلایا تھا کہ جنہوں نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا، میرے دو باڈی گارڈ شہید ہوئے اور مقابلے میں وہ بھی زخمی ہوئے ۳۰۲ میں نامزد ملزم ہیں۔ وہ دندناتے پھر رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کوئی ہے ہمیں پکڑنے والا؟ ایک تو وہ مجرم ہیں جن کا علم نہیں۔ کراچی میں تو چلو ملزمان کا علم نہیں۔ ایک آپ جانتے ہیں۔ نامزد ملزمان ہیں وہ مقابلے میں خود زخمی ہوئے ہیں اور وہ کہتے ہیں آؤ ہم نے یہ کام کیا ہے۔ وہ اقراری ملزم بھی ہیں لیکن حکومت انہیں گرفتار کرنے کے لئے تیار نہیں۔

تو جناب والا! جب اس طرح بے حسی ہوگی۔ تو پھر ملزمان کے حوصلے تو اور بلند ہوں گے۔ پھر تو وہ اور زیادہ جو کچھ کرنا چاہیں گے کریں گے۔ اس لئے میری التماس ہے کہ اگر کمیٹی محسوس کرے ملک میں قانون سازی کی ضرورت ہے۔ تو قانون سازی کی جائے۔ غیر ملکی مداخلت کا دروازہ بند کیا جائے۔ غیر ملکی اثرات جنہیں ملک میں برپا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے ان کا راستہ روکا جائے اور یہ سلسلہ ختم ہونا چاہیے۔

جناب والا! میں آدھے منٹ میں آخری بات کہہ رہا ہوں۔ میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ یہاں پنجاب کی اہم شخصیت نے ہی آرڈر کیا ہے کہ بعض وعدہ معاف گواہ بنائے جائیں، جو جیلوں میں ہمارے کارکن بند ہیں انہیں کہا جارہا ہے کہ ہم آپ کو باعزت بری کرتے ہیں آپ وعدہ معاف گواہ بنیں کہ اعظم طارق نے ہمیں کہا تھا، ہمیں اسلحہ دیا تھا کہ فلاں آدمی کو قتل کر دیا جائے۔ تاکہ ہم وعدہ معاف گواہ کی گواہی کی بنیاد پر اعظم طارق کے ساتھ وہی حشر کریں گے جو بھٹو کے ساتھ کیا گیا۔

آج میں خود بتانا چاہتا ہوں، دنیا کی کوئی طاقت اعظم طارق پر ایک پیسے کا الزام نہ مالی طور پر ثابت کر سکتی ہے اور نہ اسی طرح ایک اشارہ بھی میرا ثابت کر سکتی ہے۔ لیکن میں انہیں بتلاؤں گا کہ نہ

اعظم طارق بھٹو ہے نہ سپاہ صحابہ پیپلز پارٹی ہے۔ سپاہ صحابہ پی پی نہیں۔ اگر ایسی کوشش کی گئی ہم اس کا راستہ روکیں گے۔

شکریہ!!

نوٹ:۔ اس تقریر کے شروع میں مولانا نے خمینی کی کتاب کشف اسرار کا وہ حوالہ پڑھ کر سنایا تھا جس میں خمینی نے حضرت عمر فاروق ؓ کو معاذ اللہ کافر و زندیق لکھا تھا اور حضرت عثمان ؓ کو بدقماش تحریر کیا تھا۔ ڈپٹی سپیکر سید ظفر علی شاہ نے حوالہ سنانے سے منع کر دیا اور وہ جملے کارروائی سے حذف کرنے کا حکم دے دیا جس کے باعث باقی تقریر اشاروں میں کرنا پڑی۔

جبلِ استقامت مولانا محمد اعظم طارق ؒ پر ۱۹۸۷ء تا ۱۹۹۴ء محض شیعہ کے کفر کو چوکوں چوراہوں میں بیان کرنے کی وجہ سے سات مرتبہ قاتلانہ حملے ہوئے لیکن ۱۹۹۴ء تا 6/ اکتوبر ۲۰۰۳ء پانچ حملے ''سپاہ محمد'' کی طرف سے باقاعدہ و باضابطہ ''ڈیتھ وارنٹ'' یعنی موت کا پروانہ جاری کرنے کے بعد کئے گئے۔

''ڈیتھ وارنٹ'' کے اجراء کا سبب موصوف کی ایک تقریر ہے جو ۱۹۹۴ء میں ہوئی تھی۔ جس میں اہل تشیع کے مفروضہ بارہویں امام ''مھدی'' کا تعارف کراتے ہوئے جبلِ استقامت مولانا محمد اعظم طارق نے فرمایا:

1) امام مھدی کا جب ظہور ہوگا تو ان کے ہاتھ پر سب سے پہلے خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم پھر حضرت علیؓ اور دیگر ائمہ کرام بیعت کریں گے۔

2) امام مھدی ظہور کے بعد کافروں سے پہلے سنیوں کو قتل کریں گے اور ابتداء ان کے علماء کے قتل سے کریں گے۔

3) امام مھدی حضرت عائشہؓ کو قبر سے نکال کر ان کے وجود پر (معاذ اللہ) کوڑے لگائیں گے۔

4) امام مھدی ابوبکرؓ و عمرؓ کو روضۂ رسول کی دیواریں گرا کر قبروں سے نکال کر برہنہ کریں گے اور پھر انہیں دن رات میں ہزار مرتبہ پھانسی دیں گے۔

5) امام مھدی کا جب ظہور ہوگا تو ان کے پاس اصلی قرآن مجید ہوگا جو ستر گز لمبا ہوگا۔

موصوف نے تقریر کے آخر میں فرمایا:

''چونکہ شیعہ حضرات نے پھر اس حد تک آگے قدم بڑھا لئے کہ انہوں نے اس

غائب شخصیت کے ظہور پذیر ہونے کے ساتھ ایسے واقعات کو بھی منسوب کر دیا جن کا تعلق ہمارے ایمان اور جذبات سے ہے۔ اس لئے ہم پر لازم ہے کہ ہم شیعہ اور پوری دنیا کو بتائیں کہ اول تو تمہارے امام مھدی پیدا ہی نہیں ہوئے ہیں اگر بالفرض بقول تمہارے پیدا ہو چکے ہیں اور اب غائب ہیں اور ظاہر ہو کر روضۂ رسول کو گرانے، حضرات شیخینؓ کی توہین کرنے اور حضرت عائشہؓ کی توہین کرنے کی کوشش کریں گے اور کافروں سے قبل سنیوں کو قتل کریں گے۔ تو پھر سن لو! ہم بھی ان کے مقابلہ کے لئے تیار ہیں اور ہم ایسے فرضی، جعلی، افسانوی مھدی کو نہ صرف یہ کہ تسلیم نہیں کرتے بلکہ ایسے ناپاک عزائم رکھنے والے کو عبرتناک سزا دینے سے بھی گریز نہیں کریں گے۔"

(میرا جرم کیا ہے؟ ص 288-290)

اس تقریر کے ردعمل میں دشمنان صحابہؓ نے ملک بھر میں شدید ہنگامہ کھڑا کر دیا، موصوف کو امام مھدی کا گستاخ قرار دیا، ان کے پتلے جلائے، دیواروں پر مخالفانہ نعرے تحریر کئے اور ان کے واجب القتل ہونے کا فتوی صادر کیا۔

اس کے بعد وہ لوگ اس گھناؤنے منصوبے کی تکمیل میں "جت" گئے چنانچہ اس گروہ نے 22/اگست 1994ء کو سہ پہر 4 بجے جرنیل سپاہ صحابہؓ پر جب وہ قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کرنے کے لئے آ رہے تھے شاہ پور ضلع سرگودھا کے مقام پر برقع پوش ہو کر راکٹ لانچر اور بموں سے حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں دو محافظ چوہدری شاہد جاوید اور حاجی امتیاز احمد بھٹی (پولیس کانسٹیبل) جام شہادت نوش کر گئے۔

حضرت موصوف اپنے مؤقف پر سختی کے ساتھ قائم رہے اور پنجاب بھر میں مختلف کانفرنسوں میں مفصل اور مدلل طور پر "شیعی تصور مھدی" کا رد کیا۔

عوامی احتجاج کے علاوہ اہل تشیع نے اپنے ممبر اسمبلی کے ذریعے قومی اسمبلی میں بھی شدید احتجاج کیا تو سپیکر نے موصوف کو وضاحت کے لئے ایک منٹ دیا۔

جرنیل سپاہ صحابہؓ نے اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے اسمبلی کے فلور پر بھی اپنا جرأت مندانہ مؤقف دہراتے ہوئے فرمایا:

"حضرت مھدی کے بارے میں جو تقریر میری طرف منسوب کی جا رہی ہے میں

CamScanner

نے حضرت مہدی کے بارے میں کوئی توہین آمیز جملہ نہیں کہا۔ حضرت مہدی کا تشریف لانا میرے مذہب کا حصہ ہے۔ لیکن میں نے اس فرضی کردار کو کہ جس کردار کے بارے میں یہ کہا گیا کہ جب وہ شخص آئے گا تو وہ نبی کا روضہ توڑے گا۔ صحابہ کرامؓ کو تختہ دار پر چڑھائے گا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی قبر کھودے گا۔ اس فرضی کردار کو میں نے کہا ہے کہ میں اس کو نہیں چھوڑوں گا۔ جو نبی کا روضہ توڑے گا میں اس کی ٹانگیں توڑوں گا۔ جو شخص شیخینؓ (ابوبکرؓ و عمرؓ) کو سولی پر چڑھائے گا میں اس کو بانس پر چڑھادوں گا!

میں نے اس فرضی کردار کو للکارا ہے اور میں آج بھی اس پر قائم ہوں۔"

(مولانا محمد اعظم طارق کی قومی اسمبلی میں تقریریں ص 133)

روپوشی کے چار ماہ

مولانا اعظم طارق نے 22 فروری 1995ء کو احرار پارک جھنگ میں یوم شہادت امیر عزیمتؒ کے موقع پر عظیم الشان اجتماع میں یہ انکشاف کرنے کے بعد کہ مجھے حکومت کی حمایت یا کم از کم مخالفت نہ کرنے کی صورت میں بے نظیر حکومت کی طرف سے ایک کروڑ روپے اور پجارو و دیگر مراعات کی پیش کش کی گئی ہے۔ مولانا نے اعلان کیا کہ میں نہ صرف اس حکومتی رشوت کو پائے حقارت سے ٹھکراتا ہوں بلکہ اپنی تمام تر صلاحیتیں غیر شرعی نسوانی حکومت کے خاتمہ کے لئے صرف کرتا رہوں گا۔ مجھے ان "انکشافات" کے بعد اب کسی وقت بھی گرفتار کیا جاسکتا ہے لیکن میں گرفتاری نہیں دوں گا۔ اس کے بعد اگلے دن ڈی ایس پی لیاقت بودلہ کی سربراہی میں پولیس کی ایک بڑی نفری میں گھر کا محاصرہ کر لیا لیکن مولانا نے گرفتاری نہ دی اور چار ماہ تک روپوشی اختیار کی۔

مولانا نے باہمی مشاورت سے 24 جون کو روپوشی کے خاتمہ کا اعلان کیا اور آئی جی پولیس سرحد کے دفتر میں پہنچ کر گرفتاری دے دی۔ اس موقع پر صحافیوں اور کارکنوں کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔

پنجاب حکومت کی تبدیلی اور مولانا کی رہائی

اڑھائی ماہ کا عرصہ گزر چکا تھا۔ پنجاب حکومت میں شریک پیپلز پارٹی کے وزراء نے وزیر اعلیٰ منظور وٹو پر عدم اعتماد کرتے ہوئے استعفے دے دیئے۔ اگلے روز وزیر اعلیٰ سرحد کی طرف سے

مٹھائی کی ٹوکری مولانا کے پاس پہنچ گئی اور کہا گیا کہ ہمارے ٹیلی فون کے ذریعے آپ اپنے ممبران اسمبلی کو یہاں بلوائیں۔ مولانا نے ان سے کہا کہ جب تک گرفتار ہوں کسی قسم کا کردار ادا کرنے یا فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔ آپ پہلے مجھے باعزت رہا کریں بعد میں جماعت کے مشورہ کے مطابق جو پالیسی طے ہوگی اس پر عمل ہوگا۔ مجبوراً مولانا اعظم طارق کو وزیراعلیٰ شیرپاؤ کے حکم پر پشاور سے اسلام آباد 10 ستمبر 1995ء کو منتقل کردیا گیا جہاں سرحد ہاؤس میں شیخ حاکم علی موجود تھے۔ اگلے روز شیخ حاکم علی کے ہمراہ بذریعہ کار لاہور پہنچے۔ پھر بذریعہ کار اسلام آباد لایا گیا اور شیخ حاکم علی صاحب ومیاں ریاض حشمت صاحب بذریعہ جہاز اسلام آباد آگئے۔ جہاں بے نظیر سے ملوایا گیا اور ٹی وی کیمرہ کے ذریعہ فلم بنائی جانے لگی تو مولانا نے صاف صاف کہہ دیا کہ ہم پنجاب میں اس وقت تک آپ کی حمایت یا مخالفت کے بارے میں کچھ نہیں کرسکتے جب تک سپاہ صحابہؓ کی مجلس شوریٰ کوئی فیصلہ نہ کرے اور مجلس شوریٰ کا اجلاس کل ہی 12 ستمبر کو لاہور میں طلب کرلیا گیا ہے۔ چنانچہ نو بجے کے خبرنامہ میں ہو بہو انہی لفظوں کے ساتھ خبر نشر ہوگئی کہ سپاہ صحابہؓ کل اپنے لاہور کے اجلاس میں فیصلہ کرے گی۔

سپاہ صحابہؓ کی مجلس شوریٰ کا اہم اجلاس

16 ستمبر کو مرکزی دفتر جھنگ میں سپاہ صحابہؓ کی مجلس شوریٰ کا ایک نہایت اہم اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں چاروں صوبوں کے ارکان کی مؤثر نمائندگی تھی۔ شوریٰ کے اجلاس میں، مولانا نے تفصیل کے ساتھ روپوشی سے لے کر اس وقت تک کے تمام حالات کو بیان کیا۔ رائے شماری کے وقت اکثریت نے آزاد حیثیت اختیار کرنے کے حق میں رائے دی چنانچہ اسی وقت یہ فیصلہ تحریر کرکے سب شرکاء اجلاس کو سنایا گیا اور پھر مولانا کے ذمہ لگایا گیا کہ اسلام آباد میں مقیم شیخ حاکم علی صاحب اور میاں ریاض حشمت کو اس فیصلہ سے آگاہ کریں چنانچہ آپؒ نے شرکاء اجلاس کی موجودگی ہی میں ان حضرات سے ٹیلیفون پر رابطہ قائم کیا انہیں بتایا کہ جماعت نے یہ فیصلہ کیا ہے۔

چنبہ ہاؤس لاہور سے گرفتاری

نومبر میں رائیونڈ کے تبلیغی اجتماع سے واپسی پر رات گئے چنبہ ہاؤس پہنچ کر پہلی مرتبہ مولانا اعظم طارق اور مولانا فاروقی اپنے اپنے باڈی گارڈز کے ہمراہ الگ الگ کمرے میں سو گئے۔ ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی ایک بجے رات پولیس کی بھاری نفری کمروں کے سامنے آپہنچی۔ مولانا نے بیدار ہوتے ہی پولیس کو ساتھ چلنے کا اصرار کرتے ہوئے پایا تو مولانا نے کہا کہ ٹھہرو مجھے وضو کرلینے دو۔

چنانچہ وضو کر کے چار رکعت ادا کیں اور قائد محترم فاروقی کے ہمراہ پولیس کے لشکر کے ساتھ سیڑھیاں اتر کر موقع پر موجود تمام ساتھیوں کو سلام کرتے ہوئے وہاں سے روانہ ہوئے۔ اس دوران مختلف جگہوں اور مختلف جیلوں میں رکھا گیا۔ اور اذیتوں سے دوچار ہونا پڑا۔

آٹھ ماہ بعد پہلی مرتبہ عدالت میں پیشی

یکم جولائی کو پولیس کی گاڑیوں کے جلوس میں قریباً 8 ماہ میں پہلی مرتبہ خصوصی عدالت میں پیش کیا گیا۔ پولیس نے حفاظتی انتظام کے تحت وکلاء کے ساتھ کسی کو احاطہ عدالت میں نہ آنے دیا۔ خصوصی عدالت کے جج آصف خان کی عدالت میں بیان دیتے ہوئے قائد سپاہ صحابہؓ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی نے فرمایا:

"ہمارے ساتھ 8 ماہ سے مسلسل زیادتی ہو رہی ہے۔ آپ خود ہمارے مقدمہ سے واقف ہیں۔ مقدمہ کے تمام ارکان ہماری بے گناہی کے گواہ ہیں لیکن اگر آپ کو بے گناہ قیدیوں کو بھی چھوڑنے کا اختیار نہیں تو پھر اس عدالت کا کیا فائدہ ہے۔"

علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی کا سانحہ شہادت اور مولانا شدید زخمی

مولانا اعظم طارق کہتے ہیں "آٹھویں روزے کی سحری کھا کر نماز فجر کے بعد معمولات سے فارغ ہو کر کچھ دیر آرام کیا اور پھر جلد ہی بیدار ہو کر عدالت جانے کے لئے تیاری شروع کر دی۔ قریباً گیارہ بجے پولیس کی ایک درجن گاڑیاں جیل کے پھاٹک پر پہنچ گئیں۔ ہمیں حسب سابق قیدیوں کی بڑی بس میں بٹھایا گیا۔ دو کرسیاں اٹھوا کر بس میں رکھوالیں اور ان پر بیٹھ گئے۔ آج خلاف معمول پولیس کا کوئی سپاہی ہمارے ساتھ نہیں بیٹھا۔ ورنہ ہر دفعہ پولیس کے کم از کم دس بارہ جوان ہمارے ساتھ ہوتے تھے۔ ہم نے بس کے اندرونی حصے کا جائزہ لیا تو سپاہ صحابہؓ کے اسیروں کی طرف سے لکھے ہوئے دلچسپ و عجیب نعرے اور اشعار نظر آئے۔ گاڑیاں سیشن کورٹ کے احاطے میں داخل ہو رہی تھیں۔ تو ہم نے بس کی ایک جالیوں سے باہر جھانک کر دیکھا۔ جہاں پولیس کی ایک بھاری نفری نے ہماری گاڑی کو محاصرے میں لے لیا تھا اور جہاں کارکن پولیس کے محاصرے سے پیچھے گاڑیوں کے ساتھ ساتھ دوڑتے ہوئے نعرے لگا رہے تھے۔ اس منظر کو دیکھ کر قائد محترم فرمانے لگے" یہ کارکن لوگ بھی کیسے دیوانے ہوتے ہیں۔ پچھلی دفعہ تاریخ پیشی پر یہاں پکڑ دھکڑ ہوئی پولیس نے گرفتاریاں کیں لاٹھی چارج

کیا، لیکن اس دفعہ پھر پہلے سے بھی زیادہ تعداد میں جمع ہو گئے ہیں۔انہیں گرفتاری یا پولیس کے مظالم کی بھی پروا نہیں ہے۔ میں نے کہا دراصل انہیں معلوم ہے کہ اگر پولیس گرفتار کرے گی تو وہ جیل میں ہمارے پاس آ جائیں گے۔ہنس پڑے اور فرمانے لگے" یہ لوگ ویسے ہی مخلص اور پروانے ہیں۔'' قائد محترم گاڑی سے باہر نکلے اور کارکنوں کو ہاتھ ہلا کر سلام کیا۔ان کے فوراً بعد میں نکلا۔ کارکن ہمیں دیکھتے ہی جوش و جذبے کے ساتھ نعرے لگانے اور پھولوں کی پتیاں ہم پر نچھاور کرنے لگے اور ہم کمرہ عدالت کی طرف چل دیئے۔ادھر اخبارات کے فوٹو گرافر تیزی سے ہماری تصاویر بنا رہے تھے۔اس لئے ہم قدرے آہستہ آہستہ قدم آگے بڑھانے لگے۔ابھی بمشکل چار پانچ قدم ہی چلے ہوں گے اور میرا دایاں پاؤں عدالت کے برآمدہ میں پڑنے ہی والا تھا کہ اچانک ایک ہولناک دھماکہ ہوا اور ہم فضا میں اچھلے۔ فوراً میرے ذہن میں آیا کہ "تخریب کاری ہوگئی'' اس کے بعد معلوم نہیں کہ ہم کس قدر فضاء میں بلند ہو کر اوندھے منہ آگے کی جانب زمین پر جا گرے اور میں گرتے ہی بے ہوش ہو گیا لیکن چند ہی لمحوں کے بعد مجھے ہوش آیا تو میں اٹھ کر بیٹھا اور ادھر ادھر نظر دوڑائی تو ہر طرف دھواں ہی دھواں تھا اور میرے دائیں بائیں درجنوں لوگ اوندھے منہ پڑے ہوئے تھے۔ابھی سب پر سکتہ کی کیفیت طاری تھی۔مکمل خاموشی اور سکوت مرگ کی کیفیت تھی۔ میرے سامنے حضرت فاروقی بھی اوندھے منہ پڑے ہوئے تھے۔اسی دوران میرا سر چکرانے لگا۔لیکن اگلے ہی لمحے میں نے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر دعاء انس پڑھنا شروع کر دی جو کہ میرا کئی سالوں سے خاص وظیفہ ہے۔اب میری طبیعت میں سکون پیدا ہو چکا تھا۔وجود پر نظر دوڑائی تو حیران رہ گیا کہ دائیں پاؤں سے بوٹ اور جراب تک غائب تھی۔ پاؤں کی چھوٹی انگلی اور ایڑی کٹ کر لٹک رہی تھی۔ ٹانگوں سے تیزی کے ساتھ خون رس رہا تھا اور ہاتھوں سے بھی خون جاری تھا۔لیکن مجھے تکلیف کا بالکل احساس نہیں تھا۔ میں نے دائیں بائیں نظر دوڑائی تو دور دور تک کوئی شخص چلتا پھرتا نظر نہ آیا۔بس ہر طرف لاشیں ہی لاشیں تھیں۔ پولیس کمانڈوز کے ہاتھوں میں موجود کلاشنکوفوں کی میگزینوں کے اسپرنگ اور لوہے کے ٹکڑے میرے چاروں طرف بکھرے پڑے تھے۔ میں نے سوچا کہ یہ بم کے ٹکڑے ہیں۔دشمن نے ہم پر گرنیڈوں سے حملہ کیا ہے۔ اس دوران کارکنوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔جو" قائدین قائدین'' کی آوازیں بلند کرتے ہوئے اس طرف بڑھ رہے تھے۔سب سے پہلے میرے پاس قاری محمد احمد مجاہد اپنے ایک اور ساتھی کے ہمراہ پہنچے اور میرے سینے پہ کان لگا کر دل کی دھڑکن چیک کرنا چاہی تو میں نے ان سے کہا میں بالکل ٹھیک ہوں۔آپ مجھے چادر دیں۔ان کی گرم چادر بطور تہہ بند باندھ کر میں ان دونوں ساتھیوں کے کندھوں پر

ہاتھ رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا اور کچھ قدم آگے چلا تو میں نے کہا الحمدللہ میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔ پھر ہم لاشوں کے ٹکڑوں کے پاس سے گزرتے ہوئے آگے بڑھے۔ جہاں پر ایک مجسٹریٹ کی گاڑی کھڑی تھی۔ میں اس کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا اور ایک ساتھی کے کہنے پر منہ پر رومال لپیٹ لیا تا کہ شناخت نہ ہو۔ میو ہسپتال میں ایمرجنسی وارڈ کے سامنے میں خود اتر کر ساتھیوں کے سہارے ہسپتال میں پہنچا۔ ہسپتال کے عملے کو جب میرا تعارف ہوا تو وہ تیزی سے میری طرف بڑھے اور مجھے ایمرجنسی روم میں لے جا کر لٹا دیا اور میرے زخموں کو دھونا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے آنکھیں کھولیں۔ کچھ ماحول کا جائزہ لیا اور پھر اپنے وجود کی طرف دیکھا تو سارا جسم پٹیوں میں جکڑا ہوا نظر آیا۔ تین چار گھنٹے گزر چکے تھے۔ میں اپنے قائد کی راہیں تکتے تکتے تھک چکا تھا اور میرا انتظار شدید اضطراب میں بدل چکا تھا۔ آخر بے قراری انتہاء کو پہنچ گئی تو میں نے تلخ لہجے میں موقع پر موجود پولیس اہلکاروں اور اپنے کارکنوں سے کہا تم لوگ مجھے کیوں نہیں بتاتے ہو کہ میرے قائد کہاں ہیں؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ معمولی زخمی ہو کر میرے پاس آنے کی بجائے کہیں اور چلے جائیں؟ لیکن وہ پھر خاموشی سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے، پھر جب میرا اصرار حد سے بڑھ گیا تو ایک پولیس انسپکٹر میرے قریب آیا اور میرا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر اپنا منہ میری پیشانی پر رکھا اور بے اختیار ہو کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگ گیا۔ اسے روتا دیکھ کر میری روح کانپ گئی۔ اور دل دھک دھک کرنے لگا۔ پھر اس نے روتے ہوئے کہا کہ ”مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی اور ہمارے پچیس جوان شہید ہو چکے ہیں۔ ہم آپ کو اب کہاں سے آپ کا قائد لا کر ملوائیں؟!“

یہ قیامت کی خبر تھی جسے سنتے ہی میں بے خود ہو گیا اور پٹیوں میں جکڑے جسم کے ساتھ اٹھ کر بیٹھنے لگا مگر اٹھتے ہی گر پڑا۔ مجھے اپنے جسم کے تمام زخم بھول گئے، اور دل کے زخم جاگ اٹھے۔ جنہوں نے مجھے تڑپا ڈالا۔“

شام غم ایسی بلا خیز نہ دیکھی تھی کبھی
آسمان پر نہ رہا کوئی بھی تارا باقی

مولانا کی والدہ ماجدہ کا انتقال

چوبیس گھنٹوں میں دو بڑے صدمے، ایک طرف باپ جیسا شفیق قائد اور مہربان بھائی مولانا کے ساتھ قید و بند کا سفر طے کرتے کرتے دنیا سے منہ موڑ چکا تھا اور اب دوسری طرف ماں جیسی عظیم شخصیت اور پیار و محبت کے حسین پیکر کی آنکھیں سوا سال سے راہیں تکتے تکتے بند ہو چکی تھیں۔ مولانا کہتے ہیں ”ٹھیک دو ماہ قبل میں ایسا خواب دیکھ چکا تھا جو میں نے اپنے قائد کو بھی سنایا تھا کہ میں

ایسے درختوں کے جنگل کو پھلانگتا چلا جا رہا ہوں جن درختوں پر پتے بالکل نہیں کانٹے ہی کانٹے ہیں اور جب آگے بڑھتا ہوں تو ایسے صحراء میں چلنا شروع کر دیتا ہوں جو اتنا گرم ہے کہ میں ایک پاؤں رکھتا ہوں تو فوراً اسے اٹھا لیتا ہوں دوسرا رکھتا ہوں تو اسے جلدی سے اٹھا لیتا ہوں۔ میرے پاؤں ننگے ہیں مگر تیزی سے آگے ہی آگے بڑھ رہا ہوں، کیونکہ میرے ذہن میں یہ بات ہے کہ اس صحراء سے آگے مولانا حق نواز جھنگوی موجود ہیں...... اس کے بعد میں ایک مسجد میں چلا جاتا ہوں جہاں میری ملاقات مولانا حق نواز جھنگوی سے ہو جاتی ہے۔ مسجد کی طرف آتے ہوئے میں دیکھتا ہوں کہ کسی بزرگ شخصیت کو آخری غسل دیا جا رہا ہے اور کفن پہنایا جا رہا ہے اور غسل دینے والے ایسے لوگ ہیں جیسے فرشتے ہوں۔ لیکن میں اس بزرگ شخصیت کا جنازہ نہیں پڑھ سکا ہوں۔ اس خواب کی تعبیر اس وقت تو نہ سمجھ آتا تھی نہ آئی۔ لیکن اب اس خواب کی تعبیر رفتہ رفتہ کھلتی چلی جا رہی تھی۔ اب ایک ایک منظر میرے سامنے تھا اور میں ان راہوں سے گزر رہا تھا یہ سفر میرے گمان میں ابھی تک جاری ہے اور میں منتظر ہوں کہ اس کا اختتام مولانا جھنگوی کی مسجد میں ان سے ملاقات پر کیسے ہوتا ہے۔"

تین دن کے لئے پیرول پر رہائی

حکومت نے تین دن کے لئے مولانا کو پیرول پر رہا کرنے کے آرڈر جاری کر دیئے اور انہیں زخموں سے چور ایک ایمبولینس کے فرش پر فوم کے گدے پر لیٹا کر رات ساڑھے بارہ بجے جھنگ لایا گیا وہاں پہنچنے سے صرف ایک گھنٹہ قبل قائد محترم قبر کے مہمان بن چکے تھے۔

سو پیکاں تھے پیوست گول جب چھیڑی شوق کی لے ہم نے
سو تیرا ترازو تھے دل میں جب ہم نے رقص کا آغاز کیا

قائد فاروقی شہیدؒ جامعہ محمودیہ جھنگ میں ہمیشہ کے لئے آسودہ خواب ہو چکے، مولانا اعظم طارق کی والدہ ان کا راستہ تکتے تکتے دنیا سے منہ موڑ گئیں۔ اپنے وجود پر 100 سے زائد زخم سجا کر والدہ کی آخری زیارت کے لئے پیرول پر رہا ہو کر اپنے آبائی گاؤں پہنچے اور ان کی نماز جنازہ اور تدفین میں شرکت کی۔ اپنے گاؤں میں دو روز قیام کے بعد پھر ایمبولینس کے ذریعے سمندری پہنچے۔ ڈاکٹروں نے انہیں بتایا چونکہ آپ کے زخموں میں بموں کے ٹکڑے موجود ہیں۔ اس لئے فوری ان کا بڑا آپریشن کرانا ہوگا۔ اگلے روز صبح ہی لاہور پولیس کی گاڑیاں انہیں لینے کے لئے پہنچ گئیں اور مجسٹریٹ نے پیغام دیا کہ آپ کے پیرول پر رہائی کے تین دن گزشتہ روز پورے ہو چکے ہیں۔ اب لاہور چلیں۔ علاج وہیں ہوگا۔ 27 جنوری پیر کے دن ڈاکٹروں کے ایک بورڈ نے ان کے تمام زخموں کا تین گھنٹے تک آپریشن کیا

اور بم کے ٹکڑے جسم سے باہر نکالے۔ زخمی حالت میں سفر کرنے کے باعث کئی زخم اندر سے سخت خراب ہو چکے تھے اور دائیں ٹانگ مکمل طور پر مفلوج ہو چکی تھی۔ پہلے روز تو ڈاکٹروں نے میو ہسپتال میں ٹانگ کاٹنے کا مشورہ دیا تھا لیکن مولانا نے صاف صاف کہہ دیا کہ مجھے مرجانا قبول ہے مگر ٹانگیں نہیں کٹواؤں گا۔

سروسز ہسپتال میں آپریشن کے بعد زخموں پر پٹیاں لگا کر انہیں واپس روم نمبر 2 میں بھیج دیا گیا۔ سینہ سمیت سارا وجود اس طرح زخمی تھا جیسے میدان جنگ میں دشمن نے نیزوں اور تلواروں سے کسی کو چھید رکھا ہو۔

الیکشن کے لئے پیرول پر رہائی

18 رجنوری کو بم دھماکے سے لگنے والے اسی (80) سے زائد زخموں کا دوسری مرتبہ ہونے والے 27 جنوری کے آپریشن کے بعد طبیعت حد درجہ نقاہت و کمزوری کا شکار ہو چکی تھی۔ اٹھ کر بیٹھنے کی بھی طاقت نہ تھی۔

ان آبلوں سے پاؤں کے گھبرا گیا تھا میں
جی خوش ہوا راہ کو پرخار دیکھ کر

اپنے تیماردار دوستوں کے ہمراہ 31 جنوری اور یکم فروری کی درمیانی رات تین بجے سروسز ہسپتال سے فیصل آباد روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر حضرت مولانا ضیاء القاسمیؒ کی خدمت میں حاضری دی۔ ادھر جھنگ کے عوام استقبال کے لئے فیصل آباد روڈ پر گاڑیاں، موٹر سائیکلیں، ٹریکٹر، ویگنیں لے کر فیصل آباد ایئرپورٹ تک پہنچ گئے تھے چنانچہ مولانا وہاں سے روانہ ہوئے اور جب جھنگ روڈ پر پہنچے تو لوگ دیوانہ وار ایمبولینس کے پیچھے بھاگنے لگے۔ مولانا بیڈ پر لیٹے ہوئے ہاتھ کے اشاروں سے لوگوں کے سلام کا جواب دے رہے تھے یہ عوام کی محبت اور جذبات ہی تھے کہ آپ گھنٹوں ان کے سلام کا جواب اشاروں سے دیتے رہے ورنہ مولانا اس قابل نہ تھے۔ مولانا کی حالت بہت ہی زیادہ قابل رحمت تھی۔ شام چار بجے کے قریب B.B.C اور وائس آف امریکہ کی مطالعاتی ٹیموں نے ملاقات کی اور بتایا کہ آپ پندرہ سے بیس ہزار ووٹ کی لیڈ سے جیت رہے ہیں قائد محترم نے پوچھا وہ کیسے؟ انہوں نے کہا شہر میں آپ کے ووٹ کی کاسٹنگ بہت زیادہ ہے۔ دیہاتوں میں ووٹ کاسٹنگ کی شرح کم ہے جس کا فائدہ آپ کو ہوگا۔ چنانچہ آدھی رات تک سامنے آنے والے نتیجہ میں ہم صوبائی سیٹ بھی ہار گئے جبکہ قومی اسمبلی کی سیٹ پندرہ ہزار ووٹوں سے ہاری جا چکی تھی۔ مولانا نے خود کارکنوں اور

احباب کے فون سنے اور جواب دینے کا سلسلہ جاری رکھا اور کارکنوں کو حوصلہ دیتے رہے۔ فون پر ساتھی قائد محترم کی آواز سن کر ہی خوش ہو جاتے تھے۔

الیکشن 1997ء میں ملک کے نامور دینی و سیاسی رہنما اسی طرز دھاندلی کو اختیار کرنے کا الزام حساس اداروں پر لگا چکے ہیں۔ کیونکہ خود صدر مملکت نے الیکشن کے روز شام کے وقت اپنے انٹرویو میں اقرار کیا تھا کہ ووٹوں کی کاسٹنگ کا تناسب پچیس فیصد سے تیس فیصد کے درمیان رہا ہے جبکہ بعد میں جو رزلٹ سامنے آیا اس کے مطابق ٹرن آوٹ چالیس سے پینتالیس فیصد کے درمیان رہا۔

3 رفروری کے الیکشن میں صوبائی حلقہ 65 پی پی کی سیٹ پر مولانا صرف 94 ووٹوں سے ہار گئے لیکن سرکاری ووٹوں کی گنتی پر مولانا کے ووٹ ایک سو ستر نکلے اور مخالفین کے صرف پینتیس جس کی وجہ سے مولانا کو کامیاب قرار دے دیا گیا۔

عید الفطر سے اگلے روز مولانا نے S.S.P جھنگ کو مطلع کیا کہ میں حسب وعدہ لاہور جانا چاہتا ہوں۔ پولیس کو یہاں بھیجنے کے بجائے جھنگ سے باہر فیصل آباد روڈ پر بھجوائیں تاکہ جھنگ میں کسی قسم کا اشتعال پیدا نہ ہو۔ چنانچہ مولانا اپنی گاڑی پر جھنگ سے باہر نکلے اور پولیس کے ہمراہ لاہور سروسز ہسپتال پہنچ گئے۔ ڈاکٹر دیکھ کر کہنے لگے اگر اتنا اچھا علاج جھنگ کے ڈاکٹر کر رہے تھے تو آپ یہاں لاہور کیوں آ گئے؟ مولانا نے جواب دیا میں خود نہیں آیا پولیس لائی ہے کیونکہ میں ابھی گرفتار ہوں۔ ڈاکٹروں نے ڈسچارج رپورٹ بنا کر پولیس حکام کے حوالہ کر دی۔ پولیس والے مولانا اعظم طارق کو ایمبولینس میں سوار کر کے ہسپتال سے باہر آنے لگے تو مولانا نے پوچھا کہ کدھر کا ارادہ ہے؟ جواب ملا کوٹ لکھپت جیل چلتے ہیں۔

مولانا نے اپنے ڈرائیور سے کہا گاڑی موڑ کر واپس ہسپتال چلو۔ ''ایم ایس'' کے دفتر لے چلو وہاں پہنچے تو ایم ایس دفتر چھوڑ کر نکل گئے تھے۔ اب جس ڈاکٹر کا پتہ کیا جاتا وہ غائب نظر آتا۔ چنانچہ رات گئے گورنر پنجاب کی ہدایت پر انہیں ہسپتال کے ایک خالی وارڈ میں شفٹ کر دیا گیا۔ جہاں مولانا کا علاج شروع ہو گیا۔

عید کے تیسرے روز حلقہ 65 پی پی کے سرکاری ملازمین کے بھیجے گئے پوسٹل ووٹوں اور پورے حلقہ میں ڈالے گئے ان متنازعہ ووٹوں کی گنتی شروع ہوگئی۔ ریٹرننگ آفیسر نے سب امیدواروں سے دستخط لے کر نتیجہ کا اعلان کر دیا۔ جونہی عدالت میں موجود (کالعدم) سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں کو نتیجہ معلوم ہوا تو وہ خوشی سے دیوانے ہو گئے ان کے چہروں پر مسکراہٹ لوٹ آئی۔ انہیں یوں لگا جیسے دوبارہ

زندگی مل گئی ہو۔ ادھر جھنگ میں اعلان کرادیا گیا کہ صبح دس بجے جامع مسجد حق نواز شہیدؒ میں مولانا اعظم طارق کا فون پر خطاب ہوگا۔ جب مولانا کے فون کی گھنٹی بجی تو مسجد نعروں سے گونج اٹھی مولانا نے جھنگ کے عوام کو مبارک باد دیتے ہوئے کہا کہ آج ایک مرتبہ پھر اللہ تعالیٰ نے شہیدوں کے خون اور اسیروں کی قربانیوں کے صدقہ آپ لوگوں کو خوشیاں نصیب کر دی ہیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اپنی تمام تر توانائیاں اور صلاحیتیں حق کی تکمیل کے لئے لٹادوں گا۔

تیزی سے صحت یابی

18 فروری کے دن اس وقت دنیا حیران رہ گئی اور ڈاکٹر حضرات حیرت سے مولانا اعظم طارق کو دیکھتے رہے جب انہوں نے صرف اللہ کے سہارے پر صوبائی اسمبلی لاہور کے سامنے گاڑی سے اتر کر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اسمبلی کا دروازہ کراس کیا اور پھر ایوان کے اندر پہنچ گئے۔ حلف کی تقریب ٹیلی ویژن پر دکھائی جارہی تھی۔ جب مولانا اعظم طارق کو اپنی سیٹ سے سپیکر کی کرسی تک چلتے ہوئے دکھایا گیا تو سپاہ صحابہؓ کے لاکھوں جانثاروں کی زبان سے ''اللہ تیرا شکر ہے'' کے الفاظ جاری ہو گئے۔

اسمبلی سے ہسپتال واپسی پر ڈاکٹروں نے مولانا اعظم طارق کو حلف اٹھانے پر مبارکباد دیتے ہوئے کہا۔ ہم آپ کے حوصلے اور ہمت کی داد دیتے ہیں۔ مولانا نے جواباً کہا یہ سب صحابہ کرامؓ کے نام کی برکت ہے۔

اگرچہ زخم بہت حد تک مندمل ہو چکے تھے لیکن دائیں پنڈلی میں بم کا ایک بڑا ٹکڑا موجود تھا جس کی وجہ سے چلنے پھرنے میں بہت دقت پیش آرہی تھی۔ ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ اس بڑے ٹکڑے کو نکلوالیا جائے۔ مولانا اعظم طارق 11 اپریل کو جامعہ عمر فاروق کے جلسہ سے خطاب کر کے 12 اپریل کو سیدھا سول ہسپتال جھنگ پہنچ گئے۔ ڈاکٹر سرجن محسن کھیانہ، ڈاکٹر خالد چوہدری، ڈاکٹر ظفر پاتو آنہ اور ان کے ساتھی مولانا کے منتظر تھے۔ چنانچہ آپریشن تھیٹر روم میں ڈاکٹر حضرات سے گپ شپ لگاتے ہوئے مولانا بے ہوشی کی دنیا میں چلے گئے۔ کچھ دیر بعد ہوش آئے تو خود کو خون کی تین نالیوں میں جکڑا ہوا پایا۔

پاکستان ٹیلی ویژن پر شیعہ لیڈر کا براہ راست مذاکرے سے فرار

تیسری مرتبہ آپریشن کرائے ابھی صرف پانچ دن ہی گزرے تھے کہ اسلام آباد سے فون آیا کہ زاہد میر صاحب آپ سے بات چیت کرنا چاہتے ہیں۔ ریسیور کان سے لگایا تو دوسری طرف سے آواز آئی ''مولانا! میں زاہد میر بول رہا ہوں۔ میں رکن صوبائی اسمبلی ہوں'' زاہد میر صاحب نے کہا

اب چونکہ محرم الحرام کی آمد آمد ہے۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ آپ کو اور تحریک جعفریہ کے لیڈروں کو آمنے سامنے بٹھایا جائے اور فرقہ وارانہ فسادات کے عنوان پر گفتگو کی جائے لہٰذا اس بدھ کے روز 23 اپریل کو آپ اسلام آباد ٹی وی اسٹیشن تشریف لائیں۔ اب 23 اپریل شام آٹھ بجے اسلام آباد ٹی وی اسٹیشن پہنچنے کا پروگرام حتمی طور پر طے ہو چکا تھا۔ چنانچہ مولانا نے 22 اپریل کو اخبارات میں یہ خبر بھی بھجوادی کہ "کل 23 اپریل کو ٹی وی پر ہونے والے مذاکرہ کے لئے مولانا اعظم طارق نے شیعہ کے دل آزار کتب جمع کرنا اور علماء سے ملاقاتیں کرنا شروع کر دی ہیں تا کہ ٹی وی پر اپنے مؤقف کو ٹھوس انداز میں پیش کیا جا سکے اور مولانا اعظم طارق سخت علیل ہونے کے باعث چلنے پھرنے سے قاصر ہیں لیکن پھر بھی وہ اسلام آباد پہنچ رہے ہیں۔"

ادھر معلومات حاصل کی گئیں کہ شیعوں کی طرف سے کس قسم کی تیاریاں جاری ہیں تو معلوم ہوا کہ وہ لوگ کافی تعداد میں جمع ہو رہے ہیں۔ شاید ان کا پروگرام ہے کہ وہ ٹی وی اسٹیشن کا گھیراؤ کیے رکھیں تا کہ مولانا ذہنی طور پر دباؤ کا شکار رہیں اور اگر کوئی "ایسی ویسی" بات ان کے منہ سے نکل جائے تو وہ فوراً ٹی وی اسٹیشن پر اپنی زیادہ سے زیادہ حاضری یقینی بنائیں۔ جہاں تک ذہنی دباؤ کی بات ہے مولانا نے کہا انشاء اللہ العزیز میں آج ایسے ایسے حقائق بیان کروں گا کہ لوگ صدیوں تک یاد رکھیں گے اور ہمارا مؤقف دنیا کے سامنے واضح ہو جائے گا اور مجھے سو فی صد یقین ہے کہ۔ بقول شاعر

طوفاں سے الجھے کبھی ساحل نہیں آتا
جھوٹا ہو تو پھر سچ کے مقابل نہیں آتا
تاریخ زمانہ سے یہ ثابت ہے حقیقت
حق سامنے ہو تو کبھی باطل نہیں آتا

مگر ٹی وی حکام کی ہزار منتوں سماجتوں اور اپیلوں کے باوجود اُدھر سے ایک ہی جواب تھا کہ "ہم نہیں آسکتے۔" بالآخر مایوس ہو کر مولانا اعظم طارق سے حکام نے کہا! ہم جو آج تک سنتے آئے تھے وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے کہ واقعی یہ لوگ "میدان دے چتو" ہیں اور بہت بڑے دھوکے باز اور چالباز ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ یہ لوگ اپنی جماعت کے اتنے بڑے علامہ اور لیڈر ہو کر اس قدر غلط بیانی اور وعدہ خلافی کرتے ہیں۔ آج واقعتاً آپ کی اخلاقی فتح کا دن ہے۔

مولانا نے کہا کہ اگر شیعہ لیڈر نہیں آئے ہیں تو آپ پروگرام شروع کریں اور مجھے اپنا نظریہ پیش کرنے کا موقعہ دیں۔ انہوں نے وفاقی وزیر اطلاعات و نشریات مشاہد حسین سے فون پر بات کی کہ

ایسے کیوں نہ کرلیا جائے۔ مشاہد حسین جو ایک متعصب شیعہ ہیں۔ انہوں نے کہا ہرگز نہیں۔ ہم مولانا اعظم طارق صاحب کو وقت نہیں دے سکتے۔ مجبوراً ٹی وی اسٹیشن سے اخبارات کے دفاتر کا رخ کیا اور رات بارہ بجے تک اخبارات کو تمام کاروائی سے مطلع کرتے رہے تاکہ صبح کو عوام کے سامنے ہمارا نقطہ نظر آسکے۔ دنیا بھر سے لوگ پریشانی کے عالم میں یہ معلوم کررہے تھے کہ پروگرام کیوں نشر نہیں ہوا جب انہیں شیعہ کے فرار کی خبر سنائی جاتی تو وہ خوشی سے نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے کہتے آج ثابت ہوگیا ہے کہ باطل حق کے مقابلہ میں آنے سے قاصر ہے۔

تیسری گرفتاری

توقیر صحابہؓ کے نوا سنج ہیں ہم تو!
اے کفر تری تیغ گماں سے نہیں ڈرتے

مولانا اعظم طارق نے لاہور پہنچ کر لٹن روڈ پر واقع سپاہ صحابہؓ کے مرکزی رابطہ آفس میں ایک پرہجوم پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ اس پریس کانفرنس میں "بی بی سی" اور وائس آف جرمنی کے نمائندے بھی شریک ہوئے تھے۔ ماڈل ٹاؤن میں ایک دوست کے گھر کھانا کھا کر فارغ ہوئے ہی تھے کہ ایس پی ماڈل ٹاؤن میجر مبشر وہاں آگئے اور انہوں نے بتایا کہ ساڑھے چار بجے پنجاب سیکرٹریٹ میں ہوم سیکرٹری آفس میں ہونے والی ایک اہم میٹنگ میں آپ کو طلب کیا گیا ہے۔ سیکرٹریٹ پہنچے تو وہاں سوائے ایس پی ایڈمن محمد اسلم ساہی اور ایس پی میجر مبشر کے کوئی ذمہ دار افسر موجود نہ تھا۔ ان حضرات نے کہا کہ اب یہ میٹنگ گوجرانوالہ میں ہے۔ ان کی گاڑی میں بیٹھ کر جب مولانا سیکرٹریٹ سے باہر نکلے تو یہ گاڑی مال روڈ پر دوڑنے لگی۔ ان دونوں افسران نے کہا کہ پروگرام بدل دیا گیا ہے "اب یہ میٹنگ چوہنگ سب جیل میں ڈی آئی جی، سی آئی ڈی میجر مشتاق احمد کی صدارت میں ہونی ہے۔ انہوں نے دومرتبہ غلط بیانی سے کام لیا تھا۔ مولانا شام ساڑھے پانچ بجے چوہنگ سب جیل میں ڈی آئی جی کے آفس میں پہنچے تو وہاں پر وہ موجود نہ تھے۔ پھر یہ افسران چھوڑ کر چلے گئے اور چند ہی لمحوں بعد دو سپاہی مولانا کو بازوؤں سے پکڑ کر چوہنگ میں موجود بدنام زمانہ عقوبت خانہ میں لے گئے اور سیل نمبر 4 میں لے جاکر بند کردیا۔ تین دن اور تین راتوں تک مسلسل آنکھیں باندھ کر بار بار کھڑا کرکے تفتیش اور ظلم وتشدد کا سلسلہ جاری رکھا گیا۔ اسی دوران بعض ایسے حربے اور انداز بھی اپنائے گئے جنہیں بیان کرتے ہوئے دل کانپنے لگتا ہے۔ ساڑھے تین ماہ کے بعد جب مولانا وہاں سے چیف جسٹس سپریم کورٹ

کے طلب کرنے پر نکلے تو ان کی ذاتی رقم سے دس ہزار روپیہ ان ہی پر خرچ کر کے انہیں حساب پیش کیا گیا۔

نظر بندی کے اختتام پر رہائی کا راستہ روک دیا گیا

نظر بندی کی مدت پانچ اگست 1997ء کو ختم ہونا تھی۔ چنانچہ 5 اگست صبح کو تمام جیل کا عملہ مولانا کو مبارک باد دے چکا تھا کہ آج آپ رہا ہو جائیں گے۔ لیکن صبح آٹھ بجے جھنگ سٹی تھانہ کا سب انسپکٹر عبدالباری وہاں پہنچ گیا اور اس نے کہا کہ میں آج سے اڑھائی سال قبل جھنگ کے شیخ اقبال قتل کیس میں آپ کی گرفتاری ڈالنے آیا ہوں اس کیس میں گرفتاری ڈال کر رہائی کا راستہ روک دیا گیا۔

مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی طرف سے خلافت کا اعزاز

مولانا کی پوری زندگی ہنگامہ خیز رہی، وہ کبھی جیل میں رہے تو کبھی روپوش، کبھی صوبائی اسمبلی کے فلور پر تھے تو کبھی قومی اسمبلی میں آواز حق بلند کرتے دکھائی دیئے۔ ان کے جسم کا ایک ایک انگ زخموں سے چور چور تھا ان پر جہاں غیروں نے گولیاں اور بم برسائے تو ملکی پولیس اور انتظامیہ کے اپنے جلادوں نے کوڑے برسا کر ان کی ہڈی پسلی ایک کرنے کی ناپاک کوششیں کیں مگر ان کے پایۂ استقلال میں لغزش نہیں آئی۔

مولانا اعظم طارق شہیدؒ جن جاں گداز مراحل و مشکلات سے دو چار تھے۔ وہ بجائے خود ایک بہت بڑا مجاہدہ تھا، مگر بایں ہمہ وہ ذکر و شغل اذکار و معمولات کے بے حد پابند تھے، وہ عام لیڈروں سے ہٹ کر سلوک و احسان کی راہ پر بھی بڑی پختگی سے کاربند تھے انہوں نے اپنی اصلاح باطن کے لئے سب سے پہلے اصلاحی تعلق مشہور نقشبندی بزرگ حضرت مولانا محمد ادریس انصاری قدس سرہٗ سے قائم کیا تھا۔ دوسرے اکابر سے بھی ان کی محبت و عقیدت کا تعلق تھا۔ جس زمانہ میں مرحوم طویل جیل کی زندگی گزار رہے تھے اسی دوران آپ نے حکیم العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ سے مکاتبت کا سلسلہ شروع فرمایا اور وقتاً فوقتاً اپنے متوسلین و متعلقین کے ذریعے حضرت شہیدؒ کی خدمت میں سلام و پیام کا سلسلہ جاری رکھا، اسی دور میں حضرت شہیدؒ نے ان قربانیوں اور عزیمت کو دیکھتے ہوئے نہ صرف اپنے سلسلہ میں داخل فرمایا بلکہ اجازت و خلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔ حضرت شہیدؒ نے مرحوم کی اجازت و خلافت کو جو مکتوب املاء کرایا، وہ درج ذیل ہے:

برادر مکرم و محترم جناب مولانا محمد اعظم طارق دامت برکاتکم و فرج کربکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کا سلام مختلف ذرائع سے پہنچتا رہتا ہے لیکن میں سوچتا ہوں کہ آپ کو کیا لکھوں؟ صرف آپ کیلئے دعا ہی کر سکتا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کی مشکلات کو آسان فرمائے اور آپ کو اپنے قرب و رضا کے مقامات عالیہ نصیب فرمائے۔ میں خود علیل ہوں اور آنجناب سے دعاؤں کا طالب ہوں۔

خصوصی بات یہ ہے کہ میں آنجناب کو چاروں سلسلوں میں اجازت دیتا ہوں اگرچہ آپ کے بلند مراتب کے مقابلہ میں میری اجازت کوئی معنی نہیں رکھتی، لیکن اس جوڑ کا میں اپنے لئے فائدہ سمجھتا ہوں کہ شاید آپ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کسی بندے کو ہدایت فرمادیں اور آپ میرے لیے دعا فرمائیں۔

والسلام محمد یوسف عفا اللہ عنہ

۱۴۱۹/۹/۲۷ھ

بقلم محمد یحییٰ لدھیانوی غفرلہ ولوالدیہ

چوہنگ سے اسلام آباد کا سفر

20/اگست شام کے وقت بعض افسران نے مولانا کو بتایا کہ آپ کا بلاوا آگیا ہے تیاری کر لیں۔ انہوں نے کہا میری تیاری ہی تیاری ہے۔ مولانا کہتے ہیں ''صحیح بات تو یہ ہے کہ چوہنگ کے عقوبت خانہ سے نکلنے پر مجھے اتنی خوشی ہو رہی تھی کہ جتنی رہائی پر ہوتی ہے۔ پولیس گاڑیاں مجھے لے کر لاہور ایئرپورٹ پر پہنچیں۔ جب ہم جہاز میں پہنچے تو مجھ سے اگلی نشست پر تحریک جعفریہ پاکستان کے جنرل سیکرٹری افتخار نقوی بیٹھے ہوئے تھے۔ نقوی نے کن اکھیوں سے میری طرف دیکھا پھر آنکھیں بند کر کے کسی تصور میں کھو گئے۔ شاید 23 اپریل کے ٹی وی مذاکرہ والی بات سوچ رہے ہوں۔'' رات گیارہ بجے اڈیالہ جیل پہنچا دیا گیا۔

چیف جسٹس سپریم کورٹ سے ملاقات

۲۱/اگست صبح ساڑھے آٹھ بجے پولیس کی نصف درجن گاڑیاں اور چھ موٹر سائیکل سوار اڈیالہ جیل سے لے کر اسلام آباد کی طرف رواں دواں ہوئے تو معلوم ہوا کہ چیف جسٹس سید سجاد علی شاہ نے طلب کیا ہے، ان کی طلبی پر مولانا کو سپریم کورٹ لے جایا جا رہا تھا۔ مولانا نے اس ملاقات کا احوال خود رقم کیا ہے، ملاحظہ ہو:

''سپریم کورٹ پہنچ کر کچھ دیر ویٹنگ روم میں بیٹھے۔ پھر چیف جسٹس صاحب نے بلوالیا۔ وہاں چیف جسٹس کے سامنے میری دائیں جانب اٹارنی جنرل پاکستان چوہدری فاروق، ہوم سیکرٹری

پنجاب شہزاد حسن اور ڈپٹی اٹارنی جنرل بیٹھے ہوئے تھے۔ چیف صاحب سے ہونے والی گفتگو درج ذیل ہے:

چیف جسٹس صاحب: میرے پاس آپ کی اہلیہ کی طرف سے درخواست آئی ہے کہ مولانا کو چوہنگ جیل سے کسی دوسری جیل میں منتقل کیا جائے۔ تو آپ کو چوہنگ جیل میں کیا تکلیف ہے؟

میں نے کہا: جناب محترم سب سے پہلے تو میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے میری اہلیہ کی درخواست پر ایکشن لیتے ہوئے مجھے یہاں بلوایا۔ اس کے بعد میں ہوم سیکرٹری صاحب کی موجودگی میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ چوہنگ سنٹر ایک عقوبت خانہ تو ہو سکتا ہے مگر سب جیل ہرگز نہیں ہے۔ نہ تو اسے جیل کا عملہ چلاتا ہے اور نہ ہی وہاں جیل مینوئل کے مطابق قیدی کو سہولتیں حاصل ہیں بلکہ وہاں تو صبح شام سی آئی ڈی کا عملہ تفتیش کرتا رہتا ہے اور وہی اس ٹارچر سیل کو چلا رہا ہے۔

چوہنگ میں نہ تو جیل کی طرح بچوں، بھائیوں اور وکلاء سے ملاقات کی اجازت ہے اور نہ ہی کسی کی تفتیش کے لئے عدالت سے ریمانڈ لیا جاتا ہے۔ میں نے تقریباً وہ ساری باتیں بیان کیں جو سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے رجسٹراروں کے دورۂ چوہنگ پر ۱۸ اگست کو بیان کر چکا تھا۔ اس پر چیف جسٹس نے ہوم سیکرٹری کی طرف دیکھا کہ وہ ان باتوں کا جواب دیں۔ لیکن ان کے پاس خاموشی کے سوا کوئی جواب نہ تھا۔

چیف جسٹس صاحب: آپ کیا چاہتے ہیں کہ آپ کو کس جیل میں بھیجا جائے؟

میں نے کہا: مجھ پر تین ماہ کی نظر بندی کے خاتمہ کے روز جو اڑھائی سال پرانا مقدمہ قتل ڈالا گیا ہے وہ جھنگ کے لہٰذا مجھے جھنگ جیل بھیج دیا جائے تاکہ میں اس مقدمہ کی پیروی کر سکوں۔

چیف جسٹس صاحب: یہ لوگ کہتے ہیں کہ جھنگ میں آپ کے ماننے والوں کا زور ہے اس لئے وہاں انتظامات کا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔

میں نے کہا: پھر مجھے فیصل آباد جیل بھجوا دیں۔

چیف جسٹس صاحب: ٹھیک ہے اس پر ہم غور کریں گے فی الحال آپ کو راولپنڈی جیل رکھیں گے۔ پھر انہوں نے کہا کہ اس وقت ملک میں شیعہ سنی فسادات خانہ جنگی کی صورت اختیار کر چکے ہیں اور مسجدیں تک محفوظ نہیں ہیں۔ آپ اس سلسلہ میں کیا تعاون کر سکتے ہیں؟

میں نے کہا: چونکہ میں چوہنگ سے آ رہا ہوں مجھے حالات کا صحیح علم نہیں ہے۔ تاہم میں آپ کو بتاتا ہوں کہ یکم مئی ۱۹۹۷ء کو ہوم سیکرٹری کی موجودگی میں مَیں نے وزیر اعلیٰ پنجاب کو یقین دلایا تھا کہ ہم

CamScanner

حکومت سے شیعہ سنی فسادات کے خاتمہ کے لئے بھرپور تعاون کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن انہوں نے ہماری طرف سے تعاون کی پیش کش کو ہماری کمزوری سمجھا اور اُلٹا ہماری ساری قیادت کو گرفتار کر کے سخت تشدد کا نشانہ بنایا اور کئی کئی ماہ تک چونگ میں رکھا۔ اب میرے سوا تمام مرکزی راہنما بے گناہ قرار پا کر رہا ہو چکے ہیں اور مجھ پر بھی کوئی نیا الزام لگانے میں یا کیس بنانے میں حکومت کامیاب نہیں ہو سکی ہے اور ایک پرانے مقدمہ کی گرفتاری ڈال دی ہے۔

لہٰذا اب حکومت سے ہمارا تعاون بالکل نہیں ہوگا۔ ہاں آپ سے ہم ہر وہ تعاون کریں گے جس سے شیعہ سنی فسادات کی جڑ کٹ جائے گی۔

چیف جسٹس صاحب: آپ کے ذہن میں وہ کیا تجاویز ہیں؟

میں نے کہا: میں اس سلسلہ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے وقت اور اجازت دیں کہ میں اپنی جماعت کے راہنماؤں سے بات چیت کر لوں۔ پھر ہم جماعتی سطح پر آپ کو اپنی تجاویز پیش کریں گے۔ کیونکہ میں ذاتی حیثیت میں کوئی بات کرنے کا اختیار نہیں رکھتا ہوں۔

چیف جسٹس صاحب: آپ کی جماعت کا وفد مجھے لاہور میں مل چکا ہے اور تجاویز دے چکا ہے۔

میں نے کہا: میری جماعت نے جو تجاویز دی ہیں میں ان کی تائید کرتا ہوں اور اگر آئندہ آپ نے ملاقات کا موقع دیا تو میں مزید بھی تجاویز پیش کروں گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب تک اس ملک سے ایسی تحریروں اور تقریروں کا خاتمہ نہیں ہو جاتا جن سے شعائر اسلام، ناموسِ رسالت، تقدس ازواجِ مطہرات اور عظمتِ صحابہ کی توہین و تنقیص ہوتی ہو، اس وقت تک امن قائم نہیں ہو سکتا ہے اور اس طرح جب تک ہر مذہب کے پیروکاروں کو اپنی مذہبی عبادات و رسومات کے لئے اپنے عبادت خانوں تک محدود نہیں کیا جاتا اور ملک کا سپریم لاء اکثریتی مسلمان کے مذہب کے مطابق نہیں بنایا جاتا، غیر ملکی مداخلت کا دروازہ بند کر کے وطنِ عزیز میں تخریب کار عناصر کے خلاف برابری کی بنیاد پر کاروائی نہیں ہوتی ہے، اس وقت تک مسئلہ کا پائیدار حل سامنے نہیں آ سکتا ہے۔

یہ کیسا انصاف ہے کہ ایک طرف ہم منتخب نمائندے ہو کر جیلوں اور ٹارچر سیلوں میں اذیتیں جھیلیں، دوسری طرف جو لوگ کونسلر تک منتخب نہیں ہو سکتے ہیں انہیں چونکہ غیر ملکی تعاون حاصل ہے وہ ہمارے بیسیوں شہداء کے قتل میں ملوث ہونے کے باوجود بھی حکمرانوں کی گود میں بیٹھے ہوئے قانون کا مذاق اڑا رہے ہیں اور انہیں کوئی پکڑنے یا پوچھنے والا نہیں ہے۔ اس لئے آپ اس جانبدارانہ حکومتی پالیسی کو ختم کرنے کے لئے اقدام کریں۔

چیف جسٹس صاحب: آپ نے مختصر انداز میں بہت اہم باتیں کی ہیں، اس کے علاوہ کوئی اور تجویز؟

میں نے کہا: اس وقت پاکستان میں دو جماعتیں علی الاعلان باہم دست وگریبان ہیں اور وہ جو کچھ کر رہی ہیں، اخبارات میں اسے قبول کرنے کا اعلان بھی کر رہی ہیں۔ شیعہ کی طرف سے سپاہِ محمد اور اہل سنت کی طرف سے لشکر جھنگوی ہے۔

میری رائے ہے کہ جناب محترم نے جس طرح سپاہِ محمد کے سالار کو یہاں بلوایا ہے اس طرح لشکر جھنگوی کے لیڈر کو بھی بلوائیں اور ان کا موقف بھی سنیں۔ میں نے رات ہی اڈیالہ جیل میں ایک اخبار میں پڑھا ہے کہ لشکر جھنگوی کے امیر نے آپ کو خط لکھا ہے کہ ہماری طرف سے ہمارے نمائندہ غلام رسول شاہ کو بلوایا جائے وہ اس وقت فیصل آباد جیل میں ہے۔

چیف جسٹس صاحب: بات درست ہے۔ کیوں ہوم سیکرٹری صاحب! غلام رسول شاہ کوئی ذمہ دار آدمی ہے؟

ہوم سیکرٹری: جی وہ لشکر جھنگوی کا اہم لیڈر ہے اور فیصل آباد جیل میں ہے۔

رجسٹرار سپریم کورٹ: جناب چیف صاحب یہ لشکر جھنگوی کے امیر ملک اسحٰق کا خط بھی آیا ہوا ہے۔

چیف جسٹس صاحب: خط کو پڑھو کہ کیا لکھا ہے (اس میں بھی یہی بات تھی کہ غلام رسول شاہ کو بلوایا جائے) تو کل ہی ۹ بجے اسے بلوایا جائے۔ چلو آج اجلاس ختم کرتے ہیں۔

میں نے کہا: محترم چیف جسٹس صاحب! میں نے آپ سے علیحدگی میں چند باتیں کرنا ہیں۔

چیف جسٹس صاحب: ہوم سیکرٹری صاحب چوہدری فاروق صاحب! آپ دوسرے کمرہ میں بیٹھیں میں مولانا کی باتیں سن لوں۔

میں نے چیف جسٹس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا جناب والا! مجھے اس رات ہی اڈیالہ جیل سے علم ہوا ہے کہ جس روز سے اس مسئلہ کو آپ نے خود حل کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے اس روز سے پورے ملک میں اب تک کوئی تخریب کاری نہیں ہوئی اور تمام متحارب گروپ آپ کی ذات پر متفق ہو چکے ہیں۔ لیکن یہ باتیں حکومت کو سخت ناگوار گزری ہیں کہ آپ نے وقت کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے یہ قدم اٹھایا ہے اور امن وامان کا کریڈٹ آپ کو مل رہا ہے۔ مجھے اس سفر میں باوثوق ذرائع سے علم ہوا ہے کہ یہ حکومت آپ کے راستے میں روڑے اٹکانے کا پروگرام بنائے ہوئے ہے لہٰذا آپ اس مسئلہ کے لئے ایک بینچ تشکیل دیجئے جو اس مسئلہ کی باضابطہ سماعت کرے۔ تاکہ تاریخ اسلام میں پاکستان کی عدالت عالیہ کا یہ پہلا فیصلہ لوگوں کے سامنے آسکے۔ اس کے علاوہ کئی اور باتیں بھی ہوئیں۔ میں نے بتایا کہ حکومت کن وجوہ کی بناء پر سپاہِ صحابہؓ سے انتقام لے رہی ہے۔

چیف جسٹس صاحب نے میری باتیں سن کر کہا۔ آپ سے ملاقات سے قبل ذہن بالکل کچھ اور تھا اور آپ کے بارہ میں خیالات بھی مختلف تھے لیکن آپ سے مل کر مجھے بہت خوشی ہوئی ہے۔ میں آئندہ بھی آپ کو بلواتا رہوں گا اور اس مسئلہ کو مستقل بنیادوں پر حل کیا جائے گا۔"

مگر افسوس کہ وہی ہوا جس کا خدشہ تھا۔ پاکستان کے حکمرانوں نے چیف جسٹس صاحب کو ایسے ایسے مسائل میں اُلجھا دیا کہ وہ اپنی ریٹائرمنٹ سے قبل ہی چیف جسٹس کا عہدہ چھوڑ کر چھٹی لے کر چلے جانے پر مجبور ہو گئے۔

اڈیالہ جیل سے اٹک منتقلی

10 فروری 1998ء کو اٹک جیل میں لایا گیا۔ چنانچہ 15 اکتوبر 1998ء صبح دس بجے سپرنٹنڈنٹ جیل ملک عطاء محمد صاحب نے نیند سے بیدار کر کے مولانا کو بتایا کہ آپ تیار ہو جائیں کچھ علماء کرام آپ سے ملاقات کے لئے آ رہے ہیں۔ مولانا کہتے ہیں "میں حیران تھا کہ ایک عرصہ دراز کے بعد یہ کون سے حضرات ہیں جنہیں مجھ سے ملنے کی اجازت ملی۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ مرکزی رویئت ہلال کمیٹی کے چیئرمین مولانا عبداللہ صاحب، پنجاب بیت المال کے چیئرمین مولانا عبدالرحمان اشرفی صاحب، پاکستان علماء کونسل کے چیئرمین مولانا عبدالرؤف صاحب اور ہفت روزہ "زندگی" کے مدیر روزنامہ "پاکستان" کے چیف ایڈیٹر ممتاز صحافی جناب مجیب الرحمان شامی صاحب تشریف فرما ہیں۔ ان حضرات نے پرتپاک انداز میں گلے سے لگایا اور اپنی آمد کا مقصد بیان کیا۔"

چار ماہ بعد بچوں سے ملاقات

چار ماہ کے بعد 27 اکتوبر 1998ء کو بچوں سے ملاقات ہوئی۔

خطبات جیل کی تالیف

جمعہ کے روز ظہر کی نماز کے بعد شیعہ کے باطل عقائد پر نمبروار تقاریر کا ایسا سلسلہ شروع ہوا کہ جس سے مولانا کو شیعہ کی مستند کتب کا مطالعہ کرنے اور ردِ شیعیت میں اکابرین کی تالیف کردہ نایاب کتب کو بالاستیعاب دیکھنے کا موقع ملا۔ بعض احباب نے ان تمام تقاریر کو ٹیپ بھی کر لیا جو کہ جیل اور سخت ترین پابندیوں کے باوجود ایک ناممکن بات تھی۔ مگر...... جب نیت نیک اور حوصلے بلند ہوں تو پھر تاریکیوں میں بھی چراغ روشن ہو جایا کرتے ہیں۔ چنانچہ صرف دس ایام میں سوا چار سو صفحات پر مشتمل کتاب کا مسودہ

تیار ہو گیا۔ مولانا ثناء اللہ سعد، حافظ حبیب الرحمٰن، محمد ساجد، سیکرٹری راشد محمود اور سپاہ صحابہؓ کے مرکزی جنرل سیکرٹری ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں صاحب کی خصوصی توجہ سے یہ کتاب خوبصورت کتابت وطباعت کے زیور سے مرصع ہو کر مارکیٹ میں پہنچ گئی۔

جیل میں زہر دینے کی بھیانک سازش کا انکشاف

26 مارچ ۷ ذوالحجہ جمعہ کی شب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ اٹک جیل ملک عطاء محمد صاحب مولانا کے پاس آئے۔ انہوں نے بتایا کہ جھنگ سے آپ کے سیکرٹری راشد محمود کا فون آیا ہے کہ شیخ حاکم علی صاحب کو خفیہ ایجنسیوں کے اعلیٰ افسران سے علم ہوا ہے کہ تحریک جعفریہ نے پشاور کے ایک شخص ''گل زمان'' کو تین کروڑ روپے دیئے ہیں اور اس کا داماد ''اختیار'' نامی شخص یہاں جیل میں ہے۔ جس کا آپ کے پاس گاہے بگاہے آنا جانا ہے اس کی وساطت سے آپ کو زہر دینے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔

جیل ڈیوڑھی پر لائٹ مشین گن نصب کرا کر چار چار پولیس اہلکاروں کی ڈیوٹی لگا دی۔ ان انوکھے اقدامات سے پوری جیل میں ایک دہشت اور خوف کا ماحول پیدا ہو گیا۔

قائد سپاہ صحابہؓ اور مولانا اعظم طارق کی رہائی کی خوشخبری

مولانا نے 30 مارچ ۱۱ ذوالحجہ کو عشاء کے فرائض سے سلام ہی پھیرا تھا کہ ایک ملازم نے آواز دی۔ مولانا کے ساتھی مقصود نے اٹھ کر اس سے ملاقات کی تو اس نے بتایا کہ ابھی جیل میں حافظ حبیب الرحمٰن کا فون آیا ہے کہ کل صبح قائد سپاہ صحابہؓ علامہ علی شیر حیدری صاحب رہا ہو جائیں گے اور کل یا پرسوں مولانا اعظم طارق صاحب کو فیصل آباد لے جا کر وہاں سے رہا کر دیا جائے گا۔

اٹک جیل سے فیصل آباد روانگی اور اچانک رہائی

مولانا اعظم طارق کو جیل میں قید ساتھی اور اس وارڈ پر ڈیوٹی دینے والے ملازمین الوداع کر رہے تھے۔ فیصل آباد ایئرپورٹ پر پولیس کی گاڑیاں پہنچی ہوئی تھیں اور انہیں بڑی جیل بس میں سوار کیا گیا جس میں اندر اور بس کی چھت پر کمانڈوز سوار تھے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف نے رہائی کے احکامات جاری کئے۔ 8 جولائی جمعرات کے دن دوپہر کے وقت ڈسٹرکٹ جیل کے اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ آئے، اور انہوں نے اس خبر سے آگاہ کرتے ہوئے مبارک باد دی۔ اگلے دن جمعہ تھا ابھی سوا بارہ ہی بجے تھے کہ جیل سپرنٹنڈنٹ اسسٹنٹ اور دیگر افسران ایک بار پھر آن وارد ہوئے۔ اور مولانا سے کہنے لگے کہ چلیں جی رہائی آ گئی ہے۔ آج مولانا کو حکومت نے ہجوم کے خطرے کے پیش نظر اچانک ہی

رہا کر دیا تھا لیکن سینکڑوں کارکنوں کا ہجوم جیل کے دروازے پر پہنچ چکا تھا جنہوں نے بھرپور طریقے سے استقبال کیا۔ پہلے فیصل آباد اور پھر فیصل آباد بائی پاس سے جھنگ کے راستے جھنگ شہر میں داخل ہوئے تو اہل شہر نے دکانوں اور مکانوں سے باہر نکل کر فقید المثال استقبال کیا اور پھولوں کی بارش کر دی۔ نماز مغرب سے کچھ دیر قبل تقریباً سات بجے جامع مسجد حق نواز شہیدؒ کے سامنے جا کر جلوس اختتام پذیر ہوا۔

رہائی کے بعد چیچہ وطنی کا سفر

مولانا طویل اسارت کے بعد جولائی ۱۹۹۹ء میں رہا ہوئے تھے اور طویل اسارت کا یہ دورانیہ بہت بڑے طوفانوں سے گزرا تھا۔ کتنے دوست، عزیز، اور رشتے دار انہی چار پانچ سالوں میں اللہ کو پیارے ہوئے تھے، پھر اسی عرصہ میں لاہور سیشن کورٹ کا ریموٹ کنٹرول بم دھماکہ، جس میں حضرت فاروقی کی شہادت اور پھر مولانا کے وجود پر سو سے زائد زخم، اور پھر ان وجود کے زخموں سے بھی زیادہ صدمے کا عنوان والدۂ ماجدہ کی رحلت کا زخم تھا جو براہ راست روح پر لگا تھا۔ مولانا جب جامع مسجد حق نواز شہیدؒ میں استقبالی ہجوم سے خطاب کے بعد عوام کے ہجومِ بے کراں سے گزرتے ہوئے اپنی رہائشگاہ کی جانب بڑھ رہے تھے، میری ان سے ملاقات جامع مسجد سے نکلتے وقت سیڑھیوں پر ہوئی۔ اس وقت ہر خاص و عام کی خواہش تھی کہ اس کا ہاتھ مولانا کے ہاتھوں سے چھو جائے۔ اپنی اس خواہش کی تکمیل کے لئے ہر شخص بے تاب و بے چین تھا۔ جو شخص جتنا مولانا کے قریب ہونے کی کوشش کرتا اس کو اسی قدر ہجوم کی تلاطم خیز موجوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ مولانا کی نظر جب مجھ ناچیز پر پڑی، مولانا نے دونوں بازو پھیلا دیئے اور میں ان سے بغل گیر ہو گیا۔ مولانا نے مجھے اُسی وقت فرمایا کہ ''آپ نے ادھر ہی رہنا ہے اور صبح میرے ساتھ چیچہ وطنی چلنا ہے۔'' مولانا کا مجھے چیچہ وطنی تک ہم سفر ہونے کی تحکمانہ دعوت دینا میرے لئے اتنا بڑا اعزاز تھا کہ مجھے اس کے مسرور کن احساس نے رات بھر صحیح طریقے سے سونے نہ دیا۔ صبح اذان کی آواز بلند ہوئی تو اچانک میں نے دیکھا کہ مولانا مسجد میں داخل ہوئے اور صحن میں سوئے ہوئے ساتھیوں کے چہروں پر نظر دوڑاتے آگے بڑھ رہے ہیں۔ مجھے اندازہ ہوا کہ شاید مجھے تلاش کر رہے ہیں۔ چنانچہ میں نے آنکھیں موند لیں۔ میرے قریب پہنچے تو آواز دی، مولانا! مولانا! میں خاموش پڑا رہا تو بازو سے پکڑ کر مجھے ہلایا۔ میں فوراً اٹھ کھڑا ہوا، مولانا نے اس وقت نہائت اعلیٰ قسم کا خوبصورت لاچا باندھا ہوا تھا، اور سر سے پانی ٹپک رہا تھا۔ میں شرارتاً مسکرایا، مولانا بھی میری اس شرارتی مسکراہٹ کو بھانپ گئے اور زیر لب مسکراتے ہوئے فرمانے لگے تیار ہو

جاؤ، چیچہ وطنی جانا ہے۔

ہم چیچہ وطنی کے لئے روانہ ہوئے تو کار میں ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ پر مولانا تشریف فرما ہوئے۔

ٹوبہ ٹیک سنگھ اور کمالیہ سے گزرتے ہوئے جب ہم چیچہ وطنی کے نواحی چک 111-7R کے موڑ پر پہنچے تو ایک بہت بڑا ہجوم مولانا کے استقبال کے لئے موجود تھا۔ جس نے مولانا کو دیکھ کر فلک شگاف خیر مقدمی نعروں سے استقبال کیا، ان میں ایک بہت بڑی تعداد مولانا کے اقرباء کے علاوہ ان لوگوں کی تھی جنہوں نے آپ کے بچپن اور جوانی کے مختلف ادوار دیکھے تھے اور گمنامی سے لے کر شہرت کے بامِ عروج تک پہنچنے کے عینی شاہد تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ نوجوانوں اور ادھیڑ عمر لوگوں کے دلوں کی دھڑکنیں تیز تر ہو گئیں اور وہ وفورِ اشتیاق کا مظاہرہ اس شدت سے کر رہے تھے جسے بے پناہ عقیدت اور جذباتی وارفتگی کے علاوہ کوئی اور نام نہیں دیا جا سکتا تھا...... انسان کی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں، نامعلوم کون سا سورج طلوع ہو اور زندگی کی شام ہو جائے۔ میرا وجدان کہتا ہے کہ عقیدت و محبت کے ایسے رشک آمیز مناظر میری نظریں آئندہ بیسیوں سالوں تک نہیں دیکھ سکیں گی۔ کیونکہ اعظم طارق ایک ہی تھا، اور وہ اس عارضی دنیا سے حیاتِ ابدی کی طرف منتقل ہو چکا ہے۔ اِنَّ لِلّٰہِ ما اعطٰی وما اخذ ولکلٍّ عندہٗ اجلٌ مسمّیٰ!

چک 111-7R کمالیہ چیچہ وطنی روڈ پر مشرق کی سمت واقع ہے۔ یہ مولانا کا آبائی چک ہے۔ مولانا اب اکیلے نہیں تھے بلکہ ایک بہت بڑا قافلہ آپ کے ساتھ تھا۔ چک میں داخل ہونے سے ذرا پہلے بائیں ہاتھ پر وہ قبرستان ہے جس میں مولانا کے والدین اور دیگر اقرباء مدفون ہیں۔ مولانا نے وہاں پہنچ کر گاڑی روکنے کا حکم دیا اور باہر نکلے۔ تمام گاڑیاں روک دی گئی تھیں اور سینکڑوں افراد آپ کے ہمراہ اس شہرِ خموشاں میں داخل ہوئے۔ مولانا کا ایک عزیز (غالباً رانا عبدالقدوس) گذشتہ چار پانچ سالوں میں بننے والی قبور سے آپ کو متعارف کرا رہا تھا۔ چلتے چلتے ایک جگہ پر رک کر اس نے بتایا حضرت! یہ آپ کے والد کی قبر ہے...... اور یہ آپ کی والدہ کی!...... مولانا وہاں فاتحہ پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے، آپ کی آنکھیں نمناک ہو گئیں اور پھر کیفیت اچانک ہی بدلی...... پہاڑوں جیسا حوصلہ رکھنے والا اعظم طارق ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپا اور بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگا، پھر...... امی! امی! کہتے ہوئے والدہ کی قبر پر گر گیا،...... سینکڑوں افراد اس منظر کو دیکھ کر اشکبار ہوئے اور کئی اس کی تاب نہ لا کر بے اختیار رونے لگے۔ چند گھڑیاں اس کیفیت میں گزریں، پھر رشتہ دار بزرگ آگے بڑھے، انہوں نے مولانا کو دلاسہ دیا، تلقینِ صبر کے ساتھ کھڑے ہونے میں مدد دی اور آنسو

پوچھے۔ تمام افراد نے اہلِ قبور کے لئے فاتحہ پڑھی اور افتاں وخیزاں دوبارہ گاڑیوں کی طرف بڑھے۔

چک میں داخل ہوتے وقت مولانا پھر گاڑی سے نیچے اتر آئے اور پھر ایک جلوس سا بن گیا۔ چک کے باسیوں نے دیدہ ودل فرش راہ کرتے ہوئے بے مثال خیر مقدم کا مظاہرہ کیا۔ بچے، بوڑھے اور جوان سب گھروں سے باہر نکل آئے۔ نعروں کی گونج اور پھولوں کی بارش میں تیز تیز چلتے اور اہلِ دیہہ سے گلے ملتے ہوئے مولانا جب اپنے آبائی گھر کے سامنے پہنچے، تو جلوس ٹھہر گیا۔ لوگوں کو بیٹھنے کا حکم دیا گیا اور مولانا مجمع سے مخاطب ہوئے۔ لوگوں کی محبت اور عقیدت پر ان کا بھرپور شکریہ ادا کرنے کے بعد انہوں نے فرمایا:

''محترم حضرات! مجھے وہ وقت اچھی طرح یاد ہے جب میرے بچپن کے زمانے میں میرے والدِ ماجد حاجی فتح محمد مرحوم کا برادری کے کسی اور بزرگ سے کوئی تنازعہ ہو گیا۔ والد صاحب گھر میں داخل ہوئے تو شدید غصے کے عالم میں تھے۔ تنازعہ کی تفصیلات معلوم ہوئیں تو پتہ چلا کہ قصور بھی فریق ثانی کا ہے لیکن میں نے ڈرتے جھجکتے انہیں عرض کیا،''ابا جان! دنیاوی جھگڑے اور لڑائیاں ہمیں زیب نہیں دیتیں، آپ ان سے صلح کر لیں''۔...... ابا جان کو میری بات اچھی لگی، وہ اسی وقت الٹے پاؤں واپس گئے اور ان سے صلح کر لی۔ اس کے بعد مجھے یاد نہیں کہ ابا جان نے زندگی بھر کسی شخص سے برادری کی بنا پر یا کسی اور وجہ سے کوئی جھگڑا کیا ہو یا کسی سے بول چال چھوڑی ہو۔ آج جب میں اتنے عرصے بعد اپنے آبائی گاؤں میں داخل ہوا ہوں تو حالت یہ ہے کہ میرے والد صاحب قبر میں جا چکے ہیں۔ میری شفیق والدہ صاحبہ بھی قبر میں جا چکی ہیں اور بھی بہت سے عزیز اور بزرگ انتقال فرما کر قبروں کے مہمان بن چکے ہیں۔ میں آپ حضرات سے بصد احترام گذارش کرتا ہوں کہ ایک کمزور انسان ہونے کے ناطے، اگر کسی دور میں میری زبان یا میرے ہاتھ سے کسی عزیز، دوست، یا کسی رشتہ دار کو کبھی تکلیف پہنچی ہو تو براہِ کرم یا تو وہ مجھے معاف کر دیں یا مجھ سے بدلہ لے لیں۔ (مولانا کے ان الفاظ نے مجمع پر رقت طاری کر دی اور لوگوں کی آہیں اور سسکیاں گونجنے لگیں...... مولانا پھر گویا ہوئے)

برادرانِ عزیز اور بزرگانِ محترم! آپ جانتے ہیں کہ گذشتہ پانچ سالوں میں ہمیں کن مصائب اور مشکلات سے گزرنا پڑا، یہاں تک کہ اس سارے عرصے میں بمشکل

ایک مرتبہ مجھے یہاں آنے کا موقع مل سکا، وہ بھی اس حالت میں کہ میرا جسم سیشن کورٹ لاہور میں ہونے والے بم دھماکے کے زخموں سے چُور چُور تھا، اور میں چارپائی پر اٹھ کر بیٹھ بھی نہیں سکتا تھا۔ میرے قائد مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی ؒ شہید ہو چکے تھے اور گھر میں میری والدہ کی میت پڑی ہوئی تھی۔ مجھے چند گھنٹوں کے لئے یہاں آنے کی اجازت دی گئی تھی۔ جب میں یہاں پہنچا تو میری والدہ کا جنازہ تیار تھا لیکن مجھے چارپائی پر لیٹے لیٹے اپنی والدہ کا جنازہ اوران کی زیارت نصیب ہوئی، میں ان کی تدفین بھی اپنے ہاتھوں سے نہ کرسکا...... دوستو! میرا دل اپنے بزرگوں اور دوستوں کی جدائی کے صدمے سے چور چور ہے، لیکن میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے اپنے دین کی خدمت اور اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ واہلبیتؓ کی ناموس کے لئے قبول کیا۔ میری لڑائی کسی دنیاوی غرض کے لئے نہیں ہے۔ میں کسی جائیداد یا دولت اور اقتدار کے لئے نہیں لڑ رہا۔ میں صرف اور صرف اللہ کے دین کے لئے، اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے لئے اور ان کے اصحاب کی عزت و ناموس کے لئے لڑ رہا ہوں اور اس لڑائی میں کٹ مرنا اپنے لئے سعادت سمجھتا ہوں۔“

مولانا جس وقت یہ گفتگو فرما رہے تھے، مجمع میں گریہ وبکاء کی کیفیت تھی اور بہت سے لوگ پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے...... بعد ازاں مولانا اپنے آبائی گھر میں داخل ہوئے۔ جہاں آدھا پونا گھنٹہ اہلخانہ سے ملاقات کے بعد باہر نکلے تو قریبی رشتہ داروں کے جلو میں چک کے اُن گھروں میں تعزیت کے لئے جانا شروع کیا، جہاں گذشتہ پانچ سالوں میں کوئی فوتیدگیاں ہوئی تھیں......بس پھر سارا دن تعزیتوں اور ملاقاتوں میں گزر گیا۔ ہر شخص کی خواہش تھی کہ مولانا تھوڑی دیر کے لئے اس کے گھر ضرور قدم رنجہ فرمائیں۔ اور مولانا نے کم وبیش ہر شخص کی یہ خواہش پوری کی۔ اسی دوران نمازِ ظہر اور پھر نمازِ عصر بھی چک کی مسجد میں ادا کی گئیں۔ نمازِ عصر کی ادائیگی کے فوری بعد واپس جھنگ روانگی کا پروگرام تھا۔ مولانا مصروف ترین دن گزارنے کے بعد چک والوں کی دعائیں اور محبتیں سمیٹ کر رخصت ہوئے۔

مولانا کی اپنے سکیورٹی گارڈز کو نصیحتیں

مولانا کی رہائی کو تیسرا یا چوتھا دن تھا، نمازِ فجر کے متصل بعد مولانا جامع مسجد حق نواز شہیدؒ کی چھت پر تشریف لائے۔ مولانا کے کندھوں پر زلفیں لہرا رہی تھیں، جن سے ان کی وجاہت اور جلال میں.

اضافہ ہو گیا تھا۔ متعدد مہمانوں کے علاوہ مختلف اخبارات کے نمائندگان (جو آپ سے انٹرویو لینے کے لئے آئے ہوئے تھے) بھی آپ کے ہمراہ چھت پر آ گئے۔ آپ نے وہاں پہنچتے ہی اپنے سیکرٹری راشد محمود کو طلب کیا اور تمام سکیورٹی گارڈز جن کی تعداد درجن بھر تھی کو بھی بلوالیا، کچھ دیر تو خوش گپیاں چلتی رہیں، پھر مولانا نے انہیں ایک لائن میں کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ ان میں کئی چہرے اجنبی تھے، ان سے ان کے نام اور راشد محمود سے ان کا تعارف پوچھا تو انہوں نے تفصیل سے بتایا کہ یہ نوجوان فلاں علاقے سے تعلق رکھتے اور فلاں صاحب کی وساطت سے یہاں آئے ہیں۔ مولانا نے تمام افراد سے ان کے پاس موجود اسلحہ کی تفصیلات پوچھیں۔ مثلاً آپ کے پاس کون سا اسلحہ ہے اور کس پوزیشن میں ہے؟ کتنے کارتوس ہیں؟ آپ نے اس کا استعمال کب، کہاں سے اور کس سے سیکھا؟ اور کتنا تجربہ ہے؟ اس وقت بھی فائر کر کے دکھا سکتے ہو؟ وغیرہ وغیرہ! ایک صاحب سے معلوم ہوا کہ ان کی رائفل میں کوئی نقص ہے جس کی وجہ سے گولی پھنس جاتی ہے۔ پوچھا، کب سے ہے؟ بتایا کہ کئی دنوں سے ہے۔ راشد کو اس سے آگاہ کیا؟ جی نہیں! فرمایا، پھر کیا فائدہ تیرے اس ڈنڈے کا؟ یہ ڈنڈا تجھ سے لے کر میں تیرے سر پر نہ ماردوں؟ خدانخواستہ اگر انہی دنوں میں دشمن سے مڈ بھیڑ ہو جاتی تو تُو کس کام آتا؟ پھر راشد کو حکماً فرمایا کہ اس کی رائفل آج ہی درست کرادی جائے۔

پھر تمام کے چہروں پر اچھی طرح نظر ڈالی۔ بعض کی داڑھیاں اور بعض کے لباس خلاف سنت نظر آئے تو ان کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا، کہ میرے ساتھ وہی رہ سکتا ہے جو سنت کا پابند ہو۔ جو شخص اپنے نفس کے خلاف اتنا بھی جہاد نہیں کر سکتا کہ اپنے چہرے پر سنتِ نبوی کو سجا لے اُسے چاہئے کہ وہ تشریف لے جائے، مجھے اس کی ضرورت نہیں!

ان سب سے اہم بات یہ کہ تمام سکیورٹی گارڈز سے فرمایا کہ بھئی تم میں سے جو نوجوان پہلے بھی میرے ہمسفر رہے ہیں وہ جانتے ہیں اور جو نئے آئے ہیں وہ جان لیں کہ میں غریب آدمی ہوں، میں آپ میں سے کسی کو بھی کوئی باقاعدہ تنخواہ وغیرہ نہیں دے سکوں گا۔ لہٰذا جن نوجوانوں پر اپنے اہلخانہ کی معاشی ذمہ داریوں کا بوجھ ہو، میری طرف سے انہیں درخواست ہے کہ وہ تشریف لے جائیں۔ کوئی ذریعہ معاش تلاش کر کے اپنے والدین اور بیوی بچوں کی کفالت کریں۔ اور مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ مجھے ان سے کوئی گلہ نہیں ہوگا، انہیں جو گلہ ہو وہ مجھے معاف کر دیں۔...... پرانے ساتھی جانتے ہیں کہ میں نے کبھی انہیں تنخواہ نہیں دی اور بعض دفعہ تو کئی کئی مہینے تک میں انہیں کچھ بھی نہیں دے سکا۔ ہاں البتہ یہ ہے کہ اگر کوئی ساتھی کبھی گھر جانا چاہے تو وہ دو تین دن پہلے مجھے آگاہ کر

دے تو میں کوشش کروں گا کہ انہیں آمد و رفت کا کرایہ فراہم کر دوں...... میں پہلے کی طرح اب بھی عیدین وغیرہ کے موقع پر آپ کو تھوڑی بہت عیدی وغیرہ دینے کا معمول جاری رکھوں گا۔ جو نوجوان اِن حالات میں میرے ساتھ محض قربانی کے جذبے سے چل سکتا ہو، میں اسے سینے سے لگاؤں گا اور جو مجبوریوں کی بناء پر کوئی ذریعہ معاش وغیرہ تلاش کرنا چاہتا ہو، میں اس کے لئے دعا گو ہوں۔

لباس وغیرہ کے مسئلہ میں ارشاد فرمایا کہ میں کوشش کروں گا تمہیں وردی وغیرہ فراہم کر سکوں نیز یہ کہ طالبان طرز کی پگڑیاں بھی فراہم کرنے کی کوشش کروں گا۔ اور جب تک یہ نہیں ہو جاتا آپ حضرات ہلکی پھلکی قسم کی ٹوپیاں سر پر ضرور رکھیں۔ سر کے بال وغیرہ بھی درست رکھیں اور اپنے اعمال پر خصوصی توجہ دیں۔ سب سے لازمی فریضہ آپ پر نماز کی پابندی کا ہے، اس بارے میں کسی مصلحت اور چشم پوشی کا مظاہرہ نہیں کروں گا۔ مجھے آپ کی طرف سے نماز میں کوتاہی کی کہیں سے شکایت نہیں ملنی چاہیے۔

اغوا شدہ لڑکی مولانا کے درِ دولت پر

مولانا کو اللہ نے تیسرا فرزند عطا فرمایا، نام علی حیدر تجویز ہوا۔ میں ماہنامہ ''خلافت راشدہ'' کے کام سے فارغ ہو کر فیصل آباد سے جھنگ روانہ ہوا تا کہ مولانا کی زیارت کا لطف اٹھاؤں اور مبارکباد بھی دوں۔ رات کے ساڑھے بارہ کا ٹائم تھا کہ جھنگ پہنچا۔ معلوم ہوا کہ مولانا جاگ رہے ہیں اور بیٹھک میں تشریف فرما ہیں۔ جا کر سلام کیا، دو چار ساتھی بیٹھے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ اٹھ کر چلے گئے اب میں اور ایک اور ساتھی رہ گئے۔ مولانا بہت خوشگوار موڈ میں تھے۔ حال احوال پوچھا۔ میں نے نومولود کی پیدائش پر مبارکباد دی۔ فرمانے لگے اب اگر آپ کو مٹھائی کھلا دی جائے تو کیا آپ مجھ غریب پر احسان فرمائیں گے؟ میں نے کہا کیا مطلب؟ فرمایا گذشتہ چھتیس گھنٹوں میں ایک لمحہ بھی آرام کے لئے نہیں مل سکا۔ سفر کی تھکاوٹ علیحدہ ہے، صبح پھر سفر کرنا ہے۔ نمازِ فجر تک تین چار گھنٹے کا آرام نہائت ضروری ہو گیا ہے۔ آپ بقیہ ملاقات نمازِ فجر تک مؤخر کر دیں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے حضرت! مٹھائی بعد میں کسی وقت کھا لیں گے، آپ آرام فرمائیں۔ فرمایا نہیں! مٹھائی کا ادھار مناسب نہیں۔ فوراً اٹھے اور گھر سے پلیٹ میں مٹھائی لائے۔ ابھی ہم دونوں ساتھی مٹھائی پر ہاتھ صاف کر ہی رہے تھے کہ بیٹھک کا دروازہ کھلا اور ملک اقبال صاحب اندر داخل ہوئے۔ رنگ اڑا ہوا اور خاصے پراگندہ حال! سیدھے مولانا کی طرف لپکے اور آپ کے کان میں کوئی بات کہی! جسے سنتے ہی مولانا کا رنگ فق ہو گیا۔ دونوں حضرات نے باہم سرگوشی میں چند فقروں کا تبادلہ کیا اور اچانک مولانا بڑی پھرتی

کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور دروازے کی طرف لپکے۔ ملک اقبال صاحب نے زبردستی آپ کو قابو کر لیا۔ وہ بار بار کہہ رہے تھے "نہیں، مولانا آپ نہیں جائیں گے۔ میں آپ کو نہیں جانے دوں گا۔ آپ میرے ساتھ دو چار گن مین بھیج دیں۔ ہم خود ہی مسئلہ سنبھال لیں گے۔ آپ کو جانے کی ضرورت نہیں۔ مولانا خدا کیلئے آپ بیٹھ جائیں!"

ملک اقبال صاحب مولانا کو واپس بٹھانے میں کامیاب ہو چکے تھے۔ ہم ششدر ہو کر یہ منظر دیکھ رہے اور معاملہ سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ مولانا نے فرمایا ساتھ والے کمرے سے راشد کو بلاؤ، میں فوراً راشد کو بلا لایا، مولانا نے راشد کو حکم دیا کہ سب ساتھیوں کو جگا دو اور ملک صاحب کی بات سن کر ان کے ساتھ چلے چلو۔ عقلمندی سے کام لینا، فائرنگ کی نوبت آ جائے تو ہوشیار رہنا، بندہ بہرصورت پکڑ کر لانا ہے۔ گولی چلانی پڑ جائے تو پاؤں میں مارنا، جاؤ اللہ حافظ!

مولانا کی ہدایات سن کر ملک صاحب، راشد اور دیگر ساتھی فوراً تیار ہو کر گاڑیوں کی طرف لپکے (مجھے صحیح یاد نہیں پڑ رہا کہ اُس وقت گاڑیاں دو تھیں یا ایک، غالب گمان ہے کہ دو تھیں) اور روانہ ہو گئے۔ مولانا واپس اپنی نشست گاہ پر تشریف فرما ہوئے۔ میں نے پوچھا حضرت خیریت؟ کیا مسئلہ ہو گیا؟ چند لمحے خاموش رہے پھر فرمایا کہ "جھنگ کے قریب کوئی بدمعاش کسی لڑکی کو اغوا کر کے لایا ہے، لڑکی بے گناہ ہے اگر ہمارے ساتھی فوراً نہ پہنچے تو اس کا دامنِ عصمت تار تار ہو سکتا ہے"۔ ساتھ ہی فرمانے لگے کہ اب آپ بیٹھیں، لگتا ہے ابھی میری قسمت میں آرام نہیں ہے۔ ساتھیوں کی واپسی تک بیٹھ کر گپ شپ لگائیں۔ چنانچہ میں تعمیلِ ارشاد میں وہیں بیٹھ رہا۔ ابھی بمشکل بیس پچیس منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ گاڑیاں واپس پہنچ گئیں۔ جونہی جامع مسجد حق نواز شہیدؒ کی مغربی سمت سے گاڑیوں کے ہوٹر سنائی دیئے، مولانا فوراً باہر کی طرف بڑھے۔ پبلک سیکرٹریٹ کے باہر گاڑیاں پہنچ چکی تھیں۔ ڈبل ڈور کیبن کی فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھلا، دو ساتھی باہر کودے اور پھر انہوں نے گٹھڑی نما کسی چیز کو کھینچ کر باہر نکالا، جو کہ ایک مکروہ شکل ساٹھ پینسٹھ سالہ بڈھا تھا۔ ساتھیوں نے اشارے سے بتایا کہ حضرت یہ بدمعاش تھا۔ حضرت نے اس کے منہ پر ایک لات رسید کی اور پوچھا لڑکی کہاں ہے؟ سارے ساتھی گاڑیوں سے آ چکے تھے۔ حضرت کو بتایا گیا کہ لڑکی کیبن کی پچھلی طرف ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ اُسے نکال کر بیٹھک میں لے آؤ۔

مولانا بیٹھک میں تشریف لائے، سیاہ لباس میں ملبوس ایک بیس پچیس سالہ لڑکی دو ساتھیوں کی نگرانی میں بیٹھک میں داخل ہوئی۔ بڈھے بدمعاش کو دو چار ساتھیوں نے تھپڑوں اور مکوں سے لال

پیلا کر دیا تھا جو بیٹھک میں پہنچ کر دیوار کے ساتھ ڈھیر ہو پڑا۔ لڑکی بھی کچھ فاصلے پر سمٹی بیٹھی اور تھر تھر کانپ رہی تھی۔ بیٹھک میں ملک اقبال صاحب اور راشد کے علاوہ کوئی دس بارہ آدمی موجود تھے۔ مولانا لڑکی کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''بیٹی! اب تم محفوظ ہاتھوں میں آ چکی ہو، اللہ نے تمہیں بچا لیا ہے۔ جو کچھ تم سے پوچھا جائے سچ سچ بتا دینا تا کہ ہم تمہارے ساتھ تعاون کر سکیں''۔ لڑکی نے یہ سن کر پانی کے جگ کی طرف اشارہ کیا جو خالی پڑا ہوا تھا، مولانا فوراً اٹھے اور گھر سے پانی کا جگ بھر کر لائے۔ دو تین گلاس پانی پینے کے بعد لڑکی کے اوسان بحال ہوئے تو مولانا نے ایک مرتبہ پھر شفقت آمیز لہجے میں اس سے مخاطب ہو کر فرمایا، ''بیٹی! اپنی داستان ہمیں سناؤ تا کہ ہم تمہارے ساتھ تعاون کر سکیں۔ اب تم اطمینان رکھو، کوئی بدمعاش تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا''۔

چنانچہ لڑکی اپنی کہانی سنانے پر آمادہ ہوئی، اس کے بیان کے مطابق وہ لاہور کے سید مٹھا بازار کی رہنے والی تھی (لڑکی یا اس کے والدین اور متعلقین کے نام بتانا مناسب نہیں) چند سال قبل اس کی شادی ہوئی۔ بدقسمتی سے خاوند جھگڑالو نکلا، جو اسے روزانہ بات بات پر مار پیٹ اور تشدد کا نشانہ بناتا۔ لڑکی خاوند کی مار کھا کر والدین کے گھر چلی جاتی۔ جس پر والدین بھی اکتا گئے تھے اور انہوں نے تنگ آ کر کہا، بیٹی! اب تم پرائے گھر کی ہو چکی ہو، ہم رشتہ داروں کے طعنے نہیں سن سکتے۔ چاہے خاوند تمہیں مارے پیٹے یا جو سلوک بھی کرے، تم ادھر ہی رہنا ہمارے گھر نہ آنا۔ چنانچہ یہی ہوا کہ لڑکی کو اس کے خاوند نے بری طرح زدوکوب کیا تو وہ برداشت نہ کر سکی اور آدھی رات کے بعد موقع پا کر داتا دربار کی طرف چل نکلی۔ ضعیف الاعتقادی کی بناء پر یہ سوچ کر کہ وہاں شاید رونے رلانے سے مسئلے کا کوئی حل نکل آئے، لڑکی دربار کے ایک کونے میں بیٹھی رونے دھونے اور مناجات وغیرہ میں مصروف تھی کہ ایک عمر رسیدہ عورت اس کے پاس پہنچی اور اس سے ہمدردی جتلاتے ہوئے اس کی بپتا سننا چاہی۔

عورت نہائت گھاگھ اور زبان آور قسم کی تھی اور شکاریوں کے اس گروہ سے تعلق رکھتی تھی جو اولیاء کرام سے محبت وعقیدت کے نام پر ان کی کرامات کے ہوشربا واقعات گھڑ کر عوام میں پھیلاتا اور اپنے مخصوص کاروباری مقاصد کے حصول کے لئے فرضی تقدس کی چادریں اوڑھ کر دن رات مزارات پر دھونی رمائے رکھنے اور مفت کی روٹیاں توڑنے کے ساتھ ساتھ ملک گیر سطح پر جنس کے کاروبار سے جاگیریں اور جائیدادیں بنانے میں مصروف ہے۔ کیونکہ اس گروہ کے کارندے درباروں اور مزارات کے گدی نشینوں کے باہمی اشتراک سے ہی مضبوط اور منظم ہوتے ہیں اس لئے نہ تو حکومتیں ان پر ہاتھ ڈالنے کا حوصلہ رکھتی ہیں اور نہ ہی کوئی اور قوت ان کا اور مجاوروں کا کچھ بگاڑ سکتی ہے۔ عورت نے لڑکی

کی کہانی سننے کے بعد اپنی چکنی چپڑی باتوں سے اسے پھانس لیا اور باور کرایا کہ جب خاوند اس قدر وحشیانہ سلوک کرتا ہے اور والدین بھی گھر آنے سے روکتے ہیں تو تیسرا راستہ یہی ہے کہ تم میرے ساتھ چلو، آج سے تم میری بیٹی اور میں تمہاری ماں! تم میرے دستکاری سکول میں چند ماہ کی تربیت سے سلائی کڑھائی کے فن میں ماہر ہو جاؤ گی۔ پھر میرے ادارے میں یا دل چاہے تو اپنا کوئی دستکاری سکول کھول کر بیٹھ جانا اور عزت کی روٹی کما کر کھانا...... لڑکی رات کے آخری پہر حضرت علی ہجویریؒ کے دربار سے اٹھ کر عورت کے ساتھ چل دی، جو اسے غالباً چیچہ وطنی لے آئی۔

اسی دوران جب لڑکی یہ کہانی سنا رہی تھی، مولانا کی شخصیت اور جاہ و جلال سے متاثر ہو کر اُس نے دبے دبے لفظوں میں آپ سے آپ کا تعارف پوچھا۔ مولانا نے فرمایا، میرا نام "مولانا اعظم طارق" ہے۔ لڑکی یہ نام سن کر پریشان ہوگئی اور پھٹی پھٹی نگاہوں سے مولانا کی طرف دیکھنے لگی۔ مولانا نے پھر اسے تسلی دلائی کہ تم اب محفوظ ہو چکی ہو، ہم تمہارے والدین کو بلا کر تمہیں ان کے حوالے کر دیں گے۔ خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ بس تم غلط بیانی نہ کرو اور ساری داستان صحیح صحیح سناؤ۔ جس نے تمہارے ساتھ زیادتی کی ہوگی، میں اس کی ٹانگیں توڑ دوں گا۔ چنانچہ لڑکی نے آگے سنانا شروع کیا کہ چیچہ وطنی پہنچ کر اسے کسی مکان میں بند کر دیا گیا، جہاں اسے محسوس ہوا کہ ماں بن کر یہاں لانے والی عورت کس قماش کی ہے اور اس سے کیا چاہتی ہے۔ کئی آدمی آئے اور بھاؤ تاؤ کرتے رہے لیکن قیمت متعین نہ ہوئی اور بات نہ بن سکی تو عورت اسے دو دن بعد کبیر والہ کے قریب کسی دیہات میں لے آئی۔ جہاں سے یہ بدمعاش اسے بیس ہزار میں خرید لایا (مولانا یہ ساری گفتگو سن کر آبدیدہ ہو چکے تھے اور بڑی مشکل سے خود پر ضبط کئے بیٹھے تھے) جب لڑکی نے بتایا کہ اس بدمعاش نے گھر میں لا کر پہلے پہل تو اسے بدکاری پر آمادہ کرنا چاہا، لڑکی نے کہا کہ بے شک میں نے راستے سے بھٹک کر غلط قدم اٹھا لیا ہے لیکن میں عزت دار ہوں، مرتی مر جاؤں گی مگر عزت برباد نہیں ہونے دوں گی۔ چنانچہ تین دن تک بڈھے کی طرف سے اصرار اور لڑکی کے انکار اور شدید مزاحمت کے بعد جب بڈھا مایوس ہو گیا تو اس نے لڑکی کو نکاح کی پیش کش کر دی (جب لڑکی کہانی سناتے ہوئے یہاں تک پہنچی تو مولانا کا غصہ ناقابل برداشت ہو گیا، مولانا اچھل کر بیڈ سے نیچے اترے اور بڈھے کو ایک ایسا زناٹے دار تھپڑ رسید کیا جس کی گونج کافی دیر تک سنائی دیتی رہی اور اس کے منہ سے خون نکلنے لگا۔ مولانا کو ساتھیوں نے سنبھالا اور آپ دوبارہ اپنی جگہ پر تشریف لے آئے) لڑکی نے ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ جب سے یہ مجھے لے کر آیا اور رونا دھونا لگا تب سے اب تک تقریباً تین دن میں نے کھانا بالکل نہیں کھایا۔ چنانچہ مولانا دوبارہ

گھر تشریف لے گئے اور اپنی اہلیہ کو نیند سے جگا کر کھانا تیار کرنے کا حکم دیا اور دوبارہ تشریف لے آئے۔لڑکی نے بتایا کہ اپنی ہر کوشش میں ناکام ہونے کے بعد بڈھے نے ابھی رات کو مجھے کسی اور جگہ منتقل کرنے کا پروگرام بنایا اور کرائے پر ٹیکسی منگوا کر مجھے لے جانے لگا تھا۔ساتھیوں نے بھی اس بات کی تائید کی اور بتایا کہ اگر ہمیں پہنچنے میں چند لمحوں کی تاخیر ہو جاتی تو لڑکی کو کسی اور جگہ منتقل کیا جا رہا تھا۔ ہم جب پہنچے ہیں تو اس وقت ان کی ٹیکسی گھر سے نکل چکی تھی، ہم نے انہیں چلتے ہوئے پکڑ لیا۔

لڑکی جب اپنی کہانی سنا چکی تو مولانا نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اسے بیٹھک کے دروازے سے اندر بھیج دیا۔ جہاں مولانا کی اہلیہ کھانا تیار کر چکی تھیں۔ اس دوران مولانا نے اس بدمعاش کو جو کہ جھنگ کے نواحی علاقے کا چھوٹا موٹا جاگیردار بھی تھا ساتھیوں کی نگرانی میں سیکرٹریٹ والے کمرے میں بند کروا دیا۔ ادھر لڑکی کھانا کھانے چلی گئی تو مولانا نے ہم سے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ ساتھیوں نے عرض کیا کہ جتنا جلد ہو سکے یہ کیس پولیس کے حوالے کر دیا جائے۔ نامعلوم اس کی اصل حقیقت کیا ہے؟ لڑکی نے سر سے پاؤں تک سیاہ لباس پہنا ہوا ہے خدا نہ کرے کہ یہ بھی دشمن کی کوئی سازش ہی ہو، مولانا فرمانے لگے کہ اسی نوعیت کا ایک واقعہ جو کافی حد تک اس سے ملتا جلتا تھا میں ہفتہ دس دن پہلے بھی نمٹا چکا ہوں۔ بہر حال ساتھیوں کے مشورے پر مولانا نے اسی وقت تھانہ صدر کے ایس ایچ او سے ٹیلیفون پر رابطہ کیا۔ یہ تقریباً رات کے تین بجے کا وقت تھا۔ ایس ایچ او گشت پر نکلا ہوا تھا۔ ڈی ایس پی سے رابطہ ہو گیا۔ مولانا نے فرمایا ایمرجنسی ہے فوراً آ جاؤ۔ چنانچہ ڈی ایس پی پندرہ بیس منٹوں میں پہنچ گیا۔ لڑکی بھی کھانا کھا چکی تھی۔ مولانا نے دوبارہ لڑکی کو بلایا، لڑکی بیٹھک میں آ گئی تو مولانا نے اسے ڈی ایس پی کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ بیٹی تم نے جو کچھ ہمیں بتایا ہے وہ ڈی ایس پی صاحب کو سنا دو۔ چنانچہ لڑکی نے ایک بار پھر ساری کہانی اسے کہہ سنائی۔ اب ڈی ایس پی نے مولانا سے دریافت کیا کہ آپ کا کیا مشورہ ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ ان دونوں کو لے جائیں۔ لڑکی کو اپنی مکمل حفاظت میں رکھیں، صبح ٹیلی فون پر اس کے والدین کو بلوا کر ان کے حوالے کر دیں۔ جبکہ بڈھے کے ساتھ بھی جو سلوک آپ مناسب سمجھتے ہوں ضرور کریں۔ اور اصل مسئلہ یہ ہے کہ اس کے تعاون سے اس عورت کو گرفتار کریں جو دربار سے لڑکی کو بازار میں لائی ہے۔ پھر اصل کام یہ ہے کہ اس مکمل گروہ کا سراغ لگا کر اسے گرفتار کریں۔ ڈی ایس پی کہنے لگا، مولانا آپ کا مشورہ بالکل درست ہے۔ لیکن اب چونکہ رات ختم ہونے میں بمشکل گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ باقی ہے۔ لڑکی کو دربدر پھرانا مناسب نہیں، اسے ادھر کہیں سلا دیں۔ صبح نماز کے فوراً بعد ہی لاہور میں اس کے والدین سے

رابطہ کر کے انہیں بلوالیں اوران کے حوالے کردیں۔ مولانا نے فرمایا، بھئی آٹھ دس دن پہلے بھی اسی طرح کا واقعہ پیش آچکا ہے، جس لڑکی پر بدنامی لگی ہو، اسے گھر میں ٹھہرانا مناسب نہیں ہوتا۔ آپ اسے لے جائیں، آپ جانیں اور آپ کا کام! لیکن ڈی ایس پی نے کہا، حضرت لڑکی کے لئے اس وقت آپ کے گھر سے بہتر پناہ گاہ اور کوئی نہیں ہوسکتی۔ ویسے بھی چند گھنٹوں کا مسئلہ ہے۔ مجبوراً مولانا مان گئے۔ لڑکی کو چادر وغیرہ فراہم کردی اور اسے بیٹھک میں آرام کرنے کی ہدایت کرتے ہوئے باہر نکل آئے۔ بڈھے بدمعاش کو ڈی ایس پی کے حوالے کیا۔ خود گھر تشریف لے گئے، میں مسجد میں چلا آیا۔ بمشکل آدھا گھنٹہ سویا ہوں گا کہ صبح کی اذانیں ہونے لگیں۔ غنودگی کے عالم میں نماز گزاری اور رتجگے کی تھکاوٹ سے چور چور ہوکر ماہنامہ خلافت راشدہ کی تیاری کے لئے فیصل آباد روانہ ہوگیا۔

شام کو مولانا سے رابطہ ہوا، مولانا نے بغیر اطلاع دیئے فیصل آباد چلے جانے پر خفگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ناشتے پر آپ کو تلاش کیا جاتا رہا۔ میں نے لڑکی والے واقعہ کی مزید تفصیل پوچھی تو فرمانے لگے، خفگی کی اصل وجہ تو یہی ہے کہ آپ اتنے یادگار منظر کو دیکھے بغیر بھاگ نکلے۔ پھر بتایا کہ لڑکی کے والدین سے نماز فجر کے فوراً بعد ٹیلیفون پر رابطہ ہوگیا تھا۔ وہ تو یہ خبر سن کر ششدر رہ گئے اور ڈھائی تین گھنٹوں میں ہی جھنگ پہنچ گئے تھے۔ ناشتہ انہوں نے ہمارے پاس کیا۔ بیٹی سے مل کر دھاڑیں مار مار کر روئے۔ لڑکی کا باپ میرے قدموں میں بچھا جاتا تھا کہ مولانا! آپ نے ہماری عزت بچالی، ہم تو قیامت تک آپ کا احسان نہ اتار سکیں گے۔ ہم تو آپ کو ایک دہشت گرد لیڈر کے طور پر جانتے تھے آپ تو رحمت کا فرشتہ ثابت ہوئے وغیرہ وغیرہ!

اس سے بھی بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ احسان فرمایا کہ لڑکی جب اپنے گھر سے نکلی تو خاوند یہ سوچ کر مطمئن رہا کہ وہ والدین کے گھر گئی ہے، جبکہ والدین یہ سمجھتے رہے کہ وہ اپنے ہی گھر میں ہے۔ دونوں فریق حقیقت سے بے خبر رہے اور اللہ تعالیٰ نے پردہ رکھ لیا۔ بے شک اللہ ستار العیوب ہے۔ انسان اپنے پردے فاش کرنے پر تل بھی جائے لیکن جب تک اللہ نہ چاہے کوئی شخص اپنا بھی بھانڈہ نہیں پھوڑ سکتا۔

راقم الحروف اس واقعہ کی تاریخ وقوع تو محفوظ نہیں کرسکا، لیکن یہ یقینی طور پر یاد ہے کہ دوسرے روز ماہنامہ خلافت راشدہ کے کام سے فارغ ہوکر اپنے کسی ذاتی کام کی غرض سے لاہور پہنچا تو بعد مغرب بھاٹی گیٹ کے علاقے کو پولیس نے گھیرا ہوا تھا۔ معلوم ہوا کہ "گامے شاہ" سے جہلم کا ماتمی جلوس برآمد ہورہا ہے۔ یعنی یہ صفر المظفر کی بیس تاریخ تھی۔

ملتان میں انٹرنیشنل حق نواز شہیدؒ کانفرنس سے خطاب

قلعہ کہنہ قاسم باغ ملتان پر واقع سٹیڈیم میں ۲۶ ر ستمبر ۱۹۹۹ء کو منعقد ہونے والی انٹرنیشنل دفاعِ صحابہؓ و حق نواز شہیدؒ کانفرنس نے ایک دنیا کو ششدر کر کے رکھ دیا۔ لوگ تصور ہی نہیں کر سکتے تھے کہ کوئی دینی جماعت اتنا بڑا مجمع اکٹھا کر سکتی ہے۔ سٹیڈیم میں تل دھرنے کی جگہ نہ رہی تو دور دراز سے آنے والے قافلے مجبوراً باہر بیٹھ رہنے پر مجبور ہو گئے اور کم و بیش اتنا ہی مجمع باہر جمع ہو گیا، جتنا اندر تھا۔ مولانا اعظم طارق شہیدؒ کی حیثیت اس تقریب کے دولہے کی تھی۔ لاکھوں افراد کا یہ مجمع اعظم طارق کی جھلک دیکھنا چاہتا تھا۔ مولانا شفیق الرحمٰن درخواستی نے کسی خاص کیفیت میں آ کر اس کانفرنس کے میر محفل مولانا اعظم طارقؒ کو پاکستان کا امیر المومنین نامزد کر دیا۔

مولانا اعظم طارق شہیدؒ خطاب کے لئے کھڑے ہوئے تو تاحدِ نظر انسانوں کا ایک وسیع جنگل نظر آیا۔ عام طور پر ایسے ناقابل تصور مناظر دیکھ کر قیادت کے مدعی پھول جایا کرتے ہیں لیکن یہ مردِ خود آگاہ نہائت عاجزی مگر قائدانہ تمکنت کے ساتھ عوام سے مخاطب ہوا، اور سب سے پہلے اپنے ''امیر المومنین'' ہونے کی تردید کی، اور کسی قسم کی الفاظ کی بازی گری کا رعب جمانے کی بجائے ایک سیدھا سادہ اصلاحی بیان فرمایا، قارئین ملحوظ فرمائیں!

''قابل صد احترام، حضرات علماء کرام، مہمانانِ گرامی قدر، قابل صد تکریم بزرگو، نوجوان ساتھیو! سپاہ صحابہ کے غیور کارکنو! اس گرم موسم میں آپ حضرات نے جس صبر اور برداشت کے ساتھ اتنا وقت جس کیفیت میں اپنے اکابر کو سنا ہے میں اس پر آپ سب کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ اس عظیم الشان کانفرنس کے انتظامات اور اس کے لئے جو کوششیں کئی دنوں سے جاری ہیں، ہمارے بعض کارکن ایسے ہیں جنہوں نے دن رات ایک کر دیا ہے۔ میں ان تمام کارکنان کو اور خاص طور پر سپاہ صحابہ ملتان کو شاباش دیتا ہوں اور ساتھ ساتھ میں ملتان کی انتظامیہ اور افسران کا بھی تہہ دل سے مشکور ہوں کہ انہوں نے اپنے فرائض منصبی صحیح طور پر سرانجام دیتے ہوئے عوام کے اس عظیم الشان اجتماع کے راستے میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا کرنے کی بجائے ممکنہ حد تک اپنی طرف سے دستِ تعاون بڑھایا۔

حکمران خلافتِ راشدہ کا نظام رائج کر دیں، ہم ان کے غلام ہوں گے

گرامی قدر سامعین، آج کا اجتماع ایک تاریخی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ اور مجھے یہ نہیں سمجھ میں آ رہا کہ مجھ گناہگار و سیاہ کار و خطا کار کے بارے میں جن جذبات کا اظہار بزرگوں کی طرف

سے ہوا ہے، واللہ العظیم میں اس کا ہرگز مستحق نہیں ہوں، اور میں اب بھی ان حضرات سے عرض کرتا ہوں کہ آپ کی شفقت اور محبت میرے لئے بہت بڑا سرمایہ ہے۔ مگر جو الفاظ یا جو القاب آپ نے میرے لئے تجویز کیے ہیں یہ بہت عظیم منصب ہے، خدا کے لئے مجھے اس مصیبت میں گرفتار نہ کریں۔ مصیبت سے مراد یہ نہیں ہے کہ کل جب اخبارات میں یہ شائع ہوگا کہ مولانا اعظم طارق کو پاکستان کا امیر المومنین بنا دیا گیا ہے تو حکمرانوں کو خطرہ لاحق ہو جائے گا کہ یہ کیا ہو گیا۔ یہ لاکھوں کا اجتماع کیا فیصلہ کر گیا۔ اب ہمارے ساتھ کیا ہوگا اور ہم اس سے پہلے اس کے ساتھ کیا کریں۔ حکمرانوں سے کہتا ہوں اوّل تو آپ کو کسی قسم کے خطرات میں گھرنے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں آپ سے کہتا ہوں، میاں محمد شریف کے صاحبزادو! تم اسلام کے غلام بن جاؤ، پاکستان میں نظام خلافت راشدہ کا احیاء تم اپنے ہاتھوں سے کر دو اعظم طارق اور اس کی جماعت تمہاری غلام ہے۔

ہمیں ملک میں قرآن وسنت کا نظام چاہیے

ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان میں تمہارے ہاتھوں سے اسلام نافذ ہو جائے۔ ہم تو تمہارے معاون اور مددگار ہیں، ہم تمہارے مخالف نہیں ہیں۔ لیکن جو پاکستان کا حکمران اب اسلام سے روگردانی کا راستہ اختیار کرے گا، اسلام سے انحراف کرے گا...... نصف صدی بیت گئی اس ملک کے در و دیوار کو اسلام کی راہیں تکتے ہوئے، اس ملک کی عدالتیں اسلام کے نام سے نا آشنا ہو چکی ہیں۔ انگریز چلا گیا، اس کا کالا قانون اب بھی ہے۔ سنو آج کے بعد ہم انگریز کے کالے قانون سے اعلان جنگ کرتے ہیں۔ ہمیں اپنے ملک کی پارلیمنٹ میں، عدلیہ میں، کچہریوں میں، تھانوں میں، تحصیلوں میں اسلام، قرآن وسنت کا نظام چاہیے۔ ہم کسی اور نظام کے لئے پیدا نہیں ہوئے تھے۔ یہ ملک کسی اور نظام کے لئے بنا نہیں تھا۔ جو وقت گزر چکا، سو گزر چکا۔ آج کے بعد یہ عہد کرتے ہیں کہ ہم اس کالے قانون کو ایک قدم بھی نہیں چلنے دیں گے۔

کارکن اپنے جسم پر اور گھروں میں اسلام نافذ کریں

مجھے حیرانی ہوتی ہے کہ جو لوگ اپنے پانچ ساڑھے پانچ فٹ کے قد پر اسلام نافذ نہیں کر سکتے، جن کے گھروں میں اسلام نہیں ہے، جن کے دفتروں میں اسلام نہیں ہے، جن کی جماعتوں میں اسلام نہیں ہے، وہ اسلام کا نام لیتے ہیں۔ یہ لوگ حقیقت میں اسلام کے راستے میں رکاوٹ ہیں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں، اسلام کا نام لینے کا حق اسی کو حاصل ہے جس کی اپنی شکل وصورت، اپنا قد بت اسلام کے مطابق بنایا ہو جس نے اپنے گھر سے اسلام کا آغاز کر دیا ہو، اس لئے میں آج اپنے اس اعلان کو عملی

شکل دینا چاہتا ہوں۔ ایک لاکھ نوجوان اب کھڑے ہو کر یہ اعلان کریں گے، آج کے بعد ہماری شکل و صورت ہمارا چہرہ مہرہ انگریز جیسا نہیں ہوگا۔ کلنٹن جیسا نہیں ہوگا۔ یلسن جیسا نہیں ہوگا۔ کافروں جیسا نہیں ہوگا۔ آج کے بعد ہمارا چہرہ محمد رسول اللہ ﷺ جیسا ہوگا! آج کے بعد محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت پر استرا، سیفٹی، قینچی نہیں چلے گی۔ مسلمانو! محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت کا تحفظ تم کرلو...... رب محمد کی قسم! تمہارے ملک کا تحفظ خدا کرے گا۔

دوسرا وعدہ! آج کے بعد رزقِ حرام پہ لعنت! سودی کاروبار پہ لعنت! یہ جتنی بھی حکومت کی طرف سے سکیمیں ہیں، آئے روز حکومت سکیمیں دیتی ہے، ریڈیو ٹی وی پر اشتہارات دیتی ہے، یہ لکی سکیمیں، یہ قرعہ اندازیاں سب حرام ہیں۔ آج کے بعد حلال کی جھونپڑی، حلال کا ایک سوکھا ٹکڑا، حرام کے محلات سے اور حرام کے پراٹھوں سے بہتر ہے۔

تیسری بات! آج کے بعد ارکانِ اسلام، فرائض اسلام، بالخصوص نماز کی پابندی کریں گے۔

چوتھی بات! بے حیائی، فحاشی، عریانی کے آلات آپ کے گھروں میں گھس چکے ہیں، آپ کے گھروں کے بند دروازوں میں شیطنت، ابلیسیت، بے حیائی، فحاشی و عریانی داخل ہو چکی ہے۔ مسلمانو وعدہ کرو آج کے بعد اپنے گھروں کو بے حیائی کے آلات سے پاک کردو۔ ڈش انٹینا کو اڑا دو، وی سی آر اور گندی کیسٹوں کو آگ لگادو۔

پانچویں بات! (ذرا مشکل ہے!) شرعی پردہ کرو گے! شرعی پردہ کراؤ گے! یہ نہیں کہنا یہ ہماری فرسٹ کزن ہے۔ یہ ہماری بہن بنی ہوئی ہے! یہ ہماری امی بنی ہوئی ہے! ماں وہی ہے جس نے آپ کو جنم دیا! بہن وہی جو حقیقی ہے! اس کے علاوہ ہر ایک سے شرعی پردہ ہے! اگر پردے کا حکم پیغمبر ﷺ کی ازواج اور بیٹیوں کے لئے ہے، اور انہوں نے پردہ کر کے دکھایا ہے، میری اور آپ کی بہنیں کیا پاکیزگیٔ دل میں ان سے بلند و بالا ہو سکتی ہیں؟

ان باتوں کے بعد اب اس بات کا عہد کریں کہ انشاء اللہ العزیز ہم اپنی زندگیاں اس ملک میں اسلام کے لئے وقف کرتے ہیں۔ نظامِ خلافت راشدہ کے لئے وقف کرتے ہیں۔ اس کے لئے طریقۂ کار کیا ہوگا؟ جماعت فیصلہ کرے گی کہ ہم نے کون سا راستہ اختیار کرنا ہے۔ جلد آپ کو بتلا دیا جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز آج کی کانفرنس پاکستان میں مکمل اسلامی نظام کے نفاذ کے راستے میں سنگ میل ثابت ہوگی۔

دوستو! یہ جانیں کیا ہیں، یہ اولادیں کیا ہیں، یہ گھر بار کیا ہے! چند روزہ زندگی ہے، جاتے جاتے ایکسیڈنٹ بھی تو ہو سکتا ہے۔ آدمی ہارٹ اٹیک سے مرجاتا ہے۔ آدمی گھر سے چلتا ہے واپس

آنے کی انتظار نہیں ہوتی۔ اٹھو اپنی عارضی جوانیوں کو...... اٹھو اپنی عارضی زندگی کو...... اٹھو اپنی زندگی کے لمحات کو اسلام کے لئے وقف کر دو، دین کے لئے وقف کر دو۔ ہم زندہ رہے تو اس ملک میں محمد رسول اللہ ﷺ کا قانون ہوگا۔ جس ملک میں رسول اللہ ﷺ کی شریعت نہیں ہے اس ملک میں جینے کا کیا مزہ ہے؟ بہت جی لیا بے غیرتی کا جینا! مسلمانو جیو تو غیرت مند بن کر جیو، ورنہ اس جینے سے مرجانا بہتر ہے۔

دشمنانِ اصحابِ رسول کا سوشل بائیکاٹ کیا جائے

ایک اہم اعلان! آج کے بعد سپاہ صحابہ شیعیت کا مکمل سوشل بائیکاٹ کرتی ہے۔ کسی شیعہ سے نہ خریدنا ہے نہ بیچنا ہے۔ نہ کلام کرنا ہے نہ تعاون کرنا ہے۔ جو بڑے سے بڑے بے ایمان کافر کے ساتھ کسی غیرت مند مسلمان کا سلوک ہوسکتا ہے آج کے بعد ہم سب کا وہی سلوک ہوگا۔ اور ہماری اپیل ہے دنیا کے مسلمانوں کو کہ شیعیت کا سوشل بائیکاٹ کر دو۔

دوسرا اعلان! ایران کی تمام مصنوعات کا بائیکاٹ۔ اب آپ کے ہاتھ میں ایران کا قالین نہیں ہونا چاہئے۔ ایران کا فرنیچر نہیں ہونا چاہئے۔ کوئی سوئی بھی ایران سے نہ آئے۔ ہم پھٹا پرانا کپڑا پہن لیں گے مگر ایران کی سوئی استعمال نہیں کریں گے۔

پرویز مشرف حکومت

جب پرویز مشرف نے نواز شریف حکومت پر قبضہ کیا تو اس وقت مولانا اعظم طارق جیل میں تھے۔ کچھ دنوں بعد رہا کر دیئے گئے۔ جب سپاہ صحابہؓ پر پابندی لگائی گئی تو مولانا اعظم طارق کو دوبارہ گرفتار کر لیا گیا۔

مولانا اعظم طارق نے ۲۰۰۲ء کا الیکشن جیل سے لڑ کر شاندار کامیابی حاصل کی۔ پھر کچھ دنوں بعد دوبارہ رہا کر دیا گیا۔ آپ نے ملت اسلامیہ پاکستان کے نام سے نئی سیاسی مذہبی جماعت بنانے کا اعلان کیا۔

۱۶ ستمبر کو ملتان میں مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوا جس میں دستور اور منشور پر بحث مکمل کی گئی۔ مولانا آج کل شریعت بل کے حوالے سے ملک بھر میں شریعت کانفرنسوں سے خطاب کر رہے تھے۔

شمالی علاقہ جات میں اہل تشیع کی طرف سے نصاب تعلیم سے صحابہ کرامؓ کے نام نکلوانے کے مطالبہ پر سخت احتجاج کر رہے تھے کہ ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ مولانا اعظم طارق واحد شخصیت ہے جس نے اس مسئلہ پر آواز اٹھائی۔

گلگت کے شیعوں کی طرف سے حکومتِ پاکستان کو پیش کردہ

تبدیلی نصاب کی فائل

جو مولانا اعظم طارقؒ کی شہادت کا سبب بنی

یہ تاریخ ساز حقیقت ہے کہ شمالی علاقہ جات کے شیعہ نے زبردست احتجاجی تحریک کے ذریعے تعلیمی نصاب میں تبدیلی کے لئے اپنے مطالبات حکومت پاکستان سے منوالئے تھے۔ حکومتی اعلیٰ سطحی وفد سے شیعہ کا احتجاج ختم کروانے کے عوض انہیں نصاب میں تبدیلی کے لئے اعتراضات پر مشتمل اپنے مطالبات تحریری شکل میں پیش کرنے کے لئے کہا۔ جو شمالی علاقہ جات کے شیعہ نے ایک فائل کی صورت میں وزیر تعلیم محترمہ زبیدہ جلال کو پیش کر دیئے تھے۔ مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ کو جب شیعہ کی اس دلآزار پیش رفت کا علم ہوا تو انہوں نے اسمبلی کے فلور پر زبردست احتجاج کیا اور زبیدہ جلال وزیر تعلیم کے ہاتھ سے وہ فائل چھین لی۔ مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ کی اس جدوجہد کو اور شیعہ کی طرف سے پیش کردہ مطالبات کی فائل کو من وعن شائع کیا جارہا ہے۔ بعض اہل دانش کا خیال ہے کہ یہ فائل مولانا محمد اعظم طارق کی شہادت کا سبب بنی تھی۔

محترمہ وفاقی وزیر تعلیم زبیدہ جلال صاحبہ

سلام مسنون!

محترمہ اس حقیقت سے یقیناً آگاہ ہیں کہ تحریک قیام پاکستان سے آج تک شیعیان علی ملک عزیز پاکستان کے لیے عظیم خدمات اور قربانیاں دیتے آئے ہیں۔ آج بھی شیعہ قوم کا بچہ بچہ پاکستان کے لیے کٹ مرنے کے لیے تیار ہے مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ پاکستان کی اس انتہائی وفادار اور مخلص قوم کے ساتھ سوتیلی ماں والا سلوک ہو رہا ہے اور حکومت کی سرپرستی میں شیعہ عقیدہ کو ختم کرنے کے لیے سرکاری تعلیمی اداروں میں طلباء کو ایسا نصاب تعلیم پڑھایا جارہا جو شیعہ عقائد و نظریات کے خلاف ہے اور شیعہ طلباء اپنے عقائد کے سراسر خلاف باتیں کرنے پر مجبور ہیں۔ جناب عالی جانتے ہیں کہ شیعہ وہ ہے جو

CamScanner

صرف بارہ اماموں کو ہی رسول پاک ﷺ کے خلفاء راشدین مانتا ہے اور حضرت علیؑ کو رسول پاک ﷺ کا سب سے پہلا خلیفہ راشد مانتا ہے۔ جو صرف حضرت علیؑ کو ہی صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ اور امیر المومنین مانتا ہے اور صرف حضرت فاطمہ زہرا کو صدیقہ طاہرہ اور مطہرہ مانتا ہے۔ جو وضو میں پاؤں پہ مسح کرتا ہے، اذان میں حی علیٰ خیر العمل پڑھتا ہے اور نماز ہاتھ کھول کر پڑھتا ہے۔ جس کی تفسیر قرآن اور حدیث کے باب میں اپنا صحیح اسلامی نظریہ اور کتابیں ہیں۔ جس کے صحیح اسلامی نظریات و عقائد فقہ اور ایک شاندار تاریخ ہے۔

سرکاری نصاب تعلیم اور درسی کتابوں میں خلافت کا تذکرہ اہل سنت عقیدے کے مطابق کیا گیا ہے۔ حضرت علیؑ کا تعارف چوتھے خلیفہ اور حضرت ابوبکرؓ کا پہلے خلیفہ کی حیثیت سے کرایا گیا ہے۔ (اردو سوم ص 89، اردو چہارم، پنجم، ششم، ہفتم، ہشتم، اسلامیات چہارم ص 55، اسلامیات پنجم، ہفتم، عربی ہفتم اور ہشتم وغیرہ میں)۔

صبح کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم پڑھنے کی ہدایت ہے۔ (اسلامیات ششم ص 13) وضو میں پاؤں دھونا سکھایا گیا ہے۔ (اسلامیات لازمی نہم و دہم ص 157 وغیرہ میں) نماز ہاتھ باندھ کر پڑھنے کی تصاویر دی گئی ہیں۔ (اردو م ص 18 اردو م ص 56) اور شیعہ عقیدہ کی ایک بات بھی نہیں لکھی گئی۔ اس طرح تفسیر قرآن، حدیث، فقہ، عقائد اور تاریخ کے ابواب میں صرف غیر شیعہ عقیدہ کی تبلیغ و ترویج کی گئی ہے اور شیعہ نظریہ بیان کرنے کی ضرورت محسوس ہی نہیں کی گئی ہے۔ ستم یہ کہ یہ زیادتی کسی ایک کتاب میں نہیں بلکہ مختلف کلاسوں کی اردو، اسلامیات، عربی، انگریزی اور تاریخ وغیرہ میں شیعہ مخالف عقیدہ کی جگہ جگہ تبلیغ ہے حتیٰ کہ ڈرائنگ کی کتاب میں بھی فرقہ واریت کا رنگ بھر دیا ہے۔ مختصر الفاظ میں موجودہ نصاب تعلیم شیعہ طلباء کے عقائد ختم کرنے کی کوشش، باہمی انتشار وافتراق کا باعث اور تعلیمی اداروں کا پرامن ماحول تباہ کرنے کی ایک گہری سازش ہے۔

لہٰذا محترمہ سے ہماری اپیل ہے کہ:

مختلف اسلامی مکاتب فکر کے طلباء کے درمیان اسلامی برادری اور اتحاد کو فروغ دینے، تعلیمی اداروں کے ماحول کو زیادہ پرامن بنانے اور استحکام پاکستان کو زیادہ تقویت پہنچانے کے لیے تمام سرکاری تعلیمی اداروں سکول، کالج، یونیورسٹی، اور علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں سب کے لیے قابل قبول نصاب تعلیم بنا کر رائج کیا جائے۔ (سید ضیاء الدین شاہ)

جناب سیکرٹری تعلیم شمالی علاقہ جات میر داد صاحب

30 اپریل کو جناب کے خط میں تقاضے کے مطابق اصلاح نصاب کمیٹی شمالی علاقہ جات کی

طرف سے شیعہ وفد کی تشکیل ہو چکی ہے جو درج ذیل افراد پر مشتمل ہوگا۔

سید ضیاء الدین	جناب شیخ مرزا علی	جناب دیدار علی
مرکزی جامع مسجد گلگت	امام جمعہ، دیونر	ممبر قانون ساز کونسل

ساتھ ہی ہمارا مطالبہ وفاقی وزیر محترم کی خدمت میں پیش ہے۔ البتہ متنازعہ مواد کی تفصیل علیحدہ ہے، جو شیعہ وفد بوقت ضرورت پیش کرے گا۔

والسلام علی من اتبع الہدیٰ

سید ضیاء الدین، مسئول اصلاح نصاب کمیٹی شمالی علاقہ جات

پنجاب ٹیکسٹ بورڈ کی طبع کردہ کتابیں جو سرکاری تعلیمی اداروں میں پڑھائی جارہی ہیں ان میں بہت سارا مواد شیعہ عقائد و نظریات کے خلاف ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اختلافی مواد کتابوں سے خارج کر کے سب کے لیے قابل قبول نصاب مرتب کیا جائے۔ درج ذیل کتابوں میں موجود متنازعہ اور اختلافی مواد اس کے بارے میں شیعہ آراء پیش کی جاتی ہیں۔

1۔ اردو جماعت دوئم

(ا) صفحہ نمبر 18 پر نماز پڑھنے کی تصویر دی گئی ہے جس میں شیعہ طریقے سے ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کی کوئی تصویر نہیں ہے۔ اس لیے اس پورے صفحے کو اٹھایا جائے۔

(۲) صفحہ نمبر 30 پر مضمون ''دوسروں کی مدد، شیعہ نظریہ کے خلاف ہے۔ اس کو حذف کیا جائے۔

2۔ پرائیویٹ ادارے کی طبع شدہ

(الف) دینیات لازمی جماعت دوئم:

ا۔ صفحہ نمبر 15 تا 16 ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کی تصویر اور نماز کا طریقہ ختم کیا جائے۔

(ب) دینیات جماعت سوئم لازمی:

ا۔ صفحہ نمبر 4 کلمہ کے بعض الفاظ شیعہ عقائد کے خلاف ہیں۔ انہیں حذف کیا جائے۔

۲۔ صفحہ نمبر 16 تا 26 وضو اور نماز کا طریقہ ختم کیا جائے۔

3۔ اردو جماعت سوئم

ا۔ صفحہ نمبر 56 پر نماز پڑھنے کی تصویر ختم کی جائے۔

۲۔ صفحہ نمبر 57 کے پہلے پیرے گراف میں اوقات نماز کی بات میں اشکلات ہیں اس لیے یہ پیراگراف یوں لکھا جائے! ''طلوع فجر اور طلوع آفتاب کے درمیان نماز پڑھی جاتی ہے۔

سورج ڈھلنے سے غروب تک ظہرین کی نماز کا وقت ہوتا ہے اور سورج غروب ہونے سے لے کر آدھی رات تک نماز مغرب اور عشاء کا وقت ہوتا ہے۔"

4۔ دینیات جماعت سوئم قرآنی

صفحہ نمبر 29 اوقات نماز ختم کیا جائے۔

5۔ اسلامیات جماعت چہارم

ا۔ صفحہ نمبر 22 پر مضمون "پہلی وحی" کے نزول کے بارے میں کئی باتیں خلاف حقیقت ہیں اس لئے اس مضمون کے پہلے پیراگراف کی سطر نمبر 6 میں "اور کہا" کے بعد پیراگراف کا باقی حذف کیا جائے اور اس صفحے کا آخری پیراگراف "پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے" لے کر "جو وہ نہیں جانتا تھا" تک باقی رکھا جائے۔

۲۔ صفحہ نمبر 23 کی پوری عبارت حذف کی جائے۔

۳۔ صفحہ نمبر 25 پہ جگہ جگہ حضرت ابوبکر کیلئے صدیق کا لقب استعمال ہوا ہے۔ شیعہ عقیدے کے مطابق صدیق، فاروق اور امیر المومنین کے القاب صرف حضرت علیؑ کے ساتھ مخصوص ہیں اس لیے یہ تینوں القاب حضرت علی کے علاوہ کسی اور کے لیے استعمال نہ کئے جائیں اور اگر کسی صحابی کے لیے استعمال کئے گئے ہیں تو انہیں حذف کیا جائے۔

۴۔ صفحہ نمبر 26 میں دعوت ذی العشیرہ کی بات نامکمل چھوڑی گئی ہے اس لیے اس صفحہ کے تیسرے پیراگراف کے آخر میں "حضرت علی کو گلے لگایا" کے بعد یہ بھی لکھا جائے "اور فرمایا اے علی تم میرے بھائی ہو، مددگار اور خلیفہ ہو۔" جیسا کہ تاریخ طبری وغیرہ میں ہے۔

۵۔ صفحہ نمبر 27 سوال نمبر 5 کا حصہ (ب) حذف کیا جائے۔

۶۔ صفحہ نمبر 37 مضمون "شعب ابی طالب" کی سطر نمبر 5، 6، 7 اور 8 کو حذف کیا جائے۔

۷۔ صفحہ نمبر 48 اور صفحہ نمبر 55 پہ خلفائے راشدین کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں انہیں حذف کیا جائے۔ شیعہ نظریے کے مطابق خلفائے راشدین صرف بارہ آئمہ ہیں اور یہی بارہ آئمہ خلفائے رسولؐ ہیں، خلیفہ راشد، خلفائے راشدین اور خلافت راشدہ کا استعمال شیعہ عقیدہ کے مطابق صحیح نہیں۔

۸۔ صفحہ نمبر 55 کا دوسرا پیراگراف کی پہلی پانچ سطریں حذف کی جائیں۔ اور "حضرت علی نے خود" کو باقی رکھیں۔

6۔اردو جماعت چہارم

ا۔ صفحہ نمبر 11 صدیق اکبر کا لفظ حذف کیا جائے۔

۲۔ صفحہ نمبر 75 پورا مضمون ''خاموش خدمت'' حذف کیا جائے۔

۳۔ صفحہ نمبر 85 ''چھوٹی لڑکی بڑا کام'' مضمون حذف کیا جائے اسی طرح صفحہ نمبر 86 پہ سطر نمبر 9 سے فاروق کا لفظ حذف کیا جائے۔

7۔معاشرتی علوم جماعت چہارم

ا۔ صفحہ نمبر 111 پہ مضمون ''حضرت ابوبکر صدیق'' اور صفحہ نمبر 113 پہ مضمون ''حضرت عمر فاروق'' کی بہت سی باتیں تاریخی حقائق اور شیعہ نظریات کے خلاف ہیں اس لیے ان دونوں مضامین کو حذف کیا جائے۔

۲۔ صفحہ نمبر 116 آخری پیراگراف کی پہلی سطر'' کہ آپ دنیا کی ہدایت کے لیے مقرر ہوئے ہیں'' کے بعد پیراگراف کا باقی حصہ آخر تک حذف کیا جائے۔

8۔اسلامیات جماعت پنجم

ا۔ صفحہ نمبر 33 ''حضرت عمر نے اپنے کافر ماموں عاص بن ہاشم کو قتل کیا۔'' کو حذف کیا جائے۔

۲۔ صفحہ نمبر 56 پر قرآنی آیت ''الیوم اکملت لکم دینکم'' کا روز نزول 9 ذی الحجہ بتایا گیا ہے۔ حالانکہ یہ 18 ذی الحجہ کو نازل ہوئی ہے۔لہٰذا تاریخ نزول 18 ذی الحجہ لکھی جائے۔

۳۔ صفحہ نمبر 59 درمیانی پیراگراف ''پھر فرمایا'' سے صفحہ کے آخر تک حذف کیا جائے۔

۴۔ صفحہ نمبر 60 دوسرا پیراگراف کی پہلی سطر'' آخری وقت حضرت عائشہ نے اپنی گود میں سہارا دیا۔'' کو حذف کیا جائے۔اسی طرح اس صفحے کے آخری پیراگراف کی پہلی سطر'' یہ واقعہ 12 ربیع الاول کو پیش آیا۔'' حذف کیا جائے۔

۵۔ صفحہ نمبر 61 صدیق کا لفظ حذف کیا جائے۔

9۔معاشرتی علوم جماعت پنجم

ا۔ صفحہ نمبر 18 کی آخری سطر'' لیکن خلیفہ وقت'' کو حذف کیا جائے۔

10۔اردو جماعت پنجم

ا۔ صفحہ نمبر 14 کا پورا مضمون ''حضرت عثمان غنی'' کی کئی باتیں خلاف حقیقت ہیں۔اس لیے اسے حذف کیا جائے۔

CS CamScanner

۲۔ صفحہ نمبر 18 مضمون ''استاد کا احترام'' میں صفحہ 18 کی پوری عبارت اور صفحہ 19 کی سطر پانچ تک ساری عبارت کو حذف کیا جائے۔

11۔ اسلامیات جماعت ششم

ا۔ صفحہ نمبر 12 دوسرا پیراگراف ''اذان کی ابتداء'' سے لے کر صفحہ نمبر 13 کی پہلی چار سطریں جس میں کمزور روایات اور ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' کی بات ہے، سب کو حذف کیا جائے۔
اسی طرح صفحہ نمبر 14 میں سوال نمبر 3 کو بھی حذف کیا جائے۔

۲۔ صفحہ نمبر 17 آخری سطر ''دوسری اور آخری رکعت کے دونوں سجدوں کے بعد دو زانوں ہو کر بیٹھ جاتے ہیں کافی ہے اور ''التحیات میں'' کو حذف کیا جائے۔

۳۔ صفحہ نمبر 18 کی آخری تین سطریں حذف کی جائیں۔

۴۔ صفحہ نمبر 48 دوسرا پیراگراف ''غزوہ تبوک کو'' سے لے کر ''اشرفیاں پیش کی'' تک پورا پیراگراف حذف کیا جائے۔

۵۔ صفحہ نمبر 62 دوسرا پیراگراف ''ابراہیمؑ کے والد کا نام آزر تھا'' غلط ہے۔ آزر حضرت ابراہیمؑ کا چچا تھا۔

۶۔ صفحہ نمبر 66 دوسرا پیراگراف ''حضرت محمدؐ پر چالیس سال کی عمر میں غار حرا میں پہلی وحی نازل ہوئی'' کے بعد پوری عبارت حذف کر دی جائے۔ اسی طرح صفحہ نمبر 67 کی پہلی پانچ سطریں اور چھٹی سطر کی ''نکال دے گی'' تک عبارت کو حذف کیا جائے۔ اسی طرح صفحہ نمبر 67 کے آخری پیراگراف کی پہلی دونوں سطریں بھی حذف کی جائیں اور صفحہ نمبر 68 سوال نمبر 4 حصہ (ہ) کو حذف کیا جائے۔

12۔ اردو جماعت پنجم

ا۔ صفحہ نمبر 14 کا دوسرا پیراگراف ''حضور ﷺ نبوت سے پہلے'' لے کر ''جو حضرت موسیٰؑ پر اترا تھا'' تک عبارت کو حذف کیا جائے اور اس کے بعد عبارت میں ''عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ نے اسلام قبول کیا'' لکھا جائے۔

۲۔ صفحہ نمبر 92 حضرت سعد بن ابی وقاص پورا مضمون حذف کیا جائے۔

۳۔ صفحہ نمبر 146 سطر نمبر 10، 11 کو حذف کیا جائے۔

13۔ اردو جماعت ہفتم

CamScanner

ا۔ صفحہ نمبر 9 ''ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ '' کے مضمون میں بہت سی باتیں شیعہ نظریات اور حقائق کے خلاف ہیں اس لیے اس پورے مضمون کو حذف کیا جائے۔

۲۔ صفحہ نمبر 30 پر مضمون ''حضرت خالد بن ولید'' کا بھی وہی سوال ہے۔ اس لیے اس پورے مضمون کو حذف کیا جائے۔

۳۔ صفحہ نمبر 83 نظم ''عدل فاروقی'' کا مضمون بھی اختلافی ہے۔ اس لیے اس پوری نظم کو ہٹا دیا جائے۔

۴۔ صفحہ نمبر 106 مضمون ''روٹی کے بدلے جنت'' میں خلاف حقیقت باتیں ہیں اس لیے مضمون کو حذف کر دیا جائے۔

۵۔ صفحہ نمبر 159، 160 اور 161 ''ایثار'' میں بھی کئی باتیں شیعہ نظریات سے متصادم ہیں۔ اس لیے اسے بھی ہٹا دیا جائے۔

14۔ اسلامیات جماعت ہفتم

ا۔ صفحہ نمبر 21 آخری پیراگراف کی دوسری سطر میں ''حضرت صدیق اکبرؓ '' کی بجائے ''حضرت ابوبکرؓ '' کو لکھا جائے۔ اور تیسری سطر میں ''مگر یہ مہم سر نہ ہو سکی'' کے بعد یہ عبارت بھی شامل کی جائے۔

۲۔ صفحہ نمبر 49 اس صفحے کے آخری پیراگراف کی تیسری سطر میں ''کے لئے خرچ ہوئی'' کے بعد پانچ سطریں اور صفحہ نمبر 50 کی پہلی آٹھ سطریں حذف کی جائیں۔ صفحہ نمبر 51 پہ تیسرا سوال بھی حذف کیا جائے۔

15۔ معاشرتی علوم جماعت ہفتم

ا۔ صفحہ نمبر 12، 13 اور 14 پہ ''خلفائے راشدینؓ ''، ''خلفائے اسلام'' اور ''خصوصاً خلیفہ دوم'' کے الفاظ حذف کیے جائیں اور صفحہ نمبر 14 کی پہلی سطر حذف کی جائے۔

16۔ ڈرائنگ جماعت ہفتم

ا۔ صفحہ نمبر 51 کو حذف کیا جائے۔

17۔ عربی جماعت ہفتم

ا۔ صفحہ نمبر 9 کی دوسری اور تیسری سطر حذف کی جائے۔

۲۔ حصہ قرآن میں صفحہ نمبر 31 سطر نمبر 15 اور 16 میں ''انفسنا'' کا ترجمہ ''ہم خود'' کی بجائے ''ہم اپنے نفسوں کو بلائیں اور تم اپنے نفسوں کو'' لکھا جائے۔

CamScanner

18۔اردو جماعت ہشتم

ا۔ صفحہ نمبر 105 دوسرا پیراگراف سے لے کر اس صفحہ کے آخر تک پوری عبارت حذف کی جائے۔

۲۔ صفحہ نمبر 106 کی پہلی تین سطریں حذف کر کے یوں عبارت لکھی جائے" ابن زیاد نے عمر بن سعدؓ کو خط لکھا کہ حسین یزید کی بیعت کریں یا جان دینے کے لئے تیار ہو جائیں۔اس کے بعد دوسرا خط شمر کو دے کر بھیجا۔"

19۔عربی جماعت ہشتم

ا۔ صفحہ نمبر 15 آخر دو سطریں حذف کی جائیں۔

۲۔ صفحہ نمبر 16 پہلی سطر حذف کی جائے۔

۳۔ صفحہ نمبر 20 پہلی دو سطریں حذف کی جائیں۔

۴۔ صفحہ نمبر 24 پہلی سطر (سوال نمبر 3) حذف کیا جائے۔

۵۔ صفحہ نمبر 25 تا صفحہ نمبر 33 پورا مضمون "عدل عمرؓ" حذف کیا جائے۔

۶۔ صفحہ نمبر 46 سطر نمبر 5 سے سطر نمبر 11 تک حذف کیا جائے۔

۷۔ صفحہ نمبر 49 سوال نمبر 5 حذف کیا جائے۔

20۔اسلامیات جماعت ہشتم

ا۔ صفحہ نمبر 18 دوسری سطر کے آخر میں "لاشریک لک لبیک" لکھا جائے اور تیسرے پیراگراف میں "مناسک حج" کے بارے میں اختلاف ہے۔اس لیے اس پیراگراف کو حذف کیا جائے۔

۲۔ صفحہ نمبر 34،35 فاروقؓ اور امیر المومنینؓ کے الفاظ حذف کیے جائیں۔

21۔انگریزی جماعت ہشتم

ا۔ صفحہ نمبر 49،50 پورا مضمون "Hazarat Umar" حذف کیا جائے۔

22۔مطالعہ پاکستان نہم و دہم

صفحہ نمبر 7 تیسرا پیراگراف "اقتدار اعلیٰ کے اسلامی نظریے کا مطلب یہ ہوا" سے آخر بحث تک عبارت کو حذف کیا جائے۔

23۔اسلامیات لازمی نہم و دہم

ا۔ صفحہ نمبر 97 پر پورا صفحہ اور صفحہ نمبر 98 کا پہلا پیراگراف حذف کیا جائے۔

CS CamScanner

۲۔ صفحہ نمبر 99 پر سوال نمبر 2 اور 3 کو حذف کیا جائے۔

۳۔ صفحہ نمبر 81 دوسرے پیراگراف میں لفظ ''صدیقؓ'' ہٹایا جائے۔

24۔ اسلامیات اختیاری نہم دہم

ا۔ صفحہ نمبر 107 ''صدیقہؓ'' کا لفظ حذف کیا جائے۔

۲۔ صفحہ نمبر 122 پہلی سطر سے حضرت عمرؓ کا لفظ حذف کیا جائے۔ اسی طرح اس صفحے کی سطر نمبر 7، 8 اور 9 کو حذف کیا جائے۔

۳۔ صفحہ نمبر 124 سطر نمبر 3 کے بعد سے لے کر ''نمونہ بن گیا'' تک پوری عبارت حذف کیا جائے۔

۴۔ صفحہ نمبر 141 سے ''خلفائے راشدین'' حذف کیا جائے۔

۵۔ صفحہ نمبر 143 سطر نمبر 4، 5 اور 6 سے ''زکواۃ نقدی''، ''مال تجارت'' اور ''عشر'' کے الفاظ حذف کیے جائیں۔

۶۔ صفحہ نمبر 161 قرآنی آیات ''انما انت منذر ولکل قوم ھاد'' (سورہ رعد آیت ۷) کا ترجمہ یہ لکھا جائے ''اے رسول ﷺ تو ڈرانے والا ہے اور ہر قوم کا ایک ہادی ہے۔''

۷۔ صفحہ نمبر 196 آخری سطر میں حدیث رسول ﷺ مکمل لکھی جائے اور وہ یہ ہے۔ ترجمہ: اے علیؓ میرے ساتھ تیری منزلت وہی ہے جو ہارون علیہ السلام کی موسیٰؑ کے ساتھ تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔''

25۔ انگریزی جماعت دہم

ا۔ صفحہ نمبر 1 دوسرا پیراگراف "The Prophet.........unlettered" سے پیراگراف کے آخر تک عبارت کو حذف کیا جائے۔

26۔ اردو نہم

پہلے مضمون سے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے صدیقہؓ کے الفاظ ختم کیے جائیں۔

27۔ اسلامیات لازمی (ایف۔اے)

ا۔ صفحہ نمبر 134 ''تدوین حدیث'' اور اس کے ذیل کی پوری عبارت اسی طرح صفحہ نمبر 135 ''تدوین حدیث کا دور ثانی'' اور پوری عبارت حذف کی جائے۔ صفحہ نمبر 136 پہ ''دور ثالث'' حذف کیا جائے۔

۲۔ صفحہ نمبر 119 آیت ''اکملت لکم دینکم'' کا روز نزول 18 ذی الحجہ لکھا جائے۔

CamScanner

28۔ اسلامیات اختیاری (ایف۔اے)

اس مقصد کے لیے غلام احمد حریری کی لکھی ہوئی کتاب میں مکمل اہل سنت عقائد بیان کرنے کی کوشش ہوئی ہے۔ بالخصوص صفحہ نمبر 424 پر مکمل شیعہ عقیدہ کی نفی کی باتیں ہیں جو سخت زیادتی ہے اور نصاب میں ''خلافت راشدہ'' کے بارے میں اصحاب ثلاثہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے خلفائے رسول ﷺ راشدینؓ کہلانے پر شیعہ کا بنیادی اختلاف ہے۔ اصحابؓ ثلاثہ کے دور کو دور خلافت راشدہ کہنا صحیح نہیں ہے۔ اس لئے اس پوری بحث کو ختم کیا جائے اور صرف حضرت علیؓ کی خلافت راشدہ کا ذکر ہو۔ کیونکہ حضرت علیؓ کے خلیفہ راشد ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ اسلامیات اختیاری کے حصہ ''تفسیر قرآن'' پوری کتاب میں ایک مخصوص فرقے کا نظریہ بیان ہے یہ سلسلہ ختم کیا جائے۔

29۔ اسلامیات لازمی (بی۔اے)

۱۔ صفحہ نمبر 222 دعوت ذی العشیرہ کا واقعہ مکمل لکھا جائے جو پہلے ذکر ہوا ہے۔

۲۔ صفحہ نمبر 231 حضرت ابوطالب کو کافر قرار دینا غلط ہے۔ اس بات کو ختم کیا جائے۔

۳۔ صفحہ نمبر 43،42 اور صفحہ نمبر 294 پر آیت الیوم اکملت لکم دینکم'' کا نزول 18 ذی الحجہ لکھا جائے۔

معلوم ہوا ہے کہ انگریزی نہم دہم کوئٹہ طباعت اور دیگر بعض کتابوں میں بھی متنازعہ مواد ہے جس کی نشاندہی کتابیں حاصل کر کے کی جائے گی۔

محترم قارئین! آپ نے اس فائل میں رافضیت کی اتنی بڑی ہرزہ سرائی کا مطالعہ کیا۔ اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ شیعوں نے کتنی بڑی جرأت کی ہے اس ہرزہ سرائی کا علم جب جرنیل مکرم حضرت مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ کو ہوا تو انہوں نے اسمبلی میں بھرپور آواز اٹھائی۔ اور حکمرانوں کو شیعہ کی اس خطرناک سازش سے آگاہ کیا۔ اسمبلی کے باہر بھی مولانا شہیدؒ نے ملک بھر میں بھرپور احتجاج کیا حکومت کو واضح الفاظ میں فرمادیا کہ پاکستان اسلامی مملکت کے نام پر بنا ہے۔ اس لیے یہاں کے نصاب تعلیم میں اسلامی شخصیات کو ہی کوریج دی جائے گی۔ اگر کسی نے یہ جرأت کی تو خلاف بھرپور احتجاج کریں گے۔

مولانا کے اسی احتجاج کا نتیجہ تھا کہ صدر پاکستان نے وزیر تعلیم کے ذریعہ مولانا سے کہا کہ ہم یہ قانون بالکل نہیں بننے دیں گے۔ یہ ملک اسلام کے نام بنا ہے یہاں اسلام کے خلاف کوئی نصاب نہیں چلے گا۔ جو یہ قانون بنائے گا اس کا گھیراؤ کیا جائے گا۔ مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ کی جرأت اور ہمت مثالی تھی۔ اس جرأت کو دشمن برداشت نہ کر سکا اور مولانا کو راستہ سے ہٹانے کے لئے جدوجہد

شروع کردی۔ بالآخر حضرت مولانا محمد اعظم طارقؒ کو شہید کر دیا گیا۔

مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ کا سفرِ آخرت......شہادت سے تدفین تک

مولانا اعظم طارق 6 اکتوبر 2003ء پیر کے روز قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کے لئے تیار ہوئے۔ ڈبل کیبن ڈالہ بھی تیار تھا۔ گن مین بیٹھ چکے تھے۔ فرمایا، آج ساتھ ڈالہ نہیں جائے گا۔ جلدی پہنچنا ہے دو گاڑیاں ہوں تو دیر ہو جاتی ہے، بس آج ایک ہی گاڑی ساتھ جائے گی۔ مولانا ایک ہی گاڑی میں سوار ہوئے اور اسلام آباد کے لئے روانہ ہو گئے۔ مولانا کے ساتھ ڈرائیور اصغر علی اور تین گن مین قاری ضیاء الرحمٰن، محمد اسرار عرف عثمان اور محمد ممتاز فوجی تھے۔ گاڑی جب سوا چار بجے سہ پہر گولڑہ موڑ ٹول پلازہ کے قریب پہنچی تو درندہ صفت وحشیوں نے مصروف ترین شاہراہ پر مولانا کی گاڑی کو اپنی گولیوں کا نشانہ بنایا۔ جس کے نتیجے میں مولانا محمد اعظم طارق اپنے چار ساتھیوں سمیت دارِ فانی سے دار البقاء کی طرف کوچ کر گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

شہادت کے بعد وزیرِ داخلہ اڑھائی گھنٹے تک بے خبری کا تاثر دیتے رہے، کسی کو اطلاع نہ دی گئی۔ شہداء کی نعشیں پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز ہسپتال (پمز) میں لائی گئیں۔

جہاں مولانا کے پرسنل سیکرٹری راشد محمود فاروقی و دیگر جماعت کے ساتھی اکٹھا ہونا شروع ہو گئے۔ راشد محمود فاروقی کے اصرار پر شہداء کی نعشیں دکھائی گئیں۔ راشد محمود فاروقی کہتے ہیں: ''پولیس انتظامیہ مجھے کمپلیکس ہسپتال (پمز) لے گئی، میں نے دیکھا ہمارا قائد شہزادوں کی طرح لیٹا ہوا تھا۔ جس طرح سکون کی نیند سو رہا ہو۔ میرا دل نہیں مان رہا تھا، میری آنکھوں کو یہ حوصلہ نہیں ہو رہا تھا کہ میں یہ منظر دیکھوں ......میں نے صحافیوں کو بتایا کہ یہ مولانا اعظم طارق ہیں۔ اس کے بعد سرکاری طور پر اعلان کیا گیا کہ مولانا اعظم طارقؒ شہید ہو چکے ہیں۔''

رات آٹھ بجے مولانا کا جسد خاکی اسلام آباد کی مشہور مسجد ''لال مسجد'' میں لایا گیا، راولپنڈی اور اسلام آباد کے جماعت کے ذمہ دار ساتھی بھی آ گئے تھے۔ کچھ دیر بعد دیگر شہداء کی نعشیں بھی لال مسجد لائی گئیں۔ کارکنوں کی ایک بڑی تعداد لال مسجد میں جمع ہو گئی۔ رات گئے شیخ حاکم علی و دیگر جھنگ کے ذمہ دار ساتھی بھی پہنچ گئے تھے۔

سات اکتوبر کی صبح لال مسجد میں تا حدِ نگاہ دنیا ہی دنیا تھی۔ آٹھ بجے صبح شہداء کے جسد خاکی پارلیمنٹ ہاؤس اسلام آباد کے سامنے لائے گئے۔ اس موقع پر پیر طریقت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی، شیخ الحدیث مولانا عبد القیوم، مولانا مسعود الرحمٰن عثمانی، شیخ حاکم علی و دیگر حضرات نے تقاریر کیں۔ پیر

طریقت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ چند دن پہلے میں نے خواب دیکھا، اس خواب میں امی عائشہؓ کی زیارت ہوئی۔ میں نے ماں سے پوچھا کیسے آئی ہو؟ فرمایا اعظم طارق کو لینے کے لئے آئی ہوں۔

مولانا اعظم طارق اور دیگر شہداء کی نماز جنازہ ساڑھے آٹھ بجے پیر طریقت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی مدظلہ العالی نے پڑھائی نماز جنازہ میں لاکھوں افراد شریک تھے۔

نماز جنازہ کے بعد مولانا کا جسد خاکی ایمبولینس کے ذریعے شکر پڑیاں ہیلی پیڈ لایا گیا۔ جبکہ دیگر شہداء کی نعشیں ایمبولینسوں کے ذریعے ان کے علاقوں میں روانہ کر دی گئیں۔ جہاں انہیں پورے اعزاز کے ساتھ دفنایا گیا۔ مولانا کا جسد خاکی شکر پڑیاں ہیلی پیڈ سے ہیلی کاپٹر کے ذریعے جھنگ لایا گیا۔ ہیلی کاپٹر قریباً دس بجے مائی ہیر گراؤنڈ میں اترا جہاں قائد ملت اسلامیہ علامہ علی شیر حیدری رحمہ اللہ اپنے لاکھوں کارکنوں سمیت موجود تھے۔ ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں، ڈاکٹر خالد نواز فاروقی، شیخ حاکم علی اور راشد محمود فاروقی ہیلی کاپٹر میں ساتھ آئے۔ مولانا کا جسد خاکی یہاں سے بہت بڑے جلوس کی شکل میں مسجد حق نواز شہیدؒ لایا گیا جہاں دیدار عام کے لئے رکھ دیا گیا۔

نماز ظہر کے بعد مولانا اعظم طارق شہیدؒ کا جسد خاکی گھر مسجد حق نواز شہیدؒ سے گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول جھنگ صدر لایا گیا۔ تاحد نگاہ انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ سکول اپنی وسعت کے باوجود تنگ دامانی کا شاکی رہا۔ لوگ دیواروں، درختوں اور چھتوں پر چڑھے ہوئے تھے۔ ہزاروں افراد سکول میں داخل نہ ہو سکے۔ عجیب منظر تھا، ہر آنکھ اشکبار تھی، ہر چہرہ افسردہ تھا۔ لوگوں کے جذبات کی عجیب کیفیت تھی۔ آج عظیم قائد داغِ مفارقت دے چکا تھا۔

صرف ایک شخص کے نہ ہونے سے
شہر ویراں دکھائی دیتا ہے

جنازہ کے موقع پر قائد ملت اسلامیہ علامہ علی شیر حیدری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یہ سازش ایرانی خرچے پہ ایرانی ایماء پر ہوئی ہے۔ یہاں انہی کے کارندے اور انہی کے گماشتے استعمال ہوئے ہیں۔ ہم اس معاملہ میں ایران کو، ساجد نقوی کو، خانہ فرہنگ ایران کے ڈائریکٹر جنرل اور امان اللہ سیال کو ذمہ دار سمجھتے ہیں۔ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے صحیح نشاندہی فرمائی تھی۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ نے اپنے خطاب میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مولانا اعظم طارق کو شہادت عظمیٰ سے سرفراز فرمایا ہے۔ ان کے ایک ایک قطرے سے کئی اعظم طارق پیدا ہوں

گے۔ ان شاء اللہ یہ مشن جاری رہے گا۔ یہ سانحہ معمولی سانحہ نہیں ہے جو حکومت اپنی رعایا کے جان، مال اور عزت کی حفاظت نہیں کر سکتی اسے حکومت کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

مولانا کے صاحبزادے حافظ محمد معاویہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج میرا سر فخر سے بلند ہے میرے والد ماجد نے دنیاداری کے لئے نہیں بلکہ صحابہؓ کی عظمت کے لئے اپنی جان کو قربان کیا ہے۔

مولانا مسعود الرحمٰن عثمانی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت شمالی علاقہ جات میں شیعوں نے آٹھ صفحات پر مشتمل خط حکومت کے نام لکھا کہ تعلیمی نصاب سے صحابہ کرامؓ کے نام نکالے جائیں۔ ملک میں اور بھی کئی بڑے بڑے لیڈر تھے۔ لیکن ایک اعظم طارق ان کے مقابلے میں رکاوٹ بنا۔ اور کہا کہ ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ یہ اسی بات کا نتیجہ ہے کہ جب انہوں نے دیکھا کہ ہم اس بات میں کامیاب نہیں ہوئے تو انہوں نے حضرت کو شہید کر دیا۔

جنازہ کے موقع پر مولانا شفیق الرحمٰن درخواستی، حضرت مولانا قاری خلیل احمد سراج، مولانا محمد احمد لدھیانوی، مولانا محمد عالم طارق و دیگر حضرات نے خطاب کیا۔

قائد ملت اسلامیہ علامہ علی شیر حیدری رحمہ اللہ نے تین بج کر پینتالیس منٹ پر شہید کی نماز جنازہ پڑھائی، نماز جنازہ کے فوراً بعد شہید کا جسد خاکی بہت بڑے جلوس کی شکل میں جامعہ محمودیہ میں لایا گیا جہاں شہید کو شام ساڑھے پانچ بجے لاکھوں کارکنوں اور عقیدت مندوں کی موجودگی میں مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

فمنهم من قضىٰ نحبهٗ ومنهم من ينتظر وما بدلوا تبديلا.

خلیفۂ بلافصل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک حادثہ پیش آیا، ایک نومسلم مالک بن نویرہ مسلمانوں ہی کے ہاتھوں اپنی ایک غلطی کی وجہ سے مارا گیا، ان کا ایک بھائی متمم بن نویرہ، جو اُن کا بڑا لاڈلا اور چہیتا تھا، مالک کی موت کے صدمے کو برداشت نہ کر سکا۔ شاعر تو وہ پہلے ہی تھا مگر اس حادثے نے اس کی شاعری کا رُخ بے اختیار بھائی کی جدائی کے صدمے کی طرف موڑ دیا، اور پھر اس کے قلم سے ایسے دردناک اشعار نکلے جنہوں نے اہلِ عرب کی آنکھیں چھلکا ڈالیں۔ کہا جاتا ہے کہ عرب کی تاریخ میں متمم بن نویرہ جیسا مرثیہ گو شاعر آج تک پیدا نہیں ہوا۔ متمم کے یہ شاہکار اشعار متمم کی اسی کیفیت کا اظہار ہیں:

لَقَدْ لَامَنِیْ عِنْدَ الْقُبُوْرِ عَلَی الْبُکَاءِ　　رَفِیْقِیْ لِتَذْرَافِ الدُّمُوْعِ السَّوَافِکِ
فَقَالَ: اَتَبْکِیْ کُلَّ قَبْرٍ رَأَیْتَهٗ　　لِقَبْرٍ ثَوٰی بَیْنَ اللِّوٰی فَالدَّکَادِکِ

فَقُلْتُ لَهُ: إِنَّ الشَّجَا يَبْعَثُ الشَّجَا فَدَعْنِي فَهٰذَا كُلُّهُ قَبْرُ مَالِكٍ

"میرے دوست نے جب دیکھا کہ قبروں کو دیکھ کر میرے آنسو بہنے لگتے ہیں، تو اس نے مجھے ملامت کی، اور کہا" یہ کیا بات ہوئی کہ اس ایک قبر کی وجہ سے تو ثوئی، لوئی اور دکادک (بستیوں کے نام) کی تمام قبروں کو دیکھ کر رونے لگتا ہے؟ میں نے کہا مجھے میری حالت پر چھوڑ دے کیونکہ ایک غم کا منظر دوسرے غم کی یاد تازہ کرتا ہے لہٰذا مجھے جی بھر کر رو لینے دے، میرے لئے تو یہ تمام قبریں مالک کی قبریں بن گئی ہیں"۔

امیر المومنین سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ اپنے لطیف ادبی ذوق کی بناء پر متمم کو بلا کر ان سے اشعار سنتے تھے۔ ایک روز عظمت وجلال کے پیکر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا "متمم تم اپنے بھائی کی یاد میں مرثیے پڑھ کر دنیا بھر کو رُلاتے ہو، آخر تمہارے بھائی میں ایسی کیا بات تھی؟ اس پر "صاحب نزہۃ الابصار" نے متمم کا جو جواب نقل کیا، وہ کچھ اس طرح ہے:

"كان واللّٰه اخی فی الليلة ذات الاذير، والصرير، يركب الجمل الثقال ويخبب الفرس الجروز، ويحمل الرمح الطويل، وعليه الشملة الفلوث وهو بين مزادتينِ، فيصبح وهو متبسِّمٌ"

اللہ کی قسم! میرا بھائی جاڑے کی ٹھٹھرتی ہوئی رات میں سرکش اونٹوں پر سوار ہوتا، منہ زور گھوڑے دوڑاتا، لمبے نیزے اٹھاتا، اس پر صرف ایک تنگ چادر ہوتی، وہ دو مشکیزوں کے درمیان ہوتا، اس حال میں صبح ہوتی تو وہ مسکرا رہا ہوتا۔"

میں جس "اعظم طارق" کی بات کر رہا ہوں، اس کے سفرِ حیات کا اختتام دیکھ کر مجھے بے اختیار متمم کی مذکورہ کیفیت یاد آتی ہے۔ جاننے والے مجھے جانتے ہیں، اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اعظم طارق کو جس قدر میں جانتا ہوں وہ نہیں جانتے! اللہ کی قسم! میرا بھائی جون جولائی کی چلچلاتی دوپہروں اور دسمبر جنوری کے جاڑے کی ٹھٹھرتی راتوں میں طول طویل سفر کرتا، اور منزلوں پہ منزلیں مارتا تھا، اس حال میں کہ اس کی سواری اپنے سفر کی طوالت پر صدائے احتجاج بلند کرتی چلی جاتی۔ وہ منزل بمنزل اپنے نظریئے کی صداقت واشگاف کرتا اور دشمنوں کے سینے پر مونگ دلتا تھا، حالت یہ ہوتی کہ دشمن اسے اپنی توپوں کے دہانے کے نشانے پر رکھ کر اور اپنی انگلیاں لبلبی پر جمائے بیٹھا ہوتا۔ زمانہ گواہ ہے اسے گولیوں کی بوچھاڑ بھی اپنے مشن کے ابلاغ سے باز نہیں رکھ سکی اور اس نے کسی بھی خطرناک موقع پر اپنے ممدوحین کی مدح اور اعداء کی ہجو میں بخل کا مظاہرہ نہیں کیا۔ وہ ہر رات کسی بھی دور دراز مقام پر

سجائی گئی کسی بزم کا میرِ محفل بنتا، اور کھول کھول کر آیات و بیّنات کی تبلیغ کرتا۔ دشمن کے عزائم اس سے ڈھکے چھپے نہیں تھے۔ وہ گولیوں کی باڑھ، راکٹ لانچروں کے دھماکے اور ریموٹ کنٹرول بموں کے دلدوز اور الم ناک واقعات کے زائد از یک صد زخم بھی اپنے وجود پر سجا کر مسکراتا نظر آتا تھا۔

اے متہم "دل دریا سمندروں ڈونگے" بلاشبہ تیرا زخم بہت گہرا اور درد بجا ہے! لیکن تو نے اعظم طارق کو نہیں دیکھا! اگر تو اسے دیکھ لیتا کہ اُس نے کس آن سے زندگی گزاری اور کس شان سے رخصت ہوا تو تیرا غم تجھے بھول جاتا، لیکن یہ ہم ہیں کہ اس غم کو سینے سے لگا کر بھی زندہ اور متحرک ہیں، اسی طرح کے دو چار غم پہلے بھی ہم نے سینے سے لگا رکھے ہیں...... نہیں معلوم کہ ابھی اور کتنے غم ہمارا مقدر ہیں...... شاید کہ غم نے ہمارا گھر تاک لیا ہے۔

ہر بلائے کز آسمان آید
گرچہ بر دیگراں روا باشد
بر زمیں نا رسیدہ می پرسی
خانۂ انوری کجا باشد؟

یہ غم "غمِ فرقت" ہے، اس غم میں درد کی ایک کسک ہے، جو کبھی ٹیسوں میں بدل جاتی ہے تو ہم تڑپ اٹھتے ہیں اور دردِ فرقت کی یہ لہر سمندری موج کی طرح اٹھنے کے بعد جب ساحل سے ٹکرا کر پھیلتی ہے تو ہم ایک نئے عزم کے ساتھ سینہ تان کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس لئے یہ غم ہمیں جان سے عزیز بھی ہے کہ اس کی بدولت ہمارا شوقِ سفر کم ہونے کی بجائے مزید اُبھرتا ہے اور ہم بلاخوف لومۃ لائم نئے سرے سے پھر سوئے منزل روانہ ہو جاتے ہیں۔ ساحل پہ کھڑے تماشائی ہماری کیفیت کو کیا جانیں! وہ ہمارے اس غم کی بھی مختلف توجیہات کرتے اور اپنے تئیں ہماری ہمدردی کے راگ الاپتے ہیں مگر نہیں جانتے کہ یہ غم محض غمِ فرقت ہی تو ہے ورنہ تو اعظم طارق کو موت نہیں، من کی مراد ملی ہے اور اس پر ہم اتنے خوش ہیں کہ ہماری خوشی کو کسی پیمانے سے ناپا ہی نہیں جا سکتا۔

ہمیں صدمہ ہوتا اگر اعظم طارقؒ چارپائی پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرتا......!

ہمیں صدمہ ہوتا اگر اعظم طارق شہیدؒ محض ایک ہی گولی کا سزاوار ٹھہرتا، اور موت اسے دبوچ لیتی!

خُم لگا دے میرے منہ سے تیرے میخانے کی خیر
ایک دو جام میں ساقی میرا کیا ہوتا ہے!

CamScanner

قدر شناس دشمن! تیرا شکریہ، تو نے اعظم طارق کا حق پہچانا اور ایک کی بجائے چالیس گولیاں اس کے وجود میں اتاریں! خدا تجھے دنیا میں ہی اس کا بدلہ دے کہ تیری ہر شام "شامِ غریباں" اور تیرا ہر دن دس محرم ہو!

میرے چارہ گر کو نوید ہو ، صفِ دشمناں کو خبر کرو
وہ جو قرض رکھتے تھے جان پر ، وہ حساب آج چکا دیا
کرو کج جبیں پہ سرِ کفن ، میرے دشمنوں کو گماں نہ ہو
کہ غرورِ عشق کا بانکپن ، پسِ مرگ ہم نے بھلا دیا

زمانہ قدیم سے روایت چلی آتی ہے کہ قتل کرنے والے قتل ہونے والوں کو اپنے ظرف اور ان کے مقام کے مطابق قتل کرتے ہیں۔

غزوۂ اُحد میں آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بدن کے ٹکڑے جہاں ان کی مظلومیت کی داستان سناتے ہیں وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دشمن ان کے بارے میں کس قدر غیظ وغضب میں مبتلا تھا۔ جس کا اس نے ثبوت فراہم کیا۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ اعظم طارق ؒ کا وجود دشمنانِ دین واعداءِ اصحابِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ایک ایک پل کشتی ہو چکا تھا، اور دشمن کتنے عرصے سے اس عذاب میں مبتلا تھا۔ وہ اعظم طارق کو قتل نہ کرتا تو دن میں ہزار گھونٹ زہر کے بھرتا پھر بھی نہ مرتا۔ کتنی آگ تھی جو اس کے سینے میں بھڑک رہی تھی اور کتنی جلن تھی جس نے اسے جاں بلب کیا ہوا تھا۔ اس کا ثبوت اس نے اعظم طارق کے وجود پر چالیس گولیاں برسا کر دیا۔ اس کا بس نہ چلا کہ وہ اعظم طارق کا مُثلہ کرتا، لیکن درحقیقت اس نے یہ کام بھی کر ہی دیا تھا ورنہ تو کسی کے قتل کے لئے دو چار گولیاں بھی بہت ہوتی ہیں۔

اعظم طارق شہیدؒ...... تو سُرخرو، تو سرفراز، تو سربلند، تو سپاہِ صحابہؓ کے شہداء میں ایسا ہی ہے جیسے صحابۂ کرامؓ کے شہداء میں حضرت حمزہؓ! تو قائدینِ سپاہِ صحابہ میں اس لحاظ سے "سید الشہداء" ہے...... اللہ تیرے درجات بلند فرمائے۔ ہم تیری جدائی میں مغموم ہیں، لیکن تیری پہاڑوں جیسی استقامت ہمارے حوصلے بڑھاتی اور تیری بے مثل شہادت ہماری روحوں کو سرشار کر دیتی ہے، ربِ کعبہ کی قسم! تو کامیاب ہو گیا۔ ربِ محمد کی قسم ہم عظمتِ اصحابِ رسولؐ کے مسئلے پر تیری راہ کے راہرو رہیں گے، اور تیری یادوں کے چراغ ہمیشہ روشن رکھیں گے۔

امامِ اہل سنت، مناظر اسلام، شہید ناموسِ صحابہؓ

علامہ علی شیر حیدری شہید رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ شہادت ۱۷/اگست ۲۰۰۹ء

CamScanner

''اور سنو! بات سچی وہی ہے جو حق نوازؒ نے بتائی...... بات سچی وہی ہے جو فاروقی شہیدؒ نے بتائی...... اور بات سچی وہی ہے جو ایثارؒ و اعظمؒ نے بتائی...... جس کو مولانا یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے لکھا...... جسے مفتی ولی حسن ٹونکی نے لکھا...... بات سچی وہی ہے جو علماء کے متفقہ فیصلے کی صورت میں شائع ہوئی۔ بات سچی وہی ہے جو میں نے اس صورت میں، پاکستان کی سپریم کورٹ میں چیف جسٹس سید سجاد علی شاہ کے سامنے پیش کی تھی۔ یہ میری لکھی ہوئی نہیں ہے یہ متفقہ فیصلہ ہے محققین کا، مفتیان کرام کا، علماء دین کا، یہ ان نوجوانوں کی بات نہیں ہے...... یہ ماننے والے ہیں، تابعدار ہیں، کھول کر دیکھ لو کہ بات کس کس نے کی ہے، بات سچی یہ ہے......اب تک میں بھی جو کہتا آیا ہوں، اب کسی کے کہنے پر تو مار کی وجہ سے کہہ دو میں تو شیعوں کو نہیں کہتا، میں تو اب مسلمان کہتا ہوں، تو پھر واللہ یہ دیکھو پھر میں جھوٹا ہوں، سچی بات وہ ہے جو یوں لکھی گئی، سچی بات وہ ہے جو آج تک آپ سنتے آئے ہیں۔

سچی بات یہ ہے صدیق اکبرؓ پر بھونک کر بھلا کوئی مسلمان رہ سکتا ہے؟......

قرآن کو غلط کہہ کر بھلا کوئی مسلمان رہ سکتا ہے؟......

فاروق اعظمؓ کو کافر کہہ کر بھلا کوئی مسلمان رہ سکتا ہے؟......

جناب عثمانؓ پہ بھونکیں کر کے بھلا کوئی مسلمان رہ سکتا ہے؟......

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پہ لعنتیں کر کے بھلا کوئی مسلمان رہ سکتا ہے؟......

حضورﷺ کے اہل بیت کو گالیاں دے کر بھلا کوئی مسلمان رہ سکتا ہے؟......

نہیں نہیں نہیں!! کافر ہے، یہ قرآن میرے سر پہ ہے، یہ کافر ہے کافر ہے کافر ہے!!''

ابتدائی تعارف

ملک عزیز پاکستان کی سب سے بڑی دینی جماعت سپاہ صحابہ کے سرپرست اعلیٰ مناظر اہل سنت، امام اہل سنت، ضیغم اسلام، جانشین جھنگویؒ و فاروقیؒ، حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے نام، کام اور مقام سے دینی حلقوں میں بالخصوص شاید ہی کوئی شخص ایسا ہوگا جو واقف نہ ہو۔ قدرت نے علم و فضل، حوصلہ ہمت، صبر و استقامت، غیرت و حمیت، جرأت و شجاعت، ذہانت و متانت، تدریس و خطابت، قیادت و سیادت کے مختلف عناصر کو یکجا کر کے ایک حسین پیکر تراشا اور اس کا نام علی شیر حیدری رکھ دیا۔ بھاری بھرکم جثہ، موٹی موٹی آنکھیں، چتون شیر کی مانند، چہرے پر جلال و جمال رقصاں اور نورانیت چھلکتی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ لبوں سے علم و حکمت کے پھول جھڑتے تھے۔

ابتدائی حالات

علامہ علی شیر حیدری ۱۹۶۳ء میں ضلع خیرپور میرس شہر میں ریلوے اسٹیشن کے قریب گوٹھ موسیٰ خان جاوریاں (جوہریاں) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد رئیس محمد وارث شہید بلوچوں کی ایک شاخ چانڈیو کے قبیلہ جوہری سے تعلق رکھنے والے نہایت خداترس اور دیندار انسان تھے جنہیں ۲۰۰۴ء میں قریبی رہائش پذیر جاگیرانی شیعوں نے ناحق قتل کر دیا تھا۔ آپ کے دادا جان جناب اللہ داد صاحب سندھی زبان کے فی البدیہہ شاعر تھے۔

تعلیمی پس منظر

مولانا حیدری کی ابتدائی تعلیم کا آغاز اپنے آبائی گاؤں گوٹھ کے سکول سے ہوا۔ ۱۹۷۹ء میں ناز ہائی سکول میں آپ مڈل کے طالب علم تھے کہ اس دوران پیش آنے والے ایک چھوٹے سے واقعہ نے آپ کے مستقبل کا رُخ بدل دیا۔ ہوا یوں کہ ایک روز ایک ٹیچر نے آپ کی کلاس سے نماز کے مسائل پوچھے جو کوئی لڑکا نہ بتا سکا، آپ نماز تو پڑھا کرتے تھے مگر کم عمری کی بناء پر ابھی مسائل سے ناواقف تھے۔ آپ بھی نہ بتا سکے۔ اس سے پہلے کلاس میں آپ کا ایک مقام تھا کہ ہمیشہ ہر امتحان میں امتیازی پوزیشن لیتے تھے، اب شرمندگی ہوئی، اور ایسی شدید شرمندگی ہوئی کہ اسی روز سکول چھوڑ کر دینی تعلیم کے حصول کا فیصلہ کر لیا۔ سکول کے اساتذہ نے اپنے طور پر بہت سمجھایا کہ تم بہت ذہین ہو، پڑھ لکھ کر بڑے آدمی بنو گے، سکول مت چھوڑو، مگر آپ نے تمام ترغیبات کو یکسر مسترد کر دیا۔

ان دنوں آپ کے یہاں دیوبندی، بریلوی کشیدگی نہ تھی مشترکہ جلسے ہوتے تھے، صرف سنی

شیعہ کا فرق تھا۔ چنانچہ آپ کو پیر صاحب پگاڑو کے مدرسہ "جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ" میں داخل کرا دیا گیا، ابتدائی فارسی کی کتابیں وہاں پڑھیں، اس سے قبل آپ خیر پور میں ہی حافظ کریم بخش صاحب سے ناظرہ قرآن مجید پڑھ چکے تھے۔ حافظ صاحب توحید کی باتیں کرتے رہتے تھے۔ انہی کی برکت سے عقائد کی اصلاح ہو چکی تھی۔ جامعہ راشدیہ کا مخصوص ماحول آپ کو راس نہ آیا تو وہاں سے جامعہ شمس الہدیٰ نوشہرو فیروز پہنچے، کچھ وقت مدرسہ تعلیم القرآن عیسیٰ خان مری میں گزارا، اور پھر ۱۹۸۲ء میں شمس الہدیٰ کولاب جی ال میں فقیہ العصر مفتی محمد حسنؒ سے اکتساب فیض کیا اس کے بعد لاڑکانہ پہنچے اور جامعہ اشاعت القرآن میں مولانا علی محمد حقانی سے قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر اور شمائل ترمذی کا درس لیا اور مولانا فضل محمد پنہور سے کافیہ پڑھی اور انہی حضرات کے مشورے سے دوران تعلیم ہی ۱۹۸۴ء میں رتو ڈیرو ضلع لاڑکانہ کے مدرسہ جامعہ عزیزیہ میں تدریس شروع کر دی اور اسی سال ہی کنز الدقائق (فقہ کی مشہور کتاب) پڑھائی۔ غالباً دو سال یہاں گزارنے کے بعد ٹھیڑھی شریف کے مشہور مدرسہ دارالہدیٰ میں موقوف علیہ کی کلاس میں داخلہ لیا۔ پھر دورۂ حدیث کی تکمیل بھی یہیں کی۔ بخاری شریف کی جلد اول مولانا عبدالہادیؒ سے اور جلد ثانی مولانا عبدالحق فاضل دیوبند (جو کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے خصوصی شاگردوں میں سے تھے) سے پڑھی۔ ترمذی شریف مفتی اعظم سندھ حضرت مولانا مفتی غلام قادر صاحب اور مسلم شریف مفتی محمد بلال صاحبؒ سے پڑھیں۔

تدریس و خطابت

تعلیم سے فراغت کے بعد تدریس کا مشغلہ اپنایا، اور جامعہ عزیزیہ رتو ڈیرو ضلع لاڑکانہ میں صدر مدرس اور مفتی کی حیثیت سے فرائض منصبی سرانجام دینے شروع کیے۔ لیکن یہ سلسلہ زیادہ دیر قائم نہ رہ سکا۔

۱۹۸۷ء میں خیر پور کے بعض احباب نے علاقہ میں شیعیت کے روز افزوں بڑھتے ہوئے کام کی طرف توجہ دلائی۔ تو آپ شدید احساس کے تحت تدریس چھوڑ کر یہاں آ گئے، اور ۱۹۸۷ء میں ایک قطعہ اراضی پر جامعہ حیدریہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ آپ کا مقصد تردید فرق باطلہ کے لئے علمی میدان میں کام کرنے والے افراد تیار کرنا تھا۔ آپ کا شروع سے ذوق یہ ہے کہ طلباء میں کمیت کی بجائے کیفیت کو مد نظر رکھ کر انہیں تربیت دی جائے، وہ بے شک تھوڑے ہوں، مگر ان میں اسلاف کی یاد تازہ کر دینے کا جذبہ ہو۔

اگرچہ آپ کا ذہن شروع سے ہی تدریسی اور تبلیغی تھا، لیکن زیادہ دلچسپی تدریس میں تھی اور

ایک وقت ایسا بھی آیا کہ آپ نے خود کو تدریس کے لئے وقف کر دینے کا فیصلہ کر لیا۔ آپ نے اپنے استاذ محترم حضرت مفتی غلام قادر صاحب کی خدمت میں باوضو ہو کر گزارش کی کہ میں آپ کو حلف دینا چاہتا ہوں کہ آئندہ تقریر نہیں کیا کروں گا۔ استاذ محترم آپ کا یہ عزم دیکھ کر پریشان ہو گئے اور حکماً فرمایا ''ایسا مت کرو خدا جانے قدرت کو کیا منظور ہے''۔ چنانچہ استاذ محترم کے حکم پر آپ اپنے اس ارادے سے باز آ گئے۔

آپ کا ضلع خیر پور شیعیت کا مرکز سمجھا جاتا تھا اور ماحول اس قدر بدرنگ ہو چکا تھا کہ ایک مرتبہ محلہ لقمان میں ایک مسلمان خطیب صاحب نے محرم الحرام میں ''شانِ حسینؓ'' بیان کر دی تو شیعوں نے اس پر احتجاجی جلوس نکالا اور مسجد کا گھیراؤ کر لیا، ان کا کہنا تھا کہ ''حسینؓ ہمارا ہے اور کسی سنی خطیب کو حسینؓ کا نام لینے کی اجازت نہیں دی جا سکتی''۔ چنانچہ بڑی مشکل سے خطیب صاحب کی جان بچائی گئی۔ ان حالات کی وجہ سے دورِ طالب علمی میں ہی آپ کو فنِ مناظرہ سے لگاؤ اور تحقیق کا شوق تھا، اور عوام الناس کے عقائد کی اصلاح کے لئے تقریر جیسا اہم ترین ذریعہ اختیار کرنا ضروری تھا۔

ایک مناظرے کا دلچسپ واقعہ

اسی دوران شیعیت سے آپ کے کئی دلچسپ علمی مناظرے بھی ہوئے۔ ۱۹۷۹ء میں ضلع شکارپور کے بریلوی حضرات نے شیعوں سے مناظرہ طے کر لیا، لیکن وقت مقررہ پر انہیں کوئی مناظر نہ ملا، مجبوراً وہ سکھر میں حضرت مولانا سید عبداللہ شاہ بخاری کے پاس پہنچے، اور ان کی منت سماجت کی۔ شاہ صاحب بھی غالباً کسی پروگرام کی بناء پر وہاں جانے سے قاصر تھے، انہوں نے ان لوگوں کو حضرت حیدری صاحب کے پاس بھیج دیا۔ ادھر آپ کی بھی اپنی مصروفیات تھیں۔ لیکن یہ سوچ کر کہ اگر میں نہ گیا تو سنیت بدنام ہوگی...... آپ چل پڑے۔ رات نو بجے آپ وہاں پہنچ گئے۔

شیعوں کا مناظر عبداللہ جروار کتابیں لے کر آیا، لیکن آپ کو دیکھ کر گھبرا گیا اور منتظمین سے جھگڑنے لگا کہ مناظرہ بریلویوں سے ہے تم دیوبندی کو لے کر آ گئے ہو؟ آپ نے اسے کہا کہ تیرا مناظرہ بریلویوں سے نہیں سنیوں سے ہے، اور میں سنی ہوں تم جھگڑنے کی بجائے مناظرہ کرو...... بڑی مشکل سے تیار ہوا، مگر کہنے لگا کہ آپ پہلے جا کر نماز پڑھ آئیں بعد میں مناظرہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا نماز کون سی پڑھیں؟ شیعوں والی یا سنیوں والی؟ پہلے مناظرہ ہونا چاہئے تا کہ معلوم ہو سکے کہ نماز کون سی درست ہے؟ جو نماز درست ثابت ہوگی میں اور آپ دونوں ہمیشہ کے لئے وہی نماز پڑھنے کے پابند ہوں گے...... لیکن وہ ماننے پر نہیں آ رہا تھا اور آپ جانتے تھے کہ اگر نماز پڑھنے چلے گئے تو یہ فرار ہو

جائے گا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ عشاء کی نماز ساری رات پڑھی جا سکتی ہے، پہلے سچی اور جھوٹی کا فیصلہ ہو جائے، بعد میں دونوں فریق سچی قرار پائی جانے والی نماز ادا کرنے کے پابند ہوں گے۔ بڑی مشکل سے وہ اپنے ہم مسلک لوگوں کے اصرار پر آمادہ ہوا۔ اب آپ نے کہا کہ نماز سے پہلے کلمے کا نمبر ہے لہٰذا سچے اور مکمل کلمے کا تعین کر لیا جائے جس فریق کا کلمہ صحیح ثابت ہوا، نماز بھی اس کی صحیح قرار دی جائے گی۔ حاضرین نے آپ کی تائید کی مگر عبداللہ جروار کا رنگ فق ہو گیا۔

آپ نے سوال کیا کہ تم یہ ثابت کر کے دکھاؤ کہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کے بعد جو اضافہ شدہ کلمہ تم پڑھتے ہو، کیا حضور نے کسی صحابی کو پڑھایا؟ کیا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کے فرزندانِ گرامی قدر نے کسی موقع پر یہ کلمہ پڑھا؟ کسی اور شخص کو پڑھایا؟ عبداللہ جروار کے پاس ان سوالوں کا کوئی جواب نہیں تھا، وہ بغلیں جھانکنے لگا۔ شیعہ منتظمین نے آپ سے گزارش کی کہ آپ ہمارے مہمان کو ہمارے گھر میں ذلیل نہ کریں اور رخصت ہو جائیں۔ آپ نے کہا جب تک عبداللہ جروار نہیں جائے گا، میں بھی نہیں جاؤں گا۔ کہنے لگے وہ ہمارا مہمان ہے رات یہیں رہے گا، آپ نے کہا میں بھی رات یہیں رہوں گا (کیونکہ آپ جانتے تھے کہ اگر آپ اس سے پہلے یہاں سے چلے گئے تو اس نے آپ کے خلاف اشتہار چھپوا دینے ہیں کہ علی شیر حیدری فرار ہو گیا اور یوں لوگوں کو دھوکہ دے کر شیعیت کی طرف مائل کرے گا) وہ کھانا لے آئے اور آپ کو کھانے کو کہا آپ نے کہا کہ تم اپنا کلمہ ثابت نہیں کر سکے، تم مسلمان نہیں ہو، میں تمہارے گھر کا کھانا نہیں کھاؤں گا۔ چنانچہ آپ نے ان کے گھر کا کھانا نہیں کھایا مگر ساری رات اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ وہیں گزاری، صبح کو پہلے عبداللہ جروار وہاں سے روانہ ہوا، بعد میں آپ روانہ ہو گئے۔

بعد میں ایک مرتبہ روہڑی کے سابق ایم پی اے خادم علی شاہ نے مناظرہ طے کیا آپ وہاں پہنچے اور ایک مرتبہ پھر عبداللہ جروار کو عبرتناک ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ نیز شیعوں کا ایک اور نامور مناظر تاج الدین حیدری بھی آپ سے ہزیمت اٹھا چکا ہے۔

امیر عزیمت مولانا حق نواز شہیدؒ سے تعارف

نومبر ۱۹۸۸ء میں آپ نے شیعیت کے خلاف تقریر کی۔ غالباً اسی تقریر میں آپ نے چیلنج دیتے ہوئے یہ کہا کہ خمینی کی قبر کھودو، اگر انگاروں سے نہ بھری ہوئی ہو تو میں شیعیت اختیار کر لوں گا...... شیعیت اس پر بڑی جز بز ہوئی اور آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ سنٹرل جیل خیر پور میرس میں آپ نے ایک ماہ گزارا۔ وہاں سے ۲۲ر دسمبر کو رہائی ملی۔ اسی گرفتاری کے دوران جیل میں ملاقات کے لئے آئے

ہوئے ساتھیوں سے امیر عزیمت مولانا حق نواز کا نام سنا اور ان کے کام سے آگاہی ہوئی۔ رہائی کے تھوڑے ہی عرصہ بعد مارچ ۱۹۸۹ء میں جبکہ آپ فاروقِ اعظم آرگنائزنگ کمیٹی کے ضلع سرپرست تھے، کمیٹی کی طرف سے شہر میں جلسہ کا پروگرام رکھا گیا جس میں امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کو مدعو کیا گیا۔ مولانا نہ پہنچ سکے، آخری تقریر آپ نے کی اور دورانِ تقریر شیعوں نے حملہ کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد سکھر میں مولانا حق نوازؒ کی تقریر کا پروگرام بنا اس جلسے پر مولانا حق نوازؒ سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ دونوں نے ایک دوسرے کی تقریر سنی۔ آپ کی تقریر آدھی سندھی اور آدھی اردو میں تھی......انداز دونوں کا ملتا جلتا تھا۔ آپ نے اس تقریر میں خمینی ملعون کی غلیظ عبارات کے حوالے دیئے۔ تقریر کے بعد مولانا حق نواز شہیدؒ نے آپ کو سپاہِ صحابہ میں شمولیت کی دعوت دی اور فرمایا کہ "اپنے علاقے میں سپاہ کی سرپرستی قبول فرمائیں"۔ آپ نے گزارش کی کہ اس علاقے کی فضاء کے مطابق مجھے تمام مخالفین سے ٹکر لینی پڑتی ہے۔ جبکہ آپ بریلویوں سے اتحاد کرنا چاہتے ہیں، میں اگر آپ کی جماعت میں شامل ہو کر پالیسی کے خلاف چلوں گا تو جماعت کو نقصان ہوگا اور اگر پابند رہوں گا تو مسلک کو نقصان ہو گا......مولانا خاموش ہو گئے۔ اس ملاقات سے یہ بات سامنے آئی کہ آپ دونوں کے نظریات بھی ملتے جلتے تھے اور اندازِ خطابت بھی! نیز یہ کہ اس ملاقات کے بعد آپ کو مولانا سے بہت محبت ہو گئی اور یہ محبت پھر آہستہ آہستہ پروان چڑھتی گئی۔

امیر عزیمت شہید کی شہادت کی خبر

اس زمانے میں آپ ہر مہینے کا ایک جمعہ لاڑکانہ میں پڑھایا کرتے تھے۔ ۲۳ر فروری ۱۹۹۰ء کو جمعۃ المبارک کا روز تھا، آپ حسب پروگرام لاڑکانہ کے لئے روانہ ہوئے، ریلوے پھاٹک پر پہنچے تو وہاں چند دوستوں نے خبر سنائی کہ گذشتہ رات مولانا حق نواز کو شہید کر دیا گیا ہے۔ بس یہ سننا تھا کہ آپ کی طبیعت قابو میں نہ رہی اور رو رو کر آپ کا بُرا حال ہو گیا۔ آپ وہاں سے فوراً سکھر پہنچے۔ پنجاب جانے والی گاڑیاں تقریباً چھوٹ چکی تھیں۔ سڑک کے راستے بھی حالات خراب ہونے اور جھنگ میں کرفیو کے باعث پہنچنا مشکل تھا، بالآخر لاڑکانہ پہنچے، جمعہ کی تقریر کی، غم اور اضطراب اس قدر شدید تھا کہ حضرت مولانا محمد علی حقانی تسلی دیتے دیتے تھک جاتے تھے۔

سپاہِ صحابہ سندھ کی صدارت

مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ نے مولانا حق نواز شہیدؒ کے جانشین کی حیثیت سے سپاہِ صحابہ کے سرپرست اعلیٰ کا منصب سنبھالا، تو آپ کو کراچی میں منعقد ہونے والے علماء کرام کے اجلاس

CamScanner

میں شرکت کا دعوت نامہ ارسال کیا۔ آپ حسب پروگرام کراچی جامعہ محمودیہ پہنچے، جہاں اجلاس ہو رہا تھا۔ مولانا فاروقی آپ کو دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے اور بلند آواز سے کہا:

''یہ ہیں مولانا علی شیر حیدری...... سپاہ صحابہ سندھ کے صدر!!''

آپ حیران ہوئے کہ میں تو کارکن نہیں ہوں...... دراصل مولانا فاروقی شہیدؒ پہلے سے یہ طے کر چکے تھے۔ چنانچہ آپ نے ان کے فیصلے پر سر تسلیم خم کر دیا۔

سپاہ صحابہ سندھ کی صدارت کا منصب سنبھالنے کے بعد آپ نے پورے ملک میں بالعموم اور صوبہ سندھ میں بالخصوص سپاہ صحابہ کا مشن اور پروگرام متعارف کرانے میں دن رات برابر کر دیے۔ اسی زمانے میں آپ کا نام خیر پور میرس کی حدود پھلانگتا ہوا پورے ملک کی فضاؤں میں گونجنے لگا۔ اور آپ کی خطابت کے ڈنکے بجنے لگے۔

۱۹۹۰ء سے جنوری ۱۹۹۷ء تک آپ نے سپاہ صحابہ سندھ کے صدر کی حیثیت سے لازوال تنظیمی خدمات سرانجام دیں اور اپنی حق گوئی کی بناء پر حکومت سندھ کے معتوب رہے، اور مختلف وقفوں میں صوبہ بدری کی سزائیں برداشت کرنے کے علاوہ دشمن کی طرف سے قاتلانہ حملوں کا ہدف بنتے رہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے قدم قدم پر آپ کی نصرت واعانت فرمائی اور دشمن خائب وخاسر ہوا۔

سپاہِ صحابہ کی سرپرستی کا منصب

۱۸ / جنوری ۱۹۹۷ء کو قائد ملت اسلامیہ علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ ۱۴ ماہ کی قید وبند کے بعد سیشن کورٹ کے موقع پر ریموٹ کنٹرول بم دھماکے کے ذریعے شہید کر دیے گئے۔ ان کی شہادت سے تقریباً ایک ہفتہ بعد سپاہ صحابہ کی مرکزی مجلس شوریٰ و عاملہ کے اجلاس میں آپ کو سپاہ صحابہ کی سرپرستی کا منصب تفویض کر دیا گیا۔ ان دنوں ملکی امن وامان کی صورتحال انتہائی ناگفتہ بہ تھی۔ چنانچہ سابق چیف جسٹس آف پاکستان سجاد علی شاہ نے ملکی حالات کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے سپاہ صحابہ کے نمائندہ وفد کو طلب کیا۔ وفد کی قیادت علامہ حیدری کر رہے تھے۔ چیف جسٹس کے سامنے علامہ حیدری شہید نے ساڑھے چار گھنٹے دشمنانِ صحابہ کے عقائد پر دلائل کے انبار لگا دیے اور امن و امان کے سلسلے میں ہر ممکنہ تعاون کی یقین دہانی کرائی۔ دورانِ گفتگو جب حیدری صاحب عبارتیں پڑھتے تھے تو چیف جسٹس صاحب اتنا روئے کہ آنسو روکے نہ جاتے۔ آخر میں چیف جسٹس نے کہا کہ میں سمجھتا تھا کہ یہ بچوں کا کھیل ہے بلا کر جھڑک دوں گا۔ لیکن ابھی مجھے مسلسل سماعت کرنا پڑے گی۔ لیکن افسوس کہ چیف جسٹس کو اس کام کی تکمیل کا موقع نہ مل سکا۔ اور وہ شاطر حکمرانوں کی سیاست کا شکار

ہو کر قبل از وقت ریٹائر کر دیے گئے۔

علاوہ ازیں جب وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف نے علماء بورڈ تشکیل دیا تو اس کے ہر اجلاس میں علامہ علی شیر حیدری نے دلائل کی قوت سے سپاہِ صحابہ کا موقف پیش کر کے دشمنانِ صحابہ کو ناک آؤٹ کر دیا۔ ایک دفعہ اجلاس میں شہباز شریف خود موجود تھے تو اجلاس کے اختتام پر شہباز شریف نے علامہ حیدری سے کہا کہ آپ ساجد نقوی اور افتخار نقوی سے ہاتھ ملائیں تو علامہ حیدری شہیدؒ نے کہا کہ جناب شہباز شریف صاحب ہم یہاں ملکی امن و امان کی وجہ سے اکٹھے ہوئے ہیں ورنہ میں انہیں ان کے عقائد اور نظریات کی وجہ سے غیر مسلم سمجھتا ہوں اور پھر اس کے ساتھ ہاتھ ملاؤں؟

علامہ حیدری شہیدؒ کی اسی بات سے ناراض ہو کر وزیر اعلیٰ شہباز شریف نے علامہ حیدری کو گرفتار کروا کے چوہنگ سنٹر بھیج دیا اور پھر فرقہ ورانہ تقریر کا الزام لگا کر تین سال کی سزا سنائی گئی، حیدری صاحب نے اس قید کو غنیمت سمجھتے ہوئے حفظ قرآن مجید کی دولت سمیٹنا شروع کر دی۔ اور صرف تین ماہ کی قلیل مدت میں اس دولت سے مالا مال ہو گئے۔ ڈیڑھ سال بعد آپ کو قید سے رہائی نصیب ہوئی۔

حکومتی سطح پر بنائی جانے والی علماء کمیٹی کا اجلاس ہوا تو علامہ علی شیر حیدری نے وزیر اعظم نواز شریف سے کہا کہ تحریک جعفریہ کے نمائندے کمیٹی میں بیٹھ کر ہمارے روبرو کبھی بات نہیں کریں گے اور ہر اجلاس کی طرح وہ اس دفعہ بھی بھاگ جائیں گے۔ تو اس پر نواز شریف نے کہا کہ اس دفعہ میں ان کو بھاگنے نہیں دوں گا۔ بہر حال کمیٹی تشکیل دی گئی، اجلاس میں علماء نے اس بات پر زور دیا کہ صحابہ کرامؓ کی عزت و ناموس کے لئے ایسا قانون بنانا چاہئے کہ آئندہ کسی کو بھی گستاخی کی جرأت نہ ہو۔ کمیٹی کے سربراہ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ صحابہ کرام کے گستاخ کے لئے کیا سزا مقرر کی جائے؟ تو علامہ حیدری نے کہا کہ سزائے موت یا کم از کم ۲۵ سال سزا مقرر کی جائے۔ دورانِ اجلاس ساجد نقوی نے کہا کہ ہمیں کافر کہا جاتا ہے تو اس کے لئے بھی قانون بنایا جائے کہ کسی مسلمان کو کافر کہنے والے کو سزائے موت دی جائے گی۔ تو علامہ حیدریؒ نے کہا کہ یہ قانون بالکل بناؤ سب سے پہلے میں اس پر دستخط کروں گا اور یہ بھی قانون بناؤ کہ کسی کافر کو مسلمان کہنے والے کو بھی سزائے موت دی جائے۔ علامہ حیدری نے کہا کہ ہم روافض کو کافر سمجھتے اور کہتے ہیں اور ثابت کرنے کو تیار ہیں، ہم سے مناظرہ کیا جائے یا شیعہ سنی مسئلہ عدالت میں زیر بحث لایا جائے۔ اگر ہم ثابت نہ کر سکے تو ہمیں سزائے موت دی جائے حکومت پر ہمارا خون معاف ہے۔ دورانِ اجلاس ڈاکٹر اسرار احمد نے علامہ حیدری سے پوچھا کہ کیا واقعی اہل سنت علماء نے دشمنانِ صحابہ کے کفر پر فتاویٰ دیے ہیں؟ تو علامہ حیدری نے کہا کہ صرف

دیوبندی مکتب فکر نے نہیں بلکہ اہل سنت کے تمام مکاتب فکر کا یہ فتوئی ہے، حتیٰ کہ بریلوی مکتب فکر کے قائد اور پیشوا علامہ احمد رضا خان بریلوی نے اپنی مشہور کتاب فتاوئی رضویہ میں دشمنانِ صحابہ کو واشگاف الفاظ میں کافر مرتد اور واجب القتل کہا ہے۔ اہل حدیث عالم عظیم مفکر علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ نے بھی دشمنانِ صحابہ کے کفر پر دستخط کر دیے ہیں۔ پھر علامہ حیدری نے چودہ سو سال کے مفتیان، علماء کرام، دانشور، اسکالروں کی کتب سے ان کے فتوئی جات ڈاکٹر اسرار احمد کے سامنے پیش کئے اور شیعوں کی کتابوں سے حوالہ جات اور عبارتیں جو صحابہ کرامؓ، امہات المومنینؓ، اہل بیتؓ کے خلاف لکھی ہوئی ہیں ڈاکٹر صاحب کے سامنے پڑھنا شروع کیں۔ تو ڈاکٹر صاحب کی آنکھوں سے آنسو برسنا شروع ہو گئے اور کہا کہ حیدری صاحب! بس کریں ہم سے باتیں اور بکواسات سنی نہیں جاتیں۔ علامہ حیدریؒ نے کہا ڈاکٹر صاحب! یہ تو چند عبارتیں اور حوالہ جات آپ کو دکھائے ہیں ورنہ دشمنانِ صحابہؓ کی ہزاروں ایسی کتابیں ہیں جن میں انہوں نے نہ خدا کو معاف کیا ہے، نہ نبی کو، نہ امہات المومنین کو اور نہ اہل بیت کو معاف کیا ہے اور نہ کسی اہل سنت عالم کو...... بہر حال قائد سپاہ صحابہ علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ نے دلائل کی قوت سے دشمنانِ صحابہ کے نمائندوں کو علماء کمیٹی سے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔

دورانِ اجلاس تحریک جعفریہ کے سربراہ ساجد نقوی نے اجلاس کی تمام کارروائی کے دوران سر نیچے کئے رکھا اور کبھی بھی علامہ حیدریؒ کے سامنے سر اٹھا کر بات تک نہیں کی۔ علامہ حیدری نے اجلاس میں دلائل کی قوت سے علماء کمیٹی سے منوایا کہ سپاہ صحابہ کا مشن و پروگرام مبنی بر حقیقت ہے۔ بہر حال وہی ہوا جس کا ڈر تھا اور علامہ حیدری نے نواز شریف سے کہا کہ شیعہ ہمارے سامنے نہیں ٹھہر سکتے اور واقعی دشمنانِ صحابہ نے علماء کمیٹی سے راہِ فرار اختیار کی۔

علامہ حیدریؒ کی وہ بات ریکارڈ پر موجود ہے کہ انہوں نے کہا کہ حکومت پاکستان تحفظ کی ضمانت دے تو میں ان شاء اللہ دشمنانِ صحابہ سے مناظرہ کرنے کے لئے ایران تک جانے کو تیار ہوں۔

مولانا علی شیر حیدری چیف جسٹس کے روبرو

اگست 1997ء میں پاکستان بھر میں شیعہ سنی کشیدگی انتہاء کو پہنچ چکی تھی۔ ملک میں شیعہ سنی اختلاف کی وجہ سے قتل و قتال کا بازار گرم تھا ملک کا ہر شہری خون کے آنسو رو رہا تھا۔ کئی مقامات پر علماء کرام کے علاوہ مساجد میں نہتے نمازیوں، ڈاکٹروں، وکیلوں اور عام شہریوں کو بھی بے دردی کے ساتھ نشانہ بنایا گیا۔ عوام الناس سوچنے پر مجبور ہو گئے اور ارباب اقتدار بھی کہ اس کا حل کیا ہے؟ اس سلسلہ میں سپریم کورٹ آف پاکستان کے (سابق) چیف جسٹس جناب سید سجاد علی شاہ صاحب نے از خود

کاروائی کر کے فریقین کو طلب کیا تا کہ بقول ان کے ''شیعہ سنی اختلاف'' کا عدالتی تصفیہ کیا جائے اور عوامل واسباب کو معلوم کر کے اس کا ازالہ کیا جائے۔

سپریم کورٹ کے چیف جسٹس صاحب کے اس اقدام پر بالخصوص سنی عوام، سنی علماء کرام اور مشائخ عظام نے بے حد خوشی کا اظہار کیا اور ان کو مبارک باد دی، اس طرح ان کا دیرینہ مطالبہ پورا ہو گیا کہ بغیر لڑائی جھگڑے کے عدالتی فیصلہ سے مسئلہ حل کیا جائے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں اہل سنت والجماعت کی طرف سے سپاہ صحابہؓ کے سرپرست اعلیٰ حضرت مولانا علی شیر حیدری صاحب بمعہ رفقا پیش ہوئے اور ساڑھے چار گھنٹے تک اپنا موقف دلائل کے ساتھ پیش کیا۔ ان کے دلائل سن کر ایک موقع پر چیف جسٹس صاحب بھی آبدیدہ ہو گئے اور انہوں نے یقین دہانی کرائی کہ انشاء اللہ اس معاملہ کو عدل وانصاف کے ساتھ حل کیا جائے گا۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ مولانا علی شیر حیدری صاحب نے اس سلسلہ میں بیان کے علاوہ ''تاریخی دستاویز'' اور ''علماء اُمت کا متفقہ فیصلہ'' بھی چیف جسٹس صاحب کو پیش کیں۔

مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ جو اس وقت بدنام زمانہ جیل ''چوہنگ'' لاہور میں تھے ان کی درخواست پر ان کو بھی اپنا موقف پیش کرنے کے لئے طلب کیا گیا۔ اور پھر ان کو اڈیالہ جیل راولپنڈی منتقل کر دیا گیا تھا۔ اسی طرح لشکر جھنگوی کے جناب غلام رسول شاہ صاحب کو بھی ان کی درخواست پر فیصل آباد جیل سے عدالت میں لایا گیا۔ شیعہ حضرات کی طرف سے بھی کئی وفود پیش ہوئے اور انہوں نے اپنا موقف پیش کیا۔ شیعوں نے زیادہ تر مواد سنیوں کے خلاف جو پیش کیا وہ خارجیوں کا تحریر کردہ ہے۔ جس سے الحمد للہ اہل سنت والجماعت پہلے ہی نہ صرف برأت کا اظہار کر چکے ہیں بلکہ ان بدبخت خارجیوں کے خلاف مضامین اور کتابیں لکھ کر اپنا مذہبی فریضہ بھی ادا کر چکے ہیں۔ سپریم کورٹ میں فریقین کے موقف پیش ہونے کے بعد حکومت پاکستان کی طرف سے شیعہ مصنفین کی بعض کتابوں کی ضبطی کے ساتھ جو دیگر کتابیں ضبط ہوئی تھیں وہ انہی بدبخت خارجیوں کی ہیں۔

اگرچہ مولانا علی شیر حیدری صاحب اور ان کے رفقاء نے اپنا مضبوط موقف پیش کر کے ملت اسلامیہ کی طرف سے فرض ادا کر دیا تھا لیکن شیعوں کی طرف سے چونکہ کئی وفود پیش ہوئے تو اہل سنت والجماعت کے ملک بھر کے علماء کرام نے بھی محسوس کیا کہ اس سلسلہ میں مزید حضرات بھی پیش ہوں تا کہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ مل سکے کہ یہ صرف سپاہ صحابہؓ کا مسئلہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ پوری امت مسلمہ کا مسئلہ ہے اس لئے بعض حضرات نے انفرادی اور بعض نے اجتماعی طور پر اپنا موقف سپریم کورٹ میں پیش کرنا چاہا جن میں سے بعض حضرات نے اپنا موقف زبانی بیان کرنے کے ساتھ ساتھ تحریری طور

پر بھی مسودہ کی صورت میں پیش کرنے کے لئے تیار کیا، مگر یہ بات ابھی تک راز میں ہے کہ وہ کیا عوامل تھے کہ اتنے واضح عدالتی مقدمہ کو چند ماہ التوا میں ڈال کر شدید انتظار کروایا گیا اور پھر اس نازک اور حساس نوعیت کے مسئلہ کو پس پشت ڈالنے کے لئے چیف جسٹس آف پاکستان اور حکومت کے درمیان لڑائی شروع کروائی گئی۔

ملک وملت کے مفاد کو نظر انداز کر دیا گیا اور ذاتیات کو سامنے لا کر پوری قوم کو شدید پریشانی میں مبتلا کیا گیا اور قوم کو ایک اندازے کے مطابق اس لڑائی میں ایک سوارب (یعنی ایک کھرب) کا معاشی نقصان بھی اٹھانا پڑا۔ یہ بھی زبان زد عام ہے کہ یہ ساری سازش ایرانی حکومت اور اس کے کارندوں کی تھی کہ انہوں نے وزیر اعظم اور چیف جسٹس کے مابین تنازعہ کھڑا کیا اور اس کو ہوا دی کہ اس طرح بذریعہ عدالت شیعہ مذہب کی نقاب کشائی سے مرزائیت کی طرح کہیں ان کو بھی اپنے کئے کا بدلہ نہ مل جائے۔

''سنی موقف'' کی اشاعت

مولانا علی شیر حیدری نے جو مواد چیف جسٹس کی خدمت میں تحریری طور پر پیش کیا بعد ازاں ''عالمی مجلس تحفظ اسلام'' کی طرف سے ''سنی موقف'' کے عنوان سے کتابی صورت میں شائع ہوا جس کی ضخامت ۱۲۸ صفحات تھی اور اس کی کاپیاں بعد ازاں صدر پاکستان، وزیر اعظم پاکستان، افواج پاکستان، تمام جج صاحبان، وفاقی وزیر مذہبی امور، ممبران سینٹ و قومی اسمبلی، وزراء اعلیٰ، گورنر صاحبان، علماء وکلا، دانشوروں اور عوام الناس میں پھیلائی گئیں۔

''سنی موقف'' کی طرح تحریک جعفریہ کی طرف سے ان کے سیکرٹری جنرل افتخار نقوی نے بھی اپنا شیعہ موقف سپریم کورٹ میں پیش کیا تھا جس کو تحریک جعفریہ نے ایک کتابچہ بنام ''لازوال فتح'' شائع کیا۔ یہ کتابچہ چھوٹے سائز کے باون صفحات پر مشتمل ہے جس میں اٹھارہ صفحات تو صرف چیف جسٹس صاحب وغیرہ کے اخباری بیانات کے تراشے ہیں اور باقی چونتیس صفحات میں ان کا شیعہ موقف ہے۔ اس میں بھی اہل سنت والجماعت میں سے صرف سپاہ صحابہ کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے کہ وہ دہشت گرد ہیں وغیرہ وغیرہ۔

الحمدللہ وہ اپنے شیعہ موقف میں ایک بھی ایسا الزام نہ لگا سکے کہ جس سے ثابت ہو کہ اہل سنت والجماعت کے عقائد قرآن وسنت کے خلاف ہیں۔ جب کہ سنی موقف میں ان کے چودہ صدیوں کے عقائد سے بحث کی گئی تھی۔

حضرت علامہ علی شیر حیدری شہید رحمہ اللہ نے چیف جسٹس کے روبرو جو دلائل پیش کئے ان کی چند جھلکیاں قارئین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں۔

دورانِ گفتگو توحید و رسالت اور امامت کے موضوع پر شیعی عقائد پیش کرنے کے بعد حضرت حیدری شہیدؒ نے فرمایا:

"جناب عالی! اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے آقا رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج طیبات وطاہراتؓ کو ایمان والوں کی مائیں قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ.

"نبی سے لگاؤ ہے ایمان والوں کو زیادہ اپنی جانوں سے اور اس کی عورتیں ان کی مائیں ہیں۔"

ایک اور جگہ پر اللہ تعالیٰ نے یہاں تک ارشاد فرمایا:

وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ اُولٰٓئِکَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ. (النور: ۲۶)

"پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لئے اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے ہیں اور وہ لوگ (صحابہ کرامؓ بالخصوص سیدہ عائشہ صدیقہؓ) بری ہیں اس سے جو کچھ وہ (منافقین) کہتے ہیں ان (صحابہؓ) کے لئے بخشش اور عمدہ رزق ہے۔"

(تفسیر جلالین شریف ص ۲۹۷)

جناب عالی! اللہ تعالیٰ نے کس شان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو ہماری مائیں قرار دیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان کو "ام المومنین" کے پیارے لفظ سے یاد کیا جاتا ہے اور بیٹے کو جو ماں سے محبت ہوتی ہے اور جو ہونی چاہئے وہ ہر ذی عقل و ذی شعور پر واضح ہے اس میں مسلمان تو مسلمان کافر بھی اپنی ماں کی عزت وناموس پر فدا ہوتا ہے اور اپنی ماں کی شان میں ذرہ برابر گستاخی برداشت نہیں کرسکتا۔

جناب عالی! کچھ عرصہ قبل ایک امریکی وکیل نے ہم پاکستانیوں کو ماں کی گالی دی تھی اور صرف اتنا ہی کہا تھا کہ "پاکستانی قوم چند ہزار ڈالروں کے لئے اپنی ماں کو بھی بیچ سکتے ہیں۔"...... پھر کیا ہوا، آپ حضرات سمیت محترم صدر پاکستان، محترم وزیر اعظم پاکستان، علماء کرام، مشائخ عظام، وکلاء، صحافی، سیاسی لیڈر، طلبہ، مزدور، غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے ملک و بیرونِ ملک

پاکستانیوں نے اس پر شدید ردِ عمل کا اظہار کیا باوجودیکہ وہ ایک سپر طاقت کہلانے والی حکومت ''امریکہ'' کا وکیل تھا، لیکن پھر بھی پاکستانی قوم کے غیظ و غضب نے امریکہ کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا، اور اس بد بخت وکیل کو اپنے الفاظ واپس لینے پڑے اور امریکہ کو بھی معذرت کرنی پڑی۔ امریکی وکیل کی اس گستاخی پر صرف سنی قوم ہی نہیں بلکہ شیعوں نے بھی بہت بُرا منایا اور پُر زور احتجاج کیا۔

جناب محترم! جس ماں کو قرآن کریم میں ہماری ماں فرمایا گیا ہے (ہم سب کی وہ مائیں جن سے ہم پیدا ہوئے ہیں، ان ماؤں کی حرمت و عظمت پر ہم جانیں بھی قربان کر سکتے ہیں) جن کو قرآن پاک میں امہات المومنین فرمایا گیا ہے، یہ وہ ماں ہے جن کی چادر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آتی تھی، جن کی شان میں اور منافقین کی رَد میں، قرآن کی پوری سورۃ نور نازل فرمائی گئی۔ یہ ہمارے آقا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ لاڈلی بیوی تھیں، جن کا حجرہ مبارک آج بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا روضۂ اقدس ہے جس پر انسانی عشاق کے علاوہ روزانہ ستر ہزار نورانی فرشتے سلام عرض کرنے حاضر ہوتے ہیں، جس روضۂ اقدس کی مٹی بقول ہمارے اکابرین کے اللہ تعالیٰ کے عرش، کرسی اور بیت اللہ شریف سے بھی افضل ہے۔

اس صدیقۂ کائنات، طاہرہ طیبہؓ کے بارے میں بد بخت ظالموں کی دریدہ دہنی ملاحظہ فرمائیں:

سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی خطرناک توہین

شیعہ حضرات بالخصوص ان کے امام خمینی صاحب کے محبوب اور مقتدا ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے:

چون قائم ما ظاہر شود عائشہ را زندہ کند تا بر او حد بزند و انتقام فاطمہ را از او بکشد۔

(حق الیقین ص ۳۴۷ مطبوعہ ایران)

ترجمہ: ''جب ہمارے امام ظاہر ہوں گے تو عائشہ کو زندہ کریں گے تاکہ اس پر حد لگائیں اور اس سے فاطمہ کا بدلہ لیں''۔ (استغفر اللہ ثم استغفر اللہ)

جناب محترم! کیا کوئی بھی انسان اپنی ماں کے بارے میں اس طرح کی گستاخی اور بے حرمتی برداشت کر سکتا ہے؟ ملا باقر مجلسی نے دیگر شیعہ مصنفین کی طرح اپنی دوسری کتابوں میں بھی جا بجا اس سے بڑھ کر حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی شان میں گستاخیاں کی ہیں، یہاں ہم ''نقل کفر کفر نباشد'' کے تحت نمونہ دکھا رہے ہیں۔

CS CamScanner

حضرت عائشہ کو امریکن میم اور یورپین لیڈی کہا گیا

شیعہ مصنف غلام حسین نجفی (مدرس جامعۃ المنتظر لاہور) کی بدترین گستاخی ملاحظہ فرمائیں:

نوٹ: بی بی عائشہ کوئی امریکن میم یا یورپین لیڈی تو نہیں تھی کہ بہت دور رہتی تھی.................

نوٹ: مکہ کی زلیخا بی بی عائشہ میں کیا رکھا تھا کہ حضور پاک نے اپنی ہم عمر بیویوں کے ہوتے ہوئے یا دوسری جوان عورتوں کے ملنے کے باوجود چھ سالہ ننھی اماں جی سے اپنے پچاس برس کے سن میں شادی رچائی۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۶۴)

جناب عالی! نجفی کے، حضرت سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی توہین کے ساتھ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دل خراش الفاظ کہ "پچاس برس کے سن میں شادی رچائی" کو بھی بغور ملاحظہ فرمائیں، کوئی ایمان دار اُمتی اپنے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اس طرح کے کلمات لکھ سکتا ہے؟ کیا یہ پاکستان کا رُشدی نہیں ہے؟ اور کیا ان رشدیوں کو لگام دینے کے لئے پاکستانی حکمرانوں اور پاکستانی عدالتوں کے پاس کوئی طاقت یا قانون نہیں ہے؟

فقہ حنفی پر تنقید کرتے ہوئے نجفی نے جس دیدہ دلیری سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیوی، حضرت فاروقِ اعظمؓ کی صاحبزادی اور ایمان والوں کی ماں طیبہ طاہرہ "حضرت حفصہ" کی توہین کی ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

"بی بی حفصہ جیسی بدخلق عورت کو حضور نے قبول کرلیا تھا درآنحالیکہ وہ بیوی بھی تھی اور شکل کی بھی پوری سوری تھی"۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۴)

جناب عالی! نجفی نے اہل سنت والجماعت (بریلوی مکتبہ فکر) کے ممتاز عالم دین شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد علی صاحب پر اپنی تصنیف "تحفہ حنفیہ" میں برستے ہوئے اپنے بڑوں کی اتباع میں جو کچھ لکھا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

"بلال گنج لاہور کے شیخ الحدیث کو ہم دعوتِ فکر دیتے ہیں، یہ آپ کی مفتی اور مجتہد اماں جی آپ کے امام اور خلیفہ عثمان کی قاتل بھی ہے اور آپ کی احادیث کی راوی بھی ہے، اگر عثمان مومن تھا تو مومن کا قاتل دوزخی ہے، پھر آپ کی اماں کا کیا بنے

CS CamScanner

گا۔ بیچارے شیخ الحدیث کا اس طرح کا حال ہے کہ۔ خصم کا کھائیں پیکیں گیت گائیں بھیا جی کے۔ یہ بیچارا ماتنا اہل بیت کو ہے اور تعریف صحابہ کی کرتا ہے سچ ہے دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔" (تحفہ حنفیہ صفحہ ۴۰)

جناب عالی! مندرجہ بالا کفریات کے علاوہ بھی نجفی کی ایسی تحریرات موجود ہیں کہ جن کو نقل کرنے سے کلیجہ کانپتا ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم (جن پر ہمارے ماں باپ اور اولاد سب کچھ قربان ہو جائے) کی مبارک نسبت اور ان کے مبارک گھر پاک کی حیاء مانع ہے۔ لہٰذا یہ سب کچھ اس جبار و قہار کے سپرد ہے جن کے وہ حبیبؐ ہیں اور ان کی پاک بیویوں کو انہوں نے الطیبات للطیبین فرمایا ہے اور ان کو ام المومنین بنایا ہے۔"

یہی وہ موقع ہے جب حیدری شہیدؒ کی طرف سے شیعہ کتب کی دل آزار عبارتیں سن کر چیف جسٹس کی آنکھیں چھلک اٹھیں...... حضرت حیدری شہیدؒ نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

جناب عالی! سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی جلیل القدر صحابی اور کاتب وحی تھے۔ ان کی بہن حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی تھیں۔ بروایت ترمذی شریف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں یہ دعا فرمائی:

"اے اللہ! معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا یعنی خود بھی ہدایت پر ہوں اور دوسروں کیلئے ہدایت کا ذریعہ ہوں"۔

شیعہ "اصحابِ ثلاثہ" کو ایمان سے تہی دامن جانتے ہیں

ایک اور شیعہ مجتہد محمد حسین ڈھکو لکھتا ہے اصل کتاب سے عکس ملاحظہ فرمائیں:

اصل محل نزاع اصحابِ ثلاثہ کی شخصیت ہے

دراصل بات یہ ہے کہ ہمارے اور ہمارے برادران اسلامی میں اس سلسلہ میں جو کچھ نزاع ہے وہ صرف اصحاب ثلاثہ کے بارے میں ہے۔ اہلسنت ان کو بعد از نبی تمام اصحاب و امت سے افضل جانتے ہیں اور ہم ان کو دولت ایمان و ایقان اور اخلاص سے تہی دامن جانتے ہیں۔

(تجلیات صداقت ص ۲۰۱۔ انجمن حیدری بھون روڈ چکوال)

جناب عالی! خرافات کے سمندر سے یہ چند قطرے بطور نمونہ با دل نخواستہ ہزار استغفار کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کیے ہیں، اللہ تعالیٰ اس "نقل کفر کفر نباشد" کے سننے سنانے اور لکھنے پر ہماری

گرفت بھی نہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کے محبوبوں سے عداوت بہت بڑی بدبختی ہے۔

اب ان مختصر عبارات کے بعد یہ فیصلہ کرنا قطعاً مشکل نہیں ہے کہ شیعہ حضرات کا مسلمانوں کے مسلّمہ عقائد سے کتنا ٹکراؤ ہے اور مسلمانوں کے لئے کتنی دل آزاری کی بات ہے، کہ وہ قرآن کو (جسے خود اللہ تعالیٰ نے محفوظ و مامون کتاب قرار دیا ہے) محرف کتاب تصور کرتے ہیں اور صحابہ کرام کو محرفین (تحریف کنندگان) تصور کرتے ہیں۔

وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرامؓ اور ان کے اہل بیت عظامؓ اور ان کی پاک بیویوں ازواجِ مطہراتؓ کے بارے میں جو خیالات اور نظریات رکھتے ہیں کیا کسی بھی مسلمان کے لئے قابلِ قبول ہیں؟ اور خصوصاً جبکہ وہ اپنے ان نظریات کا نہ صرف برملا اظہار کرتے ہیں بلکہ انہیں اپنی کتابوں میں محفوظ کر کے دنیا بھر کے مسلمانوں کی دل آزاری کرتے ہیں۔ ان حقائق کی روشنی میں پاکستان میں جملہ فرقہ وارانہ فسادات کی اصل بنیاد اور محرک، شیعہ حضرات کی یہی انتہائی قابلِ اعتراض تحریریں ہیں جن کا ازالہ بے حد ضروری ہے، اس خطرناک لٹریچر کے ہوتے ہوئے بھائی چارے کی فضاء قائم کرنا ایسا ہے جیسا کہ کنویں میں مردار جانور پڑا ہوا ہو اور اس کو نکالے بغیر صرف پانی نکالنے سے یہ سمجھا جائے کہ اب کنواں اور پانی پاک ہے۔

جناب عالی! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور اربابِ اقتدار کو عزت و طاقت دی ہے، اس کا شکریہ یہ ہے کہ اس کے دین کی اور اس کے محبوبوں کی عزت و ناموس کی حفاظت کی جائے۔ اگر اس طرح قانونی طور سے ہو گیا تو یہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا ذریعہ ہوگا اور انشاء اللہ نہ صرف ملت اسلامیہ کیلئے بلکہ ملک کی سلامتی اور امن و امان کیلئے بھی بے حد ضروری ہوگا۔

اکابرین امت اور ان کے فتوے

جناب عالی! ان تحریرات کو اور اس طرح کی بے شمار تحریرات کو مطالعہ کرنے کے بعد عالمِ اسلام بالخصوص ہند و پاک کے مفتیان کرام علماء اور مشائخ نے فتاوے صادر کئے ہیں حالانکہ ان میں سے بہت سے حضرات انتہائی محتاط ہیں۔ اہل السنّت والجماعت دیوبند مکتب فکر کے مفتیان کرام، علماء اور مشائخ کا فتویٰ متفقہ فیصلہ کے نام سے کتابی شکل میں طبع ہو چکا ہے۔

اہل السنّت والجماعت بریلوی مکتب فکر کے مقتدا حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کا فتویٰ ان کے رسالہ "ردّ الرفضہ" میں مستقل چھپا ہے اور مشائخ عظام میں سے حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحبؒ گولڑہ شریف اور حضرت خواجہ قمر الدین صاحب سیال شریفؒ کے فتوے بھی طبع ہو چکے

ہیں اور اہل حدیث علماء کرام کے فتوے بھی منظر عام پر آ چکے ہیں، ان کی نقول علیحدہ پیش خدمت ہیں۔

جناب عالی! یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ اہل السنّت والجماعت جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے، تمام صحابہ کرامؓ اور تمام اہل بیت عظامؓ کا دل و جان سے احترام کرتے ہیں، ہمارے نزدیک وہ اہل السنّت والجماعت کا فرد ہی نہیں کہ جو ان میں سے کسی ایک سے بھی بغض وعناد رکھے، یا نعوذ باللہ ان کی توہین کرے۔

جناب عالی! شیعہ جن بارہ حضرات کو اپنا امام ماننے کے دعویدار ہیں وہ سب نہ صرف یہ کہ خود اہل السنّت والجماعت تھے بلکہ اکابرین اہل السنّت میں سے ہیں، اسی لئے ان کا ادب واحترام بھی، مثلِ صحابہ کرامؓ واہل بیت عظامؓ سنی حضرات دل و جان سے کرتے ہیں۔ باقی رہا مسئلہ شیعہ حضرات کے دوسرے مقتداؤں مثل ملا باقر مجلسی اور خمینی وغیرہ کا، تو ان پر فتوے یا ان کے رد میں لکھنا، لکھانا، تو یہ ردِ عمل انہی وجوہات کی بنا پر ہے کہ جو گذشتہ اوراق میں ہم مدلل پیش کر چکے ہیں۔ شاید اسی موقعہ کے لئے کہا گیا ہے:

نہ تم صدمے ہمیں دیتے ، نہ ہم فریاد یوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ ، نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

جناب عالی! اس کے باوجود کہ شیعہ حضرات نے اس قدر غلیظ اور خبیث باتیں لکھی اور کہی ہیں اور یہ عادت ان کی جاری وساری ہے، علماء واکابرین اہل السنّت والجماعت کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ خون خرابہ نہ ہو بلکہ امن وامان رہے، ان کی ان اجتماعی اور انفرادی کوششوں سے سبھی آگاہ ہیں، محرم کی امن کمیٹیاں اور ملی یکجہتی کونسل اس کا بیّن ثبوت ہیں۔

غلام حسین نجفی لکھتا ہے:

''شیعہ اور اہل سنت میں ایک بڑا اختلاف مسئلہ امامت میں ہے اور اسی مسئلہ میں اختلاف کی وجہ سے اس کے فقہ میں اختلاف پیدا ہوا ہے، اہل السنّت کے بارہ امام اور ہیں اور شیعوں کے بارہ امام اور ہیں، اہل تشیع کی فقہ ان کے اماموں کے نام سے منسوب ہے مثلاً فقہ جعفریہ اور سنیوں کی فقہ ان کے کسی امام کے نام سے منسوب نہیں بلکہ وہ ایک عورت حنفیہ نامی دختر نعمان کوفی کے نام سے منسوب ہے کیونکہ ابوحنیفہ یعنی حنفیہ کا باپ نعمان کی کنیت ہے اور حنفیہ عورت کا نام ہی ہو سکتا ہے اور قیامت کے دن سنی عورت یعنی ماں کے نام سے پکارے جائیں گے۔ (تحفہ حنفیہ ص۱۲۳)

اہل السنت والجماعت کے متعلق شیعہ عقائد

جناب عالی! اہل السنت والجماعت دنیا بھر میں کروڑوں کی تعداد میں ہیں، ان کے بارے میں شیعہ عقائد ملاحظہ ہوں:

ملا باقر مجلسی لکھتا ہے: ''سنی ولد الزنا سے بدتر اور کتے سے زیادہ ذلیل ہیں۔''

اصل عبارت ملاحظہ ہو:

"غسل مکن در جائیکه در آں جمع میشود غسالئه حمام زیرانکه در آن غسالئه ولد زنا می باشد وغسالئه ناصبی می باشد وآن بدتر است از ولد زنا بدرستیکه حق تعالٰی خلقی بدتر از سگ نیا فریده است و ناصبی نزد خدا خوار تر است از سگ"۔ (حق الیقین ص ۵۱۶ مطبوعہ ایران)

''جس جگہ ولد الزنا (حرامی) غسل کرے اس جگہ غسل نہ کرو اور نہ اس جگہ غسل کرو جہاں ناصبی (سنی) غسل کرتا ہے کیونکہ وہ ولد الزنا سے بھی بدتر ہے اللہ تعالٰی نے اپنی مخلوق میں سب سے ذلیل کتے کو پیدا کیا ہے۔ ناصبی (سنی) کتے سے زیادہ ذلیل ہے۔

ناصبی کی تعریف کرتے ہوئے باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ جو ابوبکرؓ و عمرؓ کو علیؓ پر مقدم رکھے اور ان کی امامت کا قائل ہو وہ ناصبی ہے۔ (حق الیقین ص ۱۵۲)

امام غائب کافروں سے پہلے سنیوں کو اور ان کے علماء کو ذبح کریں گے۔

ملا باقر مجلسی لکھتا ہے:

''وقتیکہ قائم ظاہر می شود پیش از کفار ابتدا بہ سنیاں خواہد کرد با علمائی ایشان وایشان را خواہد کشت''۔ (حق الیقین صفحہ ۵۲۷ مطبوعہ ایران)

ترجمہ: ''جب ہمارے امام ظاہر ہوں گے کفار سے پہلے ابتداء سنیوں سے کریں گے اور ان کے علماء سے، اور ان کو ذبح کریں گے۔''

جناب عالی! دہشت گردی کی موجودہ لہر جس میں درجنوں سنی علماء اور سینکڑوں سنی عوام بے دردی سے حتیٰ کہ مساجد میں بھی حالت نماز میں شہید کر دیے گئے ہیں (اور مزار شریف افغانستان میں ہزاروں سنی علماء حفاظ اور عوام کو جنرل مالک اور شیعہ حزب وحدت کے ذریعے ایران نے بے دردی سے

شہید کروایا) کہیں اس فتوے کا رد عمل تو نہیں ہے؟ کیونکہ ملا باقر مجلسی، خمینی صاحب کا محبوب مقتدا ہے، اور خمینی صاحب تمام شیعوں کے نجات دہندہ اور امام سمجھے جاتے ہیں اور شیعہ حضرات کو ان سے جو محبت اور عقیدت ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔

جناب عالی! یوں تو شیعہ حضرات نے فرداً فرداً سب پر مشق تبرا کی ہے اور ان کے مذہب میں نمازوں کے بعد بھی پڑھنے کے لئے لعنتی وظیفے موجود ہیں جس کا ٹھوس ثبوت ہم گذشتہ اوراق میں پیش کر چکے ہیں۔ اب ہم موجودہ شیعوں کے مسلمہ پیشوا خمینی صاحب کی وہ دل آزار عبارت پیش کرتے ہیں کہ جس میں انہوں نے نہ صرف پوری اُمت مسلمہ پر لعنت بھیجی ہے بلکہ اپنے پیروکاروں کو زبردست تاکید کی ہے کہ وہ بھی اس وظیفۂ لعنت پر شدت کے ساتھ عمل کریں۔ لطف کی بات یہ بھی ہے کہ خمینی صاحب اس مکروہ امر کو وحدت مسلمین کا سبب بھی قرار دیتے ہیں، آپ بھی وحدت مسلمین کا خمینی فارمولا، اصل کتابچہ وصیت نامہ (جس کو ایرانی سفارت خانے کی طرف سے پاکستان میں طبع کر کے تقسیم کیا گیا ہے) سے عکس ملاحظہ فرمائیں:

مکتب رسالت و امامت کے دشمنوں پر نفرین پوری تاریخ کے ظالموں کے خلاف اقوام کی مردانہ وار فریاد ہے

اور جان لیں کہ تاریخ اسلام کی اس داستانِ شجاعت کی تجلیل کے لئے ائمہ اطہار کا جو حکم ہے اور آل بیت پر ظلم کرنے والوں پر جو لعنت و نفرین ہے وہ ابد تک پوری تاریخ کے ظالموں کے خلاف مختلف اقوام کی مردانہ وار فریاد ہے۔ اور جان لیں کہ بنی امیہ لعنۃ اللہ علیہم کے ظلم و ستم کے خلاف لعنت و نفرین اور فریاد، باوجودیکہ وہ ختم ہو گئے ہیں اور جہنم واصل ہو چکے ہیں دنیا بھر کے ظالموں کے خلاف فریاد اور اس ظلم شکن فریاد کی بقاء کی ایک کوشش ہے۔

اور ضروری ہے کہ نوحوں، مرثیوں اور ائمہ حق علیہم السلام کے مدحیہ اشعار میں پوری شدت کے ساتھ ہر زمانے اور ہر ملک کے ظالموں کے ظلم و ستم اور ان کی بداعمالیوں کا ذکر کیا جائے اور دورِ حاضر جو امریکہ، روس اور ان سے وابستہ تمام قوموں کی وجہ سے دنیائے اسلام کی مظلومیت کا زمانہ ہے کہ خدا کے عظیم حرم کے غاصب آل سعود بھی انہی ظالموں میں شامل ہیں ان سب پر خدا، اس کے ملائکہ اور اس کے رسولوں کی لعنت ہو، پوری شد و مد کے ساتھ ان کا ذکر کیا جائے اور ان پر لعنت و نفرین کی جائے ہم سب کو جان لینا چاہئے کہ یہی سیاسی رسومات وحدت مسلمین کا سبب ہیں اور مسلمانوں خصوصاً ائمہ اثنا عشر علیہم

صلوات اللہ وسلم کے شیعوں کی قومیت کے محافظ ہیں۔

اور ضروری ہے کہ میں یاددہانی کرادوں کہ میرا یہ سیاسی اور الہٰی وصیت نامہ صرف ایران کی عظیم قوم کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ تمام اسلامی اقوام اور دنیا کے ہر مذہب وملت کے مظلوموں کے لئے ہے۔

میری خدائے بزرگ وبرتر سے عاجزانہ دعا ہے کہ وہ لحہ بھر کے لئے بھی ہمیں اور ہماری قوم کو اپنے حال پر نہ چھوڑے اور فرزندانِ اسلام اور عزیز مجاہدین پر لحہ بھر کے لئے اپنی غیبی عنایات سے دریغ نہ فرمائے روح اللہ الموسوی الخمینی (وصیت نامہ صفحہ ۳۴،۳۵)

جناب عالی! خمینی صاحب کی اس دل آزار تحریر کی زد میں صحابہ کرامؓ بھی آتے ہیں کیونکہ اہل بیتؓ پر بقول ان کے ظلم صحابہ کرامؓ نے کیئے اور بنو اُمیہ جن میں اکابرین امت حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جیسی شخصیات بھی ہیں (نعوذ باللہ) ان سب پر لعنت کا وظیفہ ان کے نزدیک ضروری ہے نیز حج کے دوران بھی دیکھا گیا ہے کہ ان لوگوں، بالخصوص ایرانی حجاج کے پاس جو حج کی کتابیں ہوتی ہیں ان میں صحابہ کرامؓ پر تبرا ہوتا ہے اور اس کو عبادت سمجھ کر بجالاتے ہیں۔

خلاصۂ کلام

گزشتہ صفحات میں ہم حتی الوسع اختصار کے پیش نظر (مشت نمونہ از خروار) شیعہ حضرات کے مستند اکابرین کے ٹھوس ثبوت کے ساتھ وہ عبارات بمعہ اصل سے فوٹو اسٹیٹ کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیں جن میں کلمہ توحید، اذان، ارکانِ اسلام کی تبدیلی اور قرآن کریم کی تحریف، توہین وتنقیصِ احادیث ورسالت، توہین اصحاب واہلِ بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، توہین ائمہ اربعہ اور پوری امتِ مسلمہ کی شدید دل آزاری کی گئی ہے۔ بالخصوص اُمہات المومنینؓ کے بارے میں حیا سوز عبارات جن میں سے بہت سی عبارتیں باوجودیکہ ہم گناہگار اُمتی ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے حبیب اپنے شفیع صلی اللہ علیہ وسلم سے حیا کی وجہ سے پیش کرنے کی ہمت بھی نہیں کر سکتے جو کہ شیعہ کتب میں ایران و پاکستان سے طبع ہو کر ملک وبیرون ملک تقسیم ہو چکی ہیں، ان میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

جناب محترم! مسلمانوں کے لئے یہ حد درجہ دل آزار ہیں۔ اگر یہی عبارات شیعہ حضرات کے بجائے یورپ، اسرائیل وغیرہ کے کسی مصنف کے قلم سے ہوتیں تو پھر وہی کچھ ہوتا جس کا نمونہ امریکی وکیل کے صرف ان لفظوں کے تلفظ پر دنیا دیکھ چکی ہے کہ "پاکستانی قوم تو چند ہزار ڈالروں میں اپنی ماں کو بھی بیچ سکتی ہے"۔

جناب عالی! دل آزار لٹریچر میں خارجیوں کا بھی بعض لٹریچر ہے جس میں ان بدبختوں نے اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے، ان سے الحمدللہ اکابرینِ اہل السنّت والجماعت بیزاری کا اظہار کر چکے ہیں نیز ہمارے علماء کرام نے ان کا اسی طرح سے رَد کیا ہے، جس طرح کہ دشمنانِ صحابہؓ کا رد کیا ہے۔

ہمارا مطالبہ ہے کہ تمام دل آزار لٹریچر کو فی الفور نہ صرف بند کیا جائے بلکہ اس کا اہتمام کروایا جائے کہ وہ حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا جائے اور اگر کوئی بدبخت مصنف زندہ ہو تو اس کو ایسی عبرتناک سزا دی جائے کہ تا قیامت آئندہ کسی کو ہمت نہ ہو اور ملک میں امن وامان قائم ہو۔

جناب عالی! اس بحث کے خاتمہ پر ہم واضح طور پر بتانا چاہتے ہیں کہ فرقہ واریت کو اسلام نے پسند نہیں کیا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے "واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا ولا تفرقوا" فرما کر اتحاد و یگانگت سے رہنے کا حکم فرمایا ہے اور تفرقہ اور لڑائی جھگڑا کرنے سے واضح طور پر منع فرمایا ہے۔ اسی طرح احادیث شریفہ میں بھی تفرقہ بازی سے منع فرمایا گیا ہے۔

جناب والا! اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے پیارے نبی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل کامل دینِ اسلام عطا کیا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے اس وقت اٹھایا گیا جب اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا:

"الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینًا"

ترجمہ:۔ "آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کر لیا۔"

اس ارشادِ ربانی سے صاف واضح ہے کہ دین، آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں ہر طرح کامل اور مکمل ہو چکا تھا۔

آپ ﷺ کو کتاب دی گئی اور امت مسلمہ کے متفقہ عقیدہ کے مطابق وہ موجودہ قرآن ہے جس کے کروڑوں حافظ الحمدللہ موجود ہیں۔ آپ ﷺ کو رسالت عطا کی گئی اس لئے آپؐ رسول اللہ ہیں۔ آپ کی لاکھوں احادیث مبارکہ موجود ہیں جن سے کروڑوں انسانوں نے اپنے سینوں کو منور کیا۔

آپ ﷺ کو کلمہ دیا گیا جس کو پڑھ کر بڑوں میں سب سے پہلے سیدنا صدیق اکبرؓ اور بچوں میں سب سے پہلے سیدنا علی المرتضیٰؓ داخلِ اسلام ہوئے باتفاق امت مسلمہ وہ کلمہ "لا الٰـه الا

اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ" ہے۔آپ ﷺ کو ارکانِ اسلام دیے گئے جس کا خود ہی اعلان "بنی الاسلام علی خمس" کے مبارک کلمات سے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں (کلمہ طیبہ، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ) پر ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ کو اذان عطا کی گئی جو آپ ﷺ کی تعلیم کے مطابق سیدنا بلالؓ آپ ﷺ کی موجودگی میں دیا کرتے تھے۔ان کے الفاظ احادیث مبارکہ، اسلامی تاریخ اور سیرت طیبہ کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔

آپ ﷺ کی مبارک جماعت تھی جن کو صحابہ کرامؓ کہا جاتا ہے۔آپ ﷺ کا خاندان مبارک جن کو اہل بیت عظامؓ کہا جاتا ہے، ان میں آپ ﷺ کی پاک بیویاں تھیں جن کو امہات المومنین کہا جاتا ہے۔

جناب عالی! اب آپ برائے مہربانی خود ہی فیصلہ کریں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمہ طیبہ، اذان، ارکانِ اسلام اور ان پر نازل برحق کتاب قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے جدائی کس نے اختیار کی ہے؟ ان کی رسالت پر وار کس نے کیا ہے؟ ان کے صحابہ کرامؓ، اہل بیت عظامؓ اور ازواج مطہراتؓ کی عظمت کو داغدار بنانے کی کوشش کس نے کی ہے؟ اور امت میں افتراق وانتشار کا بیج کس نے بویا ہے؟ اگر اہل السنّت والجماعت اس ظلم وجبر کے مرتکب ہوئے ہیں تو پھر ان کی اصلاح کی جائے اور واپس اس دینِ اسلام پر لایا جائے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں کامل اور مکمل ہو چکا تھا۔

اور اگر یہ ظلم وجرم شیعہ حضرات نے کیا ہے تو ہماری دردمندانہ درخواست ہے کہ ان کی اصلاح کی جائے، ان کو واپس کامل اور مکمل دین پر لایا جائے۔تاکہ ہمیشہ کے لئے فرقہ واریت کے زہر سے اور اس کے نتیجہ میں ہونے والے فسادات سے محفوظ رہا جا سکے۔

ملک کو خطرناک صورتحال سے دوچار کرنے کا دوسرا سبب

جناب عالی! ان اسباب میں سے جس نے ملک کو خطرناک صورتحال سے دوچار کیا ہے ایک سبب تو زہریلا، دل آزار لٹریچر ہے جس کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔

اور دوسرا سبب دل آزار طریقہ عبادت ہے۔عبادت اپنے معبود کو راضی کرنے کے لئے کی جاتی ہے نہ کہ اس کے بندوں کی دل آزاری کے لئے۔شریعت اسلامیہ میں تو یہاں تک لحاظ ہے کہ اگر کوئی شخص سویا ہوا ہو، مریض ہو تو اس کے پاس ذکر اور تلاوت جیسی محبوب عبادت بھی اونچی آواز سے نہ کی جائے۔

جناب والا! اس سلسلے میں بھی شیعہ حضرات کے ماتمی جلوس بطور خاص دل آزاری کا سبب بنا۔اول تو قرآن وسنت میں کسی بھی صدمے پر صبر کی تلقین ہے۔قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ. وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ.

ترجمہ:۔ ''اور مت کہو ان لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں قتل کئے جاتے ہیں کہ مردے ہیں بلکہ زندہ ہیں اور لیکن تم نہیں سمجھتے اور البتہ ہم تمہارا امتحان کریں گے کسی قدر خوف سے اور فاقہ سے اور مال، جان، اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری دے صبر کرنے والوں کو۔''

احادیث مبارکہ میں بھی صبر کی تلقین ہے چنانچہ بخاری شریف میں ہے:

لیس منا من ضرب الخدود وشق الجیوب ودعا بدعوی الجاھلیة.

(بخاری شریف ج ۱ ص ۱۷۳)

ترجمہ:۔ ''وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو رُخسار پیٹے اور گریبان پھاڑے اور زمانہ جاہلیت کی طرح پکارے چلائے۔''

جناب والا! علماء اہل السنت والجماعت کے فتووں میں بالاتفاق صراحتاً ماتم کی ممانعت اور حرمت کا ذکر ہے بلکہ شیعوں کی کتابوں میں بھی ماتم کی ممانعت موجود ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

رحمۃ اللعالمین ﷺ کی سیدہ فاطمہؓ کو وصیت

جناب عالی! ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وقتِ وفات جناب سیدہ (فاطمہؓ) سے فرمایا۔ اصل کتاب سے عکس ملاحظہ ہو:

ماہیار میں امام محمد باقر سے منقول ہے اور ابن بابویہ نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ نے وقتِ وفات جناب سیدہؑ سے کہا: اے فاطمہ جب میں انتقال کر جاؤں تو اس وقت اپنے بال میری مفارقت میں نہ نوچنا اور اپنے گیسو پریشان نہ کرنا اور واویلا نہ کرنا۔ (جلاء العیون مترجم حصہ اول صفحہ ۱۷۶)

حضرت امام حسینؓ کی آخری وصیت

ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ حضرت امام حسینؓ نے میدانِ کربلا میں اپنی ہمشیرہ حضرت زینبؓ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

"اے بہن! جو میرا حق تم پر ہے اسی کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ میری مصیبت مفارقت پر صبر کرو، جب میں مارا جاؤں تو ہرگز منہ نہ پیٹنا اور بال اپنے نہ نوچنا اور گریبان چاک نہ کرنا کہ تم فاطمۃ الزہراؓ کی بیٹی ہو، جیسا انہوں نے پیغمبر خدا کی مصیبت میں صبر فرمایا تھا تم بھی میری مصیبت میں صبر کرنا۔"

(جلاء العیون مترجم جلد دوم باب قضائے کربلا ص ۳۸۲ طبع لاہور)

جناب محترم! جیسا کہ عرض کیا گیا ہے کہ ماتم کے بجائے قرآن وسنت میں اور حسب وصیت حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت امام حسین ﷺ صبر کی تلقین ہے لیکن اگر شیعہ حضرات کے نزدیک یہ عبادت ہے تو اس کی ادائیگی سے دوسروں کے حقوق کی پامالی اور دل آزاری کہاں کا انصاف ہے؟

یہ ماتمی جلوس ملک کی غالب اکثریت اہل السنّت کی مساجد کے سامنے سے اور ان کے بازاروں سے انتظامیہ کے ذریعے اور بعض جگہ فوج کے ذریعے جبراً گزارے جاتے ہیں اس دوران اہل السنّت کے اسلامی اور انسانی حقوق کی زبردست پامالی ہوتی ہے، ان کے مکانوں کے دروازے اور کھڑکیاں جبراً بند کروائی جاتی ہیں، ان کے بازار بند کروا کر معاشی بدحالی کے اس دور میں ان کو معاشی طور پر نقصان پہنچایا جاتا ہے جس کی تلافی نہیں کی جاتی۔

جناب عالی! اگر ملک بھر میں اہل السنّت والجماعت کے اس نقصان کے اعداد وشمار کو اکٹھا کیا جائے تو ان ماتمی جلوسوں کے دنوں میں ان کو لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں کا نقصان اٹھانا پڑتا ہے اور اس کے ساتھ اگر انتظامات پر حکومتی اخراجات کا تخمینہ لگایا جائے تو بات کہاں سے کہاں تک پہنچ سکتی ہے ان اخراجات کا زیادہ تر بوجھ بھی اکثریت اہل السنّت پر ہی پڑتا ہے جب کہ شیعہ حضرات تو اتنے محتاط ہیں کہ حکومت کو زکوٰۃ تک نہیں دیتے، انہوں نے اپنے کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ کرا لیا ہے جب کہ اہل السنّت سے زکوٰۃ ہر صورت میں وصول کی جاتی ہے۔ یہ بھی عجیب لطیفہ ہے شیعہ حضرات زکوٰۃ تو دیتے نہیں مگر زکوٰۃ کونسل کے ممبر اور چیئرمین ضرور بنتے ہیں جو اہل السنّت کے خون پسینے کی کمائی ہوتی ہے۔

جناب والا! اس سلسلے میں بھی عدل کے تقاضے پورے کیے جائیں تاکہ حق تلفیوں سے بھی اکثریت کی جو دل آزاری ہو رہی ہے اس کی تلافی ہو جائے اور ملک میں صحیح معنوں میں امن وامان قائم ہو۔

تیسرا سبب اور اس کا تدارک

جناب عالی! موجودہ فسادات کے اسباب میں سے ہمارے خیال میں تیسرا سبب غیر ملکی مداخلت بھی ہے اس کا واضح اشارہ موجودہ صدر پاکستان جناب فاروق احمد خان لغاری، وزیر اعظم

پاکستان جناب نواز شریف صاحب اور وزیر داخلہ پاکستان جناب چوہدری شجاعت حسین صاحب وغیرہ حضرات اخباری بیانات میں دے چکے ہیں اور بے نظیر حکومت کے وزیر داخلہ نصیر اللہ بابر کا بیان بھی اخبارات میں آ چکا ہے، اب یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان بیرونی سازشیوں کو بے نقاب کرے جو ہماری ملکی سلامتی کو خطرے میں ڈالے ہوئے ہیں۔

جناب والا! ہمارے ملک پاکستان کو ان حالات سے دوچار کرنے والے ان سازشی عناصر کا علم حکمرانوں کو ضرور ہوگا۔ تاہم یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ لٹریچر کی حد تک ہمارا پڑوسی ملک ایران اس میں ملوث ہے۔ موجودہ ایرانی انقلاب کے بعد وہاں کے چھاپہ خانوں سے بے شمار اس قسم کی کتابیں چھپ کر نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر میں پھیلائی گئی ہیں۔ جن کے حوالے گذشتہ اوراق میں آ چکے ہیں ان میں بعض کو خود ایرانی سفارتخانوں نے طبع کیا ہے۔ پاکستان کی حد تک ایرانی سفارت خانے کے ذریعے "خمینی صاحب کا وصیت نامہ" جو ان کی وصیتوں پر مشتمل ہے، جس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم، ان کے صحابہ کرامؓ اور پوری اُمتِ مسلمہ کے بارے میں جو کچھ ہے وہ گذشتہ اوراق میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اور اسی طرح ایک اور کتابچہ بنام "اتحاد و یکجہتی امام خمینی کی نظر میں" کے صفحہ ۱۵ پر تمام انبیاء کرام بالخصوص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لکھا ہوا موجود ہے۔ علاوہ ازیں ایرانی سفارت خانے کی طرف سے ماہنامہ وحدت اسلامی جو مردوں، عورتوں اور بچوں کیلئے علیحدہ علیحدہ شائع کر کے وسیع پیمانے پر تقسیم کیا جاتا ہے اس میں بھی وقتاً فوقتاً کچھ نہ کچھ دل آزاری ضرور ہوتی ہے اس کی ایک مثال ماہنامہ وحدت اسلامی کا شمارہ نمبر ۷۔۵ خصوصی تعزیتی اشاعت ہے، جس میں آیت اللہ خمینی صاحب کے جانشین آیت اللہ خامنائی صاحب کا بیان کہ "خمینی صاحب مقامِ محمود پر فائز ہو گئے" حالانکہ "مقامِ محمود" صرف اور صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے، اس کا تفصیلی ذکر بھی گذشتہ اوراق میں ہو چکا ہے۔

نیز خمینی صاحب کی بیٹی اور داماد کا پاکستان کے دورے پر بیان بھی گذشتہ اوراق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ان شواہد کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ایرانی سفارت خانہ اور ایرانی لیڈر، دل آزار لٹریچر اور بیانات سے فضا مکدر کئے ہوئے ہیں۔

جناب عالی! ملکی سلامتی کی خاطر ہماری درخواست ہے کہ ان سب اسباب کا تدارک کیا جائے اور ان سفارت خانوں کو جن کے بارے میں حکومت کو معلومات ہیں کہ وہ فسادات کا ذریعہ ہیں بلا تفریق ان کو ضابطۂ اخلاق کا فی الفور پابند کیا جائے، اور خلاف ورزی کی صورت میں ان کے سفارت

خانوں کو بند کیا جائے، ان کے سفیروں کو نااہل قرار دے کر ملک سے نکالا جائے کیونکہ ہر حال میں ملکی سلامتی دوسری مصالح پر مقدم ہے۔

جناب عالی! یہ ایک حقیقت ہے اور اس کا ہر ذی عقل اور ذی شعور جانتا ہے کہ پاکستان میں غالب اکثریت اہل السنت والجماعت کی ہے جو ملک کے بلا مبالغہ ۹۵ فیصد ہیں مگر قیامِ پاکستان سے اب تک ملک کی اقلیتیں بالخصوص مرزائی اور شیعہ کلیدی اسامیوں پر مسلط ہیں جو اکثریت کے حقوق کو غصب کیے ہوئے ہیں، پھر اس پر مزید ظلم یہ کہ پاکستان اور بیرونِ پاکستان یہ لوگ اکثریت کے عقائد اور ان کے سچے دین پر جس طرح حملے کرتے ہیں وہ آپ گذشتہ اوراق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اندریں حالات ہمارا مطالبہ ہے کہ ان زیادتیوں کا بھی ازالہ کیا جائے اور ہر ایک کو ان کے جائز حقوق تک محدود کیا جائے۔

اسلامی نظام کا نفاذ ہی تمام مسائل کا حل ہے

جناب عالی! یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ انسانیت کی فلاح اس مبارک اسلامی نظام میں ہے کہ جس کو رسولِ رحمت حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نافذ کیا تھا اور ان کے بعد ان کے تربیت یافتہ جان نثار صحابہ کرامؓ بالخصوص ان کے بلا فصل خلیفہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ، خلیفہ دوم سیدنا حضرت عمر فاروقؓ، خلیفہ سوم سیدنا حضرت عثمان ذوالنورینؓ اور خلیفہ چہارم سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ نے نافذ کیا تھا جو ''خلافتِ راشدہ'' کے نام سے زندہ تابندہ ہے، اور اسکے برکات وثمرات سے تقریباً پورا عالم منور ہوا، اور اسی مبارک نظام کے لئے پاکستان حاصل کیا گیا۔ مگر افسوس کہ پچاس سال ترستے گزر گئے، اگر آج یہ نظام نافذ ہو جائے تو انشاء اللہ اس کی برکت سے ہر قسم کی سیاسی اور مذہبی دہشت گردی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور ہماری معاشی بدحالی دور ہو جائے گی اور دیگر مشکلات بھی حل ہو جائیں گی۔

جناب عالی! اسلامی نظام سے جان چھڑانے کے لئے بعض لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم کون سا اسلام لائیں؟ یہاں تو بہت سے فرقے ہیں ہر ایک کا الگ الگ اسلام ہے وغیرہ وغیر، تو جناب والا! یہ محض عذر لنگ ہے۔ پوری دنیا میں جہاں جن کی اکثریت ہے وہاں ان کا قانون ہے۔ یہودیوں کے ہاں ان کا قانون ہے، عیسائیوں کے ہاں ان کا قانون ہے، سعودی عرب میں فقہ حنبلی کا قانون ہے اور ایران میں فقہ جعفریہ کا قانون ہے، سیاست میں بھی اکثریت کے اصول پر حکومتیں قائم ہیں، موجودہ پاکستانی حکومت بھی اسی اصول کا نمونہ ہے۔

جناب والا! پاکستان میں اکثریت تقریباً ۹۵ فیصد اہل السنت والجماعت حنفی ہیں، تو یہاں

اس اصول کو کیوں نظر انداز کیا جاتا ہے؟ حالانکہ سنی مذہب معتدل ہے اور اس میں دل آزاری یا بے ادبی نہیں ہے جیسا کہ پہلے عرض کر چکے ہیں اور فقہ حنفی صدیوں نافذ رہی ہے اور چہار دانگ عالم میں اپنا لوہا منوا چکی ہے، اس سلسلے میں جو بھی کوشش ہوگی ملک وملت کے لئے بے حد مفید ہوگی اور دارین میں سعادت مندی کا وسیلہ ہوگی۔

جناب عالی! اسلام اور پاکستان کی خاطر ہم ہر ممکن تعاون کے لئے تیار ہیں اور ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور موجودہ اربابِ اقتدار کو توفیق عطا فرمائے کہ آپ حضرات یہ کام کر جائیں اور دونوں جہانوں میں سرخرو ہو جائیں۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین. وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ سیدنا محمدٍ والہٖ واصحابہٖ الطیبین الطاھرین الٰی یوم الدین.

یہ ہے حضرت علامہ علی شیر حیدری شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے چیف جسٹس سید سجاد علی شاہ کے روبرو پیش کردہ ''سنی موقف'' کی ایک جھلک، عوام اہل سنت کے علاوہ اگر شیعہ حضرات بھی تعصب کی عینک اتار کر حضرت علامہ علی شیر حیدری شہید رحمہ اللہ کے پیش کردہ دلائل اور شیعہ کتب کی عبارات کو پڑھ لیں اور کتاب میں درج حوالہ جات کا اپنی کتابوں سے موازنہ کر لیں تو انشاء اللہ ان پر بھی حقائق روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائیں گے اور انہیں معلوم ہوگا کہ انکے پیشواؤں نے ان کو کہاں لا کھڑا کیا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ وہ قرآن کریم جیسی عظیم نعمت کی تلاوت اور حفظ سے محروم ہیں۔ کلمہ طیبہ، اذان اور ہر اسلامی عقیدے اور عمل سے ان کو کوسوں دور کر کے صرف بے صبری کی چند چیزوں جیسے تعزیہ، مجلس، جلوس اور تبرا (یعنی گالی گلوچ) وغیرہ کا ان کو پابند کر دیا ہے۔ ادب واحترام کے بجائے انبیاء کرام علیہم السلام اور بالخصوص رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک طینت بیویوں اور پیارے صحابہ کرامؓ کے بارے میں جو گستاخیاں ان سے کروائی جارہی ہیں آخر دنیا وآخرت میں ان کا وبال کیا ہوگا؟ ہمارے پڑوسی ملک ایران میں شیعہ انقلاب سے قبل پاکستان میں شیعہ حضرات اقلیت میں ہونے کے باوجود مرزائی اقلیت کی طرح ملک کی غالب اکثریت اہل السنّت پر جس طرح حکمرانی کر رہے تھے اور سرکاری اور غیر سرکاری ملازمتوں اور ہر ادارے میں اہل سنت کی حق تلفی کر رہے تھے اور اہل سنت یہ سب کچھ خوابِ غفلت، رواداری یا اتحاد بین المسلمین کے نعرے کی آڑ میں برداشت کرتے رہے۔ مگر بعض ایرانی حکمرانوں کے نمک خوار پاکستانی شیعہ قائدین نے شیعہ عوام کو سبز باغ دکھا کر ان سے جو کچھ کروایا وہ سب کے سامنے ہے۔

علماء اہل سنت اور قائدین اہل سنت کی طرف سے مضبوط علمی سنی موقف پیش کرنے کے بعد چاہئے تو یہ تھا کہ شیعہ حضرات اور تحریک جعفریہ بھی اسی انداز میں اپنا موقف پیش کرتے اور مذکورہ تحریر میں کیے گئے اعتراض کا سنجیدگی سے جواب دیتے لیکن شیعہ علماء نے جناب افتخار حسین صاحب نقوی کی قیادت میں سپریم کورٹ میں جو اپنا موقف پیش کیا ہے اس کے برعکس ہے۔

چنانچہ شیعوں نے قائد اہل سنت کی طرف سے سپریم کورٹ میں پیش کردہ مدلل سنی موقف کی تردید کے بجائے دبے الفاظ میں اس کی تائید کی ہے کیونکہ نقوی صاحب نے سنی موقف کی تردید کے بجائے ہمیشہ کی طرح سپاہ صحابہؓ پر بے بنیاد اور من گھڑت الزامات لگانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اور کہا ہے کہ فلاں، فلاں جگہ سپاہ صحابہؓ والوں نے فلاں سنی کو قتل کر دیا اور فلاں جگہ شیعہ کو قتل کر دیا، اور ایسے ہی کئی من گھڑت الزام تراشیوں میں ملک کی اعلیٰ ترین عدالت عظمیٰ کا وقت ضائع کرتے رہے۔

نقوی صاحب نے بے بنیاد الزامات اور جھوٹ سے بھرپور اپنے موقف کو تقیہ کی چادر میں لپیٹ کر عدالت عالیہ کی طرف سے فیصلہ آنے سے پہلے ہی ''لازوال فتح'' کے نام سے کتابچہ شائع کر دیا۔ قارئین اہل سنت کے موقف جو کہ ''سنی مؤقف'' کے نام سے شائع ہو کر آپ حضرات کے ہاتھوں تک پہنچا ہے اور تحریک جعفریہ کی طرف سے شائع کردہ کتابچہ ''لازوال فتح'' اگر حاصل ہو سکے تو اس کا بھی مطالعہ کریں۔ تاکہ آپ کو معلوم ہو سکے کہ شیعوں نے کس حد تک ''سنی موقف'' میں مذکورہ اعتراضات اور دہشت گردی کا سبب بننے والے عوامل کا جواب دیا گیا ہے۔ محض عدالتِ عظمیٰ کا وقت ضائع کیا ہے۔

قارئین کرام! ''سنی موقف'' مضبوط اور ٹھوس دلائل کا ایک عظیم شاہکار ہے، یہ ایک عظیم تاریخی دستاویز ہے جو اکابرینِ اہل سنت کی محنت کا نچوڑ ہے، اس کتاب میں اہل سنت والجماعت کا شیعیت کے متعلق چودہ سو سال سے جو موقف رہا ہے اسے پاکستان کے اربابِ اقتدار کی خواہش پر پیش کیا گیا اور بعد میں اربابِ اختیار چیف جسٹس آف پاکستان کی خواہش پر عدالتِ عظمیٰ میں ملک کے ممتاز ججوں اور دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث تینوں مکتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے ممتاز علماء کرام اور ملک بھر کے مشہور و معروف صحافیوں اور دانشوروں اور خود شیعہ لیڈروں کی موجودگی میں بیان کیا لیکن اربابِ اقتدار اور اربابِ اختیار اس واضح موقف کو (جس کی بنیاد پر اہل سنت والجماعت شیعہ کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں) سننے کے بعد سوائے چند آنسو بہانے کے اور وقتی وعدے کرنے کے کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا تو ہم نے سوچا کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والے مسلمانوں کو کیوں نہ

CS CamScanner

آگاہ کریں، جو ابھی تک عدمِ توجہ یا غفلت کی بناء پر اس عظیم فتنے سے واقف نہیں ہیں۔ ہم اپنا موقف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عشاق کی عدالت میں کیوں نہ پیش کریں؟ ہمیں یقین ہے کہ ایک سچا مسلمان جب یہ حقائق اور واضح انکشافات دیکھے گا تو اس کا ضمیر اسے کسی نتیجے پر پہنچنے پر ضرور مجبور کرے گا۔ ایک سچا مسلمان اور غیرت مند نوجوان محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سرشار اور عشق میں بے قرار ہوتا ہے اور ان دلائل وحقائق اور انکشاف کے سامنے آجانے کے بعد ہر دردمند مسلمان کو بے چین اور بے قرار ہونا چاہئے کہ اس صفحۂ ہستی پر بسنے والے مسلمانو اور غیور نوجوانو، اگر آپ اپنے دلوں میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وانس رکھتے ہیں اور آپ علیہ السلام کو خاتم النبیین، نبی برحق سمجھتے ہیں اور آپ کی تیار کردہ جماعت کو معیارِ حق سمجھتے ہیں تو پھر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت اور چاہت کا تقاضہ ہے کہ آپ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے تحفظ اور اصحابِ رسول کی عزت وناموس اور دینِ محمدی کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں بروئے کار لائیں، آپ زندگی کے جس شعبہ سے بھی تعلق رکھتے ہیں قافلۂ حق وصداقت میں شامل ہو کر کفر کے اس بڑھتے ہوئے سیلاب کے سامنے مضبوط بند باندھ کر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ومحبت کا ثبوت پیش کریں، اگر آپ نے ایسا کرلیا تو آنے والی نسلوں پر آپ کا عظیم احسان ہوگا اور یقیناً آپ دنیا وآخرت میں کامیاب ہوں گے۔

حضرت علامہ شہیدؒ نے جگہ جگہ اپنے مشن کو کھول کر بیان فرمایا، حتیٰ کہ ایک کانفرنس میں قرآن مجید سر پر رکھ کر اپنے مشن کے حق ہونے کو واضح کیا، اس تقریر کے اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

سچ وہی ہے جو علماء نے متفقہ فیصلے میں کہہ دیا

اور سنو! بات سچی وہی ہے جو حق نوازؒ نے بتائی...... بات سچی وہی ہے جو فاروقی شہیدؒ نے بتائی...... اور بات سچی وہی ہے جو ایثارؒ و اعظمؒ نے بتائی...... جس کو مولانا یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے لکھا...... جسے مفتی ولی حسن ٹونکی نے لکھا...... بات سچی وہی ہے جو علماء کے متفقہ فیصلے کی صورت میں شائع ہوئی۔ بات سچی وہی ہے جو میں نے اس صورت میں، پاکستان کی سپریم کورٹ میں چیف جسٹس سید سجاد علی شاہ کے سامنے پیش کی تھی۔ یہ میری لکھی ہوئی نہیں ہے یہ متفقہ فیصلہ ہے محققین کا، مفتیان کرام کا، علماء دین کا، یہ ان نوجوانوں کی بات نہیں ہے...... یہ ماننے والے ہیں، تابعدار ہیں، کھول کر دیکھو کہ بات کس کس نے کی ہے، بات سچی یہ ہے...... اب تک میں بھی جو کہتا آیا ہوں، اب کسی کے کہنے پر تو مار کی وجہ سے کہہ دو میں تو شیعوں کو نہیں کہتا، میں تو اب مسلمان کہتا ہوں، تو پھر واللہ یہ دیکھو پھر میں جھوٹا ہوں، سچی بات وہ ہے جو یوں لکھی گئی، سچی بات وہ ہے جو آج تک آپ سنتے آئے ہیں۔

CamScanner

بچی بات یہ ہے صدیق اکبر ﷛ پر بھونک کر بھلا کوئی مسلمان رہ سکتا ہے؟......

قرآن کو غلط کہہ کر بھلا کوئی مسلمان رہ سکتا ہے؟......

فاروق اعظم ﷛ کو کافر کہہ کر بھلا کوئی مسلمان رہ سکتا ہے؟......

جناب عثمان ﷛ پہ بھونکیں کر کے بھلا کوئی مسلمان رہ سکتا ہے؟......

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پہ لعنتیں کر کے بھلا کوئی مسلمان رہ سکتا ہے؟......

حضور ﷺ کے اہل بیت کو گالیاں دے کر بھلا کوئی مسلمان رہ سکتا ہے؟......

نہیں نہیں نہیں!! کافر ہے، یہ قرآن میرے سر پہ ہے، یہ کافر ہے کافر ہے!!

سابق چیف جسٹس آف پاکستان نے اپنی کتاب میں ہمارے موقف کو تسلیم کیا

سن سن سن، توجہ توجہ توجہ!! میں نے تجھ سے زیادہ کہہ دیا ہے، تو سن میں کیا کہہ رہا ہوں، اگر غلط ہے تو مفتی میں نہیں یہاں گرفتاریاں کر...... سید جاوید علی شاہ نے جو اپنی کتاب لکھی ہے، ریٹائرڈ ہونے کے بعد، اسے پڑھ کے دیکھو، وہ بتاتا ہے کہ مجھے ہٹایا اس وجہ سے گیا کہ دلائل کے سامنے میں جھک گیا تھا، یہ فیصلہ کر رہا تھا۔ وہ بتلاتا ہے، سید سجاد علی شاہ نے لکھا ہے کہ میرے سامنے دلائل پیش ہوئے، لگا دوں پابندی؟...... ٹھیک ہے لگا دی، ہم چپ ہو گئے اور عدالتی راستہ اختیار کیا، انشاء اللہ یہاں بھی فیصلہ ہوگا، وہاں بھی فیصلہ ہوگا، (انشاء اللہ) لیکن مجرم یوں نہیں کرتے۔

سید سجاد علی شاہ نے ساتھ لکھا ہے کہ سپاہ صحابہؓ کے حیدری نے سپاہ صحابہؓ کے سرپرست اعلیٰ نے میرے سامنے کتابیں بھی پیش کیں آڈیو کیسٹیں بھی پیش کیں، دلائل کے ساتھ اپنی بات کو مبرہن مدلل پیش کیا، اور ساتھ ہی یہ بھی مجھے یقین دلایا سپریم کورٹ میں چیف جسٹس کو کہ اگر ہمارے ساتھ ظلم نہ ہو بے انصافی نہ ہو ہم مکمل اور ہر تعاون کرنے کو تیار ہیں۔ باقی کوئی مجھے مار مار کے کہلاؤ، میں کہہ بھی دوں مار کی وجہ سے، کہہ بھی دوں اگر، ہزار مرتبہ پڑھ کر بھونک بھی دوں کہ یہ سور نہیں بکرا ہے تو وہ سور بکرا نہیں بنے گا، نہیں بنتا تمہاری مرضی۔

اور یوں مسئلہ بھی حل نہیں ہوتا، دیکھو ہم قتل و قتال کے حق میں نہیں ہیں، کیونکہ جب قتل عام ہو تو وہ ہیں ہی کتنے؟ نقصان تو ہمارا ہے، مسجدیں ہماری بھری ہوئیں ہیں، بازاریں ہماری بھری ہوئیں ہیں، ہم قتل و قتال کے حق میں نہیں ہیں اور یہ سب کچھ تم کراتے ہو۔

میں نے اس وقت پنجاب کے وزیر اعلیٰ مسٹر شہباز شریف سے کہا تھا کہ لشکر جھنگوی آپ نے بنوایا ہے، میں نے کہا تھا اور اب بھی کہتا ہوں کہ واقعی حکومت نے بنوایا تھا، یہ تمہاری غلط پابندیاں،

CamScanner

غلط سختیاں۔ اب پریشان ہیں، جی وہ تو نہیں ہیں، کون؟ کیا کہہ رہے تھے، پتہ نہیں کیا ہے یہ، یہاں تو نہیں بیٹھے ہوئے، وہ کیا ہے، کیا بلا ہے؟ پھر وہ جی ہم نے اس سے لکھوا کے لے لیا تھا کہ جلسے پہ نہیں جاؤ گے، جہاں لوگ اکٹھے ہوں گے وہاں نہیں جاؤ گے، پبلک پیلس پہ نہیں جاؤ گے، فلاں جگہ نہیں جاؤ گے۔ ظالمو! وہ پاکستان کے آزاد شہری ہیں، نہیں جاؤ گے نہیں جاؤ گے، یہ کوئی بات ہے، ٹھیک ہے ایک ایک شیعہ سے لکھوا لو کہ ماتمی جلوس میں نہیں جاؤ گے، جی وہ ان کی عبادت ہے۔ وہ عبادت ہے اور یہ قرآن پڑھنا شرارت ہے؟ یہ تو گند کر رہے ہو، یہ تو نقصان ہوگا، چھوڑ دو یہ غلط حرکتیں۔

میں نے کہا تھا، اس وقت شہباز شریف سے کہ دیکھو ملک اسحاق کو میں اچھی طرح جانتا ہوں میرا بہت پیارا، بہت قریبی ساتھی، بہت قریبی دوست کو اچھی طرح جانتا ہوں، بہت نیک پارسا، تہجد گزار، میں نے کبھی اس کی شلوار بھی ٹخنوں کے نیچے نہیں دیکھی، اس شخص کو جب جیل میں ڈالا گیا، اس جیل سے نکلا تو اس نے مجھے بتایا کہ اس مرتبہ یہ نوے گائیڈ کتابوں کا مطالعہ کر کے آیا ہوں، اور نوے قرآن پاک ختم کیے ہیں۔

میں نے کہا کہ وہ یوں اٹھا، اور اب تم نے اسے مجبور کر دیا، ظالمو! جب کوئی قصور نہ کرے کسی سے نہ لڑے، گھر بیٹھا ہو تب بھی تم اسے پکڑ لو، گرفتار کرو، ہمیشہ تکلیفیں دو، صعوبتیں، اذیتیں، تو پھر وہ کہتے ہیں چلو ٹھیک ہے ہمیں چھوڑنا تو ویسے نہیں ہے کچھ کر کے ہی جانا چاہیے، کیوں یہ کرتے ہو، کیوں تنگ کرتے ہو ان نوجوانوں کو، اس طرح پابند کرنے کی کیا ضرورت ہے، جب میں پیش کرتا ہوں کہ آپ بات کرو جو میں نے بیٹھ کر طے کیا، میرا ایک ایک ساتھی پابند رہے گا۔

سنی شیعہ مذاکرات کروائے جائیں......

جو میں نے بیٹھ کر طے کیا، میرا ایک ایک ساتھی پابندی کرے گا، مجھے بٹھاؤ اس مردے کو بھی نکالو، بٹھاؤ کہتے ہیں جی میاؤں، میاؤں ہوتی کیا ہے؟ بٹھاؤ میں نے یہ پیش کش بھی کی تھی کہ اگر وہ جیل میں ہے، پہلے تم کہتے تھے کہ وہ آتا نہیں ہے، تمہارے پاس ہے مجھے وہاں جیل میں لے چلو، کہتے ہیں نہیں آپ کو لے جائیں گے تو اس کو چھوڑ دیں گے، یہ بھی کوئی بات ہے، ہم مذاکرات سے نہیں بھاگتے، مجلس ناک سے نہیں بھاگتے۔ باتوں سے نہیں بھاگتے، کیوں بھاگیں، بھاگیں وہ، جس کے پاس دلائل نہ ہوں، بھاگے وہ جس کے پاس حق نہ ہو، بھاگیں وہ جس کے پاس سچ نہ ہو، الحمد للہ ہمارے پاس سچ ہی سچ ہے۔

ایک اہم انٹرویو سے اقتباس

ایک موقعہ پر آپ سے ماہنامہ خلافت راشدہ نے ۱۹۹۹ء میں انٹرویو لیا تھا، جو جنوری ۲۰۰۰ء کے ماہنامہ خلافت راشدہ میں شامل اشاعت ہوا، یہ انٹرویو اس وقت کے مخصوص حالات اور آپ کی زندگی کے متعلق بھرپور اور دلچسپ معلومات کا ذخیرہ تھا، انٹرویو کے اہم اہم اقتباس یہاں پیش کئے جارہے ہیں۔

سوال: آپ کی تاریخ پیدائش کیا ہے؟

جواب: میری پیدائش کی تاریخ تو محفوظ نہیں البتہ سال کا تعین یہاں خیر پور میرس کے نواحی قصبے ٹھیڑی شریف میں پیش آنے والے ایک تاریخی واقعہ سے ہوتا ہے۔ جس کی تفصیل یوں ہے کہ ٹھیڑی شریف میں قائم ایک قدیم دینی مدرسہ جامعہ دارالہدیٰ (جسے محدث العصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد رشید قاضی حبیب اللہ مرحوم نے ۱۹۱۱ء میں قائم کیا تھا) پر شیعوں نے حملہ کردیا۔ خیر پور میرس ویسے بھی ثانی لکھنؤ سمجھا جاتا ہے، اور شیعہ اسے اپنی اسٹیٹ سمجھتے ہیں۔ جامعہ دارالہدیٰ اس کفر گڑھ میں اسلامی تعلیمات کے دیپ روشن کررہا تھا۔ پورے سندھ میں اسے اہل سنت کے نزدیک ایک مرکزی حیثیت حاصل تھی اور اس کا وجود شیعیت کے لئے سوہانِ روح بنا ہوا تھا۔ چنانچہ شیعیت نے پوری تیاری کے ساتھ یہ سوچ کر حملہ کیا تھا کہ مدرسہ اور اہل مدرسہ کی بیخ و بنیاد اور نام نشان مٹادیا جائے۔ یہ محرم الحرام کا مہینہ تھا اور غالباً دس تاریخ تھی، اساتذہ اور طلباء تعلیم و تعلم میں مصروف تھے کہ اچانک شیعیت چڑھ دوڑی۔ یہ علاقہ کھجوروں کے باغات کا ہے۔ محمد بن قاسم کی گزرگاہ ہے (ضلع خیر پور میں پچاس ہزار ایکڑ پر کھجوروں کے باغات ہیں جو عرب کے نخلستانوں کا منظر پیش کرتے ہیں۔ اور یہاں کی کھجور لذت و نفاست میں اپنی مثال آپ ہے) طلباء کو اور تو کچھ ہاتھ نہ لگا، بس انہوں نے کھجوروں کی چھڑیاں سنبھال لیں اور دفاع کے لئے نکل آئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایسی مدد فرمائی کہ اب بھی سینکڑوں افراد زندہ موجود ہیں جو اس واقعہ کے عینی شاہد ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا شیعیت کے مقابلے میں طلباء کی طرف سے ایک ماورائی مخلوق جنگ لڑتی نظر آئی اور طلباء کی چھڑیوں نے تلواروں کا کام دیا، مدرسہ سے تھوڑے فاصلے پر بہتی ہوئی مشہور نہر سندھ سدھار کا پانی شیعیت کے خون سے سرخ ہوگیا، اور کشتوں کے پشتے لگ گئے، اس روز بے شمار شیعہ مردار ہوئے اور بہت سے شیعہ ایسے فرار ہوئے کہ آج تک پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ جامعہ دارالہدیٰ پوری آن بان اور شان سے توحید و سنت کے علم لہرا رہا ہے۔ گھر گھر میں اس آفتاب کی روشنی ہے، موجودہ دور میں سندھ

بلوچستان کے بے شمار جید علماء، جمعیت علماء اسلام کے موجودہ کئی رہنما یہاں کے فیض یافتہ اور فارغ التحصیل ہیں۔ تب سے اب تک ٹھیڑی کے مسلمان پُر سکون زندگی گزار رہے ہیں۔ یہاں پر ہندو اقلیت تو موجود ہے لیکن شیعیت نے آج تک ٹھیڑی کی دھرتی پر قدم نہیں رکھا...... بات میری پیدائش کی ہو رہی تھی، تاریخ تو معلوم نہیں ہو سکتی، البتہ میری والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ جب ٹھیڑی کا مذکورہ واقعہ پیش آیا تھا اس وقت میں تقریباً چھ ماہ کا ہو چکا تھا۔

سوال: آپ کی پیدائش خیر پور میرس میں ہی ہوئی؟

جواب: ضلع خیر پور میرس شہر میں ریلوے اسٹیشن کے قریب گوٹھ موسیٰ خان جاوریاں جو کہ میرے آباء واجداد کا بھی مسکن ہے میں میری پیدائش ہوئی۔

سوال: اپنی تعلیمی سرگزشت سے بالتفصیل آگاہ فرمائیں۔

جواب: میری ابتدائی تعلیم کا آغاز بھی اپنے آبائی گوٹھ کے سکول سے ہوا، ۱۹۷۹ء میں ناز ہائی سکول میں مڈل کا طالب علم تھا کہ اس دوران پیش آنے والے ایک چھوٹے سے واقعہ نے میرے مستقبل کا فیصلہ کر دیا۔ ہوا یوں کہ کلاس میں ایک روز ایک استاذ نے مجھ سے نماز کے مسائل پوچھے، میں نماز تو پڑھتا تھا مگر کم عمری کی بناء پر ابھی مسائل سے ناواقف تھا نہ بتا سکا، اس سے پہلے میری کلاس میں میرا ایک مقام تھا کہ میں ہمیشہ امتحان میں امتیازی پوزیشن لیتا تھا۔ اب شرمندگی ہوئی اور ایسی شدید شرمندگی ہوئی کہ میں نے اسی روز سکول چھوڑ کر دینی تعلیم کے حصول کا فیصلہ کر لیا۔ میرے سکول کے اساتذہ نے اپنے طور پر مجھے بہت سمجھایا کہ تم بہت ذہین ہو پڑھ لکھ کر بہت بڑے آدمی بنو گے، سکول نہ چھوڑو، مگر میں نے تمام ترغیبات کو یکسر مسترد کر دیا۔

نوٹ:۔ یہ انٹرویو کا ابتدائی حصہ ہے، اس کے بعد اکثر سوالات کے جوابات ''ابتدائی حالات'' کے تحت گزر چکے ہیں۔ انٹرویو کا اگلا حصہ پیش خدمت ہے۔

سپاہِ صحابہ نے بنیادی اہداف کہاں تک حاصل کر لئے؟

سوال: آپ سے میرا اگلا سوال یہ ہے کہ سپاہِ صحابہ نے اب تک اپنے بنیادی اہداف کے حصول میں کس قدر کامیابی حاصل کی ہے؟

جواب: سپاہِ صحابہ کے تاسیسی اہداف یہ ہیں۔

(۱) ملک میں بڑھتے ہوئے ایرانی انقلاب کا سدِ باب

(۲) اصحابِ رسول کا اسلام میں صحیح مقام کا تعارف

(۳) صحابہ کرام کے دشمنوں کی اصل پوزیشن کی وضاحت

(۴) صحابہ کرام کی گستاخی کا سدِ باب

(۵) آبادی کے تناسب کی بنیاد پر سنی حقوق کا حصول

ان میں سے پہلے تین اہداف کے حصول میں بحمد اللہ سپاہِ صحابہ مکمل طور پر کامیاب وکامران ہے، اگرچہ سپاہِ صحابہ کو ان اہداف کے حصول کی بھاری قیمت چکانا پڑی ہے۔ بانی قائد علامہ حق نواز جھنگوی، جرنیل اول مولانا ایثار القاسمی اور مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی سمیت سینکڑوں کارکنوں کی شہادتوں اور موجودہ قیادت اور ہزاروں کارکنوں کی طول طویل قید وبند کی صورت میں! تاہم اب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہاں خمینی کی ذریت مدتوں تک فقہ جعفریہ کے نفاذ کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتی۔ خود رافضیوں نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کرلیا ہے، جس کی وجہ سے انہیں اپنی تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کو صرف "تحریک جعفریہ" تک محدود کرنا پڑا۔

دوسرے ہدف کے حصول میں آپ دیکھیں کہ سپاہِ صحابہ کی تاریخ کے ان چودہ سالوں میں ملک عزیز کے چپے چپے پر صحابہ کرام کی عظمت وتقدیس کا نعرہ بلند ہوا۔ ہزارہا لوگوں نے اپنے بچوں کے نام صحابہ کرام کے ناموں پر رکھے، سینکڑوں چوکوں چوراہوں اور شاہراہوں کے نام خلفاء راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ کی طرف منسوب کیے گئے، سپاہِ صحابہ کا لٹریچر بھی کافی مقدار میں شائع ہوکر عوام وخواص تک پہنچا، اور آج سے تھوڑا عرصہ پہلے تک جن عام مسلمانوں کو صحابہ کرامؓ کا کوئی تعارف نہ تھا آج اسی طبقے کے لوگ صحابہ کرامؓ کے ناموں پر جانیں نچھاور کرنے کو تیار ہیں، اب اخبارات بھی خصوصی ایڈیشن چھاپتے اور دیگر ذرائع ابلاغ بھی خصوصی پروگرام نشر کرتے ہیں۔ دس سال پہلے تک تو کوئی اس طرح سوچ بھی نہ سکتا تھا۔

تیسرے ہدف کو بھی ہم نے نہایت کامیابی سے حاصل کیا۔ صحابہ کرامؓ کے دشمن کے بارے میں کفر کا فتویٰ تو بہت پرانا تھا مگر اس فتویٰ کو نعرہ کی شکل دینے کی توفیق پہلے کسی کو نہ ہوسکی جبکہ دشمن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مجالس عزا میں کھلے عام کافر کہہ جاتا تھا۔ بانئ سپاہِ صحابہ کے اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائے، انہوں نے تحریری فتوے کو تقریر کا موضوع بنایا، سپاہِ صحابہ نے اس نعرے کو عوام میں پھیلایا اور ایسا پھیلایا کہ شیعیت سے چودہ سو سال کا بدلہ لے لیا، لیکن چونکہ ہمارا اصل مقصد صرف بدلہ لینا نہیں، بلکہ دشمن کی اصل شناخت اور حقیقت کا کھلے عام اظہار تھا۔ لہٰذا ہم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دشمن کو بہر صورت کافر کہیں گے، ہماری آنے والی نسلیں بھی اس حقیقت کو کھلے عام بیان

کریں گی بلکہ ہم قانون سے صحابہ کرامؓ کے دشمن کا کفر نہ بھی منوا سکے تو ہماری آنے والی نسلوں پر یہ قرض اور فرض ہوگا۔

سپاہِ صحابہ کا چوتھا تاسیسی ہدف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی گستاخی کا سدِّ باب ہے جو کہ دو طریقوں سے ہوسکتا ہے (۱) عملی طور پر (۲) قانونی طور پر۔ الحمدللہ پہلے طریقے میں ہمیں کافی حد تک کامیابی حاصل ہو چکی ہے صحابہ کرامؓ کا دشمن آج سے دس پندرہ سال پہلے مجالس میں بھی صحابہ کرام کو کافر کہہ جاتا تھا لیکن اب ایسا نہیں ہے، اب وہ اپنا ایمان ثابت کرنے کی ناکام کوشش میں وقت صَرف کرتا ہے۔ ہم نے اس کا موضوع بدل دیا۔ پہلے وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بکتا تھا، اب وہ سپاہِ صحابہ کو بکتا ہے اور یہ ہماری کامیابی ہے۔

اس کے علاوہ سپاہِ صحابہ کے قیام سے قبل صحابہ کرام کا دشمن جس گلی کوچے کو چاہتا اپنے ماتمی جلوسوں کی گزرگاہ بنالیتا تھا، اب الحمدللہ یہاں تک بات پہنچ چکی ہے کہ کسی نئے ماتمی جلوس کا پرمٹ ہی ایشو نہیں ہوتا البتہ غلط پرمٹ منسوخ کرانے کا مسئلہ ابھی باقی ہے۔

قانونی طور پر صحابہ کرام کی گستاخی کے سدِّ باب کا مسئلہ اگرچہ ابھی حل نہیں ہوسکا، لیکن گذشتہ حکومتوں میں جس طرح یہ مسئلہ موضوعِ بحث بنا رہا، ہم پُر امید ہیں کہ ان شاء اللہ آنے والے چند سالوں میں ہم ایسا قانون بنوانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

سپاہِ صحابہ کا پانچواں تاسیسی ہدف ہے آبادی کے تناسب کی بنیاد پر سنی حقوق کا حصول......کون نہیں جانتا کہ اس ملک کی تقریباً ۹۸ فیصد آبادی اہل سنت کی ہے اس قدر واضح اکثریت کے باوجود ۲ فی صد شیعہ اقلیت کے لوگ اکثر و بیشتر اس ملک کی عنانِ اقتدار پر قابض رہے ہیں۔

بدنصیبی سے ہمارے ملک میں شروع سے یہ ریت رہی ہے اور اسی چیز نے اس ملک میں امن و امان کا بیڑا غرق کیا ہے اور شیعیت نے یہاں تک اس ملک میں اودھم مچایا کہ ۹۸ فیصد کی سنی آبادی کے ملک میں نفاذ فقہ جعفریہ کے عنوان سے تحریکیں چلائیں۔ خیر جو ہونا تھا ہو گیا، اب ایسا نہیں ہوگا۔

سپاہِ صحابہ اپنی منزل کے حصول کی طرف بڑھ رہی ہے وہ وقت بہت جلد آئے گا کہ اس ملک کے ۹۸ فیصد کلیدی عہدوں پر سنی ہی متمکن ہوگا۔

چھٹی انٹرنیشنل دفاعِ صحابہ و حق نواز شہید کانفرنس ملتان

سپاہِ صحابہ پاکستان کے زیرِ اہتمام مرکزی سطح پر اپنے پیغام و مشن کو دنیا بھر میں پھیلانے کیلئے "انٹرنیشنل دفاعِ صحابہ و حق نواز شہید کانفرنس" کا سلسلہ شروع ہوا، جو حکومتی پابندیوں اور قیادت کے

اکثر جیل میں ہونے کی وجہ سے سالانہ تو نہ ہو سکا، البتہ انٹرنیشنل سطح کی کچھ کانفرنسیں منعقد ہوئیں، چھٹی کانفرنس ملتان قلعہ کہنہ قاسم باغ میں منعقد ہوئی جس میں عوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر چاروں صوبوں ،آزاد کشمیر اور بیرون ملک سے مندوبین کی صورت میں جمع ہوا...... یہ کانفرنس علامہ علی شیر حیدری شہید رحمہ اللہ کی سربراہی میں منعقد ہوئی، اس کانفرنس میں حضرت علامہ حیدری شہید نے جو خطاب فرمایا، اس کا کچھ حصہ پیش خدمت ہے۔

حکومت ظلم کرنا چھوڑ دے ہم تعاون کرنے کیلئے تیار ہیں

''اس وقت کی حکومت سنیت کے خلاف مظالم بند کرنے کا اعلان کرے، انہیں ہم نے بھیجا نہیں، لیکن امید ہے کہ ہم نے بلایا تو ہمارے بلاوے پہ آ جائیں گے۔ سنی تو ہیں، مسلمان ہیں، غیرت مند ہیں، لیکن حکومت کے ظلم نے ملک اسحاق کو یہ راستہ دکھایا، حکومت کے ظلم نے ریاض بسرا کو یہ راستہ دکھلایا۔ اگر تم قومی مجرم کہتے ہو، اور تم ان کے خلاف اشتہارات دیتے ہو، تمہاری مرضی، پھر تم جانو وہ جانیں، ہماری پالیسی کے وہ پابند نہیں ہیں۔ ورنہ توبہ کرو، آئندہ بکواس بند کرو، مظالم نہ کرنے کا وعدہ کرو اور سنی حقوق کا تحفظ کرو، عظمتِ اصحاب رسول کے تحفظ کا وعدہ کرو، ہم اُمید کرتے ہیں کہ غیرت مند سنی ہمارے بلاوے سے باہر نہیں جائے گا۔

اور ساتھ ہی سپاہِ صحابہ کی طرف سے تمام سنی مسلمانوں کو ایک خوشخبری سنانا چاہتا ہوں، ماضی میں یہ ہوا کہ پونے دو فیصد شیعہ...... وہ ریکارڈ میں سوا دو فیصد ہو گئے۔ ہوئے کیسے؟...... کہ کئی غیرت کے ہلکے، پیسے کے پجاری، انہوں نے دیکھا بینک میں زکوٰۃ کٹے گی، اپنے آپ کو شیعہ لکھوا دیا۔ سپاہِ صحابہ نے یہ جنگ لڑی ہے اور الحمدللہ وہ جنگ جیتی ہے۔ اب باقاعدہ سپریم کورٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہ تخصیص غلط ہے۔ اب سنی بھی...... آپ اپنی طرف سے حلف نامہ داخل کر سکتے ہیں کہ ہماری فقہ کے مطابق حکومت کو اس بینک کو زکوٰۃ کاٹنے کا حق نہیں ہے، لہٰذا ہماری زکوٰۃ نہ کاٹی جائے، اور آپ کو شیعہ لکھوانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ساتھ ہی اگر بینک والے حلف نامہ نہ لیں اس کی نشاندہی کریں اور اس حلف نامے کی کاپی آپ سپاہِ صحابہ کے مرکز کو بھیج دیں ان شاء اللہ ہم خود ہی نمٹ لیں گے۔ اس سے آگے، دوٹوک بات ہے برادر عزیز۔

کسی مسلمان کو کافر کہنے والے کیلئے سزائے موت ہونی چاہیئے!

ہمارے مہمان مکرم، مولانا احمد علی سراج صاحب فرما رہے تھے کہ حکومت نے کوئی ایسا

قانون پاس کرنے کی کوشش کی ہے کہ جو کوئی کافروں کو کافر کہے اس کو سزا ہو۔ حضرت! ہم زندہ ہیں، انشاء اللہ حکومت کو یہ سوچنے کی بھی طاقت نہیں ہے، ایسی کوئی بات نہیں۔ یہ غلط افواہ پھیلائی گئی ہے کہ جو شیعوں کو کافر کہے اس کے لئے سزا ہے، اس پر متحدہ علمی بورڈ نے اور سپاہ صحابہ والوں نے دستخط کیے ہیں...... بالکل سفید جھوٹ ہے، بالکل غلط ہے۔ اس میں یہ ہے "اگر کوئی کسی مسلمان کو کافر کہے" تو مسلمان کا ترجمہ شیعہ ہوتا ہے؟...... نہیں! وہ یہ ہے، مجھ سے آپ نقل لے سکتے ہیں، "جو کسی مسلمان کو کافر کہے" اس کے لئے سزا ہے۔ ہم کہتے ہیں چودہ سال کیا اس کے لئے سزائے موت رکھو، ہم دستخط کریں گے!! کیونکہ اس کے بعد کوئی بھی حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ، عثمان غنیؓ، حیدرؓ، معاویہ رضی اللہ عنہم سے لے کر قاسم نانوتویؒ اور اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اور مفتی عبدالستار تک بھی کسی کو کافر نہیں کہہ سکے گا۔ اگر کوئی کہے گا، تو اس کو سزا بھگتنی پڑے گی جو کوئی مسلمان کو کافر کہے اور بڑی کوشش کی، بڑی کوشش کی انہوں نے کہ اسلامی مسالک میں شیعہ کا نام لکھوایا جائے، ہم نے واضح طور پر کہا کہ آؤ پہلے مناظرہ ہوگا!! اگر یہ اپنے آپ کو مسلمان ثابت کر دیں تو پھر آپ کی مرضی جو چاہو لکھو اور ہمیں گولی مار دو، اور جب یہ مسلمان اپنے آپ کو ثابت نہیں کر سکتے تو ہم قطعاً ان کا نام مسلمانوں میں لکھنے نہیں دیں گے اور الحمد للہ ہم نے لکھنے نہیں دیا اور سنیں! چودہ سال تو بڑی بات ہے شیعہ کو کافر کہنے پر ایک گھنٹہ، بلکہ ایک منٹ سزا ہو، سزا کا نام ہو، تب بھی ہم مر سکتے ہیں اس پر دستخط نہیں کر سکتے، کیوں؟...... اس لئے نہیں کر سکتے کہ جب ہم سزا مانیں، تو اس کو جرم مانیں۔ اور آپ کے اس خادم نے عدالت میں کھڑے ہو کر کہا تھا، کہ شیعہ کو کافر کہنا ہم جرم نہیں عبادت سمجھتے ہیں!!

دشمن کسی فورم میں اپنے آپ کو مسلمان ثابت نہیں کر سکتا

اس لئے جس تک بھی یہ بات پہنچی ہے، غلط پہنچی ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے اور اگر عدالت سزا دیتی ہے، پاکستانی کورٹ انگریزی قانون کے تحت سزا دیتی ہے ہم اسے بھی چیلنج کریں گے اور انشاء اللہ العزیز کسی فورم پر بھی شیعہ اپنے آپ کو مسلمان ثابت نہیں کر سکتا۔ میں نے ساجد نقوی کو سامنے کہا تھا، میرے قائدین نے شہداء نے اسے للکارا تھا، وہ نہیں آیا، ایک مرتبہ غلطی سے وہ میرے سامنے آیا، میں نے کہا کفر کے مسئلہ پر بات کرو، میں تمہیں کافر ثابت کرتا ہوں، تم اپنے آپ کو مسلمان ثابت کرو۔ اس سے بھاگا، اس کے بعد میں نے کہا میں تمہیں ملک میں فسادی، شرانگیز ثابت کرتا ہوں تم اپنے آپ کو امن پسند ثابت کرو، اس سے بھاگا۔ اس نے کہا کہ میں دوسرے اجلاس میں جواب دوں گا، میں نے کہا دوسرے اجلاس میں نہیں آئے گا اور آج تک پھر نہیں آیا۔

CS CamScanner

ہم انشاء اللہ العزیز بہت جلد اپنی منزل پر پہنچ رہے ہیں اور مولانا اعظم طارق صاحب، اللہ نے آپ کو یہ بہت بڑا اعزاز دیا ہے، اس پر اللہ کا شکر بھی ادا کریں اور اپنی ذمہ داری کو محسوس بھی کریں اور آپ سب حضرات دعا کریں کہ اللہ پاک انہیں صحیح نبھانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے سب کچھ، توفیق ادھر ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ سپریم کورٹ کا یہ فیصلہ کتابی شکل میں سپاہِ صحابہ کے شعبہ قانون کی طرف سے شائع ہو چکا ہے وہ بھی آپ ضرور حاصل کریں۔

ریکارڈ آپ کے پاس ہونا چاہئے اور وہاں جو بات ہوئی...... یہ ہوا تھا میں نے کہا کہ فساد، جھگڑا ملک میں کرانے کے ذمہ دار شیعہ ہیں۔ کیوں کہ ہم تو سب کے ماننے والے ہیں، ہماری طرف سے پہل ہو نہیں سکتی۔

جب صحابہ پر تبرا بند ہو جائے گا اس وقت امن قائم ہوگا

یہ صحابہ کو بھونکتے ہیں، مسلمانوں کو غیرت آتی ہے۔ انہیں کہو یہ نہ بھونکیں، مسلمان انہیں جوتے نہیں ماریں گے۔ کوئی جھگڑا نہیں ہوگا اور میں نے یہ مطالبہ کیا کہ ان سے کہو، یہ لکھیں کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ ابوبکر، عمر، عثمان، علی، معاویہ رضی اللہ عنہم پکے مومن ہیں، جو انہیں نہ مانے وہ کافر ہے۔ ان سے کہو یہ لکھیں...... انہوں نے نہیں لکھ کر دیا۔

میں نے کہا جو ابوبکر کو مومن نہیں لکھتا میں مر کر بھی اسے مسلمان نہیں کہتا۔

صدیقؓ کا منکر...... کافر ہے!

فاروقؓ کا منکر...... کافر ہے!

عثمانؓ کا منکر...... کافر ہے!

حیدرؓ کا منکر...... کافر ہے!

معاویہؓ کا منکر...... کافر ہے!!

ٹھہریے! میں نے کہا، اذان میں اب حکومت پاکستان اس طرف توجہ کر لے، ایران جو شیعہ کی اپنی مملکت ہے اس میں اذان میں تبرا نہیں کیا جاتا، خلیفۃ بلا فصل نہیں کہا جاتا، یہاں کہتے ہیں۔ جس کا مطلب ہے ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم تینوں ظالم تھے (نعوذ باللہ) میں کہتا ہوں حکومت پاکستان انہیں منع کرے۔ ایران میں یہ نہیں کہا جاتا جو شیعہ اسٹیٹ ہے، یہاں کیوں ملاتے ہیں؟ نہ کسی کتاب میں ہے نہ ان کے مذہب میں ہے، صرف شرارت کے طور پر کہتے ہیں، میں نے کہا جب تم کہتے ہو ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم ظالم ہیں ہم کہیں گے تم کافر ہو۔

حکومت دشمنانِ صحابہ کو روکے!

اس لئے حکومت ان کو روکے، روکے، روکے!! ورنہ ہم خود حکمت عملی بنائیں گے اور انشاء اللہ روک کر دکھائیں گے۔ سیدھی بات ہے، اس سے آگے میں نے کہا اگر ماتم ان کے ہاں عبادت ہے میرے دروازے پہ آنا تو عبادت نہیں ہے؟؟ یہ اپنے گھر، اپنے باڑے میں جو چاہیں جتنا چاہیں ماتم کریں، خنجر سے نہ کریں پسٹل سے کریں، مجھے کوئی اعتراض نہیں، لیکن سنیوں کے دروازوں پہ نہ آئیں، بازار بند نہ کروائیں، روڈ بلاک نہ کروائیں، اور اس پہ سنیوں کا زرِ کثیر خرچ نہ کروائیں۔ حکومت کو اس پہ سوچنا ہوگا۔ انشاء اللہ العزیز اب آپ دیکھیں گے اللہ کی نصرت ایسے آئے گی، آپ کو فتح اب آنکھوں سے نظر آ رہی ہوگی۔

فضائے بدر پیدا کر، فرشتے تیری نصرت کو
اُتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

شافعِ محشر کانفرنس سمندری میں خطاب

جب طالبان کی خالصتاً اسلامی حکومت کو افغانستان میں پاکستانی حکمران جرنیل کی مدد سے امریکہ نے ختم کیا اور پورے ملک کو آگ و خون میں لپیٹ دیا، تو تمام دینی حلقوں کی طرح سپاہِ صحابہ کی قیادت نے بھرپور ردِّ عمل کا اظہار کیا۔ ملک کے کونے کونے میں سپاہِ صحابہ نے طالبان کی حمایت میں اور امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے خلاف مظاہرے کیے۔ انہی دنوں ''سمندری'' میں ہونے والی شافعِ محشر کانفرنس میں علامہ حیدریؒ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

افغانستان کی موجودہ صورتحال جنگ احزاب کا نقشہ پیش کر رہی ہے

جنگِ بدر میں کفارِ مکہ کی عبرتناک شکست کے بعد اسلام کو سب سے بڑا خطرہ سمجھنے والی تمام قومیں متحد ہو کر بھاری ہتھیاروں سے مسلح مدینہ طیبہ پر فیصلہ کن یلغار کے لئے مدینہ کے قریب پہنچیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کے بعد اپنے بچاؤ کے لئے مدینہ کے اطراف کفار کے راستے میں ایک بڑی خندق کھودنا شروع کر دی۔ اس وقت میرے اور آپ کے نبی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی کسمپرسی کی حالت میں تھے۔ بھوک اور افلاس نے آپ اور صحابہ کرامؓ کو پیٹ پر پتھر باندھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ مسلمان انتہائی کمزور تھے، اس کے برعکس کفار کے عالمگیر اتحاد کی شوکت و حشمت کو دیکھتے ہوئے مدینہ کے منافق جو بظاہر مسلمانوں کے حامی تھے وہ بھی علی الاعلان کفار سے مل

گئے تھے۔ کفار کی طاقت اور تعداد مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ تھی۔ اس کے باوجود کفار کے اوپر مسلمانوں کا رعب طاری تھا...... کفار نے خندق کے پیچھے مسلمانوں کا مکمل محاصرہ کر لیا تھا اس کے باوجود مسلمان کفار کے سامنے ڈٹے رہے...... پھر خداوند کریم نے ہوا کے ذریعے کفار کے گھوڑے کی طاقت و حشمت کا غرور خاک میں ملا دیا...... ایسی ہوا چلی کہ کفار کے گھوڑے اپنے لشکر کو روندتے ہوئے بھاگ گئے۔ کفار کو عبرتناک شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

میرے دوستو! یہی کیفیت آج افغانستان میں طاری ہے، عالم کفر کا سرغنہ امریکہ اسلام کو خطرہ سمجھتے ہوئے تمام اتحادیوں کو ساتھ لے کر افغانستان پر چڑھ دوڑا ہے۔ افغانستان کے طالبان حکمران امریکہ کے سامنے ہتھیار پھینکنے پر تیار نہیں ہیں انہوں نے اپنی حفاظت کے لئے پہاڑوں میں پناہ لے رکھی ہے۔ امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے طالبان حکمرانوں کا فضائی محاصرہ کر رکھا ہے۔ ٹنوں کے حساب سے بم نہتے افغانی عوام پر برسانے شروع کر دیے ہیں، اس کے باوجود طالبان اور اسامہ بن لادن کا رعب ان پر طاری ہے......

اُس وقت بھی پہاڑی سرزمین تھی...... یہ بھی پہاڑی سرزمین ہے......

وہ لوگ بھی غلبۂ اسلام چاہتے تھے...... یہ بھی اسلام کا غلبہ چاہتے ہیں......

اُس وقت بھی کفر کا لاؤ لشکر بہت زیادہ تھا اب بھی کفر کا لاؤ لشکر بے مثال ہے......

اس وقت کے اتحادی اور ساتھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ گئے تھے...... اب بھی پاکستانی اور تمام اسلامی ملکوں کے حکمرانوں نے طالبان کا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔

اس وقت کے مسلمانوں سے مشرکین مکہ نے عبرتناک شکست کھائی تھی...... اب بھی روس جیسی سپر طاقت مسلمانوں سے شکست کھا چکی ہے...... اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُس وقت ان کے اتحادی عبرتناک شکست سے دوچار ہوئے اب بھی امریکہ اور اس کے اتحادی عبرتناک شکست سے دوچار ہوں گے۔ ان شاء اللہ

ڈیرہ غازی خان میں منعقدہ کانفرنس سے خطاب

مولانا اعظم طارق کی شہادت کے بعد ڈیرہ غازی خان میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

ساتھ ہی یہ واضح رہے کہ قطعاً دشمن کو خوش نہیں ہونا چاہئے کہ اعظم طارق کو ہم نے راستے سے ہٹا دیا تو ہماری جان چھوٹ جائے گی۔ میں ان سے پوچھتا ہوں حق نواز کو ہٹانے کے بعد تمہاری جان چھوٹی؟...... اور اگر نہیں تو پھر قیامت تک اب جو تمہارے پیچھے ڈھنڈورا لگ گیا ہے یہ تمہاری جان

نہیں چھوڑتا، اب تمہارا کفر کسی چہرے، کسی دھوکے، کسی چال سے چھوٹ نہیں سکتا۔ اب تو تمہارا یہ حال ہے کہ تم اتنے کالے ہو جو تمہیں چھپانے کے لئے ہاتھ لگائے گا وہ خود کالا ہوگا۔ وہ خود کتنا بھی سفید ہو تمہیں چھپانا چاہے وہ خود کالا ہوگا۔

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ .

اللہ نے حق کو باطل پہ دے مارا ہے اور یہ اللہ کا طریقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ باطل پر حق کو دے مارتے ہیں، فیدمغہ اور ہوتا یہ ہے کہ پس وہ حق باطل کا بھیجہ نکال کے رکھ دیتا ہے۔ تو دلائل سے تمہارا بھیجہ نکال کے اہل حق نے رکھ دیا ہے اور قرآن کریم نے کیسا عجیب لفظ استعمال فرمایا "فیدمغہ" حق جب باطل کے اوپر لگتا ہے تو اس کا بھیجہ نکال کر رکھ دیتا ہے۔ ٹانگ ٹوٹے بچ سکتا ہے، بازو ٹوٹے بچ سکتا ہے پسلی ٹوٹے بچ سکتا ہے لیکن جب بھیجہ نکل جائے بچ نہیں سکتا۔

جب کسی کا بھیجہ نکل گیا اب یہ تو نہیں بچ سکتا یہ تو گیا ہی گیا، ہاں کچھ وقت یہ ضرور پیر مارے گا ادھر ادھر کروٹیں بدلے گا لیکن اب بچنے کا امکان نہیں ہے...... تو کٹ چکا ہے تیرا بھیجہ نکل چکا ہے اور تو دنیائے اسلام میں مر چکا ہے اب تو زندوں کے ساتھ (قرآن کی اصطلاح میں زندہ کہتے ہیں مسلمان کو، مردہ کہتے ہیں کافر کو) ماننے والے کو زندہ کہتے ہیں منکر کو مردہ کہتے ہیں۔ جس میں صلاحیت ماننے کی ہو اسے زندہ کہتے ہیں جس میں صلاحیت ہی نہ رہے اسے مردہ کہتے ہیں......

لِيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِيْنَ .

حق کے مقابلے میں کافر لایا گیا ہے تو یہ اب زندوں میں نہیں ہے جس کا بھیجہ نکل گیا۔ اگرچہ یہ کچھ وقت پیر ہلائے، ٹانگیں ہلائے لیکن یہ اب زندوں میں شامل نہیں ہے اور جو ڈاکٹر کہے کہ یہ بچ جائے گا خود اس کے بھی دماغ کو ضرورت ہے علاج کی۔ اب اگر کوئی کہتا ہے کہ نہیں نہیں میں اس کو اٹھاتا ہوں تو خود اس کو بھی ضرورت ہے علاج کی۔

مولانا اعظم طارق شہیدؒ نے اپنی باری بہت اچھی نبھائی

تو مولانا حق نواز نے جو تحریک اٹھائی وہ اپنے اکابر کی بات کو ہر جگہ پہنچانے کی بات تھی فیصلہ تکفیر مولانا حق نواز کا نہیں تھا وہ ان کے بھی اور آپ کے بھی میرے بھی اور اس دور کے تمام اہل حق کے اکابر علماء کا تھا، مولانا حق نواز نے اور ان کے رفقاء نے اس فیصلے کو گلی گلی پہنچایا اور اللہ کے فضل سے دلائل کے ذریعے، دلائل کی چوٹوں کے ذریعے باطل کا بھیجہ نکال کے رکھ دیا ہے۔ اب کوئی امکان نہیں

کہ قیامت تک اسے کبھی حق سمجھا جائے، اسلام سمجھا جائے، ان کو مسلمان سمجھا جائے......کوئی ایسا امکان نہیں ہے......جو انہیں مسلمان کہتا ہے لوگوں کو اس کی مسلمانی پر شک ہو جاتا ہے کہ یہ کیا مصیبت ہے اب یہ حال ہے۔

بہر حال مولانا اعظم طارق ضرور چلے گئے ہیں لیکن اپنی باری بہت اچھی نبھا کر گئے ہیں۔ اور انشاءاللہ العزیز حق نواز، فاروقی، ایثار اور اعظم اور تمام شہداء کے وارث جب تک ان میں سے کوئی بھی ہے یعنی اہل حق میں سے جب تک کوئی بھی ہے اب یہ بات رکنے کی نہیں!

ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دوں، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بس وہ کامیاب ہیں اور دشمن نے جو کچھ کیا اس کو ہضم ہو جائے، واضح طور پہ کہتا ہوں، حکومت کی کوتاہی ہے جب کوئٹہ اور کراچی کے واقعات ہو چکے تھے تو مولانا کا حفاظتی بندوبست کیوں نہیں کیا گیا، اب ہمارے آگے پیچھے موبائلیں لگائی ہوئی ہیں۔ اس وقت کیوں نہیں ہو رہا تھا سب کچھ......؟ اب ہمارے وزیر داخلہ صاحب کہتے ہیں میں نے ذاتی طور پہ مولانا کو کہا تھا کہ آپ حفاظتی گارڈ لے لیں، انہوں نے انکار کر دیا تھا......! کوئی انکار نہیں کیا تھا، کیوں کہ جو بات آتی تھی وہ ہمارے ساتھ مشورہ ضرور کرتے تھے۔ انہوں نے کبھی نہیں بتایا کہ حکومت نے یہ پیشکش کی ہے۔ اس لیے حکومت کی کوتاہی ہے اور حکومت اپنی اس کوتاہی پہ پردہ مت ڈالے اور نہ ڈالا جا سکے گا۔

اور واضح طور پر کہتا ہوں پتہ ہے پالیسی آپ کی کا...... پتہ ہے۔ مجھ سے پوچھ رہے تھے حکومت کے ذمے داران کہ اب کیا ہوگا، مولانا کی شہادت کے بعد اب کیا ہوگا؟ میں نے کہا اب یہ ہوگا کہ آپ بجائے قاتلوں کے ہمیں پکڑیں گے۔ ہمارے گھروں پہ چھاپے پڑیں گے، ہمارے ساتھی گرفتار ہونگے کہ احتجاج نہ کرو، اور تم نے کیا کرنا ہے......اور وہی شروع ہے کام، کہتے ہیں دفعہ ۱۴۴ ہے، دفعہ ۱۴۴ اسی لئے ہے کہ شہید بھی ہمارے لوگ ہوں اور پرچے بھی ہمارے اوپر ہوں! دفعہ ایک سو چوالیس تمہارے ہاتھ میں ناں......! مت کرو پھر، نہ کرو، تمہیں کس نے کہا ہے دفعہ ایک سو چوالیس لگاؤ......!

مجھے افسوس ہے ان لوگوں پر جو کھاتے سنیوں کا ہیں وکالت شیعوں کی کرتے ہیں، انہیں کبھی توفیق نہیں ہوتی......! جب بے گناہ ہمارے ساتھی گرفتار ہوتے ہیں کبھی اس کی مذمت کر لی جائے......ناں! لیکن اب پیشگی، نہیں جی! علامہ صاحب (ساجد نقوی) کو گرفتار نہ کرنا، آسمان ٹوٹ جائے گا۔ چاپلوسی، خوشامد......! اور یاد رکھو جو ظالموں کی خوشامد کرتا ہے اللہ پاک اسے کبھی معاف نہیں کرتا، کرو، کرو چاپلوسی، خوشامد......آخر وقت آئے گا اور اللہ تعالیٰ تم سے اچھی طرح حساب لے گا......! انشاءاللہ

میں نے صاف طور پر کہا تھا کہ ہم نے اتنی کوشش کی ہے تمہیں پتہ ہے، بھرپور کوشش کی کہ بھئی کوئی نقصان نہ ہو اس کے باوجود کچھ شیشے ٹوٹے، کچھ نقصان ہوا، کچھ گاڑیوں کے شیشے توڑے گئے کسی سینما کو آگ لگی، کچھ نہ کچھ تو ہوا ناں، اس سے یہ سمجھو کہ کچھ لوگ وہ بھی ہیں جو اتنے بے خود ہو جاتے ہیں جو ہماری بات بھی نہیں سمجھتے جو ہماری بات نہیں سمجھتے۔ اس لئے تمہیں کہتا ہوں کہ ان کو ٹھنڈے کرنے کا طریقہ ایک ہی ہے کہ تم ملزموں کو گرفتار کرو، شامل تفتیش کرو۔ آگے وہ مجرم ہوتے ہیں، نہیں ہوتے، انہیں سزا ملتی ہے، نہیں ملتی یہ بعد کی بات ہے...... لیکن تمہارا گرفتار ہی نہ کرنا یہ زخموں پہ نمک چھڑکنا ہے تمہارا گرفتار ہی نہ کرنا، یہ احساس محرومی پھیلاتا ہے اور اسی سے پھر انتقامی جذبات بھڑکتے ہیں پھر میں کنٹرول نہیں کر سکوں گا۔ میرے ساتھی کنٹرول نہیں کر سکیں گے۔ تم پھر ہمیں پکڑو گے، تو پکڑ لینا......!

ہم بتلا رہے ہیں کہ آپ دیکھتے ہیں ہمارے کہنے کے باوجود، ہمارے پورے زور لگانے کے باوجود کچھ جذباتی لوگ ہوتے ہیں جو کنٹرول نہیں ہو سکتے۔ اس طرح اگر تمہاری یہی پالیسی رہی تو شاید کچھ جذباتی لوگ ایسے بھی ہوں جن کا ہمیں پتہ بھی نہ چلے اور وہ کچھ کر جائیں، پھر ہمیں جلدی پکڑو گے۔

بہر حال قضاوقدر کے فیصلے ہیں، ہم سب کو اللہ پاک کے ہاں حاضر ہونا ہے، ہم ماتمی قوم نہیں ہیں آنسو بہا کے بیٹھ جائیں، نہ ہی ہم نے یہ راستہ چھوڑنا ہے، کفر کا مقابلہ کرنا ہے، کرنا ہے ڈٹ کے کرنا ہے، اسی پر کٹ مرنا ہے انشاء اللہ العزیز......!

جامعہ حیدریہ دارالہدیٰ میں زندگی کا آخری خطاب

زندگی بھر ماہئ بے آب کی طرح ناموسِ صحابہ کی خاطر تڑپنے والے، دن رات عظمتِ صحابہ کے گن گانے والے، شب و روز میں کئی کئی گھنٹے طول طویل سفر کر کے ملک کے کونے کونے اور بیرون ملک میں صحابہ کرام کی مدح کے ترانے عام کرنے کا فریضہ ادا کرنے والے حضرت علامہ علی شیر حیدری شہید نور اللہ مرقدہٗ اپنی تمام حیاتِ مستعار میں درس و تدریس میں بھی بھرپور شاغل رہے، آپ نے جامعہ حیدریہ دارالہدیٰ میں دورۂ تخصص شروع کیا، یہ دورہ اُن علماء کرام کے لئے مخصوص تھا جو دورۂ حدیث کر چکنے کے بعد اپنے اندر مناظرانہ صلاحیت کو اُجاگر کرنے کا ذوق رکھتے ہوں، اور ادیانِ باطل خصوصاً شیعیت کے تار و پود جاننے کی اُمنگ لئے ہوئے ہوں اور صحابہ کرام کی عظمت و ناموس کیلئے کچھ کر گزرنے کی ہمت رکھتے ہوں، چنانچہ حضرت علامہ حیدری شہیدؒ ایسے علماء کرام کو پورا سال شیعیت کے ایک ایک دجل و فریب سے پردہ چاک کر کے بہترین مناظرانہ صلاحیتیں اُجاگر کر دیتے تھے کہ......

CamScanner

دشمن ایک حیدری کے پیچھے ہر سال تیار ہونے والے درجنوں حیدریوں کو برداشت نہ کر سکا......اس نے یہ سازش تیار کی کیوں نہ یہ سلسلہ ہی رکوا دیا جائے تا کہ دنیا کو ہمارے عزائم سے مکمل طور آ گاہی ہی نہ ہو سکے۔ 14 راگست ۲۰۰۹ء کو سالانہ دفاعِ صحابہ کانفرنس میں طلباء کرام، علماء کرام کی دستار بندی بھی ہوئی اور علامہ حیدری شہیدؒ نے ہزاروں کے مجمع میں مشنِ حق نواز پر دلائل سے معمور ایک دلچسپ گفتگو فرمائی، اس بیان کے ایک ایک نکتے کو غور سے سمجھنا چاہئے، یہ آپ کا آخری پیغام اور زندگی بھر کی محنت کا خلاصہ ہے۔ اتحادِ اُمت کی دعوت اور کفر کے خلاف سینہ سپر ہو جانے کا بہترین اشارہ ہے۔ آیئے......آپ کی دعوت کو سمجھئے......آپس کے افتراق وانتشار سے بچ کر دشمن کے خلاف متحد ہو جایئے!!

الحمد لله و كفىٰ وسلام علىٰ عباده الذين اصطفىٰ خصوصًا علىٰ سيد الرسل وخاتم الانبياء وعلىٰ اٰله واصحابه الازكياء والاصفياء.

سنی کہہ رہے ہیں یہی تو دن ہے کون نہیں آئے گا!!

اللہ تبارک تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان ہے، اتنی گرمی اور حبس کا موسم، امتحانی کیفیت کے دن، لیکن یہ محبت ایمانی ہے، جذبۂ ایمانی ہے جس نے آپ تمام حضرات کو یہاں تشریف لانے پر مجبور کیا اور کچھ تکلیف تو ضرور ہوئی لیکن آپ کا آج تشریف لے آنا، یوں جمع ہو جانا......اس نے کفر کا کلیجہ پھاڑ دیا ہے۔ وہ بہت پریشان ہے کہ اچھا! ہم نے تو سوچا تھا اتنی گرمی ہے، کون آئے گا......اور اِدھر نظر آیا کہ سنی کہہ رہے ہیں، یہی تو دن ہے کون نہیں آئے گا!!

معزز مہمان علماء کرام سے اظہارِ تشکر

آپ دیکھیں، جن کی نازک مزاجی دنیا میں مثال کے طور پہ پیش کی جاتی ہے اور پھر طبع مبارک بھی ناساز ہے، اس گرمی میں وہ بھی پیچھے نہیں رہے۔ شیخ العرب والعجم، امام القراء حضرت قاری محمد علی صاحب مدنی دامت برکاتہم آپ کے سامنے تشریف لائے کہ نہیں؟ قرآن پاک سنایا کہ نہیں؟ اور لوگ سوچتے ہوں گے کہ ان دنوں میں ڈیڑھ گھنٹے کا سفر ہو تو کیسے جائیں گے مفتی صاحب...... انہوں نے اتنا لمبا سفر کر کے اور آپ کے ساتھ ابھی تک اس مجلس میں جامعہ اسلامیہ بنوریہ عالمیہ کے چانسلر حضرت مفتی محمد نعیم صاحب دامت برکاتہم نے میرے ساتھیوں، کارکنوں، ہمارے سر پہ شفقت کا ہاتھ رکھ کے مثال نہیں قائم کر دی کہ گرمی سردی کی ہمیں پرواہ نہیں ہے...... اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے اُن کے ادارے کو اور تمام دینی اداروں کو اور اُس کے صدقے اِس دینی ادارے (جامعہ حیدریہ

کو بھی اپنی حفاظت میں رکھے اور ترقی عطا فرمائے۔

ہمیں علماء کرام کی سرپرستی پر فخر ہے

کوشش ہر مرتبہ کرتے ہیں کہ وقت بچ جائے لیکن آپ دیکھتے ہیں، اب بھی اذانیں ہوگئی ہیں عصر کی، اور میں نہیں چاہتا کہ اتنے مجمعے کو نمازِ عصر کا وقت تنگ کر کے دوں، آپ نے سب کچھ سن لیا ہے، اللہ عمل کی توفیق بخشے۔ آمین (دو مرتبہ)

ہاں! ہمیں فخر ہے...... جس طرح شیخ العرب والعجم نے سرپرستی فرمائی، جس طرح حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم، جس طرح حضرت ہالیجوی، جس طرح خانقاہ امروٹ شریف، جس طرح یہ علماء سرپرستی فرما رہے ہیں اسی طرح آپ کو انتظار ہوگا۔

ہری پگڑی دارالعلوم دیوبند کی نشانی ہے

پچھلے سال سبق ہوا تھا بخاری شریف کا، اس مرتبہ سبق نہیں ہوا...... پہلے تو سوچ رہے ہوں گے کہ شاید اس سال کوئی علماء فارغ نہیں ہوئے، لیکن ہوا یہ کہ دستار بندی بھی ہوگئی اور اسی رنگ والی پگڑیاں جس رنگ والی دارالعلوم دیوبند سے ملتی ہیں، ان کو مل گئیں...... اگر تمہیں غیرت آئے دیوبند کے مخالفو! تو تم تو ہری پگڑی کو ہاتھ ہی نہ لگاؤ۔ دارالعلوم دیوبند کے خلاف چوں چوں کرنے والو! اہل سنت کے دشمنو! دشمنانِ صحابہ کے بدترین ٹاؤٹ لوگو! اگر تمہیں غیرت آئے اور واقعی دارالعلوم دیوبند تمہیں اچھا نہیں لگتا، واقعی انگریز کی نوکری کرنی ہے تو تم تو ہری پگڑی کو ہاتھ ہی نہ لگاؤ، یہ تو دارالعلوم دیوبند کی نشانی ہے۔ اور میرے ہر فاضلِ دیوبند بزرگ کے پاس ہری پگڑی رکھی ہوئی ہے جو اپنے اساتذہ نے اپنے ہاتھ سے انہیں بندھوائی تھی۔ اِس لئے ہم نے طے کیا ہے کہ ہمارے پاس جو دورۂ حدیث شریف کر کے فارغ ہوگا، ہم اُسے دارالعلوم دیوبند والے طریقے پر سبز عمامہ پہنائیں گے۔ ٹھیک ہے؟

کالی پگڑی پہننا سنتِ رسول ہے

آپ پوچھیں گے پھر یہ؟...... یہ میرے پاس آئے ہیں جو پہلے سے علماء ہیں، انہوں نے اپنا وقت نکالا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کی اس محبت کو، جذبے کو قبول فرمائے، یہ آئے ہیں اس لئے، کہ دلائل کی دنیا میں بھی لڑائی ہوتی ہے۔ ڈنڈے سوٹے کی لڑائی والے بہت سے لوگ ہیں، لیکن دین کے دشمن اگر دلائل سے حملہ کریں تو دلائل سے اسلام کی حفاظت، دفاع، کفر کا مقابلہ کیسے ہو؟...... اس پر

خصوصی طور پہ کچھ وقت لگانے کے لئے انہوں نے ایک سال نکالا...... تو اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں ہر منزل میں کامیاب رکھے، لیکن ہم نے سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مکہ مکرمہ میں فاتحانہ آئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس وقت پگڑی مبارک کالے رنگ کی تھی۔ اس لئے تفاءلاً، اِس اُمید پر انہیں ہم کالی پگڑی پہناتے ہیں سنت کی تابعداری میں کہ ان شاء اللہ ہر میدان میں یہ فتح کر کے آئیں گے!!

اور میرے بھائی قاری محمد مدنی صاحب نے تقریباً اپنے ذمے لیا ہوا ہے، پچھلے سالوں سے یہ بات آ رہی ہے اور اس سال بھی آپ نے دیکھا مدینہ منورہ سے انہوں نے اِن کے لئے جبے بھیجے اور حضرت صدر سپاہِ صحابہ دامت برکاتہم خود عمرے پہ تشریف لے گئے تو ساتھ لے کر آئے۔ اللہ تعالیٰ اِن کو ہر منزل میں کامیاب رکھے!

اللہ کی مدد ہم دیکھ رہے ہیں

ہاں!...... اللہ کی مدد ہے، ہم دیکھ رہے ہیں، آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اِس ادارے کا کوئی مستقل سفیر نہیں ہے، اور آپ دیکھتے آ رہے ہیں کہ یہاں کیا تھا، اب کیا ہے، اللہ اپنی حفاظت میں رکھے، دین کی صحیح خدمت کے لئے قبول فرمائے، ہم اللہ کی مدد دیکھ رہے ہیں۔ ان شاء اللہ العزیز آپ ہر سال ان شاء اللہ کام بڑھتا ہوا دیکھیں گے۔ اعلان ہوا تھا جامع مسجد علی المرتضیٰ ؓ کا، اللہ کے فضل سے، آپ کی دعاؤں سے اُس کا باقاعدہ کام شروع ہو چکا ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا اِدھر دوسری سائیڈ پہ، کتنی عظیم مسجد کی بنیاد رکھی گئی ہے اور کس طرح کام چل رہا ہے، ارادہ یہ ہے کہ انشاء اللہ اس بڑی چھت کے برابر...... اتنا اوپر تو مسجد کا فرش ہوگا صحن ہوگا، اور اس سے اوپر پھر انشاء اللہ دو تین منزلہ عالی شان مسجد ہوگی...... دعا کریں اللہ تعالیٰ آسان فرمائے۔ کام شروع ہو چکا ہے، اللہ کے فضل سے۔

علامہ جسٹس خالد محمود صاحب دامت برکاتہم کی سرپرستی

اور میں عرض کر رہا تھا کہ آپ کو انتظار ہوگا کہ سبق نہیں ہوا، تو جس طرح یہ بزرگ سرپرستی فرما رہے ہیں، اِس طرح اِس دور میں عالمِ اسلامی کی قابلِ فخر شخصیت، جن کی ذات پر خود دارالعلوم دیوبند کو بھی فخر ہے، محققِ دوران، رأس المحققین، استاذ المناظرین، حضرت علامہ ڈاکٹر جسٹس خالد محمود صاحب دامت برکاتہم نے مانچسٹر سے مجھے فون کیا کہ میں تقریب میں پہنچ نہیں سکتا، مجبوری ہے، لیکن سبق میں یہاں سے بیٹھ کر وہاں کے ساتھیوں کو پڑھاؤں گا۔ میں نے عرض کیا کہ ہمارے لئے سعادت ہے۔ تورات گیارہ بجے

حضرت نے برطانیہ کے شہر مانچسٹر سے وہاں سے سبق پڑھایا لیکن یوں نہیں کہ صرف اکیلے بیٹھ کر سبق پڑھا لیا...... وہاں حضرت نے با قاعدہ اہتمام سے تقریب ختم بخاری شریف کا جلسہ کیا ہے، اخباروں میں اشتہارات آئے ہیں، جماعت کے لئے لنگر کا بندوبست ہوا ہے، اور مجمعے میں باقاعدہ تقریب منعقد کر کے ختم بخاری شریف کی اور وہاں سے حضرت نے ڈائریکٹ سبق پڑھایا، رات گیارہ بجے!! تو سبق رات ہوا تھا، دستار بندی بزرگوں نے ابھی کروادی۔

میں عرض یہ کر رہا تھا، ان کو کیا مجبوری پڑی؟...... اتنے بڑے لوگوں کو کیا مجبوری ہے ہم فقیروں کی...... انہوں نے یہ دکھایا کہ مجھے پاکستان کی سپریم کورٹ کا جسٹس ہونا بھی تمہارے ساتھ کھڑے ہونے سے نہیں روک سکتا۔ انہوں نے اس بات کا اظہار فرمایا ہے۔ اور پھر وہ تو وہ ہیں جن کے بعد ہمیں کوئی نہ کہے کہ ان کے ساتھ بڑے نہیں ہیں۔

مشنِ حق نوازؒ پر اکابر علماء کی تائید

بھئی تمہیں بڑا ماننا کون ہے؟ دماغ خراب ہے تمہارا؟...... اگر تو کہتا ہے ان کے ساتھ بڑے نہیں ہیں، میں دکھا رہا ہوں تیرا باپ میرے ساتھ ہے تو باپ کو بھی بڑا نہ مانے تو میں کیا کروں!!

صرف ایسے نہیں کہہ دیا، آج کوئی مولوی، مفتی مشنِ حق نواز کے سامنے آ جائے...... کوئی ہو...... آئے سامنے، اُس کے استاذ کا، اس کے بڑے کا اگر ساتھ پیش نہ کروں، اُس کا حوالہ پیش نہ کروں، اُس کی تائید پیش نہ کروں، اُس کے اکابر کی، یا باپ کی، یا استاذ کی، یا پیر و مرشد کی تائید پیش نہ کروں مجھے گولی ماردو!! (نعرے)

تجھے پتہ ہے؟...... کہ یہ مشنِ حق نواز کوئی نئی بات نہیں ہے...... یہ شاہ ولی اللہؒ کی آواز ہے، تفہیمات الٰہیہ کھول...... تجھے مطالعہ سے اُلٹی آتی ہے تو میں کیا کروں!! تجھے کتاب دیکھنا نصیب ہی نہیں ہے تو میں کیا کروں!!

یہ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کی آواز ہے، تحفہ اثنا عشریہ کھول......

یہ سید انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی آواز ہے، حزب الباری شرح بخاری کھول......

یہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بانیٔ دارالعلوم دیوبند کی آواز ہے "ہدیۃ الشیعہ" کھول......

نہیں! (صرف یہی نہیں)...... یہ حضرت نانوتوی کے بھی استاذ کی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی آواز ہے "فتاویٰ رشیدیہ" کھول اور "ہدایۃ الشیعہ" کھول......

CamScanner

یہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی آواز ہے "ہدایات الشیعہ" کھول اور "مطرقۃ الکرامہ" کھول......

میں تو پیچھے آ گیا ہوں...... پہلے تو یہ دیکھنا چاہیے...... یہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی آواز ہے تاریخ اہل سنت ردّ الرفضہ کھول......

یہ تو امام ابن تیمیہؒ کی آواز ہے منہاج السنہ کھول......

یہ تو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی مکہ مکرمہ سے آواز ہے "مرقات شرح مشکوٰۃ" کھول......

یہ تو امام اعظم، امام شافعی اور امام مالکؒ کی آواز ہے، تو مسانید الامام الاعظم تو کھول، تو اسماء الرجال کی کتابیں تو کھول......

مشنِ حق نواز کا اعلان کوئی نئی بات نہیں ہے

مشنِ حق نواز کا اعلان کوئی نئی بات نہیں ہے، اس مشن کا اعلان...... جب یہ فتویٰ حضرت امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا تھا اُس وقت اس کی تائید شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی نے فرمائی تھی، حضرت سید انور شاہ کشمیری نے فرمائی تھی، مولانا اعزاز علی نے فرمائی تھی، اگر کسی نے اعتراض کیا تھا تو جواب حضرت تھانوی نے دیا تھا۔ ایسے ہی نہیں کہہ رہا، اس دور میں حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے وہ سارا ریکارڈ ہمارے ہاتھ میں دے دیا ہے۔ (بینات کا خصوصی نمبر لہراتے ہوئے فرمایا)

کسی نے کہا جی فلاں صاحب کی تائید ہے؟...... میں نے کہا ان کے والد صاحب کی ہے۔ ہاں ہاں! اور والد بھی کوئی عام والد نہیں، والد وہ ہے جن کی وجہ سے انہیں فخر ہے۔ کبھی یہ ہوتا ہے کہ والد کو فخر ہوتا ہے اولاد پر...... کبھی یہ ہوتا ہے اولاد کو فخر ہوتا ہے والد پر...... ہاں! میں ایک بزرگ کی عزت کرتا ہوں کہ وہ ڈاکٹر خادم (ڈھلوں) صاحب کے والد ہیں، لیکن دوسرے کی عزت کرتا ہوں کہ یہ مفتی محمودؒ کی اولاد ہیں...... !! ہاں کبھی یوں ہوتا ہے کبھی یوں ہوتا ہے!

ہمیں اکابر کی بھرپور تائید حاصل ہے

اس لئے...... میں نے کہا اُس وقت مفتی محمد شفیع صاحب بھی تھے، اگرچہ اُس وقت کے لحاظ سے وہ چھوٹے تھے، لیکن اُن کے، اور ہمارے تو وہ بڑے تھے۔ اب ہمیں تو نہیں ہے یہ کہنے کا حق کہ اکابر نہیں، ہمارے تو اکابر تھے۔ اور جب اس دور میں ۱۹۸۷ء میں دوبارہ ضرورت پڑی، ایرانی انقلاب پاکستان میں آنا چاہتا تھا اُس کی رکاوٹ کے لئے یہ فتویٰ ترتیب دیا گیا، تو فتویٰ مرتب کیا

حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن اعظمی صاحب نے انڈیا میں، دارالعلوم دیوبند کے تمام مفتیان کرام نے اور اسے لے کر امریکا، برطانیہ، بین الاقوامی سفر کر کے اُس وقت اُس کی تائید سب سے لی حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے جانشین حضرت مولانا سید اسعد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے۔ اور یہاں فتویٰ مرتب ہوا، فتویٰ مرتب کیا مفتی ولی حسن ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ نے مفتی احمد الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں، اُن کے حکم سے، ان کے ادارہ، زیرِ اہتمام میں بیٹھ کر، اور سرپرستی فرمائی حضرت خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ حضرت پیر شریف والوں نے۔ اور پورے پاکستان کا دورہ کر کے میرے تیرے اساتذہ، بزرگوں، پیروں، مرشدوں...... سب سے اس پر تائید لی اس جماعت نے سفر کر کے، اس میں تمام اکابر کے دستخط موجود ہیں اور اس کا نام ہی ہے "علماء کرام کا متفقہ فیصلہ"...... جنہوں نے یہ لکھا وہ اکابر تھے اصاغر تھے؟...... آج اگر یہ کھڑا ہو کر کہے، وہ کھڑا ہو کر کہے اکابر ان کے ساتھ نہیں، تو اکابر کا مخالف تو ہے یا ہم ہیں؟...... اکابر کا بے ادب تو ہے، جو اکابر کے متفقہ فیصلے سے اختلاف کرتے ہوئے لڑتا ہے۔ آؤ دیکھ لو، لے لو، یہ اکابر کا متفقہ فیصلہ ہے، کس کس کا نام ہے......

مفتی محمود رحمہ اللہ کا فتویٰ

اور اگر یہ نہیں دیکھنا تو...... بڑی ایمان داری سے امانت داری سے، بڑی ایمانداری سے امانت داری سے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ نے اپنے والد محترم کا علمی اثاثہ "فتاویٰ مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ" چھپوائی ہے جس کی میرے پاس پانچ جلدیں ہیں، شاید اور بھی آ گئی ہوں، اس کی تیسری جلد میں صفحہ ٦٧ میں حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی پوچھتا ہے شیعوں کے متعلق، تو حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں پاکستان میں جو ہیں یہ تو دائرہ اسلام سے خارج ہیں، پاکستان میں...... انہوں نے فرمایا پاکستان میں جو ہیں یہ تو دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

تو آج کوئی آپ زیادہ پہچانتے ہیں مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ سے؟......

آپ بڑے سیاستدان ہیں اُن سے؟......

اس لئے جب مولانا فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم نے کھل کر اپنے والد کا مشن بتایا ہے تو جو کہے مولانا کا یہ مشن نہیں ہے، وہ مولانا کو گالی دے رہا ہے، وہ کہتا ہے یہ باپ کے مخالف ہیں۔ ہم مولانا کو یہ گالی نہیں دیتے، ہم ان کی ایمان داری، امانت داری پہ اعتماد کرتے ہوئے...... میں صاف کہتا ہوں کہ اگر وہ چاہتے تو یہ چھپتا ہی نہ! انہوں نے چھپوا کے دے دیا ہے...... باقی سیدھی بات ہے نعرے مارنا آپ کا کام ہے اِن کا کام تھوڑی ہے...... اذان دینا مؤذن کا کام ہے، جماعت

جمع ہوگئی تو امام آ جائے گا اُسی نماز پہ......!

علماء کا متفقہ فتویٰ تبدیل نہیں ہوسکتا

تم نئی انقلاب لاؤ تو سہی...... باقی جس نے بہانے بازی کرنی ہے،...... یہ نہیں کہتا، وہ نہیں کہتا...... جب بتا رہا ہوں اِن کے بڑے بھی کہتے ہیں۔ اس لئے کوئی اختلافی مسئلہ وسلہ نہیں ہے، کوئی انتشار نہیں ہے، انتشار ہے، فتور ہے تو منافق دماغوں میں...... اہلِ حق علماء کا متفقہ فیصلہ تھا...... ہے...... اور اِس میں کوئی تبدیلی نہ آئی ہے نہ آ سکتی ہے...... چنانچہ الحمدللہ! جب یہی چیز اِس دور کے، آج کے علماء سے پوچھی گئی...... شرعی مسئلہ ایک تو ہے (یہ سارے فوٹو بنا رہے ہیں) لیکن مجھ سے کوئی پوچھے فوٹو بنانا کیسا ہے؟...... کہوں گا حرام ہے...... کیا کہوں گا؟...... حرام ہے!! یہ ڈاڑھی منڈے بیٹھے ہیں اِن سے پوچھ کے دیکھو یہ ڈاڑھی منڈانا کیسا ہے، کہیں گے حرام ہے......!! تو اسی طرح ہم نے پوچھ کے دیکھا ہے کہ جن کے ساتھ بیٹھے ہوان کے ساتھ بیٹھنا کیسا ہے؟ کہتے ہیں حرام ہے!! کہتے ہیں حرام ہے...... اور انہوں نے مجھے لکھ کر دیا ہوا ہے کہ حرام ہے...... پھر میں کیوں کہوں کہ یہ نہیں مانتے...... وہ مانتے ہیں...... آگے عمل کتنا ہے کتنا نہیں، کئی لوگ نماز کو مانتے ہیں، نہیں پڑھتے ہو تو گناہ کرتے ہو...... اس کا مطلب یہ تھوڑی ہے کہ تم نماز کے منکر ہو بے ایمان ہو...... اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق پہ قائم رکھے۔

موت ایک بار آنی ہے بار بار نہیں

چھوڑ دو ڈرنا ورنا چھوڑ دو...... کیا ہے...... موت ایک بار آنی ہے بار بار نہیں...... جو رات قبر کی ہے جو رات جیل کی ہے جو رات گھر کی ہے جو سفر کی ہے جس طرح اللہ نے مقرر کر دی ہے وہ اُسی طرح ہو کر آنی ہے......!!

اس لئے اپنے ملک میں اپنے علاقوں میں، اپنے گھر میں جب تک جان میں جان ہے اُس وقت تک اللہ کی، اللہ کے رسول کی، رسول کے صحابہ کی عزت کا، عظمت کا پہرہ دیتے رہیں گے۔

آخری دعا

دعائیں ہوگئیں...... سارے بزرگوں نے دعائیں کی ہیں...... میں بھی دعا کرتا ہوں...... اللہ! ان کے جذبات، اِن کی محبت، اِن کے ایمان کو تو دیکھ رہا ہے یہ سارے کھڑے ہوگئے، محبت میں، جذبات میں، ایمان سے، میں نے نہیں ان کو کھڑا کیا، اِن کو ایمان نے کھڑا کیا ہے...... تیری محبت نے کھڑا کیا

ہے، تیرے حبیب ﷺ کی محبت نے کھڑا کیا ہے...... صحابہ کی عقیدت نے کھڑا کیا ہے...... ان کے دل کی ساری مرادیں پوری کر دے...... ان کی جھولیاں رحمت سے بھر دے...... ملک کی حفاظت فرما...... مدارس کی حفاظت فرما...... مساجد کی حفاظت فرما...... مراکز کی حفاظت فرما...... شہروں کی حفاظت فرما...... دیہاتوں کی حفاظت فرما...... اسلام کا بول بالا فرما...... کفر کا منہ کالا فرما...... کفر کا منہ کالا فرما...... یا اللہ ہمیں جرأت دے...... ہمیں غیرت دے۔

آخری پیغام

اے اللہ! ہماری جب موت آئے نعرے تیری توحید کے ہوں...... جب موت آئے تو نعرے ختم نبوت کے ہوں...... جب موت آئے نعرے عظمتِ صحابہؓ کے ہوں...... عظمتِ اہل بیت کے ہوں...... جب موت آئے تب بھی ہماری بات یہی ہو......

لا الٰہ الا اللہ (محمد رسول اللہ)......

لا الٰہ الا اللہ (محمد رسول اللہ)......

لا الٰہ الا اللہ (محمد رسول اللہ)......

نام ہمارا......سپاہ صحابہ

نام ہمارا......سپاہ صحابہ

نام ہمارا......سپاہ صحابہ

کام ہمارا......دفاعِ صحابہؓ

کام ہمارا......دفاعِ صحابہؓ

کام ہمارا......دفاعِ صحابہؓ

کام ہمارا......دفاعِ صحابہؓ

ہاں! ہاں! وحدتِ خداوندی......توحید خداوندی زندہ باد ہے......

ختمِ نبوت......زندہ باد!!

ختمِ نبوت......زندہ باد!!

عظمتِ صحابہ......زندہ باد!!

عظمتِ اہل بیتؓ......زندہ باد!!

CamScanner

عظمتِ اہل بیتؓ......زندہ باد!!

علماء حق علماء اہل سنت......زندہ باد!!

علماء حق علماء اہل سنت......زندہ باد!!

علماء حق علماء اہل سنت......زندہ باد!!

نعرۂ تکبیر......اللہ اکبر

نعرۂ تکبیر......اللہ اکبر

نعرۂ رسالت......محمد رّسول اللہ

نعرۂ رسالت......محمد رّسول اللہ

نعرۂ سنی......جیوے سنی

نعرۂ سنی......جیوے سنی

نعرۂ سنی......جیوے سنی............والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

قارئین! یہ وہ آخری خطاب ہے جو حضرت علامہ علی شیر حیدری شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قائم کردہ جامعہ حیدریہ دارالہدیٰ کے سالانہ پروگرام ''دفاعِ صحابہ کانفرنس'' کے موقع پر ۱۴ اگست ۲۰۰۹ء کو نماز عصر سے چند منٹ قبل فرمایا۔ اس وقت سٹیج پر سینکڑوں علماء اور پنڈال میں ہزاروں لوگ موجود تھے۔ یہ اپنی نوعیت کا ایک منفرد اجتماع تھا کہ شدید گرمی میں لوگ اپنے شفیق قائد کی ایک جھلک دیکھنے کو بے تاب تھے۔ حضرت حیدری شہید جونہی سٹیج پر جلوہ افروز ہوئے لوگوں نے کھڑے ہو کر استقبال کیا۔ جیسا کہ آپ نے پڑھ لیا ہے، یہ خطاب ایک الہامی خطاب تھا، اس خطاب میں حضرت شہید نے رب تعالیٰ کی مدد کا خاص طور پر ذکر اور اپنے مالک کا شکر ادا کیا ہے، اور پھر مشنِ حق نواز...... وہ مشن کہ جس کے ابلاغ پر ساری زندگی وقف کی ہوئی تھی، اس مشن پر جامع انداز میں گفتگو فرمائی، اور خاص طور پر اس خطاب میں وہ جملہ قابلِ غور ہے کہ جب فرماتے ہیں ''اتنی کثیر تعداد میں آپ کی آمد نے دشمن کا کلیجہ پھاڑ دیا ہے''......اور آخر میں جو آپ نے نعرے لگوائے وہ بھی حضرت کی مشنِ حق سے وارفتگی کا عمدہ ترین اظہار ہے۔

یہ خطاب کر چکنے کے بعد حضرت شہید کے لمحاتِ زندگی تیزی سے اپنی منزل کو رواں دواں تھے، اور اس ہستی بستی دنیا میں ایک پھول سا چہرہ، ایک رشد و ہدایت کا پیکر انسان، صحابہ کرام کا ایک سچا سپاہی، قافلۂ حق کا میر کارواں، سنیوں کے دلوں کی دھڑکن، مشنِ حق پر جان کی بازی لگا دینے اور عالم فنا

سے عالمِ بقا کی طرف کوچ کر جانے کیلئے لحہ بہ لحہ قریب تر ہوتا جا رہا تھا۔ دشمنانِ دین وملت، گستاخانِ صحابہ، ماتمی سنگت کی پیداوار، یہودیوں کی ناپاک ذریت اپنے منصوبے کو حتمی رنگ دینے کیلئے سر جوڑ چکے تھے۔ حیدری شہید کی ضربِ حیدری کی تاب نہ لا سکنے والے بزدل دشمنوں نے اپنی تاریخ دہراتے ہوئے رات کی تاریکی میں، گھات لگا کر اس جوہرِ آب دار کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کا پروگرام طے کر لیا تھا۔ اور اپنے تئیں یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ اس حیدری کو اگر راستے سے ہٹا لیا تو پھر کوئی ہماری بدمعاشیوں اور گستاخیوں کا پردہ چاک نہیں کرے گا یا ہمارے راستے کی دیوار اور کوئی نہیں بن سکے گا۔ لیکن یہ ابن سبا کی ذریت کی خام خیالی اور ناپاک سوچ تھی، حیدری تو دراصل اپنی من کی مراد پانے کیلئے پہلے دن سے ہی تیار تھا۔ وہ ہر لحہ صحابہ کرامؓ کی محبت میں بسر کرتا، شب و روز ان کی مدح سرائی کرتا اور اپنے ممدوحین کے گستاخوں کو لوہے کے چنے چبوانے کی دھن میں لگا ہوا تھا۔ مشنِ حق پر اتنی محنت کر چکا تھا کہ سینکڑوں علماء کو اپنا علم، اپنی شجاعت، اپنے دلائل، اپنا مناظرے کا فن اور باطل پر اپنی زبردست گرفت منتقل کر چکا تھا۔ اپنے پیش رو قائدین کی طرح اس نے اپنے رب سے عہد کیا ہوا تھا کہ جان تو جا سکتی ہے مگر صحابہ کی عزت پہ پہریداری پر سمجھوتہ نہیں ہو سکتا۔ اور پھر اس نے تقریباً ہر تقریر میں اس بات کے عزم کو ظاہر کیا ہوا تھا کہ جھنگوی، قاسمی، فاروقی اور اعظم طارق (شہید رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کی طرح صحابہ کرام کی عزت، عظمت اور اُمہات المومنین کے تقدس کیلئے ہر قسم کی قربانی دی جا سکتی ہے، جان قربان کی جا سکتی ہے مگر مشنِ حق نواز سے ذرہ برابر پیچھے ہٹنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

سانحۂ شہادت

۷ اراگست کی رات دو بجے ملک کی سب سے بڑی مذہبی تنظیم سپاہِ صحابہؓ کے سرپرست اعلیٰ نامور خطیب اور جید عالم دین علامہ علی شیر حیدریؒ کو خیر پور کے قریب ابڑو گوٹھ میں ایک جلسہ سے خطاب کر کے واپس آتے ہوئے گولیوں کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا گیا۔ علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ سپاہِ صحابہ کے تیسرے سرپرست اعلیٰ تھے۔ ادیانِ باطلہ پر گہری نظر رکھنے والے ایک جید عالم دین اور اسلام کے ایک عظیم مبلغ اور پُرجوش داعی اور خطیب تھے، دہشت گردی کے اس افسوسناک ترین واقعہ کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ چند دن قبل اسی جماعت کے مرکزی قانونی مشیر حافظ احمد بخش ایڈووکیٹ کو کراچی میں شہید کیا گیا، اس سے پہلے سپاہِ صحابہؓ کے دو سرپرست اعلیٰ، ایک نائب سرپرست، ایک مرکزی صدر اور بائیس سو کے قریب کارکنان شہید کئے جا چکے ہیں۔ یہ شاید واحد ایسی جماعت ہے جس کے مرکزی قائدین پے در پے اپنے مشن اور موقف پر گردنیں کٹواتے چلے جا رہے ہیں۔ افسوسناک پہلو یہ ہے کہ

اس جماعت کے قائدین وکارکنان کا قتل ہمیشہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہوتا رہا ہے مگر ۱۹۹۰ء سے لے کر آج تک کبھی کسی قاتل کی منصوبہ بندی کو ظاہر نہیں کیا گیا اور نہ ہی اصل قاتل کو گرفتار کر کے عدالتوں کے حوالے کیا گیا۔

سفرِ شہادت پر روانگی

علامہ علی شیر حیدری ۱۶ راگست اپنے گھر سے ابڑو گوٹھ جانے کے لئے رات ساڑھے دس بجے روانہ ہوئے، جانے سے قبل غسل کیا اور نئے کپڑے پہنے، حسب معمول عمدہ قسم کی خوشبو استعمال کی، امتیاز احمد پھلپھوٹو کو گاڑی چلانے کا کہا حالانکہ یہ شخص علامہ صاحب کا مستقل ڈرائیور نہیں تھا۔ اصل ڈرائیور موقع پر موجود ہونے کے باوجود اسے ساتھ لے کر نہیں گئے۔ سپاہ صحابہ خیرپور کے ضلعی رہنما اور معروف عالم دین مولانا عبدالکریم مری بھی ہمراہ تھے، فرید احمد عباسی علامہ حیدریؒ کے پرانے عقیدت مند ہیں انہیں بھی ساتھ لیا اور ابڑو گوٹھ روانہ ہو گئے۔ جامعہ حیدریہ خیرپور سے ابڑو گوٹھ قریباً بارہ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، ابڑو گوٹھ جا کر کھانا تناول فرمایا، کچھ دیر آرام کیا، 12 بجے خطاب کے لئے اسٹیج پر جلوہ افروز ہوئے، زندگی کا آخری خطاب عظمت قرآن اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل میں ہونے والے قتال مرتدین کے متعلق کیا۔ جلسہ سے خطاب کرنے کے بعد پونے دو بجے واپسی کے لئے روانہ ہوئے۔

ہم اصل بات کی طرف چلتے ہیں کہ ابڑو گوٹھ سے باہر نکل کر قریباً دو کلومیٹر کا فاصلہ طے کیا تھا اور ابڑو سیم نالی موڑ پر ہی پہنچے تو موڑ کاٹتے ہوئے گاڑی کچھ آہستہ ہوئی اور دائیں بائیں طرف سے فائرنگ شروع ہو گئی، جس کا نشانہ گاڑی کے ٹائر تھے مگر کوئی بھی گولی گاڑی کے ٹائروں پر نہ لگ سکی۔ گاڑی پر موجود گن مینوں نے دونوں طرف فائرنگ شروع کر دی، دائیں طرف موجود حملہ آوروں کی ایک گولی حضرت علامہ حیدری شہیدؒ کے ساتھ بیٹھے ہوئے فرید عباسی کے قریب سے گزرتی ہوئی حضرت علامہ شہیدؒ کے پیٹ میں لگی جبکہ تین گولیاں ٹانگ میں لگیں، اس دوران حضرت حیدری شہیدؒ نے مولانا عبدالکریم مری سے فرمایا کہ ہمارے اوپر حملہ ہو گیا ہے اور بلند آواز سے کلمہ پڑھنا شروع کر دیا، گاڑی حملہ آوروں سے ٹکراتی ہوئی بائیں طرف سڑک سے چھ فٹ نیچے ایک کھائی میں جا گری، رفتار تیز ہونے کی وجہ سے الٹنے سے بچ گئی، جیسے ہی گاڑی نیچے اتری ایک جھٹکے کے ساتھ وہیں رک گئی۔ مولانا عبدالکریم مری کہتے ہیں کہ میں نے اپنے حواس کو قابو رکھتے ہوئے فرید عباسی کو حوصلہ دیا اور کہا کہ آپ باہر نکلیں، ڈرائیور کو پیچھے منتقل کریں اور گاڑی کو یہاں سے نکالیں تاکہ جلد از جلد ہسپتال پہنچ

سکیں کیونکہ حضرت حیدری شہیدؒ کا خون زیادہ بہہ رہا تھا۔ فرید عباسی نے انتہائی صبر و تحمل اور جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ڈرائیور کو گن مینوں کی مدد سے پیچھے منتقل کیا اور خود ڈرائیو رسیٹ سنبھال کر گاڑی کو اس کھائی سے نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ فوراً ہسپتال پہنچے، سول ہسپتال خیر پور میں جب حضرت شہیدؒ کو گاڑی سے نکالا گیا تو چشمہ آنکھوں پر موجود تھا اور سر پہ پگڑی بندھی ہوئی تھی، زبان سے اللہ اللہ جاری تھا، اسٹریچر کے ذریعے ایمرجنسی وارڈ میں منتقل کیا گیا اسی وقت کلمہ پڑھتے ہوئے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

موقع واردات سے ایک آدمی کی لاش ملی جس کی پہچان اوشاق علی جاگیرانی کے نام سے ہوئی، اور یہ شخص علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کے والد حاجی وارث شہیدؒ کے قاتل قلندر بخش جاگیرانی کا بڑا بھائی ہے، 62 سالہ اوشاق علی جاگیرانی کو ڈکیتی کے سینکڑوں واقعات میں ملوث ہونے کی وجہ سے کراچی کی ایک عدالت نے نو سال قید بامشقت کی سزا سنائی تھی، نو سالہ سزا ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی کہ ایک بہت بڑا ریلیف دے کر اسے رہا کرا دیا گیا۔ اپنی رہائی کے قریباً 12 دنوں کے بعد علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ پر ہونے والے حملہ میں شریک ہوا اور اس کی لاش موقع واردات سے ملی۔

علامہ حیدریؒ کے قاتل کون؟

سوال یہ ہے کہ اسے اتنا بڑا ریلیف کس نے دلوایا تھا؟ پھر اس سانحہ میں شریک ہونے کے لئے اسے کس نے تیار کیا؟ ان سوالوں کے جوابات صوبائی حکومت اور حکومتی ایجنسیاں ہی درست دے سکتی ہیں، اگر یہ معمہ حل نہیں کیا جاتا تو لامحالہ یہ سمجھا جائے گا کہ یہ ایک بہت بڑا منصوبہ تھا جس میں صوبائی وزیر داخلہ ذوالفقار مرزا، صدر پاکستان آصف علی زرداری، شیعہ لیڈر ساجد نقوی اور مقامی شیعہ لیڈر علی عباس کاظمی، صغیر زیدی اور چوہدری ساجد وغیرہ شامل ہیں جبکہ اس کاروائی کی تکمیل اور اسے ذاتی تنازعہ بنانے کے لئے جاگیرانیوں کو خرید کر استعمال کیا گیا۔

صوبائی وزیر داخلہ ڈاکٹر ذوالفقار مرزا کٹر قسم کا شیعہ ہے، یہ جرنیل سپاہ صحابہ مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ پر راکٹ لانچر کے ذریعے ہونے والے قاتلانہ حملوں میں شریک رہا ہے اور شیعہ دہشت گرد تنظیم سپاہ محمد جو کہ ایران کے ایماء پر بنائی گئی تھی اور اس کے تمام اخراجات ایرانی سفارت خانے ادا کرتے ہیں، کے لوگوں کے ساتھ اس کے گہرے تعلقات ہیں۔ اسی طرح صدر پاکستان آصف علی زرداری، پیپلز پارٹی کے شریک چیئرمین ہیں، ان کا شمار سپاہ محمد کے بانیوں میں ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ قبل

ایوانِ صدر میں ساجد علی نقوی کی قیادت میں شیعوں کے ایک نمائندہ وفد نے صدر پاکستان آصف علی زرداری سے ملاقات بھی کی تھی، جس میں دیگر مطالبات کے علاوہ ملک محمد اسحاق کی پھانسی کا مطالبہ بھی تھا اس کے ساتھ یہ مطالبہ بھی کیا گیا تھا کہ خیر پور سندھ سے تعلق رکھنے والے سپاہ صحابہ کے سربراہ علامہ علی شیر حیدری اور مرکزی نائب صدر سید پریل شاہ بخاری کو راستے سے ہٹایا جائے تا کہ ہم اپنے مقاصد با آسانی پایۂ تکمیل تک پہنچا سکیں۔ صدر پاکستان، وزیر داخلہ اور بعض حکومتی ایجنسیاں علامہ علی شیر حیدریؒ کے اس واقعہ قتل میں ملوث ہیں۔ اگر نہیں تو پھر انہیں اوشاق علی جاگیرانی کی اچانک رہائی کا معمہ حل کرنا ہوگا اور قوم کو اصل قاتلوں سے آگاہ کرنا ہوگا۔ اسی طرح جب یہ واقعہ ہوا اس سے قریباً اڑتالیس گھنٹے قبل خیر پور شہر اور گردونواح میں رینجرز پولیس کا کنٹرول تھا، یہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کیا گیا تھا تا کہ واقعہ رونما ہو جانے کے بعد ہنگامی حالات سے نمٹا جا سکے۔ ڈی پی او خیر پور ۷ اراگست کی رات خیر پور سے باہر تھے اور اتنے دور تھے کہ واقعہ ہو جانے کے بعد ایک دوسرے آفیسر نے تمام حالات کو کنٹرول کیا جبکہ ڈی پی او خیر پور محمد شاہ ۷ اراگست کی صبح خیر پور پہنچے۔ یہ واقعہ ہو جانے کے بعد ڈی پی او خیر پور پیر محمد شاہ اپنے لاؤ لشکر کے ہمراہ گوٹھ چھمن شاہ جہاں قلندر بخش جاگیرانی اور اس کے بھائیوں کے گھر ہیں، گرفتاری کے لئے گئے، وہاں پہنچتے ہی پیر محمد شاہ ڈی پی او خیر پور کے موبائل پر کال آئی، کال کے سننے کے فوراً بعد ڈی پی او نے اپنی فورس کو واپس جانے کا آرڈر دیا اور بغیر کسی کاروائی کے پولیس چلی گئی۔ ڈی پی او کس کے کہنے پر اور کس مقصد کے لئے اس رات اپنی حدود سے باہر تھے؟ بغیر کسی کاروائی کے پولیس واپس کیوں گئی؟ چھاپہ مارتے ہوئے واپس بلانے والی شخصیات دو ہو سکتی ہیں:

1۔ آئی جی سندھ 2۔ صوبائی وزیر داخلہ

ان کے علاوہ ڈی پی او کسی کا پابند نہیں ہوتا۔ یقیناً صوبائی وزیر داخلہ نے یہ فون کیا ہوگا کیونکہ وہ اس سازش میں شریک ہیں جو علامہ علی شیر حیدری کے قتل کے لئے تیار ہوئی تھی۔ خیر پور شہر سے تعلق رکھنے والے جاگیردار شیعہ علی عباس کاظمی، چوہدری ساجد اور صغیر زیدی اس سازش اور واقعہ کے اہم کردار ہیں۔ اس واقعہ سے ایک ہفتہ قبل کالعدم تحریک جعفریہ کے سربراہ ساجد نقوی ایران کے ایک ایلچی کے ہمراہ خیر پور میں ان تینوں افراد کے پاس آئے تھے اور تین دن قیام کیا تھا۔ ان تینوں کے واسطہ سے ساجد نقوی اور ایرانی رہنما نے قلندر بخش جاگیرانی اور اس کے بھائیوں سے محلہ نظامانی لقمان میں جو کہ جامعہ حیدریہ سے تھوڑی مسافت پر واقع ہے، ملاقات بھی کی تھی۔ اس ملاقات میں ایران سے

آئے مہمان نے قلندر بخش جا گیرانی کو چھ کروڑ روپے دیے اور بتایا کہ اگلے تین دنوں کے اندر تمہارے پاس ایرانی کمانڈوز آئیں گے، انکی حفاظت کی ساری ذمہ داری تمہاری ہوگی۔ اس کے ساتھ ہی اسی جگہ پر ساجد نقوی نے صحافیوں سے بات چیت بھی کی اور سپاہ صحابہ کی قیادت کو دھمکی آمیز لہجے میں کہا سپاہ صحابہ کو بہت جلد سبق سکھا دیں گے۔ پھر چند دنوں کے بعد وہ کمانڈوز آئے جن کی تعداد تین بتائی جاتی ہے اور انہوں نے منصوبہ بندی کر کے ابڑو گوٹھ والا علاقہ منتخب کیا کیونکہ وہ شیعوں کا علاقہ ہے اور وہاں سے کاروائی کرنے کے بعد فرار ہونے میں آسانی تھی۔ چار چار آدمیوں پر مشتمل تین گروپس ترتیب دیے گئے، ہر گروپ میں ایک ایرانی کمانڈو موجود تھا، پہلے دو گروپس کسی وجہ سے حملہ آور نہ ہو سکے، تیسرے گروپ میں موجود ایرانی کمانڈو نے حملہ کا آغاز کیا، پھر باقی تینوں افراد نے بھی دائیں بائیں سے فائرنگ کی۔ یہ کاروائی چند سیکنڈ میں مکمل ہوگئی تھی۔ اس کے بعد حملہ آوروں نے اوشاق علی جا گیرانی جو کہ زخمی تھا کو خود قتل کیا اور اس کی لاش موقع واردات پر پھینک دی تا کہ اسے ذاتی لڑائی کا رنگ دیا جا سکے، جیسے ہی علامہ علی شیر حیدریؒ کی شہادت کی خبر آئی تو فوراً ڈی پی او خیر پور نے پہلا اپنا بیان تیار کردہ منصوبے کے تحت جاری کر دیا کہ یہ ذاتی لڑائی کا نتیجہ ہے۔ یاد رہے کہ اوشاق علی جا گیرانی کے بڑے بھائی قلندر بخش جا گیرانی نے علامہ حیدریؒ کے والد حاجی وارث کو شہید کر دیا تھا جبکہ اس وقت بھی قلندر بخش کی پشت پناہی کرنے والی مقامی انتظامیہ اور مقامی شیعہ لیڈر علی عباس کاظمی تھے، جس کے شیعہ دہشت گرد تنظیم سپاہ محمد اور ایران کے ساتھ روابط کسی سے ڈھکے چھپے نہیں ہیں۔ اول روز سے یہ لڑائی مذہبی لڑائی ہے اور اس کا مقصد علامہ علی شیر حیدری کا خاتمہ اور ان کے جامعہ حیدریہ کو بند کروانا تھا جہاں سے ہر سال درجنوں علماء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وکیل بن کر شیعہ سے دلائل کی جنگ لڑنے کے لئے میدان میں اُترتے ہیں۔ حکومت اور حکومتی ایجنسیوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اگر کسی طرح بھی اس سازش کا حصہ نہیں ہیں تو علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ اور ان کے والد حاجی وارث شہیدؒ کے قاتل گرفتار کریں اور انہیں تختۂ دار پر لٹکائیں تا کہ آئندہ ایسے واقعات رونما نہ ہو سکیں۔

ہمارے ملک میں سنی شیعہ کے نام پر ہونے والی دہشت گردی میں ایران براہِ راست ملوث ہے اور یہ ملک کو سنی شیعہ بنیادوں پر تقسیم کرنے کی سازش ہے۔ اگر خدانخواستہ یہ سازش کامیاب ہوگئی تو ہمارا پیارا وطن پاکستان آگ اور خون میں نہا جائے گا۔ اس سے پہلے کہ ایسے حالات پیدا ہوں ارباب اختیار کو علامہ علی شیر حیدریؒ کے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے پوری توانائی استعمال کرنا ہوگی۔

اسلام کی بنیاد قرآن وسنت پر قائم ہے اور قرآن وسنت کی ہر آیات و روایت صحابہ کرامؓ کے واسطے باقی امت تک پہنچی ہے بیناء بر ایں صحابہ کرامؓ سے محبت اور اُن پر اعتمادی قرآن وسنت سے محبت اور اعتماد کی اثاث ہے جب کہ اُن سے دشمنی دین دشمنی کے سوا کچھ نہیں غالباً یہی وجہ ہے کہ دورِ نبویؐ سے آج تک کے دشمنانِ دین سب سے پہلے صحابہ کرامؓ پر ہی حملہ آور ہوتے رہے ہیں جب کے قدرت ان کے مقابلے میں اپنے مقبول ومحبوب بندوں کے ذریعے سے صحابہ کرامؓ کی عظمت وناموس کے تحفظ کا کام لیتی رہی ہے۔

موجودہ دور میں امیرِ عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ اور اُن کے رفقاء فکر بالخصوص مولانا ایثار القاسمیؒ، مولانا ضیاء الرحمن فاروقی شہیدؒ، مولانا محمد اعظم طارق شہید اور علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کاروانِ تحفظ ناموس صحابہؓ کے سرخیل رہے ہیں جو صحابہ دشمنوں کی تیغ ستم کا شکار ہو کر جام شہادت نوش کر گئے اور آنے والی نسلوں کو یہ سبق دے گئے کہ ناموس صحابہؓ کا مسئلہ کسی بھی دینی مسئلے سے کم اہمیت کا حامل نہیں ہے۔ اگر اس کی اہمیت گھٹانے کی کوشش کی گئی تو دین کا تحفظ محال ہو جائے گا۔

CamScanner

ALHAIDRI MEDIA CELL

الحیدری

الحیدری میڈیا سیل

CamScanner